UNIVERSAL
LIBRARY

OU_228200

UNIVERSAL
LIBRARY

جملہ حقوق محفوظ ہیں

سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا
عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ

بنگارستانِ چین دانم نخواہد شد سرائت نیک
بنوکِ کلک تو امیزد نقشی نگار نغز

لسان الغیب

یعنی

اردو شرح دیوان حافظ مع مفصل سوانحعمری خواجہ حافظ

جلد سوم

از

میر ولی اللہ بی اے ایل ایل بی وکیل ایبٹ آباد

حمزہ محمد اسمٰعیل کاتب مقبول رقم وزیر آبادی عفی عنہ

اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں طبع ہوئی

سنہ ۱۹۱۶ء

بار اول — مصنف نے ایبٹ آباد سے شایع کی — تعداد جلد ایک ہزار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لسان الغیب

یعنی

اردو شرح دیوان حافظ مع مفصل سوانح عمری

جلد سوم

از

میر ولی اللہ۔ بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی وکیل ایبٹ آباد

سنہ ۱۹۱۶ء

اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں باہتمام حافظ مظفر الدین صاحب مینیجر طبع ہوئی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

غزل ۶۰

(311)

دراز ل پرتو حسنت ز تجلے دم زد	۱	عشق پیدا شد و آتش بہمہ عالم زد
جلوہ کرد رخش دید ملک عشق نداشت	۲	عین آتش شد ازیں غیرت و بر آدم زد
مدعی خواست کہ آید بتماشا گہ راز	۳	دست غیب آمد و بر سینۂ نامحرم زد
عقل میخواست کزاں شعلہ چراغ افروزد	۴	برق غیرت بدرخشید و جہاں برہم زد
جان علوی ہوس چاہ زنخدان تو داشت	۵	دست در حلقہ آن زلف خم اندر خم زد
دیگراں قرعہ قسمت ہمہ بر عیش زدند	۶	دل غمدیدۂ ما بود کہ ہم بر غم زد
نظری کرد کہ بیند بجہاں صورت خویش	۷	خیمہ در آب و گل مزرعۂ آدم زد

(۸) حافظ آں روز طربنامۂ عشق تو نوشت (۸)
کہ قلم بر سر اسباب دل خرم زد

(۱) ترجمہ۔ ازل میں تیرے حسن کے پرتو نے تجلی کا دم مارا عشق پیدا ہو گیا اور تمام جہاں میں آگ لگا دی۔

یعنی معشوقِ مطلق کے حسن نے اپنا جلوہ دکھایا اور تمام جہاں میں عشق کی آگ لگا دی تشریح کے لئے دیکھو شعر د ۵۹/۴

(۲) ترجمہ۔ اس کے چہرہ نے جلوہ نمائی کی۔ دیکھا کہ فرشتے عشق نہیں رکھتے اس غیرت سے عینِ آتش ہو گیا

اور (یہ آگ) آدم پر آگری۔

مطلب یہ ہے کہ حسن معشوق مطلق نے جلوہ نمائی کی۔ دیکھا کہ فرشتے اس کے رخسار کا عشق نہیں رکھتے اس غیرت سے وہ جلوہ بجلی بن کر خرمن آدم پر آگرا۔ فرشتے اگرچہ ہر وقت تسبیح و تحمید میں مصروف ہیں۔ مگر رابطہ عاشق و معشوق انسان اور خدا کے درمیان ہے۔ وہ خدا اور فرشتوں کے درمیان نہیں۔ صبح میثاق کا ایجاب و قبول صرف خدا اور انسان کے درمیان ہے۔ بار امانت بھی صرف انسان کے کندھے پر رکھا گیا۔ وضاحت کے لئے دیکھو شعر د ۵۴/۵ الف ۱/۱ الف ۱۵/۱

(۳) ترجمہ۔ مدعی چاہتا تھا۔ کہ راز کے تماشا گاہ میں آئے۔ غیب کا ہاتھ آیا اور نامحرم کے سینہ پر پڑا۔

مدعی اور نامحرم سے مراد شیطان۔ تماشا گاہ راز یعنے عالم بالا۔ ملا الاعلی فرشتوں کا عالم۔ دست غیب سے مراد شہاب ثاقب۔

قرآن شریف سورہ والصّٰفّٰت میں آیا ہے۔ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۝ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۝ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۝ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝ یعنی ہم نے آسمانوں کو ہر سرکش اور نافرمان شیطان کے نزدیک آنے سے محفوظ کر دیا ہے۔ گروہ بالا یعنے اشراف ملائکہ جو لوح محفوظ کے اسرار سے واقف ہیں اور ایک دوسرے سے ان اسرار کے متعلق گفتگو کرتے ہیں۔ شیاطین انکی باتوں کو نہیں سن سکتے اور ان شیطانوں پر ہر طرف سے شہاب گرائے جاتے ہیں۔ تاکہ وہ آسمانوں کے نزدیک نہ آسکیں اور بڑی خواری سے ہٹائے جاتے ہیں۔ انکے لئے عذاب سخت ہے۔ اور وہ ملائکہ کے کلام پر اسرار کو نہیں سن سکتے۔ سوائے اسکے کہ وہ فرشتوں سے کوئی کلمہ چوری سے اڑا لیجائیں۔ اس پر انکے پیچھے شہاب ثاقب لگائے جاتے ہیں۔ جو انکو ہٹاتے اور جلاتے ہیں تاکہ پھر آسمانوں کی طرف رخ نہ کریں۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ شیطان لوح محفوظ کے اسرار کو معلوم کرنے کے لئے آسمانوں کی نزدیک آنا چاہتا ہے مگر شہاب یعنی جلا دینے والا شعلہ اسکے سینہ پر لگتا ہے اور اسے ہٹا دیتا ہے

(۴) ترجمہ۔ عقل چاہتی تھی کہ اس شعلہ سے چراغ روشن کرے غیرت کی بجلی چمکی اور جہان کو درہم برہم کر دیا

یعنی عقل چاہتی تھی کہ وہ بھی شعلۂ عشق سے اپنا چراغ روشن کرے۔ مگر محبوب کی غیرت نے یہ نہ چاہا۔ اور تمام جہان کو برہم کر دیا مطلب یہ ہے کہ عقل بھی کاروبار عشق میں دخل حاصل کرنا چاہتی تھی۔ مگر سلطان عشق

نے تمام جہاں کو دیوانگی عشق سے درہم برہم کر دیا اور عقل کی مداخلت کی گنجائش نہ چھوڑی تشریح کے لئے دیکھو شعر الف ۱ ت ۶۰ د ۵۰

عشق آمد و عقل ہیچ باد سے		رفت از من ہزار فرسنگ	

(۵) ترجمہ ۔ علوی جان تیرے چاہِ زنخداں کی آرزو رکھتی تھی ۔ اسلئے اس زلفِ پیچ در پیچ کو حلقہ میں ہاتھ مارا ۔

عُلوی بضم اول و سکون لام یا بکسر اول و سکون لام ۔ بمعنے ملک فرشتہ ۔ کوکب ۔ آسمانی ۔ بلند مرتبہ جان کو علوی اسواسطے کہا ہے کہ جان و روح کا تعلق عالم بالا سے ہے جسم عالم ارضی سے متعلق ہے اور جان عالم ملکوت سے ۔

جسطرح انسان کنوئیں میں اترنے کے لئے رسی کا محتاج ہوتا ہے اور کنوئیں سے پانی نکالنے کے لئے بھی رسی کی ضرورت ہوتی ہے ۔ اسی طرح جان کو محبوب مطلق کی چاہ زنخدان کے لئے بھی کسی رسن کی ضرورت تھی ۔ پس اس نے محبوب کی زلف پیچدار کی زنجیر کو ہی پکڑ لیا اور اس کو رسی کا کام لیا ۔ ظاہر ہے کہ انسان محبوب مطلق کا مشاہدہ مرآتِ تعینات کے ذریعہ کرتا ہے ۔ یعنی عالم کثرت سے ہی عالم وحدت کا علم حاصل کرتا ہے ۔ زلف سے مراد عالم تعینات ہے ۔ پہلے کئی جگہ بوضاحت تمام لکھا جا چکا ہے کہ عالم کثرت ایک ذریعہ ہے واحدِ مطلق کی معرفت کا ۔ پس شعر کا مطلب یہ ہے کہ محبوب کے چاہ زنخدان تک پہنچنے کے لئے رسنِ زلف کی ضرورت ہے یعنے معرفت الٰہی کے حاصل کرنے کے لئے عالم کثرت ایک ذریعہ ہے ۔

دیدہ جمالِ دوست بہر ذرہ آشکار		ذرات کون مرآتِ آن یار شد مرا	

(۶) ترجمہ ۔ دوسروں نے قسمت کا قرعہ عیش پر ڈالا ۔ ہمارا غمگین دل ہی تھا جس نے غم پر ہی ڈالا ۔ مطلب یہ ہے کہ اور سب نے عیش پسند کی ۔ ہمارے غم دیدہ دل نے غم ہی اختیار کیا ۔ دیگراں اور ما کا مقابلہ یا تو دیگر کائنات اور حضرت انسان کا مقابلہ ہے یا دوسرے انسانوں اور خواجہ صاحب کا

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے		جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا	
بلبل کو دیا نالہ تو پروانہ کو جلنا		غم ہم کو دیا ہے جو مشکل نظر آیا	

(۷) ترجمہ ۔ نظر کی کہ جہاں میں اپنی صورت دیکھے (اسلئے) آدم کی کھیتی کے آب و گل میں خیمہ لگا دیا ۔ مطلب یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اپنی صورت کو دیکھے تو آدم کو اپنی صورت پر پیدا

کیا۔ کہ اسے دیکھ کر اپنی صورت دیکھ سکے۔

حدیث قدسی "کنت کنزاً مخفی الخ" کی طرف اشارہ ہے دیکھو شعر الف ۱/

اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ یعنی خدا نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ یعنی اپنی عظیم الشان مملکت اور بادشاہی کا ایک مختصر سا نسخہ حضرت انسان کو بھی عطا کیا۔ انسان کا وجود بذات خود ایک نمونہ ہے اس محیط کل سلطنت کا جسکے ماتحت وہ پیدا ہوتا ہے اور پرورش پاتا ہے۔

ہر نقش کہ بر تختہ ہستی پیداست	ایں صورت انکس ستکان نقش آراست

(۸) ترجمہ۔ حافظ نے اس روز تیرے عشق کا طومار نامہ لکھا جب کہ اسباب اور دل خوم پر قلم پھیر دیا یعنی جس روز سے حافظ نے اسباب کو چھوڑ کر مسبب الاسباب کا خیال کیا ہے اور اپنی خوشحال دل کی خوشی پر قلم پھیر دیا ہے۔ اس روز سے خوش ہے۔ زیادہ تشریح کے لئے دیکھو شعر د ۵۸/۶

غزل ۶۱

دوش می آمد و رخسارہ برافروختہ بود	۱	تا کجا باز دل غمزدہ ام سوختہ بود
رسم عاشق کشی و شیوۂ شہر آشوبے	۲	جامۂ بود کہ بر قامت او دوختہ بود
کفر زلفش رہ دین میزد و آن سنگین دل	۳	در رہش مشعلہ از چہرہ برافروختہ بود
دل بسی خون بجفا آورد و لیکن دیدہ بریخت	۴	اللہ اللہ کہ تلف کرد و کہ اندوختہ بود
یار مفروش بدنیا کہ بسے سود نکرد	۵	آنکہ یوسف بزر ناسرہ بفروختہ بود
جان عشاق سپند رخ خود میدانست	۶	و آتش چہرہ بریں کار برافروختہ بود
گرچہ میگفت کہ زارت بکشم میدیدم	۷	کہ نہانش نظری با من دلسوختہ بود

گفت و خوش گفت بر و خرقہ بسوزاں حافظ
یارب ایں قلب شناسی کہ آموختہ بود

(۸)

(۱) ترجمہ ۔ کل آرہا تھا اور اپنے چہرہ کو روشن کیا ہوا تھا ۔ تا (کہ دیکھے) کہ جلا ہوا غمزدہ دل کہاں ہے
باز ۔ زاید ہے برائے ضرورت شعری اور زینتِ کلام ۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے چہرہ کو افروختہ کرکے معشوق اس تلاش میں آرہا تھا کہ کوئی غمزدہ اور خستہ دل ملے ۔ جسے وہ اور جلائے ۔

(۲) ترجمہ ۔ عاشق کشی کی رسم اور شہر آشوبی کا شیوہ ایک جامہ تھا جو اسکے قد پر (موزون) سیا ہوا تھا ۔

یعنی عاشق کشی اور شہر آشوبی اسکے قد بالا کا ایک شیوہ تھا ۔

(۳) ترجمہ ۔ اس کی زلف کافر دین کی رہزنی کرتا تھا ۔ اور اس سنگین دل نے اسکے راستہ پر چہرہ کی مشعل روشن کر رکھی تھی ۔

یعنی اسکی زلف رہزنی کرتی تھی اور اسکا چہرہ اس رہزن کو مشعل کا کام دیتا تھا زلف کو کفر سے ہمیشہ تشبیہ دیتے ہیں ۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر د ۵۵/۵

(۴) ترجمہ ۔ دل نے بہت سا خون جمع کیا لیکن آنکھوں نے گرا دیا ۔ اللہ اللہ کس نے ضائع کیا اور کس نے جمع کیا

یعنی دل نے بہت خون جمع کیا ہوا تھا لیکن میرا اسقدر خون رویا کہ سب آنکھوں کے رستے سے نکل گیا ۔ دیکھئے جمع کس نے کیا ۔ اور ضائع کس نے ۔ یعنی جمع دل نے کیا ۔ اور برباد آنکھوں نے ۔

(۵) ترجمہ ۔ دوست کو دنیا کے عوض نہ بیچ کیونکہ بہت نفع حاصل کیا اس شخص نے جس نے یوسف عزیز نا خالص کے عوض فروخت کیا ۔

مطلب یہ ہے کہ دین کو دنیا پر قربان نہیں کرنا چاہئے یعنی معشوق حقیقی کو دنیا کے عوض نہیں بیچنا چاہئے اس اصول کی تائید میں مثال بھی پیش کی ہے ۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو آپکے بھائیوں نے مالک (سوداگر کا نام) کے ہاتھ چند ناسرہ درموں کے عوض بیچ دیا تھا ۔ ایسی بیش بہا اور قیمتی چیز کو فروخت کرکے انکے ہاتھ کیا آیا ۔ دنیا کو زر ناسرہ اور دوست کو حضرت یوسف علیہ السلام سے تشبیہ دی ہے ۔ سورہ یوسف میں حضرت یوسف علیہ السلام کے زر ناسرہ کے عوض فروخت ہونے کے متعلق یہ آیت ہے جسکی طرف خواجہ صاحب نے اشارہ کیا ہے ۔ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ ۝ آپکے بھائیوں نے دعوے کیا کہ یہ ہمارا غلام ہے ۔ نافرمان ہے خدمت نہیں کرتا اور بھاگ آیا ہے ہم اسے فروخت کرنا چاہتے ہیں مالک نے کہا کہ میرے پاس جسقدر زر نقد تھا وہ میں نے مختلف

اسباب و متاع کے خریدنے میں صرف کر دیا ہی میرے پاس صرف چند درم ناسرہ رہ گئے ہیں۔ آپ کے بھائیوں نے یہی قیمت قبول کر لی اور انکو اس بہائے بے اعتبار پر فروخت کر دیا۔ مالک نے سترہ کھوٹے درم ان کو دیئے۔ انہوں نے لے لئے کیونکہ انکو آپ سے کوئی رغبت نہ تھی۔

مولانا جامی علیہ الرحمۃ نے اسی واقعہ کے متعلق کہا ہے۔

گرفتندش کہ ما را بندہ ایست ایں	سر از طوق وفا تابندہ ایست ایں
بکار و خدمت آمد سست پیوند	رہ بگریختن گیرد بہر چند
در اصلاحش ازیں پس می نکوشیم	بہر قیمت کہ باشد میفروشیم
جوانمردے کہ از چہ بر کشیدش	بانذک قیمتے زیشاں خریدش
بہ مالک بود مشہور آں جواں مرد	بفلس چند مملوک خودش کرد
زیانکاراں کہ جنس جاں فروشند	چناں جنسے چنیں ارزاں فروشند
دہد گنج سعادت نا خردمند	ستاند زو کشیدہ درہمی چند

شعر کا مطلب یہ ہی کہ دین کو دنیا کے عوض بیچنے سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ دین ایک بیش بہا چیز ہے اور دنیا کھوٹا سکہ ہی۔

اسی مضمون پر ہے۔ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا بِالْاٰخِرَۃِ فَلَا یُخَفَّفُ عَنْہُمُ الْعَذَابُ وَلَا ہُمْ یُنْصَرُوْنَ ۵ سورہ بقرہ۔ یعنے وہ لوگ جنہوں نے زندگانی دنیا کو بعوض عاقبت کے خریدا ہے۔ اُنپر عذاب سبک نہیں کیا جائیگا اور نہ انکو کوئی مدد دی جائیگی۔

(۶) ترجمہ۔ عاشقوں کی جان کو اپنے رخسار کا سپند جانتا تھا۔ اور چہرہ کی آگ کو اسی کام کے لئے افروختہ کیا تھا

سپند (ایک باریک سیاہ بیج۔ کالا دانہ) رفع نظر بد کے لئے جلاتے ہیں۔ آگ پر گرنے سے بڑے زور سے آواز کر کے جل جاتا ہی۔ مطلب یہ ہی کہ معشوق جانتا ہی کہ عاشقوں کی جان اسکے چہرہ کا سپند ہی۔ اسی لئے چہرہ کو افروختہ کیا ہوا ہی کہ اس آگ پر سپند کیطرح عاشقوں کی جان جل جائے۔

(۷) ترجمہ۔ اگرچہ معشوق کہتا تھا کہ میں تجھ کو بری طرح قتل کرونگا لیکن میں دیکھتا تھا کہ وہ پوشیدہ پوشیدہ

مجھہ دل جلے ہوئے پر نظرِ (عنایت) رکھتا تھا۔

یعنی اگرچہ بظاہر معشوق مجھی کہتا تھا کہ میں تجھی قتل کرونگا اور بہت بُری طرح قتل کرونگا۔ مگر میں دیکھ رہا تھا کہ حقیقت میں وہ مجھہ دلسوختہ پر مہربان ہی۔ اسی طرح خداوند کریم نے اگرچہ اپنے بندوں کو ہزارہا طرح کے مختلف عذابوں کا خوف دلایا ہی مگر حقیقت میں وہ انسان پر ماں باپ سے بھی زیادہ مہربان ہی اور اور اسکی رحمت اس کے غضب سے زیادہ ہی۔ سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ

بظاہر رہا مجھہ سے غافل مگر	کنکھیوں وہ دیکھے بھالے گیا (امیر)

(۸) ترجمہ۔ کہا اور کیا اچھا کہا کہ اے حافظ جا اور خرقہ کو جلادے۔ یارب یہ قلب شناسی اس نے کس سے سیکھی تھی۔

مطلب یہ ہے کہ خرقہ لباسِ ریا ہی۔ مجھے معشوق نے یا سالک نے کہا کہ جاکر خرقہ کو پھونک دے۔ یعنی اس قلب یا ناخالص دھات کو جلادے۔ حیراں ہوں کہ اس نے قلب شناسی یعنی صرافی کہاں سے سیکھی ہی۔ قلب آہ سوزاں کی رعایت ظاہر۔ کیونکہ ناخالص دھاتوں کی حقیقت کو آگ ظاہر کرتی ہی۔

غزل (۶۲)

دوش آگہی زیار سفر کردہ داد باد	۱	من نیز دل ببادہ دہم ہرچہ باد باد
در چین طرہ تو دل بے حفاظ من	۲	ہرگز بگفت مسکن مالوف یاد باد
دل خوش شدم بیاد تو ہرگہ کہ در چمن	۳	بند قبای غنچہ گل می کشاد باد
طرف کلاہ شاہیت آمد بخاطرم	۴	آنجا کہ تاج بر سر نرگس نہاد باد
کارم بداں رسید کہ ہمراہ خود کنم	۵	ہر شام برق لامع دہر بامداد باد
از دست رفتہ بود وجود ضعیف من	۶	صبحم ببوی وصل تو جان بازداد باد
امروز قدر پند عزیزاں شناختم	۷	یارب روان ناصح ما از تو شاد باد
تاریخ عیش ما شب دیدار دوست بود	۸	عہد شباب و صحبت احباب یاد باد

(۹)	حافظ نہاد نیک تو کامت برآورد جانہا فدای مردم نیکو نہاد باد	(۹)

(۱) ترجمہ ۔ کل ہوا نے معشوق سفر کردہ کی خبر دی ۔ میں بھی دل ہوا کو دیتا ہوں (یا برباد کرتا ہوں) جو کچھ ہو سو ہو ۔

بادِ صبا دیارِ معشوق سے خبر و پیام لائی ہے ۔ عاشق اس پر اپنا دل قاصدِ صبا پر قربان کرنا چاہتا ہے ۔ گویا خبر کے عوض دل دیتا ہے ۔ اور نتائج کی مطلق کوئی پرواہ نہیں کرتا ۔

(۲) ترجمہ ۔ تیری زلف کے خم میں میرے بے حمیت دل نے کبھی یہ نہ کہا کہ وطن مالوف یاد ہو ۔

حفاظ ۔ بےحمیت ۔ عار ۔ حمیت ۔ مروت ۔ نگہبانی ۔ مالوف ۔ خوگر فتہ شدہ ۔ دوستی کردہ شدہ ۔ جس چیز سے محبت اور الفت ہو ۔

مطلب یہ ہے کہ جب سے میرا دل میرے پہلو سے نکل تیری زلفِ پُرخم میں جا کر گرفتار ہوا ہے اس بےحمیت نے کبھی اپنے وطن مالوف کو یاد تک نہیں کیا ۔ کبھی اپنے وطن کا ذکر تک نہیں کیا ۔ اپنے مسکن کا متعلق کبھی "یاد شِ بخیر" بھی نہیں کیا ۔ یعنی میرا دل تیری زلف میں اتنا خوش ہے کہ کبھی میرے پہلو میں واپس آنے کا خیال تک نہیں کیا دیکھ شعر الف ۴

(۳) ترجمہ ۔ تیری یاد میں میرا دل خوش ہو گیا جب کہ باغ میں غنچہ گل کی قبا کے بند کو ہوا کھولتی تھی ۔

یعنے جب ہوا نے باغ میں غنچہ کو شگفتہ کر کے پھول بنایا تو مجھ تیرے بند قبا کا کھلنا یاد آیا معشوق کے بند قبا کا کھلنا گویا غنچہ کا شگفتہ ہو کر پھول ہو جانا ہے ۔

(۴) ترجمہ ۔ تیری کلاہ شاہی کا گوشہ مجھ یاد آیا جب کہ ہوا نے سبز نرگس پر تاج رکھا ۔

نرگس کے قلم پر گل نرگس کو دیکھ کر قد معشوق اور کلاہ کا نقشہ نظر کے سامنے آ گیا ۔

(۵) ترجمہ ۔ میری حالت اب یہ ہو گئی ہے کہ اپنی ہمراہ کر دہ آہ پر شام تک چمکتی ہوئی بجلی کو اور سحر صبح ہوا کو ۔

لامع ۔ روشن ۔ درخشاں ۔ برق لامع سے مراد آہ پر سوز ۔ دودِ دل ۔ دل کی آگ ۔ دل جلوں کی آہ کو برق سے عموماً تشبیہ دیتے ہیں مثلاً ۔

کیا تاب دل جلوں سے جو برق لاگ رکھے (ذوق) دودِ چراغ بھی ہو تو ان کی چلموں پہ آگ رکھے

باد بمعنے آہ ۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ صبح و شام آہ و فغاں کر رہا ہوں ۔

(۶) ترجمہ ۔ میرا نحیف وجود ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ صبح کے وقت ہوا نے تیرے وصل کی خوشبو سے از سر نو جان بخشی ۔

مطلب یہ ہے کہ تیرے ہجر میں میرا سدرمق تواں ہو گیا تھا کہ جان ہی ہاتھ دھو بیٹھا تھا۔ مگر تیرے وصل کی امید نے دوبارہ جان بخشی۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر د ۶۵/۴

(۷) ترجمہ ۔ آج میں نے عزیزوں کی نصیحت کی قدر پہچانی۔ اے خدا ہمارے ناصح کی جان تجھ سے خوش ہو یعنی تو اسکی جان کو خوش رکھے ۔

(۸) ترجمہ ۔ ہمارے عیش کی تاریخ معشوق کے دیدار کی رات تھی۔ جوانی کے زمانہ اور احباب کی صحبت کی یاد بخیر ہو۔

(۹) ترجمہ ۔ ای حافظ تیری نیک طبیعت تیری مراد پوری کرے گی۔ نیک نہاد انسان پر جانیں فدا ہوں نیک نہادی کی ترغیب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نیک نہاد آدمی پر لوگ جان قربان کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ ای حافظ تو بھی نیک نہاد بن کہ تیری نیک نہادی تیری مقصد برآری کریگی۔

غزل (۶۳)

درآں ہوا کہ جز برق اندر طلب نباشد	۱	گر خرمنے بسوزد چندیں عجب نباشد
مرغیکہ با غم دل شد لفتیش حاصل	۲	بر شاخسار عمرش برگ طرب نباشد
در کارخانۂ عشق از کفر ناگزیرست	۳	آتش کرا بسوزد کز بولہب نباشد
در کیش جاں فروشاں فضل و ہنر نزیبد	۴	اینجا نسب بگنجد اینجا حسب نباشد
در محفلی کہ خورشید اندر شمار ذرہ است	۵	خود را بزرگ دیدن شرط ادب نباشد
می خور کہ عمر سرمد گر در جہاں تواں یافت	۶	جز بادۂ بہشتی ہیچش سبب نباشد

(۷)	حافظ وصال جاناں با چون تو تنگدستی روزے شود کہ با او پیوندشب نباشد	(۷)

(۱) ترجمہ ۔ جس آرزو میں سوائے برق کے اور کوئی چیز طلب میں ہی نہ ہو۔ اگر کوئی خرمن جل جائے۔ تو چنداں تعجب کی بات نہیں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جس آرزو میں مطلوب ہی برق ہو وہاں خرمن ہستی کا جل جانا عجیب بات نہیں۔ آرزوئے عشق بذاتِ خود آرزوئے برق ہے عشق طبعاً خانماں سوز ہے۔ پھر خرمن ہستی کا جل جانا ایک معمولی بات ہے عشق ایک بجلی ہے جس نے عشق اختیار کیا اپنے خرمن ہستی کو گویا خود برباد کیا۔ برق و ہوا کی رعایت ظاہر۔

(۲) ترجمہ ۔ وہ پرند جسکو غم دل کی ساتھ الفت حاصل ہو گئی۔ اسکی عمر کی شاخ پر خوشی کا پتا نہیں ہوتا۔

مطلب یہ ہے کہ جس دل میں غم عشق ہو اسکو خوشی کی امید نہیں رکھنی چاہیئے۔

(۳) ترجمہ ۔ کارخانۂ عشق میں کفر ضروری ہے۔ اگر بولہب نہ ہو۔ تو آگ کس کو جلائے۔

مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جو عشق کا کارخانہ ہے۔ اسلام کے ساتھ کفر بھی ضروری ہے۔ کیونکہ دوزخ کی آگ کے لئے بھی تو کوئی ایندھن ہونا چاہیئے۔ اگر بولہب اور اسکے ہم خیال نہ ہوں۔ تو دوزخ میں خدا اسکو ڈالے گا قرآن شریف سورہ اعراف میں ہے۔ وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۔ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا ۔ یعنی ہم نے پیدا کئے ہیں جہنم کے لئے بہت سے دیو اور آدمی جنکے دل ایسے ہیں جن سے وہ نہیں سمجھتے۔ اور انکی آنکھیں ہیں جن سے وہ نہیں دیکھتے اور ان کے کان ہیں جن سے وہ نہیں سنتے۔

اس آیہ کریمہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے بہت سے آدمیوں کو دوزخ کے لئے ہی پیدا کیا ہے جو ضرور دوزخ میں جائینگے ۔ سورہ ہود میں ہے ۔ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ۝ إِلَّا مَن رَّحِمَ رَبُّكَ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ وَتَمَّتْ [illegible] ۔ اور اگر چاہتا تیرا پروردگار تو البتہ آدمیوں کو ایک ملت اور ہمیشہ مختلف ہوں وہ مگر جس پر تیرا پروردگار رحم کرے اور اسی واسطے [illegible] پیدا کیا ہے اور تمام ہوا کلمہ تیرے [illegible] سے اور آدمیوں سے یکجا۔

(۴) ترجمہ ۔ جاں فروشوں کی مذہب میں فضل و ہنر زیب نہیں دیتے۔ اس جگہ نسب کی گنجائش نہیں اس جگہ حسب نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ مذہب عشق میں فضل و ہنر بے کار ہیں اور حسب و نسب بے سود یہاں صرف دلِ دردمند چاہیئے

متاعے بجز نقص درکار نیست		کمالِ ترا کس خریدار نیست	(بیدل)
زجنسِ شکست آنچہ پیدا شود		بریں آستان قیمتش وا شود	

(۵) ترجمہ ۔ جس محفل میں سورج بھی ذرہ شمار ہوتا ہو ۔ وہاں اپنے تئیں بزرگ سمجھنا شرطِ ادب نہیں ۔

مطلب یہ ہو کہ بارگاہ بے نیاز میں جہاں خورشید بھی ایک ذرہ کی حیثیت رکھتا ہو ۔ اپنے آپ کو بزرگ سمجھنا ترکِ ادب میں داخل ہو ۔ خاکی انسان کو خاکساری اختیار کرنی چاہیئے ۔

(۶) ترجمہ ۔ شراب پی کیونکہ جہان میں حیات ابدی حاصل ہوسکتی ہو تو سوائے بادہ بہشتی کے اسکا اور کوئی سبب نہیں ۔

مطلب یہ ہو کہ شرابِ عشق پی کیونکہ اس بہشتی شراب کے سوا حیات ابدی حاصل نہیں ہوسکتی ۔

(۷) ترجمہ ۔ اے حافظ معشوق کا وصال تجھ جیسے تنگدست کو اُس دن حاصل ہوگا جس دن کے ساتھ رات کا اتصال نہ ہوگا ۔

قیامت کے دن سے مراد ہو مطلب یہ ہو کہ مجھ جیسے بے بضاعت شخص کو جسکا سرمایہ اعمال بہت کم ہو ۔ مشاہدہ ذات دنیا میں نصیب نہیں ہوسکتا ۔ قیامت کے دن کا انتظار کرنا چاہیئے ۔

غزل (۶۴)

دلم جز مہر رویاں طریقی بر نمیگیرد	۱	زبد میہم پندش ولیکن در نمیگیرد
خدارا ای نصیحتگو حدیث از مطرب و مے گو	۲	کہ نقشی دلخیال ما ازیں خوشتر نمیگیرد
صراحی میکشم پنہاں و مردم دفتر انکارند	۳	عجب گر آتش این زرق در دفتر نمیگیرد
ازاں رو ہست یاراں را صفا با مبتی لعلش	۴	کہ غیر از زر آتی نقشی درین جوہر نمیگیرد
میان گریہ میخندم کہ چوں شمع اندریں محلس	۵	زبان آتشینم ہست اما در نمیگیرد
سر و کارم با بی خویی تو گوئی چشم از و بر گیر	۶	بر و کاین بی عنطی معنی مرا در بر نمیگیرد
نصیحت گوئی رندان را کہ با حکم خدا جنگ ست	۷	دلش بس تنگ مے بینم چرا ساغر نمیگیرد
خوش صیدِ دلم کردی بنازم چشم مستت را	۸	کہ کس آہوی وحشی را ازین خوشتر نمیگیرد

سخن در احتیاج ما و استغنای معشوق است	۹	چه سود افسونگری ای دل کہ در دلبر نمی گیرد
خدا را رحمی ای منعم کہ درویش سر کویت	۱۰	در دیگر نمی داند رہ دیگر نمی گیرد
من از پیر مغان دیدم کرامتہای مردانہ	۱۱	کہ این دلق ریائی را بجامی بر نمی گیرد

(۱۲) بایں شعر تر و شیریں ز شاہنشہ عجب دارم (۱۲)
کہ سرتا پای حافظ را چرا در زر نمی گیرد

(۱) ترجمہ - میرا دل حسینوں کی محبت کے سوا اور کوئی طریقہ اختیار نہیں کرتا میرا سکو ہر طرح سے سمجھانا بیکار ہے مگر وہ (نصیحت) قبول نہیں کرتا۔

مہرو ماہ میں صنعت ایہام اور در و در میں صنعت تجنیس ہے۔

(۲) ترجمہ - خدا کے لئے ناصح مطرب کی باتیں کر کیونکہ کوئی نقش ہمارے خیال میں اس سے زیادہ خوشنما نہیں۔

یعنی ہم پر حدیث مطرب مے کا اثر زیادہ ہوتا ہے اور نصیحتیں فضول ہیں

(۳) ترجمہ - میں چھپا کر صراحی لیجاتا ہوں اور لوگ اسی کتاب سمجھتے ہیں تعجب ہے اگر اس ریاکاری سے دفتر میں آگ نہ لگ جائے۔

مطلب یہ ہے کہ زاہدان ریا کار حقیقت میں شراب کی صراحی بغل میں لیکر پھرتے ہیں اور خوش اعتقاد لوگ سمجھتے ہیں کہ حضرت کتاب لئے جاتے ہیں۔ اس مکر اور فریب کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انکے نامۂ اعمال کو آگ لگ جائیگی۔ ریاکار زاہد کی بغل میں کتاب بھی صراحی کا درجہ رکھتی ہے ایسے لوگوں کی نامۂ اعمال اگر سیاہ نہ ہوں تو اور کیا ہو۔ خواجہ صاحب نے اپنے آپ کو ریاکار ظاہر کر کے یہ شعر کہا ہے مدعا دوسرے ریاکاروں پر حملہ ہے۔ یہ بھی ایک طریق سخن ہے۔ سجاد دوسرے کو برا کہنے کے اپنے تئیں برا کہ کر اپنا مطلب ادا کرنا زیادہ موزون ہے۔

واعظ کتاب وعظ لئے ہے تو کیا ہوا	بوتل شراب کی بھی تو پنہاں بغل میں ہے
واقف ہیں زاہدان ریائی سے خوب ہم	کلمہ بتوں کا پڑھتے ہیں قرآں بغل میں ہے

(۴) ترجمہ - یاروں کو اسلئے اسکے مئے لعل سے صفائی حاصل ہے۔ کہ اس جوہر میں راستی کے بغیر کسی نقش کی گنجائش ہی نہیں

ازاں رہ - ازیں راہ - زیرا - اس لئے - اس سبب سے -

جوہر ہے کا خاصہ ہی کہ صفائی اور راستی پیدا کرتا ہی۔ زرق و ریا اور منافقت اس میں نہیں ہوتی۔

(۵) ترجمہ ۔ میں رو تے ہوئے ہنستا بھی ہوں کہ شمع کی طرح اس مجلس میں زبان آتشین تو مجھی حاصل ہی مگر اثر نہیں کرتی شمع خندہ وگریہ ہو۔ شمع کی زبان بھی آتشین ہوتی ہی اور تمام رات وہ آتش بیانی کرتی رہتی ہی مگر اہل مجلس پر اسکا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ اسی طرح عاشق بھی اگرچہ فصیح و بلیغ ہی اور آتش زبان ہی مگر اس کی باتو نکا معشوق پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ شمع کی طرح اس غیر معمولی بات پر عین رونے کی حالت میں بھی ہنسا کرتا ہی۔

(۶) ترجمہ ۔ (معشوق کے) سر و چشم ایسے خوبصورت (ہیں) اور تو کہتا ہی کہ اس پر آنکھ پھیر لے (اے واعظ) جا کہ یہ سب موعظ میرے دماغ میں اثر نہیں کرتا۔

یعنی تو مجھ ایسے حسین معشوق کے عشق سے باز رکھنا چاہتا ہی۔ یہ ناممکن ہی۔ جا اپنا کام کر۔

(۷) ترجمہ ۔ رندوں کو نصیحت کرنیوالا جسکو خدا کی حکم سے لڑائی ہی اسکا دل میں بہت تنگ دیکھتا ہوں۔ وہ ساغر کیوں نہیں لیتا۔

مطلب یہ ہی کہ رندوں کو خدا کی اسی حالت میں یاد کرنا جس میں وہ ہیں کیونکہ نصیحت کرنے والا گویا خدا سے جنگ کرتا ہی۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر الف ۳۰۔ ہر شخص بہت سا خیال ہی سب کو اپنے خیال اور اپنے مشرب پر دیکھنا چاہتا ہی۔ اسکو چاہیئے کہ اس تنگ خیالی کو دور کرے۔ ۔ ۔ ۔ کہو کہ اختلاف سے فراخ دل بنا دیگی۔

(۸) ترجمہ ۔ تو نے میرے دل کو کیا اچھی طرح شکار کیا ہی۔ مجھے تیری چشم مست پر ناز ہی کیونکہ کوئی شخص وحشی ہرن کو اس سے اچھی طرح نہیں پکڑ سکتا

یعنے میرا دل آہوی وحشی کی طرح تھا کسی کو قابو نہ آتا تھا تیری چشم مست پر میں ناز کرتا ہوں جس نے اسکو اسیر کر لیا چشم و آہو کی رعایت ظاہر۔

(۹) ترجمہ ۔ بات ہماری نیازمندی اور معشوق کی بے نیازی میں ہی۔ اے دل افسوس کی کیا فائدہ جب اسکا اثر دلبر پر نہیں۔

مطلب یہ ہی کہ ہم نیازمند ہیں اور معشوق بے نیاز۔ افسوس کی سی کیا حاصل ہی اسکا کچھ اثر نہیں۔

(۱۰) ترجمہ ۔ اے دولتمند خدا کے لئے رحم کر کہ تیرے کوچہ کا درویش۔ کوئی دوسرا دروازہ نہیں جانتا۔ اور کوئی دوسرا راستہ اختیار نہیں کرتا۔

مطلب یہ ہی کہ ہم محتاج ہیں اور تو غنی۔ اور تیرے دروازے کو چھوڑ کر ہم جاتے بھی کہیں نہیں پس تو ہی خدارا رحم

تو کریم مطلق و من گدا چه کنی جزاین که به خوانی ام	(بیدل)	دردیگری نه تمنا که من بجا روم چو برانی ام

(۱۱) ترجمہ۔ میں نے پیر مغاں کی مردانہ کرامتیں دیکھی ہیں کیونکہ وہ اس خرقہ ریائی کو ایک پیالہ کے عوض بھی نہیں لیتا یعنی پیر مغاں کے نزدیک جامہ ریائی کی اتنی قیمت بھی نہیں جتنی ایک پیالہ شراب کی یہ پیر مغاں کی مردانہ کرامت ہے۔

(۱۲) ترجمہ۔ ایسے لطیف اور شیریں کلام کے باوجود تعجب ہے کہ بادشاہ حافظ کو سر تا پا کیوں زر میں نہیں لیتا یعنی حافظ کا کلام ایسا شیریں اور لطیف ہے کہ بادشاہ کو چاہئے کہ حافظ کو سر سے پاؤں تک سونے میں ڈھانپ دے۔ غالباً صلہ کی درخواست ہے۔

غزل (۶۵)

دیدم بخواب خویش که بدستم پیاله بود	۱	تعبیر رفت و کار بدولت حواله بود
چل سال رنج و غصه کشیدم و عاقبت	۲	تدبیر ما بدست شراب دوساله بود
آن نافه مراد که میخواستم ز غیب	۳	در چین زلف آن بت مشکین کلاله بود
از دست برده بود وجودم خمار عشق	۴	دولت مساعد آمد و می در پیاله بود
نالان و دادخواه بمیخانه میروم	۵	کانجا کشاد کار من از آه و ناله بود
خون میخورم ولیک بجای شکایت	۶	روزی ما ز خوان کرم این نواله بود
بر طرف گلشنم نظر افتاد وقت صبح	۷	آن دم که کار مرغ چمن آه و ناله بود
هر گونه کاشت مهر و ز خوبی گلی بچید	۸	در رهگذار باد گهبان لاله بود
آتش فگند در دل مرغان نسیم باغ	۹	زان داغ سر بمهر که در جان لاله بود
آن شاه تند حمله که خورشید شیر گیر	۱۰	پیشش بروز معرکه کمتر غزاله بود

(۱۱) دیدم که شعر دلکش حافظ بمدح شاه — هر بیت از آن سفینه بها صد رساله بود (۱۱)

(۱) ترجمہ۔ میں نے اچھی خواب میں دیکھا کہ میرے ہاتھ میں پیالہ ہے۔ تعبیر ہوئی کہ کام دولت کے حوالہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے ہاتھ میں پیالہ ہے۔ یہ بہت مبارک خواب تھی کیونکہ اس خواب کی تعبیر یہ ہوئی کہ میرا کام اچھی قسمتی کے حوالہ کیا گیا ہے۔ یعنی خواب میں جام کو ہاتھ میں دیکھنا جس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے شراب ملے گی۔

(۲) ترجمہ۔ چالیس سال تک رنج و غصہ برداشت کیا اور آخر کار ہماری تدبیر شراب دو سالہ کے ہاتھ میں تھی

شراب دو سالہ۔ دو سال کی پرانی شراب عموماً پرانی شراب کو مئے دو سالہ کہتے ہیں مثلاً ع

مئے دو سالہ و معشوق چہاردہ سالہ

پرانی شراب زیادہ تیز ہوتی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ اتنی مدت رنج و غصہ میں گذاری کوئی تدبیر نظر نہ آئی آخر کار معلوم ہوا کہ ہماری کشائش کار شراب دو سالہ میں ہے یعنی تمام عمر زہد و تقوی میں گذاری مگر تدبیر کار عشق کے ہاتھ میں تھی۔

شراب دو سالہ کے بعض بزرگوں نے قرآن حکیم مراد لی ہے۔ قرآن شریف کو دو کے عدد سے یہ تعلق ہے کہ دو دفعہ قرآن مجید لوح محفوظ سے نازل ہوا اور دو ہی دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اترا۔ یعنی ایک دفعہ قرآن مجید یکبارگی شب قدر کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر بیت المعمور میں نازل ہوا۔ دوسری دفعہ اس جگہ سے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تیئیس سال کی مدت میں اترا۔ اسی طرح ایک دفعہ تو حق سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن شریف کا تمام علم یکبارگی تمام و کمال رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل عرش منزل کو عطا فرمایا چنانچہ ابتدائے بعثت میں وحی ادا کرنے سے پہلے تلاوت شروع کر دیتے تھے جس پر حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے حبیب سے خطاب کیا کہ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّقْضٰٓی اِلَیْكَ وَحْیُهٗ یعنی قرآن پڑھنے میں تعجیل نہ کرو پیشتر اسکے کہ اسکی وحی تم پر ادا کی جائے۔ اور دوسری دفعہ قرآن شریف بطریق مذکورہ بالا تیئیس سال کے عرصہ میں تھوڑا تھوڑا کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا۔

اسکے علاوہ **چالیس سال** کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن شریف سے ایک اہم نسبت ہے وہ یہ ہے کہ آپکے زمانہ نبوت اور نزول وحی کا آغاز چالیس سال کی عمر میں ہوا۔ گویا چالیس سال کی محنت کے بعد آپکو قرآن حکیم سے کشائش حاصل ہوئی۔

(۳) ترجمہ۔ وہ نافہ مراد جسے میں غیب سے طلب کرتا تھا۔ اس معشوق مشکین کاکل کی زلف کے خم میں تھا۔

مطلب یہ ہے کہ جو خوشبو میں غیب سے مانگتا تھا۔ وہ معشوق کی زلف عنبریں میں موجود تھی۔ اسی مضمون پر مرزا عبدالقادر بیدل نے کہا ہے۔

پئے نافہ ہائے رمیدہ بو مپسند زحمت جستجو	بخیالِ حلقۂ زلف او گرہے خور و بختن در آ

(۴) ترجمہ۔ خمارِ عشق میری وجود کو میرے ہاتھ سے لیے چلا تھا کہ دولت نے مساعدت کی اور شراب ملی میرا خمار۔ دیکھو شعر د ۵/۵۷۔

مطلب یہ ہے کہ خمارِ عشق کی حالت میں میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا کہ بخت نے موافقت کی اور شراب ملی جس سے خمار دور ہوا۔ اسی مضمون کے لیے دیکھو شعر د ۶/۶۲

(۵) ترجمہ۔ میں روتا ہوا اور داد طلب کرتا ہوا شراب خانہ میں جاتا ہوں۔ کیونکہ اس جگہ میری کشائش کار آہ و نالہ سے ہو جاتی ہے۔

یعنے مقام عشق میں آہ و نالہ سے کشائش حاصل ہو جاتی ہے۔ دیکھو شعر ت ۱۰/۲ ت ۲۱/۱۰ ت ۵۱/۱

(۶) ترجمہ۔ میں خون پیتا ہوں لیکن جا شکایت نہیں کیونکہ خوانِ کرم سے ہمارے حصہ میں یہی نوالہ آیا تھا

یعنے میں خونِ جگر پیتا ہوں لیکن شکایت نہیں کرتا۔ کیونکہ کریم مطلق نے اپنے خوانِ کرم سے تیرے حصہ میں یہی خوراک مقرر کی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نوشتۂ قسمت پر صابر و شاکر رہنا چاہیے

(۷) ترجمہ۔ صبح کے وقت باغ کے گوشہ پر میری نظر پڑی۔ جب کہ مرغِ چمن کا کام آہ و نالہ تھا

یعنے صبح کے وقت میں نے باغ کی طرف دیکھا جب کہ بلبلیں آہ و نالہ میں مصروف تھیں۔

(۸) ترجمہ۔ جس نے محبت کا بیج نہ بویا اور حسن کا پھول نہ چنا وہ گویا ہوا کے راستہ میں لالہ کا نگہبان ہوا

گل لالہ کو دل سے تشبیہ دیتے ہیں۔ کیونکہ لالہ کے اندر بھی ایک داغ ہوتا ہے اور دل کے اندر بھی۔ ہوا کی ذرا سی جنبش سے بھی گل لالہ گر پڑتا ہے۔ اسی طرح انسانی دل بھی مختلف واقعات کے اثر سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ جس شخص نے مزرعِ دل میں تخم محبت نہ بویا اور نتیجتاً گلشن سے پھول نہ چنا۔ اس نے گویا گل لالہ کو ہوا سے محفوظ رکھنے کی کوشش کی۔ لیکن ظاہر ہے کہ گل لالہ محفوظ نہیں رہ سکتا آخر گرے گا۔ اسی طرح اس شخص کا دل بھی آزاد نہیں رہ سکتا۔ اگر اس نے اپنے دل کو غم عشق سے محفوظ رکھا ہے تو وہ کسی دوسرے غم میں گرفتار ہو گیا ہو گا دل ایک ایسی چیز ہے جو کبھی غم سے محفوظ نہیں رہ سکتی۔ مرزا غالب کا شعر ہے۔

غم اگرچہ جان گسل ہے پہ کہاں بچیں کہ دل ہے	غم عشق اگر نہ ہوتا غم روزگار ہوتا

(۹) ترجمہ۔ نسیم باغ نے پرندوں کے دل میں آگ لگائی۔ اس سرمہ پراغ سے جو لالہ کی جان میں تھا۔
گل لالہ کا اندر داغ ہوتا ہے۔ جو شگفتہ ہونے سے پہلے بند (سرمہ بھر) ہوتا ہے۔ باد نسیم سے جب پھول کھل جاتا ہے اور وہ داغ ظاہر ہو جاتا ہے۔ مرغان چمن کے دل میں آتش عشق تیز ہو جاتی ہے۔ پھول کے شگفتہ ہونے پر بلبل کا شیدا ہونا ظاہر۔ دل اور گل لالہ کے داغ کی رعایت ظاہر۔

(۱۰) ترجمہ۔ وہ تند حملہ بادشاہ کہ شیر گیر آفتاب بھی۔ اسکے مقابلہ میں لڑائی کر روز ایک حقیر غزالہ تھا۔

(۱۱) ترجمہ۔ میں نے دیکھا کہ حافظ کا دلکش شعر اس بادشاہ کی مدح میں (ایسے تھے) کہ اس سفینہ کا ہر ایک شعر سو رسالوں سے اچھا تھا۔

تند حملہ۔ سخت حملہ کرنیوالا۔ شیر گیر۔ خورشید کو شیر گیر برج اسد کی رعایت سے کہا ہے۔
شیر گیر سے مراد خود دار، مغرور صاحب مرتبہ اور نیم مست بھی ہوتی ہے۔ غزالہ بفتح (۱) بچہ آہو جو ماده ہو۔ (۲) آفتاب بکسر اول غلط۔ سفینہ۔ بیاض اشعار شعروں کی کتاب۔ دیوان۔ رسالہ (۱) چھوٹی کتاب۔ نامہ (۲) سوار و نگارستہ مصدر ہے بمعنے مفعول مستعمل۔

یہ دونو شعر قطعہ بند ہیں۔ مطلب صاف ہے۔ الفاظ کی رعایت ظاہر۔

غزل ۶۶

(42)

دمی با غم بسر بردن جہاں یکسر نمی ارزد	۱	بمی بفروش دلق ما کزین بہتر نمی ارزد
بکوی مے فروشانش بجامی بر نمیگیرند	۲	زہی سجادۂ تقوی کہ یک ساغر نمی ارزد
شکوہ تاج سلطانی کہ بیم جان و درج ست	۳	کلاہ دلکش ست اما بدرد سر نمی ارزد
رقیبم سرزنشہا کرد کز ایں باب سر بر تاب	۴	چہ افتاد ایں سر ما را کہ خاک در نمی ارزد
ترا آں بہ کہ روی خود ز مشتاقاں بپوشانی	۵	کہ سودای جہانداری غم لشکر نمی ارزد
بشو ایں نقش دلتنگی کہ در بازار یکرنگی	۶	بنعتہای گوناگوں می احمر نمی ارزد
دیار یار مردم را مقید میکند ورنہ	۷	چہ جای یار پس کایں محنت آباد جہان یکسر نمی ارزد
بس اساں می نمود اول غم دریا ببوی سود	۸	غلط گفتم کہ ہر موجش بصد گوہر نمی ارزد

(۲) ترجمہ ۔ پردہ مجلس میں آئی ہے اسکا پسینہ پونچھو۔ تاکہ حریف یہ نہ کہیں کہ اس نے کیوں دوری کی۔
اگر ایک پردہ نشین پردہ سے نکل کر مجلس میں آئے تو ضرور بوجہ حیا و حجاب اسکی جبین پر پسینہ کے قطرے نمودار ہو جائینگے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ دخترِ رز مستوری چھوڑ کر مجلس میں آئی ہے اس لئے اسکی پیشانی پسینہ سے تر ہوگئی ہے اسکے پسینہ کو پونچھو تاکہ حریف یہ نہ سمجھیں کہ دخترِ رز ہمیشہ پردہ میں رہی ہے اور آج ہی ہمارے سامنے آئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ شراب خم سے جام میں آئی ہے بے تکلف پیو۔

(۳) ترجمہ ۔ اے دل اس خوشخبری کا انعام دے کہ مطربِ عشق نے دوبارہ مست سرود گایا ہے اور مخموری کا علاج کیا ہے۔
مژدگانی ۔ جو چیز خوشخبری پہنچانے والے کو خوشخبری کے دی جائے۔ راہ زدن نغمہ سرائی کرنا گانا۔ سرود کہنا۔
مطلب یہ ہے کہ ہم حالتِ مخموری سے تنگ آئے تھے کہ مطربِ عشق نے مست نغمہ شروع کئے اور ہم کو از سرِ نو مست کیا۔

(۴) ترجمہ ۔ مناسب یہ ہے کہ عقدِ وصال میں لے لیں۔ دخترِ رز کو جسنے خم میں اسقدر مستوری کی ہے۔
مطلب یہ ہے کہ دخترِ رز اتنی مدت خم میں بند رہی ہے اور مستوری کو ملحوظ رکھا ہے اس لئے اب مناسب یہ ہے کہ اسکو اپنے عقد (نکاح) میں لے لیں۔ یعنی شراب خم سے جام میں آئی ہے اسے پیو۔ قاعدہ ہے کہ کوآرپن کی مستوری کے بعد ہر دختر کو عقد نکاح میں لے لیا جاتا ہے۔

(۵) ترجمہ ۔ سات سمندر نہیں بلکہ سو آگ سے بھی اسکا رنگ نہیں جاتا۔ جو کچھ خرقۂ زاہد کے ساتھ شرابِ انگوری نے کیا ہے
مطلب یہ ہے کہ خرقہ زاہد پر شرابِ انگوری کے جو داغ ہیں انکو سات پانی سے نہیں بلکہ سو آگ سے بھی دور نہیں کیا جا سکتا یعنی زاہد ریاکار جو شرب الیہود کرتا تھا۔ اسکے خرقہ پر شراب سرخ نے جو نشان کر دیئے ہیں وہ دوزخ کی آگ سے بھی دور ہو سکتے۔ گویا ان ریاکار زاہدوں کی ریاکاری جو چھپ کر شراب پیتے ہیں۔ ایسا قبیح گناہ ہے کہ دوزخ میں کئی سال رہنے سے بھی اسکا کفارہ نہیں ہوگا۔ ہر گناہ کچھ مدت کے لئے دوزخ میں رہنے سے بخشا جاتا ہے مگر ریاکار آدمی اگر ابدالاباد تک بھی دوزخ میں رہے۔ تو بھی اسکے گناہوں کا داغ اسکے دامن سے دور نہیں ہوتا۔ ہفت و صد اور آب و آتش کا مقابلہ لطیف ہے۔

(۶) ترجمہ ۔ میرے وصل کے باغ کا غنچہ اسکی نسیم سے کھلا۔ بلبل نے گلِ سرخ کی پنکھڑی پر خوشی کی
سوری ایک قسم کے سرخ پھول کا نام۔ ہر ایک قسم کے پھول کو اور گل لالہ کو جو سرخ ہو سوری کہتے ہیں۔

سور بمعنے سرخ۔

بلبل پھول کے شگفتہ ہونے پر خوش ہوتی ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میری وصل کا غنچہ معشوق کی نسیم سے شگفتہ ہو کر پھول ہو گیا یعنی انتظار کے بعد معشوق کے آنے پر وصل نصیب ہوا۔ میں بھی مرغ خوشخواں کیطرح گل وصال کے شگفتہ ہونے پر خوش ہوں۔ لفظ سور بمعنے طرب و خوشی بھی استعمال ہوتا ہے لہذا طرب و سوری کی رعایت ظاہر۔

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ عاجزی نہ چھوڑ کیونکہ حاسد نے مال دل اور دین کو ننگ و ناموس کو مغروری کی وجہ سے برباد کر دیا

عرض تکبر۔ ناموس۔ آبرو۔ در سر کردن۔ برباد کرنا (محاورہ ہے) غیاث اللغات

حاسد سے مراد یہاں شیطان ہے جس نے بوجہ حسد حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ نہ کیا اور غرور کی وجہ سے ملعون ہوا۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

تکبر عزازیل را خوار کرد		بزندان لعنت گرفتار کرد	

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۔ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۔ ۵ (بقرہ) یعنی جب ہمنے فرشتوں کو کہا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے قبول نہ کیا۔ اور تکبر کیا اسلئے وہ کافروں کے گروہ میں ہوا۔

غزل (۶۸)

درخت دوستی بنشاں کہ کام دل ببار آرد	۱	نہال دشمنی برکن کہ رنج بیشمار آرد	
چو مہمان حریفاتی بعشرت باش با رندان	۲	کہ درد سرکشی جاناں گرت مستی خمار آرد	
شب صحبت غنیمت دان و دادِ خوشدلی بستاں	۳	بسی گردش کند گردوں بسی لیل و نہار آرد	
عماری دار لیلی را کہ مہر و ماہ در حکم ست	۴	خدایا دل ندارش کہ بر مجنوں گذار آرد	
بہار عمر خواہی دل اگر نہ این چمن ہر سال	۵	چو نسرین صد گل آرد بار و چون بلبل ہزار آرد	
خدارا چون دل ریشم قراری بستہ با زلفت	۶	بفرمان تعل نوشیں را کہ جاں را بر قرار آرد	
ز کار افتادہ ای دل کہ صد من بار غم داری	۷	بر و یک جرعہ می درکش کہ در حالت بکار آرد	

(۸) دریغ از خداخواہد ذریں پیرانہ سر حافظ (۸/۱)
نشیند بر لب جوئی و سروی در کنار آرد

(۱) ترجمہ۔ دوستی کا درخت لگا کر دل کا مقصد اسکا پھل ہو۔ دشمنی کے درخت کو جڑ سے اکھاڑ دے کہ یہ بیشمار رنج لاتا ہے یعنی درختِ دوستی کا پھل متصل ہوتا ہے اور دشمنی کا درخت موجب رنج ہوتا ہے۔ اسلئے چاہیئے کہ تو دوستی کا درخت لگائے اور دشمنی کے درخت کو جڑ سے اکھاڑ دے۔ مطلب یہ ہے کہ دشمنی چھوڑ اور دوستی اختیار کر۔ اخلاق وتمدن کا ایک نہایت قیمتی اصول ہے۔

(۲) ترجمہ۔ جب تو اس خرابات (دنیا) کا مہمان ہے تو رندوں کے ساتھ عیش وعشرت سے وقت بسر کر کیونکہ اے جاناں اگر مستی خمار لائیگی تو تجھے دردِ سر ہوگا (دردِ سر کھینچے گا)

مطلب یہ ہے کہ دنیا ایک خرابات ہے اور اسکے مہمانوں کو مست زندگی بسر کرنی چاہیئے جسطرح شراب کا نشہ دور ہونے پر حالت خمار پیدا ہوتی ہے اور دردِ سر لاحق ہوتا ہے اسی طرح خرابات دنیا میں اگر آدمی رندانہ زندگی بسر نہ کرے اور مستی کو چھوڑ دے تو اسکو تکالیف کا سامنا ہوگا یعنی ہمیشہ مست رہنا چاہیئے۔ تاکہ زندگی عیش وعشرت سے گذرے کیونکہ حالت خمار باعثِ سردرد ہوگی دیکھو الف ۱/

درکارخانہ کہ بنائش زغفلت است	ہشیار بستن نہ ز قانونِ حکمت است

اسی مضمون پر ہے

اس انجمن میں آ شارہ ہے چشم ساقی کا	وہی مزے میں رہے جو یہاں خراب رہے

(۳) ترجمہ۔ صحبت کی رات کو غنیمت جان اور خوشدلی کی داد دے کیونکہ آسمان بہت گردشیں کرتا ہے اور بہت رات دن پیدا کرتا ہے۔

یعنی انقلابات دہر کی وجہ سے دن رات ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے صحبت کی رات کو غنیمت سمجھ لے جہاں تک ہوسکے عیش سے رات بسر کر۔ ضروری نہیں کہ دوسری رات بھی شبِ وصل ہو۔

(۴) ترجمہ۔ لیلیٰ کاعماری دار جسکے حکم میں مہر ماہ ہیں اے خدا اسکے دل میں یہ بات ڈال کہ مجنوں کی طرف سے ہو کر گذرے عماری محمل شتر منسوب بہ عمار جو اسکا واضع تھا در اصل میم مشدد ہے مگر عموماً بہ تخفیف میم استعمال ہوتا ہے۔ یہاں بھی میم مشدد نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ اے خدا لیلی کو عماری دار یعنی شتربان کے دل میں رحم ڈال کہ وہ مجنوں کیطرف ناقہ کو لے چلے۔ چونکہ عماری کو اندر لیلی ہے اسلئے کہا ہے کہ چاند اور سورج اسکے حکم میں ہیں گویا لیلی کو جدہر چاہے لیجا سکتا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ اے دل عمر کی بہار (زمانہ شباب) کو غنیمت جان ورنہ یہ باغ ہر سال نسرین کیطرح سو پھول کھلاتا ہے اور بلبل کیطرح ہزارہا پرندی پیدا کرتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ باغ میں ہر سال سینکڑوں نئے پھول اور ہزاروں نئی بلبلیں ہوتی ہیں۔ اسلئے چاہئے کہ موسم بہار یعنی زمانہ شباب کو ضائع نہ کیا جائے۔ کیونکہ اگلے سال پھر نئے پھول ہونگے اور نئی بلبلیں نئے معشوق ہونگے اور نئے عاشق۔ ہمارا شباب ایکدفعہ جاکر پھر نہیں آئیگا۔

یہ چمن یونہی رہیگا اور ہزاروں جانور		اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائینگے	

بلبل اور ہزار میں صنعت ایہام ہے

(۶) ترجمہ۔ خدا کرے جب میرے زخمی دل نے تیری زلف سے قرار باندھا ہے تو اپنے لب شیریں کو حکم دے کہ جان کو قرار بخشے یعنی جب میرے دل نے تیری زلف سے عہد و پیمان باندھا ہے اور اسیر رہنے کا وعدہ کیا ہے تو برائے خدا تو بھی اپنے لب شیریں کا بوسہ دیکر میری جان کو قرار اور آرام بخش۔ قرار اور قرار میں صنعت تجنیس ہے۔

(۷) ترجمہ۔ اے دل تو از کار رفتہ ہو گیا ہے کہ نمود کا سو من بوجھ اٹھایا ہے۔ جا اور ایک گھونٹ پی تاکہ ابھی تجھے برقرار کر دے۔

یعنی اے دل تو بیقرار ہو گیا ہے اور غمگین ہے جا شراب پی کہ تجھے قرار و آرام حاصل ہو۔ درحال یعنی ابھی فوراً۔ غم اور شراب کے لئے دیکھو شعر الف لام ۱۳ ق ۲۲/۳ ق ۱۷/۴ ق ۴۵/۴ ق ۴۵/۱۱ ق ۵۰/۱ ق ۶۳/۳ د ۸۲/۵ د ۶/۱-۳ د ۲۹/۳ د ۵۸/۱

(۸) ترجمہ۔ اس باغ میں حافظ اس پیمانہ سری میں خدا سے چاہتا ہے کہ نہر کے کنارے پر بیٹھے اور کوئی سرو قد معشوق اسکی بغل میں ہو۔

باغ لب جوئبار و کنار کی رعایت سے پیمانہ سالی اور عشق کے متعلق مولانا جامیؒ فرماتے ہیں

اگر صد سال من اکنوں چو شیرم		ہنوز آں ذوق شیرم در خمیر است	
بپیری رو جوانی نیست چوں عشق		دمبدم من دمادم ایں فسون عشق	
کرامی چوں شدی در عاشقی پیر		سبکروحی کن و در عاشقی میر	

غزل ۶۹

دوش از جناب آصف پیک بشارت آمد	۱	کز حضرت سلیمان عشرت اشارت آمد
خاک وجود ما را از آب باده گل کن	۲	ویران سرای دل را گاه عمارت آمد
این شرح بی نهایت کز حسن یار گفتند	۳	حرفیست از هزاران کاندر عبارت آمد
علیم بپوش زنهار ای خرقه می آلود	۴	کان پاک دامن اینجا بهر زیارت آمد
امروز جای هر کس پیدا شود ز خوبان	۵	کان ماه مجلس آرا اندر صدارت آمد
بر تخت جم مناز ای کز تاج بش محراب	۶	همت نگر که موری با این حقارت آمد
از چشم شوخ شنگش ای دل امان خود نگهدار	۷	کان جادوی کمان کش بر عزم غارت آمد
دریاست مجلس شاه دریاب وقت و دُریاب	۸	هان ای زیان دیده وقت تجارت آمد

(۹) آلودهٔ تو حافظ فیضے ز شاه درخواه — کان عنصر سماحت بهر طهارت آمد (۹)

غزل ہذا کا مضمون مسلسل ہے۔ وعدۂ وصال کی خوشخبری بیان کر کے محبوب کی جلوہ آرائی اور مسند صدارت پر تشریف فرمائی کا نقشہ کھینچا ہے اور پھر اپنے دل کو بزم وصال سے مستفیض ہونیکی ہدایت کی ہے۔ آصف حضرت سلیمانؑ کے وزیر کا نام تھا۔ خواجہ صاحب نے اپنے کلام میں سلطان قطب الدین کے وزیر عماد الدین ابن محمود کو جابجا آصف عہد کہا ہے اس غزل کے مطلع میں اگر کسی بادشاہ وقت اور اسکے وزیر سے مراد نہ لی جائے تو سلطان حقیقت اور اسکے وزیر کیطرف اشارہ ہو سکتا ہے۔ خواجہ صاحب نے یہ غزل بھی شرح صدر کی اپنی حالت میں کہی ہے

(۱) ترجمہ — کل جناب آصف سے خوشخبری کا قاصد آیا (اور کہا) کہ حضرت سلیمان سے حضرت کا اشارہ ہوا ہے۔ وعدہ وصال کی امید دلائی گئی ہے

(۲) ترجمہ — ہمارے وجود کی خاک کو شراب کے پانی سے گوندھ۔ دل کی ویران مکان کی تعمیر کا وقت آیا ہے۔ خواجہ صاحب پہلے کئی دفعہ بیان کر چکے ہیں کہ حضرت انسان کی خاک شراب محبت سے گوندھی گئی

ظہیر فاریابی نے کہا ہے۔

خاکِ مرا بآب محبت سرشتہ اند	تخمِ مرا بمزرعہ عشق کشتہ اند

خواجہ صاحب اپنے دل ویران کی عمارت کو شراب محبت پر منحصر سمجھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہماری خاک کو آب بادہ سے گل کرو۔

(۳) ترجمہ۔ حسن یار کی جو بے انتہا شرح لوگ بیان کرچکے ہیں وہ ہزار میں سے ایک حرف ہے جو تحریر و تقریر میں آیا یعنے محبوب مطلق کی تعریف میں اگرچہ ہزار ہا دفتر لکھے گئے لیکن اب تک ہزار میں سے ایک حرف ادا ہوا ہے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر	ما ہمچناں در اولِ وصف تو ماندہ ایم

اسی مضمون پر ہے۔

فضل خدا را کہ تواند شمار کرد	یا کیست آنکہ شکرِ یکی از ہزار کرد

قرآن شریف سورہ لقمان میں ہے۔ وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَۃٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّہٗ مِنْ بَعْدِہٖ سَبْعَۃُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ کَلِمٰتُ اللّٰہِ۔ یعنی زمین میں جتنے درخت ہیں اگر ان کو قلم بنائے جائیں اور سمندر سیاہی بن جائیں اور ان سمندروں پر سات اور سمندر بڑھائے جائیں تو بھی کلماتِ خدا کو تحریر نہیں کرسکتے

(۴) ترجمہ۔ اے خرقہ مے آلود میرے عیب ضرور ڈھانپ دے کیونکہ وہ پاکدامن اس جگہ زیارت کیلئے آیا ہے خرقہ ایک عیب پوش جامہ ہے زاہدوں کی عیب پوشی پاک و صاف خرقہ سے ہوتی ہے اور رندوں کی عیب پوشی خرقہ مے آلود سے۔

مطلب یہ ہے کہ وہ پاکدامن تشریف فرما ہوا ہے۔ اے خرقہ مے آلود میری عیب پوشی کر قاعدہ ہے کہ کسی محترم اور معزز شخص کے آنے پر آدمی اپنے جامہ کو پاک صاف کردیتا ہے اور اپنے ظاہری اور باطنی عیوب پوشیدہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ خواجہ حافظ کے پاس صرف خرقہ مے آلود ہے۔ وہ اسی سے اپنی عیب پوشی کرنا چاہتے ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ آج حسینوں میں سے ہر ایک کی جگہ (حیثیت) معلوم ہوجائے گی۔ کیونکہ وہ ماہ مجلس آرا مسند نشین ہوا ہے

یعنے ہمارے محبوب سے پہلے ہر ایک حسین اپنے آپ کو صدر نشین بتاتا تھا آج ہمارا محبوب محفل میں آگیا ہے اور کرسی صدارت پر بیٹھ گیا ہے۔ باقی حسین علے قدر مراتبہم اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ جائینگے اور انکی حیثیت معلوم ہوجائیگی۔

رات محفل میں ہر اک مہ پارہ گرم لاف تھا		صبح کو خورشید جب نکلا تو مطلع صاف تھا
اختراں کہ بہ شب در نظر ما آیند		پیش خورشید محال است کہ پیدا آیند

اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر الف ۴۳

	چو سلطان عزت علم برکشد	جہاں سر بہ جیب عدم درکشد	سعدی

(۶) ترجمہ۔ سلیمان کے تخت پر کہ جس کا تاج آفتاب کا محراب ہے۔ ہمت دیکھو کہ چیونٹی باوجود اتنی حقیر ہونیکے آگئی۔

جم یا جمشید۔ لفظ جم مطلق بمعنی بادشاہ بھی استعمال ہوتا ہے اور مختلف قراین کے ساتھ مختلف بادشاہوں کے لئے آتا ہے۔ اگر لفظ خاتم و نگین۔ اسپ و تخت۔ باد و آصف مور و ماہی و طیور وغیرہ کے ساتھ آئے تو مراد حضرت سلیمان علیہ السلام۔ اگر لفظ سد و آئینہ اور آب حیات وغیرہ کے ساتھ آئے تو مراد سکندر۔ اگر جام و شراب اور بزم و جشن۔ نوروز اور اس قسم کے الفاظ کے ساتھ آئے تو جمشید بادشاہ سے مراد ہوگی۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جنکا تاج سورج کا محراب تھا یعنی نہایت عالیقدر اور بلند مرتبہ بادشاہ تھے انکے تخت پر ایک حقیر چیونٹی چڑھ آئی ہے۔ اس چیونٹی کی عالی ہمتی دیکھو۔ مور و سلیمان کی رعایت ظاہر۔ علو ہمت کی ترغیب و تعلیم ہے۔

	دانم رسد ذرہ بخورشید ولیکن	شوق طیراں میکشد ارباب ہمم را	(عرفی)

(۷) ترجمہ۔ اے دل اسکی شوخ آنکھ سے اپنے ایمان کو بچا کیونکہ وہ کمان کش جادو گر غارت کے ارادہ پر آیا ہے۔

جادو کمان کش سے مراد آنکھ۔ کمان کش بلحاظ کمان ابرو کہا ہے۔

(۸) ترجمہ۔ بادشاہ کی مجلس دریا ہے وقت کو غنیمت سمجھ اور موتی حاصل کر یہاں کے نقصان رسیدہ اب تجارت (منافعہ) کا وقت آیا ہے

یعنے بادشاہ کی مجلس دریائے فیض ہے اس سے گہرہائے مقصود حاصل کر اور منافعہ حاصل کر کے پچھلے نقصانوں کی تلافی کر

مروجہ مطبوعہ دیوانوں میں پہلا مصرعہ اسطرح ہے "دریاست مجلس شاہ دریاب وقت شناس" ہے مولف نے جو نسخہ اختیار کیا ہے وہ ایک قلمی دیوان کا ہے

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ تو آلودہ ہے بادشاہ سے فیض طلب کر۔ کیونکہ وہ جواں مردی کا عنصر طہارت کے لئے آیا۔

عنصر بضم اول و ثالث بمعنی اصل۔ بنیاد۔ طبیوں کے نزدیک خاک و باد و آب و آتش مراد ہے

سماحت۔ جوانمردی۔ وجہ تسمیہ یہ کہ سمح بمعنے سہل و آسان ہے۔ سماحت بمعنے سہل گیری۔ جب تک کسی کام کو آسان نہ سمجھیں اسکا پورا کرنا مشکل ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ہمارا بادشاہ (معشوق یا ممدوح) جوانمردی کا عنصر ہے یعنی اصل و بنیاد جوانمردی ہے وہ طہارت یعنی پاک کرنے کے لئے آیا (تو بھی گناہوں سے آلودہ ہے) اسکے فیض کی طلب کر کہ تجھ بھی پاک کردے۔

غزل (۷۰)

۱	در نمازم خم ابروی تو چوں یاد آمد	حالتے رفت کہ محراب بفریاد آمد
۲	از من اکنوں طمع صبر و دل و ہوش مدار	کان تحمل کہ تو دیدی ہمہ بر باد آمد
۳	بادہ صافی شد و مرغان چمن مست شدند	موسم عاشقی و کار بہ بنیاد آمد
۴	بوی بہبود ز اوضاع جہاں می شنوم	شادی آورد گل و باد صبا شاد آمد
۵	ای عروس ہنر از دہر شکایت منما	کہ ہنر چند بیارائی کم داد آمد
۶	بر زلیخا ستم ای یوسف مصری مپسند	کز تکاپوی عشق بر ایں ہمہ بیداد آمد
۷	دلبر ما ست کہ با حسن خداداد آمد	دلفریباں نباتی ہمہ زیور بستند
۸	ای خوشا سرو کہ از بند غم آزاد آمد	زیر بارند درختاں کہ تعلق دارند

مطرب از گفتہ حافظ غزلی نغز بخواں
تا بگویم کہ ز عہد طرب ما یاد آمد

(۹) (۹)

(۱) ترجمہ۔ نماز میں جب تیری ابرو کا خم یاد آیا۔ ایسی حالت طاری ہوئی کہ محراب بھی فریاد کرنے لگا۔

عاشقوں کا محراب جسم ابروئے جاناں ہوتا ہے۔ نماز میں جب عاشق کو خم ابروئے معشوق یاد آیا یعنی عین حضوری کی حالت ہوئی۔ تو ایک خاص وجد کی کیفیت اس پر طاری ہوئی۔ جسکا اثر محراب پر بھی ہوا۔ وجد کی حالت میں ہر ایک چیز حالت وجد میں نظر آتی ہے۔

(۲) ترجمہ۔ اب مجھ سے صبر و دل اور ہوش کی امید نہ رکھ۔ وہ تحمل جو تو نے دیکھا تھا برباد ہو گیا۔

یعنے اب میں شراب عشق پی کر مست ہو گیا ہوں۔ ہوش حواس اور صبر و سکون جاتے رہے ہیں۔ پہلی سی حالت نہیں جب کہ مجھ میں تمکنت اور عقلمندی کا دعوے تھا۔

(۳) ترجمہ۔ شراب صاف ہوئی اور مرغان چمن مست ہو گئے۔ عاشقی کا موسم آگیا ہے اور کاروبار عشق مستحکم ہو گئے ہیں

یعنے عین شوق اور درجۂ عشق کا وقت ہے۔

(۴) ترجمہ۔ جہاں کے طور و وضع سے میں بہبودی کی خوشبو سونگھتا ہوں پھول خوشی لایا اور باد صبا خرم و شادآئی موسم بہار ہے پھول کھلے ہیں بلبل کو خوش وقتی کی امید ہے مطلب یہ ہے کہ عاشق کو وصل کی امید ہے قرائن خوشگوار ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ اے ہنر کی عروس زمانہ کی شکایت نہ کر۔ حسن کے حجلہ کو آراستہ کر کہ شوہر آیا۔

حجلہ۔ دلہن کا خاص مکان۔ داماد۔ معنی لوکتخدا تحقیق لغوی کے لئے دیکھو شعر ۱۲

ہنر کے قدردان جہاں میں کم ہوتے ہیں اس لئے اہل ہنر ہمیشہ زمانہ سے شاکی رہتے ہیں۔ خواجہ صاحب نے موسم کی خوشگواری اور ایام کی موافقت پر غزل لکھی ہے عروس ہنر کو بھی امید دلاتے ہیں کہ مایوس نہ ہو اور شکایت نہ کر حجلہ آراستہ کر کہ داماد آیا ہے۔ یعنی قدردان پیدا ہو گئے ہیں۔

(۶) ترجمہ۔ اے مصرع لیخا پر ظلم روا نہ رکھ۔ کیونکہ یہ تمام تم اس پر بوجہ عشق کے ہوئے۔

یعنے مظلوم عشق ہے اس پر رحم کر

(۷) ترجمہ۔ تمام نباتاتی معشوقوں نے زیور پہنا ہے۔ ہمارا معشوق ہے جو حسن خداداد لے کر آیا ہے۔

یعنے گل و سنبل۔ لالہ و ریحان نرگس و نسترن وغیرہ تمام نباتاتی معشوقوں نے زیور پہن کر اپنے آپ کو خوبصورت بنایا ہے۔ ہمارے معشوق کا حسن بے بستہ زیور ہے اس کا حسن خداداد ہے خواجہ صاحب اپنے معشوق کا حسینان چمن سے مقابلہ کرتے ہیں

بزیور ہا بیارائند قمت خوبرویاں را	تو سیمیں تن چناں خوبی کہ زیور ہا بیارائی

(۸) ترجمہ۔ جو درخت تعلق رکھتے ہیں وہ زیر بار ہیں۔ سرو خوش ہے جو بند غم سے آزاد ہے

سرو۔ اس درخت کا پھل نہیں ہوتا سیدھا اور اونچا چلا جاتا ہے۔ سو کہنے کی قید سے آزاد ہے ہمیشہ تازہ و سرسبز رہتا ہے اس لئے سرو آزاد کہتے ہیں سرو آزاد سرو کی ایک خاص قسم کا نام ہے۔

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ پھل والے درخت ہمیشہ زیر بار ہوتے ہیں اور بار دار شاخ اسی تعلق کی وجہ سے ہمیشہ جھکی رہتی ہے۔ سرو چونکہ بار دینے کے تعلق سے آزاد ہے اس لئے بند غم سے آزاد ہے اور آزاد کہلاتا ہے۔

شیخ ابراہیم فوق شاخِ پر ثمر کے ساتھ سرو آزاد کو بھی گرفتار بتاتے ہیں۔

توڑا کمر شاخ کو کثرت نے ثمر کی	دنیا میں گرانبارئ اولاد غضب ہے
ہے سرو بھی پابندِ غمِ بے ثمری میں	کہتے ہیں گرفتار کو آزاد غضب ہے

فی الحقیقت فشارِ تعلق میں قیدِ تعلقات سے پوری آزادی ممکن نہیں۔

از گرفتارانِ ایں گلشن چہ میپرسی کہ من	ہمچو سرو آزادگاں را پائے در گل دیدہ ام

(۹) ترجمہ۔ اے مطرب حافظ کے کلام سے کوئی ایسی غزل پڑھ۔ تاکہ میں کہوں کہ ہمیں زمانہ طرب یاد آیا۔
یعنی حافظ کی کوئی غزل سنا تاکہ خوشی کا زمانہ یاد آئے۔ حافظ کے کلام میں بیشک یہ اثر موجود ہے۔

غزل (۱۷)

دلی کہ غیب نمایست جام جم دارد	۱	زخاتمی کہ از و گم شود چہ غم دارد
بخط و خال گدایاں مدہ خزینۂ دل	۲	بدست شاہ وشی دہ کہ محترم دارد
نہ ہر درخت تحمل کند جفای خزاں	۳	غلام ہمت سروم کہ این قدم دارد
رسید موسم آن کز طرف چمن نرگس مست	۴	تہد بپای قدح ہر کہ خشت درم دارد
ز راز نہانی ما اکنوں چو گل فراغ مدار	۵	کہ عقل کل بصدت عیب متہم دارد
ز سر غیب کسر آگاہ نیست قصہ مخواں	۶	کدام محرم دل رہ درین حرم دارد
دلم کہ لاف تجرد زدے کنوں صد شغل	۷	ببوی زلف تو باد صبحدم دارد
مراد دل ز کجویم کہ نیست دلداری	۸	کہ جلوۂ نظر و شیوۂ کرم دارد

(۹)	ز جیب خستہ حافظ چہ طرف تواں بست کہ ما صد طلبیدیم و او صنم دارد	(۹)

(۱) ترجمہ۔ جو دل غیب نما ہے وہ جام جم رکھتا ہے اس انگشتری کا جو اس سے گم ہو جائے اسکو کیا غم ہے۔
جس شخص کا دل محرمِ اسرارِ حقیقت ہو وہ گویا جام جہاں نما رکھتا ہے وہ کسی انگشتری پر منحصر نہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری جب صخرہ نام دیو کے قبضہ میں آگئی۔ تو آپ سلطنت سے محروم ہوگئے اور اربعہ عناصر پر انکی حکومت نہ رہی لیکن جس شخص کا دل ہی خاتم سلیمان کے اوصاف رکھتا ہو اسکے لئے کسی انگشتری کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ یہاں جام جم سے مراد جام جہاں نما ہے لفظ جم بلحاظ قرائن مختلف بادشاہوں کے نام کے لئے آسکتا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ گداگروں کے خط وخال کو دل کا خزانہ نہ دے۔ بلکہ کسی شاہ وش محبوب کے ہاتھ میں دے کیونکہ وہ اسی عزت و احترام سے رکھے گا۔

یعنی معشوقان ظاہر کے خط وخال پر دل نہ دے۔ وہ محبوب حقیقی کے مقابلہ میں ایسے ہیں جیسے شاہ کے مقابلہ میں گدا وہ تیرے دل کی قدر نہیں کرینگے۔ سلطان عزت یعنی معشوق حقیقی کو دل دے وہ اسکی عزت کریگا۔

(۳) ترجمہ۔ ہر ایک سخت موسم خزاں کی جفا کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ میں سرو کی ہمت کا غلام ہوں جسمیں یہ طاقت ہے

قدم داشتن۔ ثابت اور پائدار ہونا۔ پاؤں جمائے رکھنا۔ ثابت قدم ہونا۔

سرو پر خزاں و بہار کا کچھ اثر نہیں ہمیشہ سرسبز اور تازہ رہتا ہے خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہر ایک شخص انقلابات دہر کو برداشت نہیں کرسکتا سرو آزاد کیطرح صرف آزاد لوگوں پر ہی دنیا کی رنج و راحت کا اثر نہیں ہوتا اور ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہتے ہیں اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر ۴

(۴) ترجمہ۔ اب ایسا موسم آیا ہے کہ خوشی سے نرگس مست کی طرح جس شخص کے پاس بھی چند درم ہونگے پیالہ کے پاؤں پر رکھدیگا۔

یعنی موسم بہار آیا ہے اور ہر ایک میخوار جسکے پاس کم وبیش کچھ نقد ہوگا وہ اس نقد کے عوض جام شراب خریدیگا۔ نرگس مست کی مثال اسوجہ سے دی ہے کہ نرگس کا پھول پیالہ کی ہمشکل ہوتا ہے اور اسکی پنکھڑیاں گویا درم ہیں جو اس نے پیالہ کے نیچے رکھی ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ پھول کیطرح اب شراب کی قیمت میں زر (خرچ کرنے) سے دریغ نہ کر۔ ورنہ عقل کل تجھ سے عیبوں کا متہم کریگا۔

عقل کل سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام اور کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

مطلب یہ ہے کہ موسم بہار ہے شراب پر زر صرف کرو جسطرح موسم بہار میں پھول صرف زر سے دریغ نہیں کرتا (پھول جب کھل جاتا ہے تو اسکا اندرونی حصہ ایک زرد مادہ نکلتا ہے۔ جسے زرگل کہتے ہیں) اگر اس موسم میں تو بہانہ

شراب میں صرف زر سی دریغ کریگا۔ تو عقل کل کو نزدیک تو مجرم ہوگا یا عقل تجھ احمق قرار دیگی۔ ظاہر ہے کہ خواجہ صاحب شراب عشق کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔

(۶) ترجمہ۔ غیب کے اسرار سے کوئی آدمی واقف نہیں باتیں نہ بنا۔ کون ایسا محرم دل ہے جسکو اس حرم میں رستہ ملا ہو۔

خواجہ صاحب مدعی کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں کہ تو فضول قصے بیان نہ کر۔ اسرار حقیقت کی حرم میں کسی اہل دل کو دخل نہیں۔

نوحیرت در شب اندیشۂ اوصاف تو		بس ہمایوں مرغ عقل از آشیاں انداختہ

(۷) ترجمہ۔ میرا اول جو آزادی کی لاف زنی کرتا تھا اب تیری زلف کی خوشبو کیلئے باد صبحدم کے ساتھ شغل رکھتا ہے۔

یعنی میرا دل پہلے آزاد تھا اور بے تعلقی کا دعوٰی کرتا تھا اب تیرے عشق میں قاصد صبا کا محتاج ہے کہ شاید کبھی تیری زلف کی خوشبو مجھ تک پہنچا دے۔ مولانا حالی مرحوم عشق کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں۔

اک دسترس سی تیری حالی بچا ہوا تھا۔		اسکے بھی دل پہ آخر چرکا لگا کے چھوڑا

(۸) ترجمہ۔ میں اپنے دل کی مراد کس سے ڈھونڈوں کہ کوئی ایسا دلدار نہیں جو جلوۂ نظر اور شیوۂ کرم رکھتا ہو۔

یعنے کوئی معشوق عاشق پر نظر التفات نہیں کرتا اور کسی دلدار میں شیوہ کرم نہیں۔

(۹) ترجمہ۔ حافظ کو خرقہ کی جیب سے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے کہ ہم نے صمد کی طلب کی اور اسکے پاس صنم ہے۔

جیب۔ عرب میں اول سینہ کو اور دل کو بھی کہتے تھے۔ پھر گریبان کو کہنے لگے کہ سینہ پر ہوتا ہے بعض اہل لغت کہتے ہیں کہ جو بمعنے قطع ہے گریبان کرتا ہوا ہوتا ہے اس لئے اسکا نام جیب رکھا عرب کے لوگ جبہ یا کرتہ کے گریبان میں ایک تھیلی سی ٹانک کر اس میں چیز رکھ لیا کرتے تھے۔ مدت کے بعد اسی کا نام جیب ہوگیا۔ فارس میں وہ تھیلی گریبان سے ڈھلک کر کمر کے نیچے آگئی اور نام وہی جیب رہا۔ تماشا یہ کہ اب گھڑی کی شوقینوں نے چھاتی کی بائیں طرف جگہ دی اور کوٹ پتلون والوں نے کہیں کا کہیں پہنچا دیا۔ پھر بھی وہی جیب ہے اور عرب میں جیب وہی گریبان ہے" (سخندان فارس) **صمد**۔ بفتحتین۔ مہتر۔ بے نیاز۔ بلند۔ دائم۔ جسے بھوک پیاس نہ ہو جس سے حاجت روائی کی درخواست کی جائے۔ ایسی ذات کہ جو چاہا کرے جسکی کیفیت کی اطلاع سے عقل ناامید ہو۔ خدا کا نام۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ حافظ کی خرقۂ زہد میں تو صنم رکھے ہوئے ہیں اور ہم خدا کے طالب ہیں۔ وہاں سے

ہمیں کیا حاصل ہو سکتا ہے در حقیقت زاہدانِ ریا کار پر حملہ ہے جو خرقہ پارسائی کا اندر بت چھپا کر رکھتے ہیں یعنی بظاہر پارسا اور حقیقت میں ناسزا ہوتے ہیں۔

واعظاں ہیں زاہدانِ ریائی سو خوب ہم	کلمہ بتو نکا پڑھتے ہیں قرآن بغل میں ہے

غزل (۷۲)

دست از طلب ندارم تا کام من برآید	۱	یا جان سد بجانان یا جان زتن برآید
بکشای تربتم را بعد از وفات و بنگر	۲	کز آتش درونم دود از کفن برآید
بنمای رخ کہ خلقے والہ شوند و حیراں	۳	بکشای لب کہ فریاد از مرد و زن برآید
جان بر لب ست و حسرت در دل کہ از لبانش	۴	نگرفتہ ہیچ کامی جان از بدن برآید
از حسرت دہانش جانم بہ تنگ آمد	۵	خود کام تنگدستاں کی از دہن برآید
گفتم بخویشتن گر دی بر گیرد دلم گفت	۶	کار کسیست ایں کو با خویشتن برآید
ہر یک شکن ز زلفت بنجاہ شست دارد	۷	چوں ایں دل شکستہ با آن شکن برآید
بر بوی آنکہ در باغ آید گلی چو رویت	۸	آید نسیم و ہر دم گرد چمن برآید
محرم چو بیوفایاں نتواں گرفت یارے	۹	مائیم و آستانش تا جاں زتن برآید
بر خیز تا چمن را از قامت قیامت	۱۰	ہم سرو در برآید ہم نارون برآید

(۱۱)	گویند ذکر خیرش در محفل عشقبازاں ہر جا کہ نام حافظ در انجمن برآید	(۱۱)

(۱) ترجمہ۔ میں طلب سے ہاتھ نہیں ہٹاؤنگا جب تک کہ میرا مقصد حاصل نہ ہو۔ یا جان معشوق تک پہنچ جائیگی یا جان تن سے نکل جائیگی۔

جد و جہد اور سعی و استقلال کی تعلیم ہے فرماتے ہیں کہ جب تک میرا مقصد حاصل نہیں ہو گا میں دست طلب کو کوتاہ نہیں کرونگا اسی طلب میں یا مر جاؤنگا یا محبوب تک پہنچ جاؤنگا۔

(۲) ترجمہ۔ میرے مرنے کے بعد میری قبر کو کھول اور دیکھ کہ میرے دل کی آگ کا دھواں کفن سے نکلے گا۔

بجھنے کی آگ دل کی نہیں زیر خاک بھی	ہوگا درخت گور پہ میری چنار کا

نیاز بے نیاز کا شعر ہے۔

سروسامانِ وجودم شررِ عشق بسوخت	زیرِ خاکسترِ دل سوزِ نہانم باقیست

(۳) ترجمہ۔ چہرہ دکھا کہ ایک خلقت شیدا اور حیران ہو جائے۔ لب کھول کہ مردوزن فریاد کرنے لگیں۔

(۴) ترجمہ۔ جان لب پر ہے اور دل میں حسرت ہے کہ اسکا بوسہ ہو۔ کوئی مقصد حاصل کئے بغیر جان بدن سے نکلی جاتی ہے۔ یعنی مرتے وقت یہ حسرت ہے کہ تیرے لب لعل کا بوسہ لئے بغیر جا رہا ہوں۔

(۵) ترجمہ۔ اسکے دہن کی حسرت سے میری جان تنگ ہوگئی۔ تنگدستوں کا مقصد اس دہن سے حاصل ہی کب ہو سکتا ہے معشوق کے تنگ دہن کو بوسہ کی حسرت میں میری جان تنگ ہوگئی ظاہر ہے کہ تنگدست اور نادار شخص کو دہن معشوق کا بوسہ نصیب نہیں ہو سکتا۔ دہن کی تنگی سے جان کا تنگ ہونا اور جان کے تنگ ہونے سے اسکا تنگدست بننا اور اسلئے اسکا محروم ہونا بیان کیا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ اس سے دل اٹھالے میرے دل نے جواب دیا کہ یہ ایسے شخص کا کام ہے جو اپنے آپ میں ہو۔

باخویشتن برآمدن اپنے آپ میں ہونا۔ ہوش میں ہونا۔ اپنے اختیار میں ہونا۔ باخود برنیامدن یعنی بے اختیار ہونا۔ اپنے آپے میں نہ رہنا۔

مطلب یہ ہے کہ میں چاہتا تھا کہ عشق سے باز آؤں اور اپنا دل معشوق سے اٹھالوں مگر دل نے کہا کہ ہمارا اختیار ہی کیا ہے۔ دل وہ اٹھائے جسکا دل اپنے قابو میں ہو تم بے اختیار ہو کچھ نہیں کر سکتے۔ حاصل کلام یہ کہ دل معشوق کے قبضہ میں ہے۔ عاشق کیا کر سکتا ہے۔

(۷) ترجمہ۔ تیری زلف کی ہر ایک شکن پر پاس صد قلقہ کمند رکھتی ہے میرا شکستہ دل اس شکن کے ساتھ کس طرح مقابلہ کرے

شست ۔ با فتح۔ (۱) نام عدد معروف جسکو بر سر آدمی شبہ معانی میں گرشصت بسیاد مہملہ لکھتے ہیں۔ ساٹھ ۶۰ ۔ (۲) نشتر حجام (۳) تار ساز (۴) حلقۂ زلف (۵) زنار (۶) صیغہ ماضی مخفف نشست (۷) گرفت سوخار تیر (۸) پھلی پکڑنے کا کانٹا (۹) مضراب ساز (۱۰) حلقہ کمند۔ **برآئد** ۔ از مصدر برآمدن او پر چڑھنا۔ غالب آنا۔ مقابلہ کرنا۔ ترقی پانا۔

مطلب یہ ہے کہ تیری زلف کی ہر شکن میں کئی کمندیں ہیں میرا شکستہ دل اسکا کیا مقابلہ کر سکتا ہے لفظ پنجاہ و شصت

میں صنعت ایہام ہے۔

(۸) ترجمہ۔ اس امید پر کہ تیرے چہرہ کی طرح کوئی پھول باغ میں آئے نسیم آتی ہے اور ہر وقت چمن کی گرد پھرتی ہے۔
یعنی نسیم باغ میں آکر ادھر اُدھر اسلئے پھرتی ہے کہ تیرے چہرہ کیطرح کوئی پھول اسے باغ میں نظر آئے۔

(۹) ترجمہ۔ بیوفاؤں کیطرح ہر وقت ایک (نیا) معشوق نہیں بنا سکتے۔ ہم ہیں اور اُسکا آستانہ جسکے بدن سے جان نکل جائیگی۔
یعنی جب تک زندہ ہوں اپنے معشوق کے دروازہ پر پڑا ہوں بیوفا لوگوں کی طرح روز نئے معشوق نہیں بناتا
بعض قلمی دیوانوں میں یہ شعر نہیں ہے۔

(۱۰) ترجمہ۔ اٹھ تاکہ باغ کو تیرے قیامت جیسے قد سے سرو بھی بغل میں آجائے اور نارون بھی مل جائے۔
نارون۔ بفتح واو۔ انار کی ایک قسم ہے گلنار فارسی کہتے ہیں۔ اسکے پھول میں پنکھڑیاں بیشمار ہوتی ہیں نہایت سرخ ہوتا ہے اور قیامت میں گل سرخ کے برابر ہوتا ہے ایک خوش اندام۔ پر برگ اور سایہ دار درخت کا نام بھی ہے۔
صاحب بہار عجم نے لکھا ہے کہ نارون بضم واو مبدل نارین کا ہے یعنی درخت انار۔
شعر کا مطلب یہ ہے کہ تو باغ میں آتاکہ باغ کو سرو اور نارون سرو دل جائیں (سرو و نارون سے باغ کی زینت ہوتی ہے) سرو بوجہ قامت اور نارون بوجہ گل رخسار۔

(۱۱) ترجمہ۔ جب حافظ کا نام مجلس میں آتا ہے تو عاشقوں کی گروہ میں ذکر شکر بیز کہتے ہیں۔
یعنے جب مجلس میں حافظ کا ذکر ہوتا ہے تو عاشق کہتے ہیں کہ "یادش بخیر" یا "دش بخیر" صرف ایسے آدمی کے نام پر کہا جاتا ہے جو عزیز و محترم ہو۔ خواجہ صاحب کا یہ دعا یہ ہے کہ حلقہ عشاق میں مجھے برگزیدہ خیال کیا جاتا ہے۔

غزل (۷۳)

۱	ازل ہر کو بفیض دولت ارزانی بود	تا ابد جام مرادش ہمدم جانی بود
۲	من ہمان ساعت کہ از می خوام شستم شد تو بکار	گفتم این شاخ ارد ہد باری پشیمانی بود
۳	خود گرفتم کافگنم سجادہ چون سوسن بدوش	ہمچو گل بر خرقہ رنگ مے مسلمانی بود
۴	خلوت ما را فروغ از عکس جام بادہ باد	زانکہ کنج اہل دل باید کہ نورانی بود

بی چراغ جام در خلوت نمی آرم نشست	۵	وقت گل مستوری مستان ز نادانی بود
مجلس انس و بهار و بحث عشق اندر میان	۶	جام می گر فتنه از جانان گران جانی بود
همت عالی طلب جام مرصع گو مباش	۷	رند را آب عنب یاقوت رمانی بود
نیکنامی خواهی ای دل با بدان صحبت مدار	۸	خود پسندی چان من برهان نادانی بود
گرچه بسیاران نماید کار ما سهلش به بین	۹	کاندرین کشور گدائی رشک سلطانی بود
خوش بود خلوت هم ای صوفی ولیکن گرد رو	۱۰	باده ریحانی و ساقی مست ریحانی بود

(۱۱)	دعی نیکی گفت حافظ میخورد پنهان شراب ای عزیز من گناه آن به که پنهانی بود	(۱۱)

(۱) ترجمہ۔ ازل میں جو شخص دولت کی فیض کا سزاوار ہوا۔ ابد تک مراد کا پیالہ اسکا جانی رفیق رہیگا۔

ارزانی۔ (۱) ضد گرانی نرخ اشیا۔ (۲) افزونی (۳) مجازاً بمعنے دینار عطا کرنا۔ (۴) لائق۔ سزاوار مسلم۔ برقرار

مطلب یہ ہو کہ جس شخص کی نسبت میں روز ازل سے فیض دولت مقرر ہو وہ ابد الاباد تک بامراد اور کامران رہیگا

(۲) ترجمہ۔ میں نے اسی وقت جب شراب سے توبہ کا (یا توبہ کار) ہونا چاہا۔ تو کہا کہ اگر شیخ کوئی پھل دیگی تو وہ پھل پشیمانی ہوگا۔

یعنے میں نے جسوقت توبہ کا ارادہ کیا تھا اسی وقت کہدیا تھا کہ اسکا نتیجہ پشیمانی ہوگا چنانچہ میں آخر توبہ پر پشیمان ہوا اگر "کار" از مصدر کاشتن ہو۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ جب میں نے توبہ کا تخم بویا اسی وقت کہدیا تھا کہ اس درخت کا پھل پشیمانی ہوگا۔

(۳) ترجمہ۔ میں نے فرض کیا کہ سوسن کیطرح سجادہ کندہ پر پڑا رہے لیکن (لیکن کیا) پھول کیطرح خرقہ پر شراب کا رنگ بھی کوئی مسلمانی ہے؟

سوسن ایک قسم کا آسمانی رنگ کا پھول جسکی قسمیں ہیں اسکی شاخ بلند پتے پتلے پھول میں پانچ پنکھڑیاں ہوتی ہیں۔ جو کھل کر خمیدہ ہوجاتی ہیں۔ چنانچہ شعرا نے اس پھول کو اکثر زبان سے تشبیہ دی ہے سفید رنگ کا ایک سوسن کو سوسن آزاد کہتے ہیں۔ سوسن کو سجادہ بدوش اسلئے کہتے ہیں کہ اسکی بلند شاخ پر پنکھڑیاں مثل سجادہ کے ہوتی ہیں

شعر کا مطلب یہ ہو کہ میں سوسن کیطرح سجادہ تو کندہ ہونیپر لئے پھروں اور بڑا زاہد و عابد نظر آؤں لیکن گلرنگ

کی طرح خرقہ شراب سرخ سے رنگین ہو اسے کیا کروں۔ سجادہ بدوش خنکہ پرہیز گار۔ تو نظر آؤ مگا لیکن خرقہ پر شراب کے داغ تو کوئی مسلمانی کی علامت نہیں۔ حاصل کلام یہ ہو کہ بظاہر مسلمان تو بنوں لیکن اپنی بدکرداریوں کو کسطرح چھپاؤں حقیقت میں سجادہ بدوش اور مے نوش بزرگوں یعنے ریاکار لوگوں کی حالت کا خاکہ ہو۔

(۴) ترجمہ۔ ہماری خلوت میں شراب کے پیالہ کو عکس کی روشنی ہونی چاہئے کیونکہ اہل دل کا گوشہ کو نورانی ہونا چاہئے یعنے اہل دل جس گوشہ تنہائی میں بیٹھے وہ نورانی ہونا چاہئے۔ اور وہ نور پیالہ مے کے عکس سے پیدا ہو سکتا ہو حاصل کلام یہ کہ دل میں نور عشق ہونا چاہئے۔

(۵) ترجمہ۔ پیالہ کو چراغ کے بغیر میں خلوت میں نہیں بیٹھ سکتا موسم بہار میں مستوں کی مستوری نادانی ہو۔ پہلے مصرعہ کا مطلب وہی ہو جو گذشتہ شعر کا ہو۔ وقت گل سے مراد موسم بہار۔ شراب نوری کیلئے موسم بہار نہایت موزون وقت ہو ایسے موسم میں مستوری نادانی ہے۔

(۶) ترجمہ۔ محبت کی مجلس ہو موسم بہار ہو اور عشق کی گفتگو درمیان ہو معشوق ہو شراب کا پیالہ نہ لینا گراں جانی ہو

گراں جانی۔ سستی کاہلی۔ سخت جانی

یعنے ایسے حالات میں معشوق کے ہاتھ سے شراب نہ پینا بڑی غفلت ہے۔

(۷) ترجمہ۔ گو جڑاؤ پیالہ نہ ہو ہمت بلند طلب کر۔ رند کے لئے شراب ہی یاقوت سرخ ہو۔

آب عنب۔ آب انگور۔ شراب سرخ یاقوت رمانی۔ یاقوت چار رنگ کا ہوتا ہو (۱) سرخ (۲) زرد (۳) کبود (۴) سفید۔ یاقوت سرخ کی سات قسمیں ہیں (۱) بہرمانی (۲) رمانی (۳) اوغوانی (۴) وردی (۵) خمری (۶) خلی (۷) لحمی۔

مطلب یہ ہو کہ ہمت بلند ہونی چاہئے۔ پیالہ خواہ مرصع نہ ہی ہو۔ رندوں کے نزدیک شراب خود یاقوت سرخ ہو اور پیالہ کو مرصع کرتی ہو۔

ہمت بلند دار کہ پیش خدا و خلق		باشد بقدر ہمت تو اعتبار تو	(سعدی)

(۸) ترجمہ۔ اے دل اگر تو نیکنامی چاہتا ہو تو بدوں سے صحبت نہ رکھ۔ اے میری جان خود پسندی نادانی کی دلیل ہو۔

پسر نوح با بدان بنشست		خاندانِ نبوتش گم شد	(سعدی)

"خود پسندی" کی بجائے بعض دیوانوں میں "بد پسندی" ہے۔

خود پسندی یعنے خود رائی۔ غرور۔ تکبر۔ دانا آدمی کبھی خود پسند نہیں ہوتا۔

زعوی تہی آی تا پر شوی		تو از خود پری زاں تہی میروی

(۹) ترجمہ۔ اگرچہ ہمارا کام بے سامان نظر آتا ہے لیکن تو اسے آسان سمجھ کیونکہ اس ملک میں گداگری پر بادشاہی رشک کرتی ہے یعنی اگرچہ ہم بے سامان ہیں اور ظاہری اسباب ہمارے پاس نہیں لیکن ہمارے کاروبار آسانی سے چل جاتے ہیں کیونکہ ہم اسباب پر نہیں بلکہ مسبب الاسباب پر بھروسہ رکھتے ہیں اور ملک عشق میں بے سروسامانی پر سازوسامان بھی رشک کرتے ہیں۔

چہ آزادند درویشاں ز آسیب گرانباری		چہ محتاجند سلطانان باسباب جہانبانی
بیا سلطانیا کورا بود رنج دل آشوبی		بخواہد دلنیا کورا بود گنج قناعت آسانی
پس از سی سال روشن گشت بر خاقانی این معنے		کہ سلطانیست درویشی درویشی ست سلطانی
گہر ہی اللہ کا گھر ہے سروسامانوں کا		پاسبانو کا یہاں نام نہ دربانوں کا

(۱۰) ترجمہ۔ اے صوفی غلوت بھی اچھی ہے بشرطیکہ اس میں شراب ریحانی اور ساقی مست شراب ریحانی ہو۔

ریحانی منسوب بہ ریحان۔ نارنج گیاہ خوشبودار گلرخ کی سوا باقی تمام پھول جو از آنجملہ شراب ریحانی (خیالی نام) یا دور ریحانی وہ شراب ہیں جن میں خوشبودار پھول ڈالے گئے ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ خلوت اچھی ہے بشرطیکہ اس میں شراب ہو اور ساقی بھی موجود ہو جو اس شراب سے مست ہو اس شعر کا مطلب ایک اور طرح بھی بیان ہو سکتا ہے یعنی اے ساقی اگرچہ خلوت بذاتہ ایک اچھی چیز ہے لیکن اگر اس میں شراب اور ساقی بھی ہوں تو پھر اس سے خوشتر اور کوئی چیز ہو ہی نہیں سکتی۔ اسصورت میں دوسری مصرعہ کے بعد یہ عبارت محذوف ہوگی "خوشتر بود"

مے اور کنج یار غم ہو ساقی ہو مہرباں		اور وہاں خلل نہ ہو کوئی باعث جھجک کا

(۱۱) ترجمہ۔ کاش ایک مہربان (کہا) حافظ چھپ کر شراب پیتا ہے (اے) مہربان میں پہلی چھپا ہے کہ گناہ چھپ کیا جائے

معترض کا الزام ہے کہ حافظ چھپ کر شراب نوشی کرتا ہے۔ خواجہ حافظ کا جواب ہے کہ گناہ چھپ کر ہی کرنا چاہیئے (تاکہ دوسرے کو بھی ترغیب نہ ہو)

غزل (۴۷)

دلم بی جمالت صفائی ندارد	۱	چو بیگانہ کاشنائی ندارد
متاع دل پاک عشاق مسکین	۲	ببازار حسنش بہائی ندارد
دلا جام مے ساقی گلرخ طلب کن	۳	کہ چوں گل زمانہ بقائی ندارد
اگرچہ دلم رفت لیکن غمش نیست	۴	بجز آں خم زلف جائی ندارد
ازیں سینہ تنگ ترسم کہ تیرش	۵	رود جاے و انگہ دوائی ندارد
ہمہ چیز دارد دلارام لیکن	۶	دریغا کہ با ما وفائی ندارد

(۷) چو ماہ است روشن کہ بی مہر روشن / دل و جان حافظ صفائی ندارد (۷)

یہ غزل بعض قلمی دیوانوں میں نہیں ہے۔

(۱) ترجمہ۔ میرا دل تیرے جمال کے سوا صفائی نہیں رکھتا مثل اس بیگانہ کے جسکا کوئی آشنا نہ ہو۔

یعنی میرے دل میں تیرے جمال کے نور کے بغیر صفائی پیدا نہیں ہوسکتی۔ میری حالت اس مسافر کیطرح ہے جسکا ملک میں کوئی دوست آشنا نہ ہو۔

اگر دوسرے مصرعہ میں "بیگانہ" کی بجائے "بیگانہ" پڑھا جائے تو یہ مطلب ہوگا کہ میرے دل کو تو تیرے دیدار کے بغیر صفائی حاصل نہیں ہوتی اور تو ایسا بیگانہ بنا ہے گویا تیرا کوئی آشنا ہی نہیں۔

(۲) ترجمہ۔ مسکین عاشقوں کے پاک دل کی متاع۔ اسکی حسن کے بازار میں کچھ قیمت نہیں رکھتی۔

یعنی بازار حسن میں دل عاشق کی کچھ حیثیت اور قیمت نہیں۔

(۳) ترجمہ۔ اے دل جام شراب اور پھول کو رخسار والے ساقی کی طلب کر۔ کیونکہ پھول کیطرح زمانہ کو بقا نہیں۔

پھول چند روز میں مرجھا جاتے ہیں اسی طرح انسان کا عہد شباب بھی چند روزہ ہے اس لئے اب وقت ہے مشغول دوساقی کا۔

(۴) ترجمہ۔ اگرچہ میرا دل جاتا رہا لیکن مجھے اسکا کچھ غم نہیں (یا اسے کچھ غم نہیں) کیونکہ اس حلقہ زلف کے سوا اسکی اور

کوئی جگہ نہیں۔

یعنی اگر میرا دل میرے ہاتھ سے چلا گیا ہے تو کچھ غم نہیں۔ زلفِ معشوق کے خم میں ہوگا۔ وہی اسکی جگہ ہے۔

	دل جا کہ اسکی زلفِ گرہگیر میں الجھا	اچھا ہوا وہ یوانہ تھا زنجیر میں الجھا	

(۵) ترجمہ۔ میرا تنگ سینہ سے ڈرتا ہوں کہ اسکا (معشوق کا) تیر کسی جگہ جا کر (جا لگے) اور پھر اس کا علاج نہ ہو۔

(۶) ترجمہ۔ معشوق تمام چیزیں رکھتا ہے لیکن افسوس کہ ہمارے ساتھ وفا نہیں رکھتا۔

اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر الف ۱۲ ت ۵۱۹

	جز ایں قدر نتواں گفت در جمالِ تو عیب	کہ مہربانی ازاں طبع و خوئی آئد (سعدی)

(۷) ترجمہ۔ حافظ کا دل اور جان چاند کیطرح روشن ہیں۔ کیونکہ معشوق کی چہرہ کی آفتاب کے بغیر ان میں کوئی صفائی نہیں۔

جسطرح چاند بذاتہ روشن نہیں۔ بلکہ آفتاب کی روشنی سے روشن ہوتا ہے اسی طرح حافظ کا دل بھی محبوب کے رخسار کی نور کے بغیر روشن نہیں ہو سکتا۔ مطلب یہ ہے کہ تمام نور صفا اور روشنی کا چشمہ محبوب مطلق کا چہرہ ہے۔

غزل (۷۵)

دل شوق لبت مدام دارد	۱	یارب ز لبت چہ کام دارد	
جان شربت مہر و بادۂ شوق	۲	در ساغر دل مدام دارد	
شوریدۂ زلفِ یار دائم	۳	در دام بلا مقام دارد	
آخر نرسد کہ باز پرسیم	۴	کان دلبر ما چہ نام دارد	
یا یار کجا نشیند آن کو	۵	اندیشۂ خاص و عام دارد	
خرم دل آں کسی کہ صحبت	۶	با یار علی الدوام دارد	
ناصح چہ کند دلے بشوئی	۷	بر گل ز نفشہ دام دارد	

حافظ چو می خوش ست مجلس اسباب طرب تمام دارد

(۸) (۸)

(۱) ترجمہ۔ دل ہمیشہ تیرے لب کا شوق رکھتا ہے۔ خدا جانے تیرے لب سے وہ کیا مقصد رکھتا ہے؟ ظاہر ہے کہ بوسہ کی خواہش کرتا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ جان عشق کا شربت اور شوق کی شراب۔ ہمیشہ دل کے پیالہ میں رکھتی ہے۔

یعنے میرا ساغرِ دل ہمیشہ شرابِ عشق سے بھرا رہتا ہے یا ہمیشہ شرابِ عشق سے مست رہتا ہوں۔ نیز مدام بمعنی شراب صنعت ایہام ہے۔ ڈاکٹر اقبال جو شراب کے نام سے بھی پرہیز کرتے ہیں۔ خواجہ صاحب پر اعتراض کرتے ہیں کہ

رہنِ ساقی خرقہ پرہیز او		مے علاجِ ہول رستاخیز او	
نیست غیر از بادہ در بازارِ او		از دو جام آشفتہ شد دستارِ او	

(۳) ترجمہ۔ معشوق کی زلف کا شوریدہ ہمیشہ۔ بلا کی جال میں مقام رکھتا ہے۔

یعنے حلقۂ زلف خود ایک دامِ بلا ہے۔ اس لئے اسیرِ زلف ہمیشہ اسیرِ بلا رہتا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ کیا یہ بھی جائز نہیں (کیا یہ بھی نہیں ہو سکتا) کہ ہم پوچھیں کہ ہمارے اس دلبر کا کیا نام ہے

رسد۔ (۱) فعل مضارع از مصدر رسیدن (۲) لائق (۳) غور کرنا (۴) متوجہ ہونا (۵) حصہ (۶) ممکن ہونا (۷) جائز ہونا۔

ہائے رے غفلت نہیں ہے آج تک اتنی خبر		کون ہے مطلوب میں جسکے طلبگاروں میں ہوں	

(۵) ترجمہ۔ وہ شخص معشوق کے پاس کب بیٹھ سکتا ہے جسکو خاصِ عام کا اندیشہ ہو۔

یعنے جو شخص دنیا میں مشغول ہو۔ اسے خدا نہیں ملتا

اے کہ مشغولِ کثرتی بخدا		سرِ توحید را تو نشناسی	

(۶) ترجمہ۔ اس شخص کا دل خوش ہے۔ جو ہمیشہ معشوق کے ساتھ صحبت رکھتا ہے۔

فی الحقیقت جس شخص کو وصالِ دوام حاصل ہو وہ بہت خوش نصیب ہے۔

(۷) ترجمہ۔ تاکہ کسی کو شوخی سے شکار کرے۔ پھول پر بنفشہ کا جال رکھتا ہے۔

پھول سے مراد عارض۔ رخسارِ جاناں بنفشہ۔ یعنے زلف

مطلب یہ ہی کہ معشوق نے اپنے چہرہ پر زلف کا جال پھیلایا ہوا ہی۔ تاکہ جو شخص اسکے چہرہ پر نظر کرے اسکا دل اس جال میں گرفتار ہو جائے۔

حسن سبزت بخط سبز مرا کرد اسیر		دام ہمرنگ زمین بود گرفتار شدم	

(۸) ترجمہ۔ جب مجلس تھوڑی دیر کیلئے بھی خوشی سی ہو۔ تو گویا) حافظ خوشی کی تمام اسباب رکھتا ہی۔
یعنے اگر مجلس احباب میں ایکدم بھی خوشی سی گذر جائے تو حافظ سمجھتا ہی کہ عیش و طرب کے تمام سامان مہیا ہیں۔

غزل (۷۶)

رو بر رہش نہادم و بر من گذر نکرد	۱	صد لطف چشم داشتم و یک نظر نکرد	
سیل سرشک ما زدلش کین بدر نبرد	۲	در سنگ خارہ قطرۂ باراں اثر نکرد	
ماہی و مرغ دوش بنخفت از فغان من	۳	واں شوخ دیدہ بیں کہ سر از خواب بر نکرد	
میخواستم کہ میرش اندر قدم چو شمع	۴	او خود گذر بمن چو نسیم سحر نکرد	
یارب تو آں جوان دلاور نگاہدار	۵	کز تیر آہ گوشہ نشیناں حذر نکرد	
جانا کدام سنگدل بی کفایت ست	۶	کاو پیش زخم تیغ تو جاں را سپر نکرد	
شوخی نگر کہ مرغ دل بال و پر کباب	۷	سودای خام عاشقی از سر بدر نکرد	

(۸)	حافظ حدیث عشق تو از بسکہ دلکش ست نشنید کس کہ از سر رغبت نظر نکرد	(۸)

غزل ہذا کے اشعار نمبر ۴-۶-۷ بعض نسخی دیوانوں میں نہیں ہیں۔

(۱) ترجمہ۔ میں نے اسکی راہ میں سر (چہرہ) رکھدیا لیکن وہ مجھ پر ہو کر نہ گذرا۔ سو لطف کی میں امید رکھتا تھا لیکن اس نے ایک نظر بھی نہ کی۔
مطلب یہ ہی کہ میں نے معشوق کی رہگذر میں بدیں امید سر رکھدیا کہ کبھی وہ اسطرف سے گذرے گا

آتے جاتے کبھی ٹھوکر دہ لگائی سنگ		جم کے راہ میں ہم نقش کف پا ہو کر	

لیکن افسوس ہے کہ معشوق نے وہ درستہ ہی چھوڑ دیا۔ دوسرا مصرعہ بھی اسی امید و حرمان پر ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں معشوق سے صدہا الطف و کرم کی امید رکھتا تھا لیکن اس نے مجھ پر ایک نظرِ عنایت بھی نہ کی۔

(۲) ترجمہ۔ ہمارے آنسوؤں کی سیلاب نے اسکا دل سے کینہ دور نہ کیا سنگِ سخت میں بارش کا قطرہ نے اثر نہ کیا۔

جسطرح سخت پتھر میں بارش کا قطرہ اثر نہیں کرسکتا اسی طرح میرے آنسوؤں نے معشوق کے پتھر جیسے دل پر کچھ اثر نہ کیا۔

(۳) ترجمہ۔ کل میری نالہ و فغاں کے شور سے مچھلیاں اور پرندے بھی نہ سوئے لیکن اس شوخ چشم کو دیکھو کہ نیند سے سر اٹھایا

کل یعنے گذشتہ رات۔ شبِ ہجراں۔

(۴) ترجمہ۔ میں چاہتا تھا کہ اسکے قدموں میں شمع کیطرح جان دیدوں لیکن اس نے نسیم سحر کیطرح میری طرف گذر تک نہ کیا۔

میرش اندر قدم۔ یعنی میرم اندر قدمش۔

شمع نسیم سحر کے آنے پر بجھ جاتی ہے گویا نسیم سحر کے قدموں میں جان دیتی ہے عاشق سوختہ جان کی بھی آرزو ہے کہ وہ معشوق کے قدموں میں جان دے۔ لیکن معشوق ادہر کا رخ ہی نہ کرے تو ناچار کیا کرے۔

(۵) ترجمہ۔ اے خدا تو اس دلاور جوان کو محفوظ رکھ کہ جس نے گوشہ نشینوں کے آہ کے تیر سے پرہیز نہ کیا۔

یعنی معشوق گوشہ نشینوں کی تیرِ آہ سے پرہیز نہیں کرتا۔ اے خدا ایسے دلاور آدمی کا تو نگہبان ہو

(۶) ترجمہ۔ اے جان وہ کون بے کفائت سنگدل ہے جس نے تیری تلوار کے زخم کے سامنے جان کو ڈھال نہ بنایا

کفائت۔ کافی ہونا۔ بہت ہونا۔ سرانجام کرنا۔ فائدہ اٹھانا۔ بے کفائت یعنی غیر مستفید۔ سود فراموش زیاں کار۔

یعنے کوئی ایسا زیاں کار سنگدل آدمی نہیں جسکی جان پر تیری خنجر کا زخم نہ ہو۔

(۷) ترجمہ۔ شوخی دیکھ کہ مرغِ دل جسکا بال و پر کباب ہوچکے ہیں۔ عاشقی کی سودائے خام کو سر سے نہیں نکالتا

یعنے مرغِ دل کی شوخی دیکھ کہ آتشِ عشق سے بال و پر سوختہ ہوجانیکے باوجود بھی عشق کی سودائے خام سے باز نہیں آتا

رفتم اندر تہِ خاک انس بتانم باقیست		عشق جانم پر بود آفتِ جانم باقیست	

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ تیرے عشق کی حکایت نہایت ہی دلکش ہے کوئی ایسا شخص نہیں جس نے اسے سنا اور رغبت سے

حفظ نہ کر لیا۔

حدیث عشق سے مراد خواجہ صاحب کا عاشقانہ کلام

خواجہ صاحب کے کلام کی دلکشی اور اسکے حفظ کر لینے کے لئے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۴۶۰ تا ۴۶۴ سوانحعمری۔

غزل (۷۷)

راہی بزن کہ آہی برساز آن تواں زد	۱	شعری بخوان کہ با او رطل گراں تواں زد
بر آستان جاناں گر سر تواں نہادن	۲	گلبانگ سربلندی بر آسماں تواں زد
در خانقہ نگنجد اسرار عشق و مستی	۳	جام می مغانہ ہم بامغاں تواں زد
شد رہزن سلامت بے لطف تو وبیں عجب نیست	۴	گر راہزن تو باشی صد کارواں تواں زد
گر دولت وصالت خواہد دری کشودن	۵	سر ہا بریں تخیل بر آستاں تواں زد
قد خمیدۂ ما مہلت نمی دہد اما	۶	بر چشم دشمنانت تیر از کماں تواں زد
از شرم در جام ساقی تا لطف کن	۷	باشد کہ بوسہ چند بر آن لبہا تواں زد
بر جویبار چشمم گر سایہ افگند دوست	۸	بر خاک رہگذارش آب روان تواں زد
درویش را نباشد منزل سرائے سلطان	۹	ما ہیم و کہنہ دلقی کاتش در ان تواں زد
اہل نظر دو عالم در یک نظر ببازند	۱۰	عشق ست و داو اول بر نقد جان تواں زد
با عقل و وہم و دانش داد سخن تواں داد	۱۱	چوں جمع شد معانی گوی بیان تواں زد
عشق و شباب و رندی مجموعۂ مراد ست	۱۲	ساقی بیا کہ جاوی در ایں زمان تواں زد

(۱۳) حافظ ا بحق قرآن کز زرق دشید باز آ
باشد کہ گوی عیشی در ایں میان تواں زد (۱۳)

(۱۱) ترجمہ۔ ایسی سازندگی کر کہ اس کے ساز پر داد دی جا سکے۔ کوئی ایسا شعر پڑھ جس پر شراب کا بڑا پیالہ پیا جا سکے۔

راہ زدن ۔ سرود کہنا۔ نغمہ سرائی۔ سا زندگی۔ ساز بجانا۔ باجہ بجانا۔

مطلب یہ ہی کہ اہی مطرب کوئی ایسا راگ شروع کر جسکے وزن پر ہم آہ کر سکیں یعنی حالتِ وجد میں ہماری آہیں یا ہای وہو اسی طرز و انداز اور اسی وزن میں ہو جسمیں تمہارا سرود اور ایسے شعر سنا کہ ایک ایک شعر پر ایک ایک پیالہ پیتے جائیں (عموماً حالتِ وجد کی ہای وہو مطرب کے سرود و ساز کے مطابق اور ہم مقام ہو جاتی ہی)

راہ زدن اور آہ زدن کا مقابلہ لطیف۔

(۲) ترجمہ ۔ معشوق کی آستان پر اگر سر رکھ سکیں تو سربلندی کے نعرہ ہای طرب انگیز آسمان تک پہنچائے جا سکتے ہیں۔

یعنے درِ جاناں کی خاک بوسی اگر نصیب ہو جائے ۔ تو بڑی رفعت و عزت حاصل ہوتی ہے۔

(۳) ترجمہ ۔ عشق و مستی کے اسرار خانقاہ میں نہیں سماتے ۔ شرابِ مغانہ کے جام صرف مغوں کے ساتھ ہی پیئے جا سکتے ہیں

بادہ نوشی کیلئے مونوں جگہ بزمِ رندان اور خرابات مغاں ہی۔ اسی طرح عشق و مستی کیلئے بھی سب سے اچھی جگہ محفلِ عشاق ہی۔ زاہد کی خانقاہ میں ایسی چیزیں نہیں ملتیں ۔ حاصل کلام یہ ہی کہ عشقِ الہی خانقاہ و مسجد کے اعتکاف سے پیدا نہیں ہو سکتا۔ زہد و عبادت کے علاوہ دل میں سوز اور محبت چاہیئے اور پیرِ مغاں کی صحبت کا فیض

زہر کنج خرابات مغاں برخاست جمشیدے	کسے از حلقہ پرہیزگاراں برنمی خیزد

(۴) ترجمہ ۔ تیری زلف سلامتی کی رہزن ہو گئی ہی اور یہ کچھ عجیب بات نہیں اگر تو رہزن ہو تو سو قافلے لوٹے جا سکتے ہیں۔

یعنی تیری زلف نے دلِ عشاق سے سلامتی لے لی ہی اور انکو پریشان کر دیا ہی کیوں نہ ہو اگر تجھ جیسی رہزن ہوں تو کسی قافلہ کی خیر نہیں ۔ یعنے تیرے عہد کاروانِ دل کی سلامتی ناممکن ہی۔

(۵) ترجمہ ۔ اگر تیرے وصال کی دولت دروازہ کھولدی ۔ تو اس خیال میں کئی سر آستانہ پر پٹک سکتے ہیں۔

قاعدہ ہی کہ دروازہ پر دستک دینے سے دروازہ کھولدیا جاتا ہی ۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر عشاق کو یہ خیال ہو کہ تیرے وصال کا دروازہ کھولدیا جائیگا تو بجائے دستک کے کئی سر دروازہ پر پٹک دیں ۔ یعنی اس امید میں کہ دروازہ کھلے گا عاشق بجائے دستک کے اپنے سر دروازہ سے ٹپکینگے۔

(۶) ترجمہ ۔ ہمارا خمیدہ قد تجھ حقیر نظر آتا ہی لیکن تیرے دشمنوں کی آنکھوں میں تیر کمان ہی ہی مارا جا سکتا ہی۔

سہل ۔ (۱) آسان مل (۲) ہموار زمین (۳) مجازاً حقیر ۔ بے قدر ۔ کم حیثیت ۔

مطلب یہ ہی کہ ہمارا قدِ خمیدہ کوئی حقیر چیز نہیں ہی۔ یہ ایک کمان ہی جس سے تیرے دشمنوں کی آنکھوں میں تیر

مارا جاسکتا ہی یعنی تیری عشق میں مجھ خمیدہ قد دیکھکر تیر اعدا کی آنکھوں میں تیر لگتے ہیں۔

(۷) ترجمہ۔ میں بوجہ شرم حجاب میں ہوں اے ساقی مہربانی کر تاکہ چند بوسے اس دہن کے لئے جاسکیں۔

مطلب یہ ہی کہ میں بوجہ شرم وحجاب اتنی جرات نہیں کرسکتا کہ دہن معشوق کی بوسے لوں۔ اے ساقی براہ لطف وکرم مجھ ایک جام شراب دی تاکہ بوجہ مستی میرا حجاب حیا دور ہو اور اسکو دہن کی بوسے لے لوں۔

یارا دہر بدمست میں ہیچ تکلف پر طرف	ابھی صحبت میں جو آتا ہوش کیا دیوانہ تھا

مرزا غالب بھی عذر مستی ہی کام نکالنا چاہتے ہیں۔

ہم بھی کھل جاؤ بوقت مے پرستی ایک دن	ورنہ ہم چھیڑینگے رکھکر عذر مستی ایکدن

(۸) ترجمہ۔ میری آنکھوں کو جو بار پر اگر معشوق سایہ ڈالے۔ تو اسکو راستہ کی خاک پر آب رواں جاری کرسکوں۔

بوجہ کثرت گریہ آنکھوں کو جو بار کہا ہی اور سایہ سرو کے نیچے جو بار کا جاری ہونا ظاہر۔

(۹) ترجمہ۔ درویش کی منزل محل سلطانی نہیں ہوتا۔ ہم میں اور ایک پرانی گدڑی کہ اس میں آگ بھی لگائی جاسکتی ہی یعنے ہم درویشوں کو اسباب جاہ اور محل شاہی سے کیا غرض ایک پرانی گدڑی ہی جسکے ہونے نہ ہونیکا کوئی غم نہیں چاہیں تو اسے بھی آگ لگادیں۔

خاک نشینی ست سلیمانیم	ننگ بود افسر سامانیم
مہبت سال کہ بے توشم	کہنہ نہ شد جادر عریانیم

(۱۰) ترجمہ۔ اہل نظر دو نوجہانوں کو ایک نظر میں ہار دیتے ہیں عشق کی بازی ہی اور پہلا داؤ صرف نقد جان پر ہی لگا سکتے ہیں

واؤ۔ (۱) دیوار (۲) قمار میں جیتنا (۳) نوبت قمار۔ جوئے کا داؤں (۴) حیلہ۔

مطلب یہ ہی کہ قمار عشق میں دل اور جان تو پہلے داؤں میں ہی ہار جاتے ہیں

قمار عشق میں اب کیا لگائینگے آزاد	جو نقد دل تھا وہ پہلے ہی ہار بیٹھے ہیں

آخر کار عاشق اسی بازی میں دنیا و عاقبت بھی ہار دیتا ہی۔ اور حقیقت یہ ہی کہ جب دل ہار دیا تو سمجھو کہ دونوجہاں ہار دیئے

نو نین تک بھی ملتی جس دل کی مجھ کو قیمت	افسوس اس نگاہ پہ میں اسکو ڈال آیا

عاشق کو دنیا اور عقبے کی پرواہ نہیں ہوتی۔ اسکا مطلوب صرف معشوق ہی دین اور دنیا کی اسکے سامنے کچھ حقیقت نہیں۔ دوزخ و بہشت سے مستغنی ہی حضرت خواجہ معین الدین حسن اجمیری قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

اہل عقبیٰ سود بردو طالب دنیا زیاں		گرمی بازار او سود و زیان من بسوخت	

(۱۱) ترجمہ۔ عقل فہم اور دانائی ہر سخن کی داد دے سکتے ہیں۔ جب معانی جمع ہو گئے۔ تو بیان کی گنجائش ہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مطالب و معانی جمع کرنے کے لئے عقل و فہم کی ضرورت ہے اور جب مضامین جمع ہو گئے تو نظم یا نثر میں ہر طرح ادا ہو سکتے ہیں۔

(۱۲) ترجمہ۔ عشق جوانی اور رندی مراد و نکامی ہے۔ آسانی اکثر اوقات پیدا جا سکتی ہے۔ یعنے عشق عہد شباب اور رندی کے ساتھ شراب ضروری ہے۔ مراد دینے والے دن ہیں ای ساقی جام شراب لا بعض قسمی دیوانوں میں اس شعر کی بجائے شعر ذیل ہے۔

بر عزم کامرانی فالے بزن چہ دانی		ممکن کہ گوئے عشرت در آں میداں تواں زد	

(۱۳) ترجمہ۔ اے حافظ تجھکو قرآن کا واسطہ ہے کہ مکر و ریا سے باز آ تاکہ تجھ کو گوئے عیش لیجا سکے۔ خواجہ صاحب اپنے آپ کو مخاطب کر کے بواسطہ قرآن کریم ہر شریف بننے کی نصیحت کرتے ہیں فی الحقیقت یہ زاہدان ریا کار کو نصیحت ہے کہ قرآن کریم کو دام تزویر نہ بنائیں۔ کیونکہ اسی میں نجات اور سعادت ہے۔ خواجہ صاحب حافظ قرآن تھے اس لئے قرآن کا واسطہ دیا ہے۔ کہ حافظ ہو کر تو ایسے کام نہ کر بعض دیوانوں میں شعر مذکور کی بجائے شعر ذیل ہے۔

حافظ بحق قرآں کز زہد ق بگریز		باشد کہ گوئے عشرت بر بام جاں تواں زد	

غزل (۷۸)

روز وصل دوستداراں یاد باد	۱	یاد باد آن روزگاراں یاد باد	
ایں زماں در کس وفاداری نماند	۲	زاں وفاداراں و یاراں یاد باد	
کام جم از تلخی غم چوں زہر گشت	۳	بانگ نوش بادہ خواراں یاد باد	
من کہ در تدبیر غم ہیچم چارہ ام	۴	چارہ آں غمگساراں یاد باد	
گرچہ یاراں فارغ انداز یاد من	۵	از من ایشاں راہ زاراں یاد باد	
مبتلا گشتم دریں دام بلا	۶	کوشش آں حق گذاراں یاد باد	

(۶)	رازِ حافظ بعد ازیں ناگفتہ بہ ای دریغ از رازداراں یاد باد	(۷)

(۱) ترجمہ۔ دوستوں کے وصل کا زمانہ یاد رہے۔ وہ زمانہ یاد رہے یاد رہے۔
خواجہ صاحب نے یہ غزل "یادِ ایامِ عشرتِ فانی" پر لکھی ہے۔ گذرے ہوئے زمانہ کو یاد کرتے ہیں اور موجودہ اور گذشتہ حالت کا مقابلہ کرتے ہیں۔

(۲) ترجمہ۔ اس زمانہ میں کسی میں وفاداری نہیں۔ ان وفاداروں اور یاروں کی یاد بخیر ہو۔

(۳) ترجمہ۔ میرا تالوغم کی تلخی سے زہر کی مانند ہوگیا۔ شراب خواروں کی وہ شیریں آواز یاد ہو!
خواجہ صاحب گذشتہ بادہ نوشی کی شیریں آواز کی یاد ہی منہ میٹھا کرنا چاہتے ہیں۔

(۴) ترجمہ۔ میں چونکہ غم کے علاج میں بے بس ہوں۔ اُن غمگساروں کے علاج کی یاد بخیر ہو۔
یعنے غمِ عشق کی اب کوئی تدبیر نہیں۔ عہدِ گذشتہ کے غمگساروں کی یاد بخیر!

(۵) ترجمہ۔ اگرچہ دوست میری یاد سے فارغ ہیں لیکن میں انکو ہزار بار یاد کرتا ہوں۔

	یادم نمے کنی و زیادم نمے روی		عمرت دراز باد فراموشگار من	

(۶) ترجمہ۔ میں اس بلا کی جال میں مبتلا ہوگیا ہوں۔ اُن جن گذارونکی کوشش یاد آتی ہے۔
یعنے ان دوستوں کی یاد بخیر! جو دامِ بلا سے رہا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

(۷) ترجمہ۔ حافظ کے راز کا اسکے بعد افشا نہ کرنا اچھا ہے۔ افسوس! وہ رازدار یاد آتے ہیں۔
مطلب یہ ہے کہ اب کوئی محرمِ راز نہیں جسکے سامنے رازِ دل بیان کریں عہدِ قدیم کے رازدار یاد آتے ہیں۔

	اقبال کوئی محرم اپنا نہیں جہاں میں		معلوم کیا کسی کو دردِ نہاں ہمارا	

غزل (۷۹)

(46)

	رسید مژدہ کہ ایامِ غم نخواہد ماند	۱	چناں نماند و چنیں نیز ہم نخواہد ماند	

من ارچہ در نظر یار خاکسار شدم	۲	رقیب نیز چنیں محتشم نخواہد ماند
چو پردہ دار بشمشیر میزند ہمہ را	۳	کسی مقیم حریم حرم نخواہد ماند
تو انگر اول درویش خود بدست آور	۴	کہ مخزن زر و گنج درم نخواہد ماند
غنیمتے شمر ای شمع وصل پروانہ	۵	کہ ایں معاملہ تا صبحدم نخواہد ماند
سروش عالم غیبم بشارتے خوش داد	۶	کہ بر در کس دولتش دژم نخواہد ماند
بریں رواق زبرجد نوشتہ اند بزر	۷	کہ جز نکوئی اہل کرم نخواہد ماند
سرود مجلس جمشید گفتہ اند ایں بود	۸	کہ جام بادہ بیاور کہ جم نخواہد ماند
چہ جای شکر و شکایت ز نقش نیک و بدست	۹	کہ کس ہمیشہ گرفتار غم نخواہد ماند

	(۱۰)	ز مہربانی جانا طمع مبر حافظ
(۱۰)		کہ نقش جور و نشان ستم نخواہد ماند

(۱) ترجمہ۔ خوشخبری پہنچی ہو کہ غم کو دوام نہیں رہیگا۔ وہ حالت نہیں رہی یہ حالت بھی نہیں رہنے کی۔

نیز اور ہم کا اجتماع برائے ضرورت شعری اور زینت کلام۔

مطلب یہ ہو کہ خوشی اور غم دونو گذر جاتی ہیں۔ ہمیشہ ایک حالت نہیں رہتی۔ غم کی حالت میں بھی اس امید میں خوش رہنا چاہئے کہ یہ حالت چند روزہ ہو اور خوشی کے دن بھی آنے والے ہیں۔

بہار رفت و خزاں ہم بسجا نخواہد ماند	خیز تا برآریم	چنانکہ در کف خوبان حنا نخواہد ماند

اسی مضمون پر ہے۔

ز حادثات جہانم ہمیں پسند آید		کہ زشت خوب بد و نیک در گذر دہم

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

دوران بقا چو باد صحرا بگذشت		تلخی و خوشی و زشت و زیبا بگذشت

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝ (ہر آئینہ مشکل کے متصل آسانی ہو۔ اللہ تعالیٰ کے متصل آسانی ہو) (الانشراح) تلک الایام نداولہا بین الناس

(۲) ترجمہ۔ میرا اگرچہ معشوق کی نظر میں خاکسار ہو گیا ہوں رقیب بھی ہمیشہ اسی طرح محترم نہیں رہیگا۔

آج میں دوست کی نظروں میں ذلیل ہوں اور رقیب محترم ہے لیکن ہمیشہ یہی حالت نہ رہیگی۔ کبھی رقیب بھی میری طرح ذلیل ہوگا اور میں محترم ہونگا۔

یہ میں مانا کہ اجنبی خنجر مرا کٹتا بھی نہیں رہیگا	کمر بس قاتل کا اوستمگر ہمیشہ تو بھی نہیں رہیگا

(۳) ترجمہ۔ جب پردہ دار تلوار سے کبھی کبھار مارتا ہے تو کوئی بھی حریم حرم کا مقیم نہیں رہیگا۔

دربان کی سخت گیری کا شکایت ہے کہ کوئی کوچہ محبوب میں قدم نہیں دیتا اور جرم راز تک فی الحقیقت وہی شخص پہنچ سکتا ہے جو اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

حباب اسا بحیط عشق ہے جو پار اترتے ہیں	گذر جاتے ہیں پار سر دیکھے پاؤں پھرتے ہیں

(۴) ترجمہ۔ اے تونگر اپنے درویش کو اپنا مقصد نہ سمجھ اگرچہ تو دولت کا مخزن ہے لیکن سونے کا مخزن اور درم کا خزانہ (ہمیشہ) نہیں رہیگا

تونگر سے مراد معشوق اور زر و درم سے مراد دولت حسن بھی ہو سکتی ہے۔

(۵) ترجمہ۔ اے شمع پروانہ کے دل کو غنیمت جان۔ کیونکہ یہ معاملہ صبح تک نہیں رہیگا۔

صبح کا وقت شمع گل کر دینے کی وجہ سے بھی ناپائدار ہے لہذا معشوق کو چاہیئے کہ سائل عاشق کو غنیمت سمجھے۔ تقریباً وہی مضمون ہے جو گذشتہ شعر کا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ عالم غیب کے فرشتے نے مجھے یہ خوشخبری سنائی کہ اس (معشوق) کی آرائش کا دروازہ پر کوئی محروم نہیں رہیگا

سروش بفتین۔ نام جبرئیل علیہ السلام۔ ہر وہ شخص جو خوشخبری لائے۔ **وزم** بفتحتین۔ انفرد۔ اندوہگین یا بکسر اول و فتح ثانی۔ آشفتہ۔

مطلب یہ ہے کہ محبوب حقیقی کے دروازہ کو کوئی محروم نہیں آتا۔ اسکا فیض عام ہے۔ سورہ زمر میں ہے۔ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ط اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ (میری طرف سے میرے ان بندوں کو جنہوں نے اپنے نفس پر زیادتی کی ہے کہو کہ خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہوں ہر آئینہ خدا تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ ہر آئینہ خدا بخشنے والا اور مہربان ہے) کہتے ہیں کہ تمام آیات قرآنی کی یہ آیت بہترین اور امید افزین ہے۔

(۷) ترجمہ۔ آسمان پر آب زر سے لکھا ہے کہ اہل کرم کی نیکی کے بغیر کچھ چیز (دنیا میں) نہ رہیگی

رواق۔ وہ چھت جو مکان کے سامنے بنایا جاتا ہے۔ چھت کا وہ حصہ جو مکان سے بڑھا ہوا ہوتا ہے پیشگاہ خانہ۔ **پردہ**۔ **زبرجد**۔ ایک سبز رنگ زمردی مائل جوہر کا نام۔ زمرد کی ایک قسم رواق زبرجد۔ یعنی آسمان۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی تمام چیزیں فانی ہیں البتہ اہل کرم کی نیکی باقی رہتی ہے۔

بماند از حاتم طائی ولیکن تا بہ ابد		بماند نام نکوئش بہ نیکوئی مشہور

اسی مضمون پر ہے۔

نوشت است بر گور بہرام گور		کہ دست کرم بہ ز بازوئے زور
گر نقیم عالم بمردی و زور		ولیکن نہ بردیم با خود بگور

(۸) ترجمہ۔ کہتے ہیں کہ جمشید بادشاہ کا یہ تھا کہ شراب کا پیالہ لاؤ کیونکہ جمشید نہیں رہیگا۔ یعنی بہ جمشید میں ہمیشہ یہ کہا گیا یا یہ تھا کہ زندگی مستعار ہے جام شراب لاؤ کہ وقت خوشی سے گذرے دیکھو شعر ۱۔

(۹) ترجمہ۔ نیکی اور بدنامی پر نگاہ نہ کر کہ یہ امر واقعہ ہے کیونکہ کوئی شخص ہمیشہ گرفتار غم نہیں رہیگا یعنی خوشی کے وقت خوش ہو اور غم کے وقت یاد ہو کوئی وجہ نہیں کیونکہ ہمیشہ ایک حالت نہیں رہتی۔

ز رنج و راحت گیتی مرنجان و شاد زندان		کہ آئین جہان گاہی چنین کاہد چنان آرد

(۱۰) ترجمہ۔ اے حافظ معشوق کی مہربانی سے ناامید نہ ہو کیونکہ ظلم و ناز اور ستم کا نشان نہیں رہیگا۔

مروجہ مطبوعہ دیوانوں میں لفظ جور کی بجائے لفظ قہر ہے ۱۲۲۴ھ اور ۱۱۹۶ھ کی قلمی دیوانوں میں لفظ جور ہے اور یہی نسخہ بہتر ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جور و ستم ہمیشہ نہیں رہتے محبوب کی مہربانی سے ناامید نہیں ہونا چاہئے۔

اصل نقش لطف و داد و بخشش ست		قہر بروی چوں غبار از غش ست

غزل (۸۰)

روشنی طلعت تو ماہ ندارد	۱	پیش تو گل رونق گیاہ ندارد	
جانب دلہا نگاہدار کہ سلطاں	۲	ملک نگیرد اگر سپاہ ندارد	
دیدہ ام آن چشم دل سیہ کہ تو دارے	۳	جانب ہیچ آشنا نگاہ ندارد	
ای شہ خوباں بعاشقاں نظری کن	۴	ہیچ شہی چوں تو ایں سپاہ ندارد	

نی من تنہا کشم تطاول زلفت	۵	کیست بدل داغ ایں سیاہ ندارد	
شوخی نرگس نگر کہ پیش تو بشگفت	۶	چشم دریدہ ادب نگاہ ندارد	
رطل گرانم دہ ای مرید خرابات	۷	شادی شیخی کہ خانقاہ ندارد	
گو برو و آستین بخون جگر شوی	۸	ہر کہ دریں آستانہ راہ ندارد	
تا چہ کند پاخ تو دود دل من	۹	آینہ دانی کہ تاب آہ ندارد	
خون خورد و خامش نشیں کہ آن دل نازک	۱۰	طاقت فریاد دادخواہ ندارد	
گوشہ ابروی تست منظر چشمم	۱۱	خوشتر ازیں گوشہ پادشاہ ندارد	

(۱۲) حافظ اگر سجدۂ تو کرد مکن عیب (۱۲)
کافر عشق ای صنم گناہ ندارد

(۱) ترجمہ۔ تیری چہرہ کی سی روشنی چاند بھی نہیں رکھتا تیری دستار کے پھول گلاس کی رونق بھی نہیں رکھتا۔

بمیزان نظر حسن ترا با ماہ سنجیدم		بمیزان ایں قیاس فرق زمین و آسمان دیدم	(اصغر)
کون آیا چمن میں کہ حجابت ہے تجھے		ٹیڑھی ذرا روی میں رخ عالم غزل کی پھول	(امیر مینائی)

(۲) ترجمہ۔ دلوں کی طرف نگاہ رکھ کیونکہ بادشاہ ملک فتح نہیں کر سکتا اگر سپاہ نہ ہو۔
یعنی عاشقوں کی دلداری کر کیونکہ آنکھ دل تیرا لشکر ہیں اور بادشاہ کے لئے لشکر کی دلجوی ضروری ہے۔

(۳) ترجمہ۔ میں نے سیاہ دل والی آنکھ کو جو تو رکھتا ہے دیکھا ہے کہ کسی آشنا کی طرف نظر نہیں کرتی۔
یعنے تیری سیاہ آنکھ عاشقوں کی طرف نظر نہیں کرتی آنکھ کو دل سیاہ کہا کیونکہ آنکھ سیاہ ہوتی ہے اور خصوصاً بلحاظ سیاہی مردم چشم۔

(۴) ترجمہ۔ اے حسینو نکو بادشاہ عاشقوں کی طرف نظر کر کیونکہ کوئی بادشاہ تیری طرح یہ فوج نہیں رکھتا۔
شاہ و سپاہ کی رعایت ظاہر۔ دیکھو شعر (۲) غزل ہذا۔

(۵) ترجمہ۔ صرف میں ہی تیری زلف کے ستم نہیں اٹھاتا۔ کون ہے جسکے دل میں اس سیاہ کا داغ نہ ہو
تطاول۔ دراز دستی (تطویل) ظلم۔ زلف (بوجہ درازی) و تطاول کی رعائت ظاہر۔
سیاہ بمعنے زلف

(۶) ترجمہ۔ نرگس کی شوخی دیکھ کہ تیرے سامنے شگفتہ ہوئی۔ بے حیا کو ادب کا پاس نہیں۔
چشم دریدہ۔ بے ادب شوخ چشم۔ بے حیا۔ نرگس کو چونکہ آنکھ سے تشبیہ دیتے ہیں لہٰذا رعایت نرگس و چشم دریدہ ظاہر
مطلب یہ ہے کہ نرگس بہت بے ادب ہے کہ اپنی آنکھ کو معشوق کی آنکھ کے مقابلہ میں لاتی ہے۔

(۷) ترجمہ۔ اخراباتی کے مرید مجھے شراب کا پیالہ دے اس شیخ کی خوشی (کے شکرانہ) میں جو خانقاہ نہیں رکھتا
مطلب یہ ہے کہ شیخ بے خانقاہ یعنی پیر خراباتی کی خوشحالی کے شکرانہ میں شراب کا پیالہ دے۔ شادی شیخے
یعنے بہ شادی شیخے

(۸) ترجمہ۔ کہو کہ جا اور خونِ جگر کی آستین دھوئی جو شخص کہ اس آستانہ میں راہ نہ رکھتا ہو۔
یعنے جو شخص آستانۂ معشوق یا میخانہ کی طرف نہ آئے یا جس شیخ کا مقامِ عشق میں گذر نہ ہو۔ وہ ہمیشہ خونِ جگر کی آستین دھوتا رہیگا۔ محروم اور بدنصیب ہوگا اور ہمیشہ آنسو روتا رہے گا۔

(۹) ترجمہ۔ دیکھ کہ تیرے چہرہ کی آئینہ دل کا دھواں کیا کرتا ہے تو جانتا ہے کہ آئینہ آہ کی تاب نہیں رکھتا
مطلب یہ ہے کہ جسطرح آئینہ پر دھواں اور نزاکت کی سانس۔ آہ یا دم کی تاب نہیں رکھتا اور مکدر ہوجاتا ہے
اسی طرح تیرا چہرہ جو آئینہ کیطرح صاف ہے میرے دل کو دھوئیں یعنی آہوں کی تاب نہیں لاسکیگا اس لئے میری آہوں سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ خواجہ صاحب نے عاشقانہ پہلو اختیار کیا ہے۔ ورنہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ اسی مضمون کو ناصحانہ انداز میں تیز تر الفاظ میں بیان کر چکے تھے۔

آتش سوزاں نکند با سپند	آنچہ کند دود دلِ مستمند

(۱۰) ترجمہ۔ خون پی اور خاموش ہو کر بیٹھ کہ وہ نازک دل داد خواہ کی فریاد کی طاقت نہیں رکھتا۔
یعنی معشوق نازک دل ہے اسکا دل عاشقوں کی فریاد کی تاب نہیں لاسکتا اس لئے خونِ جگر پی اور چپ فریاد نہ کر۔

آہستہ کو کہ خاطرِ دلدار نازک است	بارِ گہر نمے کشد ایں تار نازک است

(۱۱) ترجمہ۔ میری آنکھوں کا منظر تیرا گوشۂ بارہ ہے۔ بادشاہ بھی اس سے بہتر (زیادہ خوبصورت) گوشہ نہیں رکھتا
بعض قلمی دیوانوں میں "منظرِ چشم" کی بجائے "منزلِ چشم" ہے۔
مطلب یہ ہے کہ میرے نظارہ کے لئے تیرا سا بارہ کا گوشہ ہے۔ بادشاہوں کو بھی اس سے بہتر منظر نصیب نہیں۔

(۱۲) ترجمہ۔ حافظ اگر بجھکو سجدہ کیا ہے تو عیب لگا۔ اے صنم عشق کی کافر کے لئے (ایسا کرنا) گناہ نہیں۔
مطلب یہ ہے کہ میں کافرِ عشق ہوں اپنے محبوب کی پرستش کرتا ہوں۔ گویا بت پرست ہوں۔ اس لئے

میرے مذہب میں معشوق کو سجدہ کرنا گناہ نہیں

غزل (۸۱)

رسید مژدہ کہ آمد بہار و سبزہ دمید	۱ وظیفہ گر برسد مصرفش گل ست و نبید
صفیر مرغ برآمد ربط شراب کجاست	۲ فغان فتاد بہ بلبل نقاب گل کہ درید
زروی ساقی مہوش یکی بچین امروز	۳ کہ گرد عارض بستان خط بنفشہ دمید
چناں کرشمہ سہ ای دلم ز دست ببرد	۴ کہ با کسی دگرم نیست روی گفت و شنید
من این مرقع رنگین بخواہم سوخت	۵ کہ پیر باده فروشش بجرعہ نخرید
بکوی عشق منہ بے دلیل راہ قدم	۶ کہ گم شد آنکہ دریں ره بر مہبری نرسید
زمیوه های بہشتی چہ ذوق دریابد	۷ کسی کہ سیب زنخدان شاہدی نگزید
مکن ز غصہ شکایت کہ در طریق ادب	۸ بر اہتی نرسید آنکہ زحمتی نکشید
عجائب ره عشق ای رفیق بسیار ست	۹ زپیش او ہوسی ایں دشت شیر نر بر مید
خدا را ای صبا ای دلیل راه حرم	۱۰ کہ نیست باد بہ عشق را کرانہ پدید
گلی بچید ز بستان آرزوی دل من	۱۱ اگر چہ ہم مروست دریں چمن نه دزید
شراب نوش کن و جام زر بصوفی ده	۱۲ کہ پاد شہ ز کرم جرم صوفیان بخشید

(۱۳) بہار میرسد و زمستہ ابر و باد ومہ (۱۴) خورشید میرقصد و کوکب در آید

کہ رند مے خور و حافظ نمونہ نمی بخشید

(۱) ترجمہ۔ خوشخبری پہنچی ہے کہ بہار آئی اور سبزہ اُگا ہے اگر وظیفہ پہنچ جائے تو اسے گل و نبید پر صرف کریں۔

نبید۔ خرما اور جو وغیرہ سے بنی ہوئی شراب۔ دراصل لفظ نبید ہے فارسی استعمال میں نبید پڑھنا بھی درست ہے

تحقیق حروف دال و ذال

دال اور ذال ایک دوسرے کی بجائے فارسی میں استعمال ہوتے ہیں اور کبھی دونوں دال کے مقابلہ میں قافیہ ذال ہوتا ہے مثلاً مولانا روم فرماتے ہیں۔

چوں در افگندت دریں آلودہ زود		دمیدم میخواں و میدم قل اعوذ	

دال اور ذال کے متعلق طوسی نے یہ رباعی لکھی ہے۔

آنانکہ بفارسی سخن میدانند		در معرض دال ذال بنشانند	
ماقبل وے ار ساکن جزوے بود		دال ست وگرنہ ذال معجم خوانند	

گویا طوسی کے نزدیک اگر وے۔ الف۔ یے۔ ساکن ماقبل ہو تو ذال پڑھیں گے ورنہ دال مثلاً دمید کو دمیذ پڑھینگے کیونکہ حرف ماقبل یے ساکن ہے پس اس شعر میں نبید (لفظ عربی) کے مقابل میں دمید پڑھنا چاہیے لیکن عام استعمال میں دمید کے مقابل نبیذ کو نبید پڑھتے ہیں۔ اسی اصول پر ایک اور شاعر نے کہا ہے

تعین دال و ذال کہ در مفردے فتد		ز الفاظ فارسی بشنو از انکہ مبہم است	
حرفے صحیح و ساکن اگر پیش از و بود		دال ست دہر چہ ہست جز ایں ذال معجم است	

یعنے اگر ماقبل صرف صحیح ساکن ہو تو دال پڑھینگے مثلاً گرد۔ اگر ماقبل وے۔ آ۔ یے۔ ساکن ہو تو ذال پڑھیں گے۔ مثلاً دمید کو دمیذ پڑھینگے۔ حکیم انوری کی رباعی ہے۔

دست بسخا چوں ید بیضا نمود		از جود تو بر جہاں جہانے افزود	
کس چوں تو سخی نہ ہست نہ خواہد بود		گو قافیہ ذال شوز ہے عالم جود	

انوری نے اختلاف قافیہ پر معذرت کی ہے ظاہر ہے کہ اصول بالا جو فارسی الفاظ پر حاوی ہے۔ عربی الفاظ پر اسکا اطلاق نہیں۔ پس لفظ جود جو عربی ہے وہ جود ہی صحیح ہے۔ لیکن بنمود۔ افزود اور بود جو فارسی الفاظ ہیں وہ حسب اصول مذکورہ بالا در اصل بنمود۔ افزود اور بود ہیں اور چونکہ جود کے ساتھ ان کا قافیہ ہے اس لئے ضرورت معذرت پیش آئی۔

اس معذرت سے ثابت ہوتا ہے کہ وے۔ آ۔ یے ساکن اگر ماقبل ہو تو فارسی الفاظ میں ہمیشہ ذال پڑھنا چاہیے لیکن عام استعمال میں دمید۔ داد اور دود وغیرہ الفاظ کو دمیذ داذ اور دوذ کوئی نہیں پڑھتا

اس شعر میں وظیفہ کا ہلکا سا تقاضا ہے یہ غزل خواجہ صاحب نے خواجہ قوام وزیر شاہ شجاع کو لکھکر بھیجی تھی تفصیل کیلئے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۸۱ سہ انجمن۔

(۲) ترجمہ۔ مرغ کی آواز آئی شراب کی صراحی کہاں ہے بلبل نے فریاد کی پھول کا نقاب کس نے اٹھایا۔ موسم بہار ہے پھول شگفتہ ہو گئے ہیں بلبلیں نغمہ سرائی کر رہی ہیں۔ مرغان چمن ہمصفیر ہو کر بول رہی ہیں۔

خواجہ صاحب صراحی مے کے طالب ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ چاند کے چہرہ والے ساقی کی رخسار سے آج ایک پھول چن۔ کیونکہ باغ کی عارض کے گرد خطِ بنفشہ اگا ہی۔ زمانہ شباب میں معشوق کی عارض پر سبزۂ خط کا آغاز ہوتا ہی گویا موسم بہار میں تختۂ گل پر بنفشہ اگتا ہی۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ عارضِ چمن پر سبزۂ بنفشہ کی خط کا آغاز ہی۔ یعنی موسم بہار ہی اس لئے تو بھی اپنے معشوق کے چمنِ عارض کی ایک پھول چن یا گل رخسار کا ایک بوسہ لے۔

(۴) ترجمہ۔ ساقی کی کرشمہ نے اسطرح میرا دل ہاتھ سے لیا کہ کسی دوسرے کے ساتھ مجھو گفت وشنید کی طاقت نہیں رہی۔

یعنے میں اپنے محبوب میں اسقدر محو ہو چکا ہوں کہ اسکے ماسوا تمام چیزوں سے قطع تعلق کر دیا ہی۔ عاشقِ حق کی نظر میں بھی ماسوا اللہ کی کچھ حقیقت نہیں ہوتی۔

(۵) ترجمہ۔ میں اس پھول کی طرح رنگین خرقہ کو جلا دونگا۔ کیونکہ پیر بادہ فروش نے اسی ایک گھونٹ کے عوض نہ خریدا۔

مرقع بفتح میم وفتح را وتشدید قاف مفتوح۔ درویشوں کی گدڑی۔ چونکہ وہ رقعہ رقعہ اور پارہ پارہ ہوتی ہی اس لئے مرقع نام ہوا

مطلب یہ ہی کہ میرا یہ خرقۂ درویشی کو جو ایک ریائی لباس ہے، اور بظاہر رنگین ہی۔ جلا دونگا۔ کیونکہ جب ایک گھونٹ شراب بھی اسکے عوض نہیں ملتی۔ تو اس سے کیا فائدہ۔ یعنی زہد خشک اور ظاہری پرہیزگاری جامِ عشق کی ایک گھونٹ کی برابر بھی نہیں۔

(۶) ترجمہ۔ عشق کی کوچہ میں بغیر ایک قدم نہ رکھ کیونکہ جو شخص اس رستہ میں ہمیشہ تک نہیں پہنچا گمراہ ہو جاتا ہی۔

یہ شعر حضرت مرشد پر ہے تفصیل وتشریح کے لئے دیکھو اشعار د ۳/۴

(۷) ترجمہ۔ بہشتی میوہ ہی وہ شخص کیا لذت حاصل کر سکتا ہی۔ جس نے کسی معشوق کی سیب زنخدان کو نہ کاٹا (نہ چوسا)

دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۴۴ سوانحعمری

(۸) ترجمہ۔ غصہ کی شکایت نہ کر کیونکہ راہ ادب میں وہ شخص راحت تک نہیں پہنچ سکتا جو تکلیف برداشت نہ کرے

راہِ عشق کی دشواریوں کا مقابلہ کئے بغیر منزلِ معشوق تک پہنچنا محال ہی لہذا تنگی کا گلہ ناجائز۔

(۹) ترجمہ۔ اے رفیق (ہمراہ) عشق کے رستہ کے عجائبات بہت ہیں اس جنگل کی ہرن سے بھی شیر نر بھاگ جاتا ہی۔

مطلب یہ ہی کہ راہِ عشق بہت دشوار گذار ہی اور اسکی ادنی ادنی مصیبتوں کا مقابلہ کرنا بھی مشکل ہی۔ سالک کتنا ہی دلیر کیوں نہ ہو۔

	عشق نبرد پیشہ طلب گار مرد تھا		دہکی میں مر گیا جو نہ باب نبرد تھا

(۱۰) ترجمہ ۔ اے راہِ حرم کے رہنما خدا کے لئے مدد کر۔ کیونکہ بیابانِ عشق کا کنارہ ظاہر نہیں ہے۔
یعنے راہِ عشق بے پایان ہے ۔ اے رہنما خدا کے لئے مدد کر۔ دیکھو شعر ۳ راہ عشق کے بے پایاں ہونے کے متعلق دیکھو شعر ۶۵

(۱۱) ترجمہ ۔ آرزو کے باغ سے میرے دل (ایک پھول بھی نہ چنا۔ شائد اس باغ میں مروت کی نسیم کبھی نہیں چلی۔
یعنے میری ایک آرزو بھی پوری نہ ہوئی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا سے مروت (مہربانی) بالکل معدوم ہو گئی ہے۔
ایک قلمی دیوان میں یہ شعر غزل کا مقطع ہے "دل من" کی بجائے حافظ لکھا ہے۔

(۱۲) ترجمہ ۔ شراب پی اور سونے کا پیالہ صوفی کو دے کیونکہ بادشاہ نے مہربانی سے صوفیو کا جرم بخش دیا ہے۔
جام زر ۔ سونے کا پیالہ جو شراب پینے کے کام آئے بعض دیوانوں میں جام ز را لکھا ہے۔
مطلب یہ ہے کہ آجکل صوفی بھی شراب پی سکتے ہیں اجازت عام ہے ممکن ہے شاہ شجاع کا اس حکم کیطرف اشارہ ہو جسکر رو سے بند میخانے کھولے گئے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۵ سوانحعمری۔

(۱۳) ترجمہ ۔ بہار گذری جاتی ہے۔ اے منبع محبت معلوم کر کہ موسم گذر گیا اور حافظ نے ابھی تک شراب نہیں پی۔
یعنی اے معشوق دیکھ کہ موسم بہار جا رہا ہے اور میں شراب سے محروم ہوں ایک پیالہ عطا کر۔
ایک قلمی دیوان میں جو ۱۲۲۲ھ کا لکھا ہوا ہے۔ یہ شعر نہیں ہے۔ مگر ۱۱۹۱ھ کے ایک قلمی دیوان میں اور مروجہ مطبوعہ دیوانوں میں موجود ہے۔

غزل (۸۲)

روز ہجران و شب فرقت یار آخر شد	۱	زدم این فال و گذشت اختر و کار آخر شد	
آں ہمہ ناز و تنعم کہ خزاں می فرمود	۲	عاقبت در قدم باد بہار آخر شد	
بعد ازیں روئے بہ آفاق دہیم از دل خویش	۳	کہ بخورشید رسیدیم و غبار آخر شد	
آں پریشانی شبہائے دراز و غم دل	۴	ہمہ در سایۂ گیسوی نگار آخر شد	
ساقیا عمر دراز و قدحت پُر مے باد	۵	کہ بسی تو ام اندوہ خمار آخر شد	

شکر ایزد کہ باقبال کلہ گوشہ گل	۶	نخوت باد دی شوکت خار آخر شد	
باورم نیست زبد عہدی ایام ہنوز	۷	قصۂ غصہ کہ در دولت یار آخر شد	
صبح امید کہ بد معتکف پردۂ غیب	۸	گو بروں آی کہ کار شب تار آخر شد	
گرچہ آشفتگی کار من از زلف تو بود	۹	حال ایں عقدہ ہم از روی نگار آخر شد	
(۱۰)	در شمار آرچہ نیاورد کسے حافظ را شکر کاں محنت بیحد و شمار آخر شد		(۱۰)

اس غزل میں تسلسل مضمون موجود ہے۔ شرح صدر حاصل ہونے اور انوار معرفت سے سینہ پر نور ہونے پر لکھی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

(۱) ترجمہ۔ ہجر کا دن اور فراق یار کی رات تمام ہوئی۔ میں نے یہ فال نکالی۔ اختر گذرا اور کام سرانجام ہوا۔

اختر۔ (۱) ستارہ (۲) فال و شگون (۳) ایک فرشتہ کا نام جو ہمیں آمین! آمین!! کہتا ہوا پھرتا رہتا ہے اور جو دعا اسکی آمین کے برابر واقع ہو جائے۔ وہ مقبول ہو جاتی ہے۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ میں نے زمانۂ ہجر کے گذرنے کے متعلق فال نکالی اور دعا کرتا تھا کہ یہ زمانہ جلد گذر جائے۔ آمین کو فرشتے نے اس دعا کے ساتھ آمین کہی چنانچہ فال نیک آمد ہوئی زمانہ ہجر و فراق گذر گیا اور وصل محبوب نصیب ہوا۔ اگر اختر کو بمعنی شگون مبارک کیا جائے۔ تو یہ مطلب ہوگا۔ کہ میں نے فال نکالی نیک شگون ہوا اور کام سرانجام کو پہنچا۔

(۲) ترجمہ۔ وہ تمام نازو تنعم جو خزاں ظاہر کرتی تھی۔ آخر کار بادِ بہاری کے قدموں میں تمام ہوئے۔

یعنی خزاں کی تمام نخوت و رعونت کو بادِ بہاری نے برباد کر دیا۔ حاصل کلام یہ کہ خزاں گئی بہار آئی۔

(۳) ترجمہ۔ اسکے بعد ہم اپنے دل سے تمام جہان کو روشن کرینگے کیونکہ ہم خورشید تک پہنچ گئے ہیں اور غبار معدوم ہو گیا۔

یعنے ہم روشنی کے منبع تک پہنچ گئے ہیں۔ تاریکی جاتی رہی ہے اپنے دل کے نور سے اب ہم جہاں کو نورانی کرینگے

(۴) ترجمہ۔ لمبی راتوں کی وہ پریشانی اور دل کا وہ غم۔ تمام معشوق کے گیسو کے ساتھ میں جاتے رہے۔

یعنے ہجر کی راتوں کی پریشانی اور غم وغصہ وصال محبوب کے حاصل ہونے پر جاتے رہے۔ گیسوئے یار کو سیاہی اور درازی میں شب ہجران سے تشبیہ دیا کرتے ہیں اس لئے شب ہجران کی پریشانی کو دور کرنے کے لئے گیسوئے یار کو مدمقابل قرار دیا ہے۔

(۵) ترجمہ ۔ ساقی تیری عمر لمبی ہو اور تیرا پیالہ شراب سے پُر رہے ۔ کہ تیری کوشش سے ہمارے خمار کی تکلیف جاتی رہی ۔ خمار کی تکلیف کو دور کرنے کے لئے شراب پی جاتی ہے ۔ فرماتے ہیں کہ شراب پلا کر تو نے ہمیں خمار کی تکلیف سے بچایا ہے ۔ خدا تیری عمر دراز کرے اور تیرا پیالہ ہمیشہ شراب سے پُر رہے ۔

(۶) ترجمہ ۔ خدا کا شکر ہے کہ پھول کے کلہ گوشہ کو اقبال سے بادِ خزاں کی نخوت اور کانٹے کی شوکت تمام ہوئی ۔ کلہ گوشہ ۔ ٹوپی کا کونہ ۔ کلہ گوشہ شکستن بمعنے فخر کرنا ۔ کلاہ گوشہ بآفتاب رسیدن ۔ ٹوپی کا کونہ آفتاب تک پہنچ جانا عزت حاصل ہونا ۔ سربلند ہونا ۔ کلاہ کج کردن بمعنے فخر کرنا ۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ پھول کی کج کلاہی اور حشمت کے اقبال سے بادِ خزاں اور خار کی رعونت جاتی رہی یعنی بہار آئی اور موسم خزاں گذر گیا ۔ پھول کلاہ کا ہمشکل ہوتا ہے ۔ لہذا کلہ گوشۂ گل ۔

(۷) ترجمہ ۔ زمانہ کی بیوفائی سے مجھے اب تک یقین نہیں ہے ۔ رنج و غم کا قصہ جو وصال یار میں تمام ہوا ۔ یعنی اگرچہ وصال یار ہونے سے رنج و غم دور ہو گئے لیکن زمانہ کی بدعہدی سے ڈرتا ہوں کہ پھر وہی حالت نہ ہو جائے ۔

(۸) ترجمہ ۔ امید کی صبح جو پردہ غیب میں مقیم تھی ۔ اسے کہو کہ باہر آئے ۔ کیونکہ اندھیری رات کا کام تمام ہوا یعنی شب ہجر گذر گئی ہے ۔ صبح وصال کو کہو کہ پردۂ غیب سے باہر آئے ۔

(۹) ترجمہ ۔ اگرچہ میری پریشان حالی تیری زلف کی وجہ سے تھی ۔ اس عقدہ کا حل بھی معشوق کے چہرہ سے ہی ہوا یعنی اگرچہ زلفِ معشوق نے مجھ پریشان حال کیا ہوا تھا ۔ لیکن کشائش کار بھی آخر معشوق کے چہرہ سے ہی ہوئی ۔

(۱۰) ترجمہ ۔ اگر کوئی شخص حافظ کو کسی شمار میں نہیں لاتا تھا ۔ تاہم شکر ہے کہ وہ بے حد و حساب تکلیف ختم ہوئی یعنی حافظ کی کوئی توقیر نہ تھی لیکن خدا کا شکر ہے کہ وہ پہلی سی رنج و غم کی حالت اب نہیں رہی

غزل (۸۳)

زاہد خلوت نشین دوش بمیخانہ شد	۱	از سر پیمان گذشت و بر سر پیمانہ شد
شاہد عہد شباب آمدہ بودش بخواب	۲	باز بہ پیرانہ سر عاشق و دیوانہ شد

غنچہ میگفت رہا نہ عقل و دیں	۳	در پئی آں آشنا از ہمہ بیگانہ شد
آتش رخسار گل خرمن بلبل بسوخت	۴	چہرۂ خنداں شمع آفت پروانہ شد
گریۂ شام و سحر شکر کہ ضائع نگشت	۵	قطرۂ باراں ما گوہر یکدانہ شد
نرگس ساقی بخواند آیت افسونگری	۶	حلقۂ او را دما گردش پیمانہ شد
صوفی مجلس کہ دی جام دو حی میشکست	۷	دوش بیک جرعہ می عاقل و فرزانہ شد

(۸) منزل حافظ کنوں بارگہ کبریاست (۸)
دل بر دلدار رفت جاں بر جانانہ شد

یہ غزل سنہ ۱۱۹۰ھ اور سنہ ۱۲۱۲ھ کے دو قلمی دیوانوں میں نہیں ہے۔ ممکن ہے۔ الحاقی ہو۔

(۱) ترجمہ۔ خلوت نشین زاہد کل میخانہ میں گیا وعدہ کا خیال بھول گیا اور پیالہ کے سر ہوا۔

پیماں سے مراد پیمانِ تقویٰ اور پیمانہ سے مراد پیمانہ شراب ہے۔ پیماں و پیمانہ میں صنعت تجنیس ہے۔

ایک عمرے داشتم پیمان تقوی	مرا بیاد یکبیک پیمانہ کردی

(۲) ترجمہ۔ عہد شباب کا معشوق اسے خواب میں آیا تھا۔ پھر اس پیرانہ سالی میں عاشق و دیوانہ ہو گیا۔

بظاہر اسی زاہد خلوت نشین کا ذکر ہے۔ درحقیقت اپنے حسن حال کا ذکر ہے۔

(۳) ترجمہ۔ عقل و دین کا غارت گر غنچہ ہاں سے ہو کر گذرا اس آشنا کیلئے تمام دنیا سے بیگانہ ہو گیا۔

یعنی اس غنچہ کے عشق میں دنیا و مافیہا سے بیگانہ ہو گیا آشنا و بیگانہ کا مقابلہ لطیف۔

(۴) ترجمہ۔ پھول کے رخسار کی آگ نے بلبل کے خرمن کو جلا دیا شمع کا خنداں چہرہ پروانہ کیلئے آفت ہو گیا۔

یعنی عشق گل کی آگ نے بلبل کے خرمن ہستی کو جلا دیا اور شمع کا خندہ پروانہ کیلئے آفت ہو گیا اس شعر کا مضمون بھی گذشتہ اشعار کی مسلسل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس غارت گر عقل و دین نے زاہد کے خرمن تقوی کو جلا دیا۔ پھول کی سرخی کو آگ سے اور شمع کے جلنے کو خندہ سے تشبیہ دی ہے۔

(۵) ترجمہ۔ صبح و شام کا رونا شکر ہے کہ ضائع نہ گیا۔ ہمارا قطرۂ باراں گوہر یکدانہ ہو گیا۔

گوہر یکدانہ۔ وہ موتی جو صدف میں صرف ایک ہو۔ مقابلہ بڑا اور زیادہ آبدار ہوتا ہے۔ درِ یتیم بھی کہتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ ہمارا رونا بیکار نہیں گیا۔ ہمارا قطرۂ اشک گوہر یکدانہ بن گیا۔ یا ہماری گریہ وزاری کا یہ نتیجہ ہوا کہ ہمیں معشوق کا وصال حاصل ہوا۔ گوہر یکدانہ سے مراد معشوق۔

(۶) ترجمہ۔ ساقی کی آنکھ نے فسوں گری کی آیت پڑھی۔ ہمارے وظائف کا حلقہ گردش پیمانہ ہو گیا

یعنی چشم ساقی نے ایسی جادوگری کی کہ حلقۂ زہاد میں بجائے ورد و وظائف کے جام مے کا دور شروع ہوا حاصل کلام یہ ہے کہ زاہد نے زہد خشک کی بجائے عشق اختیار کیا۔

(۷) ترجمہ۔ مجلس کا صوفی جو کل جام و قدح کو توڑتا تھا۔ رات شراب کے ایک گھونٹ سے عقلمند اور دانا ہو گیا

دی۔ گذشتہ دن۔ دوش۔ گذشتہ رات

شراب سے جو بیہوشی حاصل ہوتی ہے۔ اہل دل اس کو عقل کہتے ہیں۔

دیوانہ ہے دنیا میں جو دیوانہ نہیں ہے	عاقل وہی ہوتا ہے جو عاقل نہیں ہوتا

مطلب یہ ہے کہ صوفی ایک گھونٹ پی کر عاقل ہو گیا اور پھر جام و ساغر کا توڑنا چھوڑ دیا اور شراب نوشی شروع کر دی۔

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ کا مقام کبریا کی بارگاہ ہے۔ دل دلدار کے پاس گیا۔ اور جان جانانہ کو پاس چلی گئی

مطلب یہ ہے کہ دل و جان معشوق مطلق کے حوالہ کر کے اے حافظ بارگاہ کبریائی میں پہنچ گیا۔

غزل (۸۴)

نفس برآمد و کام از تو بر نمے آید	۱	فغاں کہ بخت من از خواب بر نمے آید
مگر بروی دلآرائے یار من ورنہ	۲	بہیچ گونہ دگر کار بر نمے آید
درین خیال بسر شد دریغ عمر عزیز	۳	بلای زلف سیاہت بسر نمے آید
چناں بحسرت خاک در تو مے میرم	۴	کہ آب ندگیم در نظر نمے آید
بسے حکایت دل ہست با نسیم سحر	۵	ولی بخت من امشب سحر نمے آید
قد بلند ترا تا بسر نمے گیرم	۶	درخت کام و مرادم ببر نمے آید
مقیم زلف تو شد دل کہ خوش ہوائی داشت	۷	وزار غریب بلاکش خبر نمے آید

فدای دوست نکردیم عمر و مال دریغ	۸	که کار عشق زما ایں قدر نمے آید	
همیشه تیر سحرگاه من خطا نشدی	۹	کنوں چه شد که یکی کارگر نمے آید	

(۱۰) زبسکه شد دل حافظ امید از همه کس (۱۰)
اکنوں ز حلقهٔ زلفت بدر نمی آید

(۱) ترجمہ۔ دم نکل گیا (جان نکل گئی) اور مقصد تجھ سے حاصل نہیں ہوتا۔ فریاد! کہ میرا بخت نیند سے نہیں جاگتا۔
مطلب یہ ہے کہ دم لبوں پر ہے اور مدعا حاصل نہیں ہوا۔ افسوس کہ ہماری قسمت ابھی نہیں اس شعر کے مختلف نسخے دیکھئے

	زدل بر آمدم و کام بر نمے آید	۱	زخود بدر شدم و یار در نمے آید	(قلمی ۱۲۲۰ھ)
	زدل بر آمدم و کام بر نمے آید	۲	زخود بیرون شدم و یار در نمے آید	(قلمی ۱۱۹۰ھ)
۰	نفس بر آمد و کام از تو بر نمے آید	۳	فغاں کہ بخت من از خواب بر نمے آید	(مطبوعہ ۱۲۲۰ھ)

(۲) ترجمہ۔ شاید میرے معشوق کا دل آرا چہرہ ہی (مدعا حاصل ہو جائے) ورنہ اور کسی طرح مطلب حاصل نہیں ہوتا۔
پہلے مصرعہ میں "بر آید" محذوف ہے۔ یہ شعر مطبوعہ دیوانوں میں ہے مگر ۱۲۲۰ھ کے ایک قلمی دیوان میں نہیں۔

(۳) ترجمہ۔ افسوس کہ عزیز عمر اسی خیال میں بسر ہو گئی۔ کہ تیری زلف سیاہ کی بلا ختم نہیں ہوتی
یعنے اسی خیال میں عمر گذر گئی کہ تیری زلف سیاہ کی بلا ختم ہو مگر ختم نہ ہوئی۔ یا اسطرح سمجھئے کہ عمر اسی خیال میں گذر گئی۔ مگر تیری زلف سیاہ کی بلا ختم نہ ہوئی۔
بعض قلمی دیوانوں میں پہلے مصرعہ میں بجائے "عزیز" "ہنوز" ہے مطلب ہوگا کہ اسی خیال میں عمر گذر گئی مگر اب تک تیری زلف سیاہ کی بلا ختم نہ ہوئی۔ پہلا مصرعہ خواجہ صاحب نے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ سے لیا ہے

دریں امید بسر شد دریغ عمر عزیز		که آنچه در دلم هست از دهم فرا نیاید	(سعدی)

(۴) ترجمہ۔ میں تیرے دروازہ کی مٹی کی حسرت میں اس طرح مرا جاتا ہوں کہ آب حیات بھی میری نظروں میں نہیں جچتا۔
یعنے تیرے در و آر کی خاک بوسی کی مجھ میں اتنی آرزو ہے جتنی آب حیات کی نہیں۔ تیرے دروازہ کی مٹی ہی میرے لئے آب حیات ہے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ میں اس آب حیات کے لئے مر رہا ہوں۔ مگر نہیں ملتا۔ خاک و آب اور میرم و آب حیات کا مقابلہ لطیف ہے۔

ایک قلمی دیوان میں یہ شعر اسطرح ہے۔

صبا بچشم من انداخت خاکے از کوئت		کہ آب زندگیم در نظر نمی آید	

اس صورت میں چشم و نظر اور خاک و آب کا مقابلہ لطیف تر ہے۔

(۵) ترجمہ ۔ دل کی بہت سی باتیں نسیم سحر سے کہنی ہیں۔ لیکن میری بدقسمتی سے آج رات صبح ہی نہیں ہوتی۔ ہجر کی رات ہے۔ خواجہ صاحب درد دل کے کئی قصے نسیم سحر کے ذریعہ معشوق تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ مگر نسیم کہاں سے آئے۔ سحر ہی نہیں ہوتی۔ (ظاہر ہے کہ ہجر کی رات بہت لمبی معلوم ہوتی ہے)

(۶) ترجمہ ۔ جب تک تیری بلند قد کو میں بغل میں نہیں لیتا میرے مقصود اور مراد کا درخت بارآور نہیں ہوتا یعنی جب تک تجھ سے ہم آغوش نہیں ہونگا۔ نامراد رہونگا۔ تبر اور تبر میں صنعت تجنیس تام ہے۔ قد بلند اور درخت کی رعایت ظاہر۔

یہ شعر اور شعر (۷) ۱۱۹۰ھ اور ۱۲۲۶ھ کے دو قلمی دیوانوں اور ۱۳۲۴ھ کے ایک مطبوعہ (بمبئی) دیوان میں نہیں ہے۔

(۷) ترجمہ ۔ دل تیری زلف میں مقیم ہوگیا کہ اچھی آرزو رکھتا تھا۔ اور (اب) اس بلاکش غریب الوطن کی کوئی خبر ہی نہیں آتی۔

مطلب یہ ہے کہ دل تیری آرزو میں اپنے وطن کو چھوڑ کر (یعنی میرے پہلو سے نکل کر) تیری زلف میں جا پھنسا اور اب اسکی کوئی خبر ہی وہاں سے نہیں آتی۔ دیکھو شعر گذشتہ

(۸) ترجمہ ۔ ہمنے عمر اور مال کو دوست پر قربان نہ کیا۔ افسوس کہ ہم سے عشق کا اتنا کام بھی نہیں ہوسکتا۔ ذوق عمل۔ جد و جہد اور سعی و طلب کے میدان میں سب سے بڑا اور سب سے مشکل کارنامہ ایثار ہے۔ خواجہ صاحب کی اولوالعزمی اور انکا استقلال دیکھئے کہ طلب مقصود میں جان و مال قربان کرنے کو ایک معمولی چیز اور ایک کمینہ بازی خیال کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ افسوس ہم سے اتنا بھی نہ ہوسکا کہ راہ طلب میں جان و مال قربان کر دیتے۔

سو دا تمار عشق میں شیریں سے کوہکن		بازی اگرچہ لے نہ سکا سر تو کھو سکا	
کس منہ سے پھر تو آپ کو کہتا ہے عشقباز		اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا	

(۹) ترجمہ ۔ میرا سحر کا تیر کبھی خطا نہیں ہوتا تھا۔ اب کیا ہوگیا کہ ایک بھی کارگر نہیں ہوتا یعنے میرے نالہ ہائے سحر اب بے اثر ہو گئے۔

(۱۰) ترجمہ ۔ حافظ کا دل اکثر ہر ایک آدمی سے بھاگتا تھا۔ اب تیری زلف کے حلقہ سے باہر نہیں آتا۔

یعنے حافظ کا دل جو کسی شخص کے قابو میں نہیں آتا تھا۔ اب تیری زلفوں میں ایسا اسیر ہوا ہے کہ باہر بھی نہیں آسکتا۔ مولانا حالی نے دیباچہ مسدس میں سرسید احمد کے متعلق یہ شعر لکھا ہے

آں دل کہ رمیدے از خوبرویِ جواناں		دیرینہ سال پیرے بردش بہ یک نگاہے	

غزل (۸۵)

(48)

سالہا دل طلب جام جم از ما میکرد	۱	آنچہ خود داشت زبیگانہ تمنا میکرد	
گوہری کز صدف کون و مکان بیروں بود	۲	طلب از گمشدگاں لب دریا میکرد	
مشکل خویش بپیر مغاں بردم دوش	۳	کاو بتائید نظر حل معما میکرد	
بیدلی در ہمہ احوال خدا با او بود	۴	او نمیدیدش و از دور خدا را میکرد	
دیدمش خرم و خنداں قدح بادہ بدست	۵	واندراں آئینہ صد گونہ تماشا میکرد	
گفتم این جام جہاں بیں بتو کی داد حکیم	۶	گفت آں روز کہ این گنبد مینا میکرد	
آن ہمہ شعبدہ ہا عقل کہ میکرد آں جا	۷	سامری پیش عصا و ید بیضا میکرد	
گفت آں یار کزو گشت سر دار بلند	۸	جرمش آں بود کہ اسرار ہویدا میکرد	
فیض روح القدس ار باز مدد فرماید	۹	دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد	

(۱۰)	گفتمش سلسلۂ زلف بتاں دانی چیست گفت حافظ گلۂ از شب یلدا میکرد	(۱۰)

مولانا شبلی نعمانی مرحوم نے خواجہ صاحب کی اس غزل پر ایک غزل لکھی ہے اور نہایت اچھی لکھی ہے اس کا مطلع ہے

صوفی آں سر حقیقت کہ ہویدا میکرد		ہر حدیثے کہ بیا کرد ہم از ما میکرد	

(۱) ترجمہ۔ برسوں دل جام جم ہم سے طلب کرتا رہا۔ جو کچھ خود اسکے پاس موجود تھا غیر سے مانگتا رہا۔

آنچہ مے جست زبیت الحرم و مسجد و دیر		باخودش بود دلم وائے چہ بیجا میکرد	(مسلمان ص)

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

عمرہا در پئے مقصود بجاں گردیدم		دوست در خانۂ من گرد جہاں گردیدم	

(۲) ترجمہ۔ وہ موتی جو کون ومکان کی صدف سے باہر تھا۔ لب دریا کے گم گشتگاں سے طلب کرتا رہا۔

ان دونوں شعروں میں تسلسل مضمون ہے۔ جام جم سے مراد شراب عشق۔

گوہر سے مراد گوہر معرفت۔ گمشدگان لب دریا سے مراد خواجہ صاحب یا انسان۔ آدمی کو گم شدۂ لب دریا اسواسطے کہا ہے کہ انسان دریائے معرفت کے کنارے پر ہے۔ اور وہاں بھی وہ گم شدہ ہے۔ اپنی حقیقت کی بھی خبر نہیں حقائق عالیہ سے کسطرح آشنا ہوسکتا ہے حضرت آدم علیہ السلام روضہ بہشت کو چھوڑ کر خرابات دنیا میں آئے۔ گویا دریائے معرفت سے نکل ساحل پر آئے اور وہاں بھی ایسے آئے کہ اپنی حقیقت کی معرفت سے بھی بے بہرہ۔ البتہ انسان کا وہ جسکو گذرگاہ جلیل القدر جلوہ گاہ انوار الٰہیہ کہا گیا ہے۔ ایک ایسی چیز ہے جسمیں نور معرفت کی روشنی اب تک کچھ موجود ہے۔ اور جہاں سے آدمی ذات رب الارباب کے معارف کا کچھ پتہ لگا سکتا ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ دل ہم سے شراب عشق کی تمنا کرتا تھا اور ہمارے ذریعہ ذوق عشق الٰہی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ مگر ہم تو خود اس نعمت سے بے بہرہ تھے۔ جو کچھ تھا دل کے اندر ہی موجود تھا۔ دل کو اپنی حقیقت اور عظمت کا علم نہ تھا۔ حقائق ومعارف کا خزانہ خود اسکے اندر موجود تھا۔ اغیار سے بیفائدہ طلب کرتا رہا۔ معرفت کا موتی جو زمین وآسمان کی صدف (سیپ) میں اور کائنات کے سمندر میں بھی موجود نہ تھا ہم ساحل دریا کے گمشدگاں سے مانگتا تھا۔ حالانکہ وہ موتی خود اسکے پاس موجود تھا جسکو ازل کا پرتو جو زمین وآسمان میں بھی نہیں سما سکتا خود انسان کے دل کے اندر ہے۔

پرتو حسنت گنجد در زمین وآسمان		در حرم سینہ حیرانم کہ چوں جا کردہ	

ان دونوں شعروں میں خواجہ صاحب نے انسان کے دل کی عظمت اور وسعت کا بیان کیا ہے۔ مرزا عبدالقادر بیدل فرماتے ہیں

خیال نامحرم گریباں دواند مارا بکوہ وصحرا		چہ سازد آوارہ دردل کہ رہ بدیر وحرم نگیرد	

نیاز نے اسی مضمون پر لکھا ہے اور خواجہ صاحب کی غزل پر غزل لکھی ہے

دل ما آنچہ ز اغیار تمنا میکرد		شب در آئینہ خود صاف تماشا میکرد	
بحریم حرم ودیر کلیسا وکنشت		ہر کہ سوے جہت تر آوائے چہ بجا میکرد	
عین دریاست جہانم بنگاہ تحقیق		ورنہ ایں قطرہ چرا شورش دریا میکرد	

حدیث قدسی کیطرف اشارہ ہے۔ لا یسعنی ارضی ولا سمای ولکن یسعنی قلب عبدی المومن

میں نہ اپنی زمین میں سما سکا۔ نہ اپنے آسمان میں۔ مگر اپنے مومن بندہ کے دل میں سما گیا

مولانا روم فرماتے ہیں

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ ست		من نہ گنجم ہیچ در بالا و پست
در زمین و آسمان و عرش نیز		من نگنجم ایں یقیں داں اے عزیز
در دل مومن بگنجم اے عجب		گر مرا جوی دراں دلہا طلب

(۳) ترجمہ۔ میں اپنی مشکل کل پیر مغاں کے پاس لیگیا۔ کیونکہ وہ نظر کی مدد سے معموں کو حل کرتا تھا

یعنے میرے دل میں جو شکوک اور جو مشکلات تھیں، وہ میں نے پیر مغاں کی خدمت میں عرض کیں۔ کیونکہ وہ ان مشکلوں کو ایک نظر سے حل کر دیتا تھا۔ ظاہر ہے کہ اولیائے حقیقت و معرفت طالب کیطرف ایک نظر دیکھنے سے اسکے دل کی تمام مشکلات کو دور کر سکتے ہیں اور اسکے تمام شکوک رفع کر سکتے ہیں۔

(۴) ترجمہ۔ ایک بیدل کہ ہر حال میں خدا اسکے ساتھ تھا۔ وہ اسکو نہیں دیکھتا تھا اور دور سے خدارا کرتا تھا

یہ شعر اکثر قلمی دیوانوں میں نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خدا ہر حال میں عاشق کے ساتھ ہوتا ہے۔ حالانکہ عاشق خدا کو نہیں دیکھتا اور دور سے ہی پکارتا رہتا ہے کہ خدارا مدد ے!

دوست نزدیکتر ز من بہ من است		ویں عجب ترکہ من از وے دورم
چکنم باکہ توان گفت کہ او		در کنار من و من مہجورم

(۵) ترجمہ۔ میں نے اسے دیکھا کہ خرم و خنداں ہے اور شراب کا پیالہ ہاتھ میں ہے اس آئینہ میں وہ سو طرح کے نظارے دیکھتا تھا۔

دیدش میں ضمیر شین رابع بسوئے پیر مغاں (شعر ۲) مطلب یہ ہے کہ میں نے پیر مغاں کو دیکھا کہ خوش و خرم ہے اور شراب کا پیالہ ہاتھ میں ہے اور اس پیالہ میں ہر طرح کے نظارے دیکھ رہا ہے۔ قدح بادہ سے مراد شراب عشق کا پیالہ یعنی پیر مغاں کا دل ضمیر روشن۔ حاصل کلام یہ ہے کہ پیر مغاں جسکا دل شراب عشق کا ایک پیالہ تھا اپنے دل میں حقایق و معارف کے کئی نظارے دیکھ رہا تھا۔

(۶) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ یہ جام جہاں بیں تجھ کو حکیم نے کب دیا۔ کہا اسدن جبکہ وہ اس گنبد مینا کو بناتا تھا۔

میں نے پیر مغاں سے پوچھا کہ تو آئینہ دل میں ہزار طرح کے نظارے دیکھ رہا ہے حکیم مطلق (خدا) نے یہ جام جہاں نما (ضمیر روشن) تجھ کو کب سے عطا کیا ہے۔ جواب دیا کہ آفرینش کائنات کے وقت سے۔ گنبد مینا سے مراد آسمان مطلب یہ ہے کہ اولیا اللہ علیہم السلام کے دل روز ازل سے ہی انوار معرفت سے روشن ہوتے ہیں۔

مولانا روم فرماتے ہیں

آں ولی کو مطلع مہتابہاست	بہر عارف فتحت ابوابہاست
با تو دیوارست و با ایشاں در است	با تو سنگ و با عزیزاں گوہر است
پیر ایشاں کہ کہ ایں عالم نبود	جاں ایشاں بود در دریائے جود
پیش ازیں تن عمرہا بگذاشتند	پیشتر از کشت بر بر داشتند

مولانا بحر العلوم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جو کچھ مولانا روم نے لکھا ہے مطلقاً پیروں کے متعلق صحیح نہیں ہو سکتا۔ بلکہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان احکام کے مصداق ہیں اور یہ بھی فرمایا ہے کہ خواجہ حافظ کو ان شعروں میں پیر سے مراد حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ کیونکہ "آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولی و نبی بود در ہر مولن قبل وجود ایں عالم بلکہ عوالم"

(۷) ترجمہ۔ وہ تمام شعبدے جو عقل اس جگہ کرتی تھی۔ سامری عصا اور ید بیضا کے سامنے کرتا تھا۔

سامری۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے وقت کا ایک مشہور ساحر تفصیلی حالات کے لئے دیکھو شعر دہ ۲۴۔ **عصا**۔ **ید بیضا**۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے دو معجزے۔ وَاَلْقِ عَصَاكَ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ۝ (الشعراء) یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا زمین پر گرایا اور وہ ناگہاں ایک ظاہر و آشکارا اژدہا ہو گیا۔ پھر انہوں نے اپنا ہاتھ باہر نکالا پس وہ ناگہاں سفید تھا دیکھنے والوں کے لئے۔ حضرت موسیٰ ؑ نے فرعون اور اسکی قوم کے سامنے یہ معجزے دکھائے عصا کا اژدہا ہو جانے پر فرعون ڈر گیا اور لوگ بھاگ گئے اس فرار میں مارے گئے۔ اسی طرح حضرت موسےٰ علیہ السلام نے اپنا گندم گوں ہاتھ فرعون کو دکھا کر گریبان کے اندر کر لیا اور پھر جب باہر نکالا۔ تو ہاتھ بجلی کی طرح درخشندہ اور سفید تھا کہتے ہیں کہ آنکے ہاتھ کی شعاعیں سورج کی کرنوں کی طرح آنکھوں کو خیرہ کر دیتی تھیں۔ فرعونی ساحروں کے ساتھ جب مقابلہ ہوا تو ساحروں نے رسیاں اور عصا نے مجوف پر سیماب تیار کر کے زمین پر ڈالے۔ جو حرارت آفتاب سے حرکت کرنے لگے اور سانپ دکھائی دئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا زمین پر ڈالا۔ جو اژدہا بن کر سب سانپوں کو کھا گیا۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ عقل کی جادوگری عشق کے معجزوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ عشق کے ساتھ علم لدنی کی تائید ہوتی ہے عقل کا صرف فلسفہ پر اعتماد ہے اس لئے عشق کے مقابلہ میں عقل اسی طرح ناکام رہتی ہے جسطرح

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے سامنے سامری کی جادوگری۔

	خوش باش کہ عشق عافیت سوز		برلشکرِ عقل گشت فیروز	(عرفی)
	در معرضِ عشق بے محابا		عاجز شدہ عقلِ حیلہ اندوز	

(۸) ترجمہ۔ اس نے کہا کہ وہ دوست جس کی سولی کا سرا اونچا ہوا۔ اسکا جرم یہ تھا کہ اسرار کو ظاہر کیا۔
یعنی پیر مغاں نے کہا کہ منصور حلاج کو اسلئے سولی دی گئی کہ اسنے راز کا افشا کیا۔ منصور کا انا الحق کہنا گویا ایک قابلِ اظہار راز کا افشا تھا۔

	دی گئی منصور کو سولی ادب کے ترک پر		تھا انا الحق حق مگر حرفِ گستاخانہ تھا

(۹) ترجمہ۔ روح القدس کا فیض اگر پھر مدد فرمائے۔ تو اور لوگ بھی وہ بات کر سکتے ہیں۔ جو مسیحا کرتا تھا۔
روح القدس۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام۔ سورہ مریم میں ہے۔ فَاَرْسَلْنَآ اِلَیْھَا رُوْحَنَا (ہم نے بھیجا ہمنے اسکی طرف اپنا روح) اس روح سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام یا روح القدس ہے۔ خدا تعالےٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی تشریف و تخصیص کے باعث روح کی اضافت اپنی مقدس ذات کی کی اور اپنا روح کہا۔ کہتے ہیں کہ جبرئیل نے مریم کے نزدیک کرائی کی آستین۔ گریباں یا دامن میں پھونکا اور وہ حاملہ ہوگئیں چنانچہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔
شعر کا مطلب یہ ہے کہ اگر تائید غیبی اور فضل خدا شامل حال ہو۔ تو ہر ایک آدمی ایسے کام کر سکتا ہے۔ جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کیا کرتے تھے یعنی مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔ اس شعر میں خواجہ صاحب نے ایک نہایت حوصلہ بخش اور امید افزا اصول کی تلقین کی ہے۔ حقیقت میں انسان کو بڑے سے بڑے کام کے سرانجام دینے سے بھی کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ انگریزی میں ایک مقولہ ہے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ "جو کام ایک شخص نے کیا ہے۔ وہ کام دوسرا آدمی بھی کر سکتا ہے"۔

	گر حجاب از جہانہا برخاستے		گفتِ ہر جانے مسیح آساستے

(۱۰) ترجمہ۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تو جانتا ہے کہ معشوقوں کی زلف کا سلسلہ کیا چیز ہے تو اس نے کہا کہ حافظ شب یلدا کی شکایت کرتا تھا۔
شب یلدا۔ اندھیری لمبی رات تحقیق کے لئے دیکھو شعر د ۲۶/۳
زلفِ معشوق کو بوجہ سیاہی اور طوالت کے شب یلدا اور شبِ ہجر اسی سے تشبیہ دیا کرتے ہیں

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے جب پیرِ مغاں سے پوچھا کہ زلفِ معشوق کا سلسلہ کیا چیز ہے اور یہ زنجیر کس کام آتی ہے تو اسنے جواب دیا کہ چونکہ عاشق شبِ ہجر کی تاریکی اور طوالت کی شکایت کیا کرتے ہیں اس شکایت کی سزا میں انکو زلف کی زنجیر میں گرفتار کیا جاتا ہے۔ کہ دیکھو یہ شبِ ہجر سے بھی زیادہ طویل اور تاریک ہے

غزل ۸۶

سالہا دفتر ما در گرو صہبا بود	۱	رونق میکدہ از درس و دعای ما بود
نیکی پیر مغاں بین کہ چو ما بدمستاں	۲	ہر چہ کردیم بچشم کرمش زیبا بود
دل چو پرگار بہر سو دورانی میکرد	۳	واندراں دائرہ سرگشتہ و پا برجا بود
می گفتم ز طرب انکہ چو گل بر لب جوے	۴	بر سرم سایہ آں سرو سہی بالا بود
پیر گلرنگ من اندر حق ازرق پوشاں	۵	رخصت بحث نداد ار نہ حکایتہا بود
دفتر دانش ما جملہ بشوئید بہ می	۶	کہ فلک دیدم و در قصد دل دانا بود
مطرب از درد محبت غزلی می پرداخت	۷	کہ حکیماں جہان را مژہ خون پالا بود

(۸) قلب اندودہ حافظ برا در خرج نشد — (۸)
کہ معامل بہمہ عیب نہاں بینا بود

(۱) ترجمہ۔ ہمارا دفتر برسوں شراب انگور کی زینت رہا۔ شراب خانہ کی رونق ہمارے درس و دعا سے ہوتی تھی۔

دفتر۔ حساب کی کتاب کا مجموعہ۔ حساب کی کتاب۔ مطلق کتاب۔ صہبا۔ بفتح شراب انگوری شراب مائل بسرخی۔ صہبا مونث اصہب۔ اصہب صفت مشبہ از صہوبت۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ ہم برسوں تک مقیم میکدہ رہے اور ہمارے درس و تدریس اور نماز و نیاز سے میکدہ میں رونق رہی اور ہمارا دفتر یا ہمارا اعمالنامہ رہینِ شراب رہا۔

(۲) ترجمہ۔ پیرِ مغان کی نیکی دیکھ کہ ہم جیسے بدمستوں نے جو کچھ کیا اسکی چشمِ عنایت میں زیبا نظر آیا

مطلب یہ ہے کہ ہم بدمستوں نے ہزاروں قصور کئے۔ سینکڑوں گناہ ہم سے سرزد ہوئے۔ لیکن پیرِ مغان

کی عیب پوشی اور عنایت دیکھو کہ ہمارے تمام فعل اسکو زیبا نظر آتے۔

(۳) ترجمہ۔ دل پرکار کیطرح ہر طرف گردش کرتا تھا۔ اور اس دائرہ میں سرگشتہ تھا لیکن پا بر جا تھا۔

دورانی ۔ دَوران۔ بفتحات ثلاثہ یعنی بفتح اول و ثانی و ثالث بمعنی گردش فلک۔ گردش۔ جو لفظ مصادر میں سے اس وزن پر ہوگا۔ اور اس میں معنی حرکت و انتقال بھی ہوگا۔ وہ ہمیشہ بفتحات ثلاثہ پڑھا جائیگا مثلاً دَوران۔ جَرَیان۔ طَیَران۔ سَیَلان۔ جَیَران۔ فَیَضان۔ مَیَلان۔ خَفَقان۔ جَیَوان۔ جَوَلان۔ وغیرہ لیکن فارسی استعمال میں اکثر ان لفظوں کو بفتح ثانی پڑھتے ہیں۔ مثلاً دَوراں۔ جَوَیان۔ فَیضان وغیرہ وغیرہ

مطلب یہ ہے کہ اگرچہ پرکار دائرہ کا ثلاثہ یعنی عالم کثرت میں ہر طرف پھرتا ہے۔ لیکن پرکار کی طرح اسکا ایک پاؤں مرکز پر قائم ہے اور باوجود دائرہ کثرت میں سرگرداں ہونے کے مرکز وحدت پر قائم ہے۔

ہیچو پرکار ہم بیک پا در شریعت مستقیم	پائے دیگر سر بر مقنار دو دولت میکند

بعض دیوانوں میں "دورانی میکرد" کی بجائے "حیراں میگردید" ہے۔

(۴) ترجمہ۔ میں خوشی سے کھلا جارہا تھا کہ پھول کیطرح لب جو پر میرے سر پر اس سرو سہی قد کا سایہ تھا جسطرح پھول لب جو پر سرو کے سایہ کے نیچے شگفتہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح نہر کے کنارہ پر عاشق کا دل بھی قامت بالائے معشوق کے سایہ میں شگفتہ ہوتا ہے۔

خواجہ صاحب ان چار شعروں میں عاشق حق کی ایک خاص حالت طرب و قرب کا بیان فرمایا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ میرے پھول کو رنگ والے پیر نے ازرق پوشوں کے حق میں بحث کی اجازت نہ دی۔ ورنہ کئی حکایتیں (قابل بیان) تھیں۔

ازرق۔ نیلگوں۔ کبودی رنگ۔ ازرق پوش۔ نیلگوں کپڑے پہننے والا فقیرانہ لباس والا فقیر یہاں مراد ریاکار فقیر۔

مطلب یہ ہے کہ ہمارے گرو پیر نے ریاکار زاہدوں کے برخلاف ہمیں کچھ کہنے کی اجازت ہی نہ دی ورنہ انکے متعلق کئی حکایتیں بیان کرنے کے قابل تھیں۔

بعض شارحین نے ازرق پوش سے مراد عاشق رند مشرب لی ہے۔ اس صورت میں شعر کا مطلب یہ ہوگا کہ پیر مغاں نے اپنے بادہ نوشوں کو گفتگو کی اجازت ہی نہ دی ورنہ کئی رازہائے نہفتہ اُن کے سینے میں تھے

جن کو وہ بیان کر سکتے تھے۔

کل خرابات میں اک گوشہ سے آئی تھی صدا		دل میں سب کچھ ہے مگر خدمتِ گفتار نہیں	(حالی)

اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر ت ۱۵

(۶) ترجمہ۔ ہماری عقل کا تمام دفتر شراب سے دھو ڈالو۔ کیونکہ میں نے آسمان کو دیکھا ہے کہ وہ دانا کو دکھ دیتا ہے یعنی آسمان ہمیشہ عاقل و دانا کا دشمن رہا ہے اور عقل کے ساتھ تمام تکلیفیں اور مصیبتیں وابستہ ہیں اس لئے ہماری دانائی کی کتاب کو شراب سے دھو ڈالو یعنی جام شراب پلا کر ہمیں عاقل سے دیوانہ بنا دو تاکہ ہم دورِ گردوں کے حادثات اور اثرات سے محفوظ ہو جائیں۔

عاقل مشو کہ تا تو غم دیگراں خوری		دیوانہ باش تا غم تو دیگراں خورند	

اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر الف ۱/۱ الف ۱۳/۱ ت ۲۲/۳ ت ۴۱/۴ ت ۴۵/۴ ت ۴۵/۱۱ ت ۵۰/۱ ت ۶۲/۳ ت ۸۳/۵ د ۶/۱-۲-۳ د ۶۸/۷ د ۲۹/۳ د ۵۸/۱۔

(۷) ترجمہ۔ مطربِ وجد سے ایک ایسی غزل گا تا تھا۔ کہ جہاں کے دانا خون کے آنسو روتے تھے۔

خون پالا۔ یعنی خون پالا یدہ۔ پالا یدہ بخوں۔ پالا ئیدن۔ پالودن۔ پالیدن بمعنی صاف کرنا۔ مژہ خوں پالا بودن بمعنی خون گریستن۔

مطلب یہ ہے کہ مطرب ایسی سوز اور درد سے غزل گا تا تھا کہ اسکے سماع سے عاقلوں پر بھی رقت طاری ہو گئی۔ یہ لسان الغیب خواجہ حافظ کو وقت کی باتیں ہیں۔ لسان العصر سید اکبر حسین موجودہ وقت کی حالت کا نقشہ کھینچتے ہیں

دیکھئے قوال بیچارے کا اب کیا حشر ہو		شیخ صاحب تو تو کچھ پر بھی وجد آنے لگا	
کیوں کر یگا بیش ہم پر جلوۂ حور بہشت		جب تھیٹر کا سماں واعظ کو تڑپانے لگا	

(۸) ترجمہ۔ حافظ کا ملمع کیا ہوا کھوٹا سکہ اسکے سامنے نہ چل سکا۔ کیونکہ معامل تمام پوشیدہ عیبوں کو دیکھتا تھا۔

قلب ۱ دل (۲) کھوٹا چاندی۔ سونا۔ **اندودہ** اسم مفعول از اندودن۔ لیپنا۔ پوتنا۔ ملمع کرنا۔

معامل۔ معاملہ کرنے والا۔ یہاں مراد معاملِ حقیقی۔ مالکِ یوم الحساب۔

مطلب یہ ہے کہ خدا کے ساتھ ہماری ریاکاری نہ چل سکی۔ ہمارے ملمع کئے ہوئے دل یا ہمارے ملمع کئے ہوئے کھوٹے سکے کی اسکے نزدیک کچھ قدر نہ ہوئی۔ کیونکہ وہ ظاہر پر نہیں جاتا۔ اور مخفی عیوب سے واقف ہے۔

بر آئے پردہ پوشی کس چہ دست و پا زند شرف		بدیوانے کہ دست و پائے خود باشد گواہ آنجا۔	

سورہ تغابن میں ہے۔ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝ یعنی خدا جو کچھ تم کرتے ہو اسے دیکھتا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ خدا ہر ایک چیز اور ہر ایک فعل کی حقیقت کو جانتا ہے اس لئے اسکے سامنے عبادت ریائی اور زہد ظاہری کچھ کام نہیں آتی

غزل (۸۷)

ساقی حدیث سرو و گل و لالہ می رود	۱	وین بحث با تلاثہ غسالہ می رود
می دہ کہ نوعروس چمن حسن و طلعت	۲	کاراین زمان ز صنعت دلالہ می رود
شکر شکن شوند ہمہ طوطیان ہند	۳	زین قند پارسی کہ بہ بنگالہ می رود
طی مکان بہ بین و زمان در سلوک شعر	۴	کاین طفل یک شبہ رہ یک سالہ می رود
باد بہار می وزد از بوستان شاہ	۵	وز ژالہ بادہ در قدح لالہ می رود
آن چشم جادوانہ عابد فریب بین	۶	کش کاروان سحر بدنبالہ می رود
خوی کردہ می خرامد بر عارض سمن	۷	از شرم روی او عرق ژالہ می رود
این مشورہ عشوہ دنیا کہ این عجوز	۸	مکارہ می نشیند و محتالہ می رود
چون سامری مباش کہ زر داد و از خرد	۹	موسی بہشت و از پی گوسالہ می رود
حافظ ز شوق مجلس سلطان غیاث دین	(۱۰)	
خامش مشو کہ کار تو از نالہ می رود		

یہ غزل خواجہ صاحب نے سلطان غیاث الدین بن سلطان سکندر فرمان روائے بنگالہ کو لکھکر بھیجی تھی۔ کہتے ہیں کہ سلطان غیاث الدین ایکدفعہ بیمار ہوا۔ بیماری میں اس نے اپنی تین لونڈیوں کو جن میں سے ایک کا نام سرو دوسری کا گل اور تیسری کا لالہ تھا اور جن سے اسکو نہایت محبت تھی خدمت غسل سپرد کی۔ بیماری کے ایام میں وہ اسے نہلاتی رہیں۔ جب سلطان صحت یاب ہوا ان سے بیش از پیش محبت کرنے لگا جس پر وہ بہت مغرور ہوگئیں

حتے کہ اہل حرم سے بھی نخوت فروشی کرنے لگیں۔ اہل حرم طنزاً انکو غسالہ کہتی تھیں۔ لونڈیوں نے اس امر کی سلطان سے شکایت کی سلطان نے فی البدیہ کہا۔ ع۔

ساقی حدیث سرو و گل و لالہ میرود

ہر چند بادشاہ نے کوشش کی دوسرا مصرعہ موزون نہ ہوا۔ شعر آدربار بھی ناکام رہی سلطان نے یہ مصرعہ خواجہ صاحب کے پاس شیراز بھیجا جنہوں نے اس پر یہ غزل لکھی۔ دوسرے مصرعہ میں ثلاثہ غسالہ کو (جیسا کہ قاعدہ درست ہو) خواجہ صاحب کی کرامت سمجھنا چاہیئے۔ زیادہ تفصیل کیلئے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۲۴ - ۲۵ - سوانحعمری۔

(۱) ترجمہ۔ ساقی سرو گل و لالہ کی گفتگو ہوتی ہے اور یہ بحث ثلاثہ غسالہ کے ساتھ ہو رہی ہے۔

سرو و گل و لالہ ۔ کے متعلق دیکھو تمہیدی نوٹ غزل ہذا۔ **ثلاثہ غسالہ** ۔ (تین نہلانے والیاں) شراب کے تین پیالے جو علی الصباح پیئے جاتے ہیں۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایک غم کو دھوتا ہے دوسرا کثافت بدنی کو دور کرتا ہے اور تیسرا کدورت بشریات کو زائل کرتا ہے۔ نیز دیکھو تمہیدی نوٹ غزل ہذا۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ موسم بہار ہے اور سرو گل و لالہ کی باتیں ہو رہی ہیں اور اس گفتگو کے ساتھ ثلاثہ غسالہ کا دور بھی جاری ہے۔

(۲) ترجمہ۔ شراب سے کہ باغ کی نئی دلہن کا حسن حد کمال پر پہنچ گیا ہے۔ اسوقت کام و لالہ کی صنعت سے چلتا ہے نوعروس چمن سے مراد چمن بحالت نوبہار۔ خواجہ صاحب نے نوعروس چمن کے کام براری کیلئے دلالہ کی ضرورت بیان کی ہے۔ شراب کے بغیر بہار کا لطف اور حظ نصیب نہیں ہو سکتا۔

(۳) ترجمہ۔ ہندوستان کی تمام طوطیاں شکر خود ہو جائینگی۔ اس فارسی تند سے جو بنگال جا رہا ہے۔

یعنی جب یہ غزل بنگال پہنچے گی تو اسکی شیرینی فصاحت اور بلاغت سے ہندوستان کی سخن فہم محظوظ ہونگی۔

(۴) ترجمہ۔ سلوک شعر میں طی مسافت اور وقت کو دیکھو کہ یہ ایک رات کا لڑکا ایک سال کی راہ پر جا رہا ہے۔

طفل یک شبہ سے مراد غزل ہذا جو غالباً خواجہ صاحب نے ایک ہی رات میں لکھی ہوگی رہ یکسالہ سے مراد شیراز اور بنگال کی درمیانی مسافت جو ان دنوں ایکسال کا رستہ ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ شعر و شاعری کا مسلک بھی عجیب ہے کہ اتنی تھوڑی عمر کا لڑکا اتنی بڑی مسافت کو طے کرنے لگا ہے۔ یعنی کلام کی اشاعت دیکھو کہ یہ غزل جو صرف ایک رات کے فکر کا نتیجہ ہے کتنی دور جا رہی ہے۔ خواجہ صاحب کا کلام انکی اپنی زندگی میں ہی تھوڑے عرصہ کے اندر اندر چاروں طرف پھیل گیا تھا اور انکی غزلیں بڑی بڑی مسافتیں طے کر کے دور دور پہنچیں۔

(۵) ترجمہ۔ بادشاہ کی باغ کیطرف سے بادِ بہار چلتی ہی اور بارش (یا شبنم) کی قطروں سے لالہ کی پیالہ میں شراب گرتی ہی

ژالہ۔ لغوی تحقیق کے لئے دیکھو شعر ب ۱/۲

گل لالہ میں بارش یا شبنم کی قطرے لالہ کی سرخی کی وجہ سے سرخ معلوم ہوتی ہیں۔ گویا پیالہ میں شراب پڑی ہی مطلب یہ ہے کہ بادِ بہاری چل رہی ہی اور گل لالہ میں بارش کے قطرے اسطرح معلوم ہوتے ہیں جسطرح پیالہ میں شراب سلطان بنگالہ نے خواجہ صاحب کیطرف بطور انعام اور زادِ راہ وغیرہ کے لئے بہت سا روپیہ بھی بھیجا تھا۔ غالباً اس شعر میں اس انعام واکرام کا شکریہ بھی ہی۔ کیونکہ فرماتے ہیں کہ بادِ بہاری بادشاہ کی باغ کیطرف سے چلتی ہی

(۶) ترجمہ۔ اس جادوگر اور عابد فریب آنکھ کو دیکھ جسکے پیچھے پیچھے جادو کا قافلہ چلتا ہی۔

عابد فریب۔ عابدوں کو فریب دینے والی یعنی وہ آنکھ جو زاہدوں کو بھی فریفتہ کرلے۔

آنکھیں وہ فتنہ دوراں کہ گنہگار کریں	گال وہ مصحفِ رخشاں کہ ملک پیار کریں	(اکبر)

مطلب یہ ہی کہ اس عابد فریب جادوگر آنکھ کے ساتھ جادو کے قافلے چلتے ہیں یعنی از حد جادوگر ہے۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر د ۲/۵

قیاس کردم ازاں چشمِ جادوانہ مست ہزار ساحر چوں سامریش در گلہ بود

(۷) ترجمہ۔ پسینہ میں تر وہ ہلتا ہی اور چنبیلی کے رخسار پر اسکے چہرہ کی (رشک و) شرم کی شبنم کا پسینہ آتا ہے

ژالہ لغوی تحقیق کے لئے دیکھو شعر ب ۱/۲

مطلب یہ ہی کہ عارضِ سمن پر جو شبنم کے قطرے پڑے ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہی کہ میرے معشوق کے عارض پر پسینہ کے قطرے دیکھکر بوجہ رشک اور شرم کے چنبیلی کو پسینہ آگیا ہی۔ گویا عارض معشوق پر پسینہ کے قطرے عارضِ سمن پر شبنم کے قطروں سے زیادہ خوشنما ہیں۔

ژالہ بر لالہ فرود آمدہ ہنگام سحر	سعدی	راست چوں عارضِ گلگون عرق کردہ یار	

(۸) ترجمہ۔ دنیا کی عشوہ گری سے بیفکر نہ ہو کہ یہ بڑھیا۔ مکر کرتی ہوئی بیٹھتی ہی اور حیلہ کرتی ہوئی چلتی ہی۔

محتالہ۔ زن حیلہ گر۔ مکار عورت۔

مطلب یہ ہی کہ عجوزہ دنیا چلتے بیٹھتے حیلہ گری اور مکاری کرتی ہی۔ اسکے فریبوں سے بچنا چاہئے۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر ت ۱/۲

نہ سمجھا دیا اور بیوقوفی سے۔ سوئی کو چھوڑ دیا اور گوسالہ کے پیچھے گیا۔

سامری - موسیٰ - اور گوسالہ کے لئے دیکھو شعر د ۲۴ / ۵ -

(۱۰) ترجمہ - اے حافظ سلطان غیاث الدین کی مجلس کے شوق میں - چپ نہ ہو - کیونکہ تیری کام براری نالہ سے ہوتی ہے - یعنی اے حافظ سلطان کی مجلس میں پہنچنے کے شوق میں نالہ وزاری کئے جا - خاموش نہ ہو - اسی نالہ وزاری سے تیرا مقصد حاصل ہوگا - خواجہ صاحب شیراز چھوڑ کر منگالہ تک جا تو نہ سکے - مگر دربار سلطان میں باریاب ہونے کے شوق کا اظہار کر دیا

غزل (۸۸)

سرو چمان من چرا میل چمن نمیکند	۱	ہمدم گل نمیشود یاد سمن نمیکند
تا دل ہر زہ گرد من رفت بچین زلف او	۲	زاں سفر دراز خود یاد وطن نمیکند
پیش کمان ابروئیت لابہ ہمیکنم ولے	۳	گوشہ گشادہ است ازاں کج کمش بمن نمیکند
چوں ز نسیم میشود زلف بنفشہ پر شکن	۴	وہ کہ دلم چہ یاد آں عہد شکن نمیکند
با ہمہ عطر دامنت آید دم از صبا عجب	۵	گر گذرد تو خاک را مشک ختن نمیکند
ساقی سیم ساق من گر ہمہ زہر میدہد	۶	کیست کہ تن چو جام می جملہ دہن نمیکند
دل بامید وصل تو ہمدم جان نمیشود	۷	جاں بہوائے کوی تو فکر چمن نمیکند
دی گلہ زطرہ اش کردم و از سر فسوس	۸	گفت کہ ایں سیاہ کج کوش بمن نمیکند
دست جفا مکن آب رخم کہ فیض ابر	۹	بمید سر شک من در عدن نمیکند
نخلہ مسای شد صبا دامن پاکت از چہ رو	۱۰	خاک نفشتہ را زرا مشک ختن نمیکند

(۱۱) گشتہ غنچہ تو شد حافظ ناشنیدہ پند — تیغ سزاست ہر کرا در سخن نمیکند (۱۱)

(۱) ترجمہ - میرا سرو خراماں چمن کیطرف رغبت کیوں نہیں کرتا پھول کا ہمدم نہیں ہوتا سمن کی یاد نہیں کرتا -

سروِ خراماں ۔ معشوق ہی قد ۔ قامتِ معشوق کو سرو سے تشبیہ دیتے ہیں ۔ لیکن چونکہ سرو پابند ہوتا ہے چل نہیں سکتا ۔ اس تمیز کیلئے معشوق کو سروِ خراماں کہتے ہیں ۔ چمن اور خراماں کی رعایت ظاہر ۔ ایک ہی مصدر سے مشتق ہیں مطلب یہ ہے کہ موسم بہار ہے ۔ میرا معشوق باغ کی سیر کو کیوں نہیں نکلتا ۔

(۲) ترجمہ ۔ جب سے میرا آوارہ گرد دل اسکی زلف کے خم میں گیا ہے ۔ اپنے اس لمبے سفر سے وطن کی یاد نہیں کرتا ۔ سفر دراز زلفِ دراز کی رعایت سے آیا ہے ۔ اسی مضمون کیلئے دیکھو شعر ۲۰۲ ۔

(۳) ترجمہ ۔ تیری کمانِ ابرو کے سامنے عجز و نیاز کرتا ہوں لیکن اس نے کنارہ کشی کی ہوئی ہے اس لئے میری بات نہیں سنتی

لابہ ۔ تملق ۔ چاپلوسی ۔ خوشامد ۔ مجازاً بمعنے فریب و عجز و اخلاص

مطلب یہ ہے کہ تیرے ابرو کی کمان کے سامنے ہر چند تملق و چاپلوسی کرتا ہوں ۔ مگر وہ تیر اندازی سے باز نہیں آتی ۔ گوشۂ ابرو اور گوشۂ کمان کی لحاظ سے گوشہ کشیدہ اور گوش کی رعایت ظاہر ۔

(۴) ترجمہ ۔ جب نسیم بنفشہ کی زلف پر شکن ہوتی ہے ۔ تو میرا دل اس وعدہ شکن کی کیا کیا یاد نہیں کرتا ۔

یعنی نسیم جب بنفشہ کی زلف کو پریشان کرتی ہے ۔ تو مجھے وہ عہد شکن معشوق بہت یاد آتا ہے ۔ اور اسکی زلف پریشاں کی یاد میں دل پریشان ہوتا ہے ۔ لفظ وہ برائے زینت کلام اور تائید معنی کثرت کیلئے آیا ہے ۔ شکن اور شکن میں صنعت تجنیس ہے ۔

(۵) ترجمہ ۔ مجھے بادِ صبا سے تعجب آتا ہے اگر باوجود تیرے دامن کے اس تمام عطر کے وہ تیری گذر سے خاک کو مشک ختن نہ کرے

مطلب یہ ہے کہ تیرے دامن میں اسقدر خوشبو ہے کہ اگر تو ایکدفعہ کسی راستے سے گذر جائے تو تمام زمین مشک ختن بن جائے ۔ بااین ہمہ اگر ایسا نہ ہو تو مجھے بادِ صبا پر تعجب ہوگا ۔ کیونکہ بادِ صبا ہی خوشبو کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجاتی ہے

(۶) ترجمہ ۔ اگر میرا سیم ساق ساقی تمام کی تمام زہر بھی دے تو کون ہے جو پیالہ کیطرح اپنی تمام جسم کو منہ نہ بنا دے ۔

سیم ساق ۔ (ساق بمعنی پنڈلی) چاندی کیطرح سفید اور صاف پنڈلی والا سیمین بدن ۔

مطلب یہ ہے ۔ کہ اگر میرا سیمین بدن معشوق بجائے شراب کے تمام تر زہر بھی دے تو بھی لوگ پیالہ کیطرح ہمہ تن دہن بنکر اسکو پی لینگے ۔ ظاہر ہے ۔ کہ پیالہ کا تمام جسم منہ ہی منہ ہوتا ہے قلبی یوانوں میں بجائے لفظ زہر کے لفظ درد ہے ۔ ساقی اور ساق میں صنعت تجنیس ہے تسلیم و رضا کی تعلیم ہے ۔ یعنی خدا کیطرف سے جو آئے اس پر شاکر رہنا چاہیے

بخور ہر چہ آید ز دست حبیب	نہ بیار دنا ترا ست مازطبیب

(۷) ترجمہ ۔ دل تیرے وصل کی امید میں جان کا ہمدم نہیں ہوتا اور جان تیری کوچہ کی آرزو میں باغ کا فکر نہیں کرتی ۔

مطلب یہ ہے کہ میرا دل تیرے وصال کی امید میں جان کو تنہا چھوڑ کر تیرے پاس چلا گیا ہے اور وہاں سے واپس نہیں ہوتا اور میری جان باغ کے سیر سے مستغنی ہے کیونکہ اسکے لئے تیرا کوچہ ہی باغ ہے اور وہ اسی باغ کی آرزو میں رہتی ہے۔

(۸) ترجمہ۔ میں کل اسکی طرہ کی شکایت کر رہا تھا کہ اس نے افسوس کیا کہا کہ یہ سیاہ کج میری طرف کان نہیں دھرتا

سیاہ کج۔ زلف کو بوجہ سیاہی اور پیچ در پیچ ہونے کے سیاہ کج کہا ہے۔ یعنی نافرمان جنسی

مطلب یہ ہے کہ جب میں نے اسکی طرہ کی تطاول کی شکایت کی تو جواب دیا کہ افسوس ہے کہ وہ ہماری بات بھی نہیں مانتا اور نہ اسے سمجھاتے۔

(۹) ترجمہ۔ تیرے رخسار کے پانی کو ستم کا دست کش نہ بنا کیونکہ بادل کا فیض بھی میرے آنسوؤں کی مدد کے بغیر عدن کا موتی نہیں بنا سکتا۔

دست کش۔ یا دست خوش۔ وہ چیز جو ہاتھ کی مائش سے فرسودہ ہو گئی ہو۔ مضمحل عاجز۔ زبون۔ زیر دست مغلوب۔ **آب رخ**۔ آنسو۔ سرشک (یا بمعنے آبرو) **دُرِ عدن**۔ عدن کا موتی۔ مطلق بمعنی موتی پہلے زمانہ کے لوگوں کا خیال تھا کہ بارش کا قطرہ جب سیپ میں گرتا ہے تو سیپ کا منہ بند ہو جاتا ہے اور وہ قطرہ دست قدرت کی صناعی سے کچھ مدت کے بعد موتی بن جاتا ہے۔ چنانچہ کہا گیا ہے۔

اے صدف تشنہ مبیر سوئے نیساں منگر	بہر یک قطرہ آبے شکمت چاک کنند

خواجہ فرماتے ہیں کہ میرے آنسوؤں کو دست کش ستم نہ کر یعنی ذلیل نہ کر۔ کیونکہ میرے آنسو موتی ہیں قیمتی چیز ہیں۔ ابر نیساں انہی کی برکت سے دُر عدن پیدا کرتا ہے۔

(۱۰) ترجمہ۔ بادِ صبا نافہ سائی کر رہی ہے تیرا پاک دامن کس لئے بنفشہ زار کی خاک کو مشک ختن نہیں کرتا۔

نافہ۔ چند خوشبوؤں کا مرکب ہے۔ دماغ کی تقویت کیواسطے سونگھتے ہیں **بنفشہ زار**۔ وہ کھیت جس میں بنفشہ ہو۔ باغ کا وہ حصہ جہاں بنفشہ پیدا ہو۔

مطلب یہ ہے کہ بادِ صبا نافہ کی خوشبو پھیلا رہی ہے۔ یعنی موسم بہار ہے اور پھولوں کی خوشبو سے باغ مہک گیا ہے تیرا دامن پاک بنفشہ زار کو کیوں آکر معطر نہیں کرتا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ موسم بہار ہے۔ ہوا معطر ہے تو بھی باغ میں جلوہ پیرا ہو اور بنفشہ زار کو اپنی خوشبو سے مشک ختن بنا دے۔

(۱۱) ترجمہ۔ حافظ جس نے نصیحت نہ سنی تیرے غمزہ کا مقتول ہوا۔ جو شخص بات نہ سمجھے اسکی سزا تلوار ہے (وہ تلوار کے لائق ہے)۔

یعنی حافظ عشق کی مشکلات کو جانتا تھا۔ اور اسکو نصیحت بھی کی گئی تھی۔ کہ یہ رستہ پرخطر ہے۔ مگر اس نے ایک نہ مانی۔ آخر نتیجہ دیکھ لیا۔ کہ تیری تیغ ادا کا کشتہ ہوا۔

غزل (۸۹)

سمن بویان غبار دل چو بنشینند بنشانند	۱	پریرویان قرار دل چو بستیزند بستانند
بفتراک بلا جانہا چو بربندند بربندند	۲	ز زلف عنبرین دلہا چو بفشانند بفشانند
ز چشم کعل رمانی چو می بارند میخندند	۳	ز رویم راز پنہانی چو می بینند میخوانند
بصد یک نفس باما چو بنشینند برخیزند	۴	نہال شوق در خاطر چو بنشینند بنشانند
چو شعور از سر آزادگان بردارند بردارند	۵	کہ با این در دگر در بند در مانند درمانند
ز رشک گوشہ گیران را چو دریابند دریابند	۶	رخ از مہر سخن خیزان نگردانند گردانند

(۶)	بدین حضرت چو مشتاقان نیاز آرند نازارند	(۷)
	بدین درگاہ حافظ را چو میرانند میخوانند	

اس غزل میں خواجہ صاحب نے قافیہ کے متصل ہر ایک شعر میں ایک ایسا لفظ رکھا ہے جو قافیہ کے ساتھ یا تو صنعت تجنیس پیدا کرتا ہے یا لفظی اور گاہ بگاہ معنوی مقابلہ کی صورت میں واقع ہوتا ہے۔ مگر خواجہ صاحب کے کلام کا خاصہ ہے کہ ان صنائع لفظی و معنوی کے قیود اور تصنعات میں پڑکر مضامین اور خیالات کی برجستگی اور آمد کا لطف کم نہیں ہوتا۔ خواجہ صاحب کی رنگ آمیزی قدرتی رنگ آمیزی نظر آتی ہے اور قدرتی خوبصورتی مصنوعی خال خط میں پوشیدہ نہیں ہو جاتی۔

(۱) ترجمہ۔ سمن کی خوشبو والے جب بیٹھتے ہیں تو دل کے غبار کو اٹھا دیتے ہیں۔ پریرو جب لڑتے ہیں تو دل کا قرار لے جاتے ہیں۔ یعنی محبتوں کی صحبت سے دل کا غبار اور انکی ناراضی ہونے سے دل کا قرار دور ہو جاتا ہے۔

پہلے مصرعہ کے لفظ دوسرے مصرعہ کے الفاظ سے بالترتیب مقابل واقع ہوئے ہیں مثلاً سمن بویان۔ پریرویان اور غبار دل۔ قرار دل۔ الخ

(۲) ترجمہ۔ جب بلا کافر اکا باندھتی ہیں تو اسکے ساتھ جانیں باندھتی ہیں اور جب لفِ عنبریں کو جھاڑتی ہیں تو اس میں سے دل جھاڑتی ہیں۔

فتراک اس تسمہ کا بندہ چمڑے کے تسمے جو زین کے دائیں بائیں شکار یا ضروری سامان باندھنے کیلئے لگے ہوتے ہیں الفاظ کی ترکیب قدرے پیچیدہ ہے۔ نثر میں عبارت اسطرح ہوگی حسینان چو فتراک بلا بربندند جانہا بر بندند وچوں زلف عنبرین بیفشانند دلہا بفشانند۔

مطلب یہ ہے کہ معشوق مصیبت کے فتراک سے عاشقوں کی جانیں باندھتی ہیں اور انکی زلفوں میں اسقدر دل گرفتار ہوتے ہیں کہ زلف جھاڑنے سے دل جھڑ جھڑ کر گر پڑتے ہیں

کیا عہد تھا اس بت سفاک سے ہائے		سر کاٹ کے عاشق کا جو فتراک سے باندھے	
تو مجھ کو بھول گیا ہو تو پتا بتلا دوں		کبھی فتراک میں تیرے کوئی نخچیر بھی تھا	

(۳) ترجمہ۔ میری آنکھوں سے جب لعل فانی برستے ہیں تو وہ ہنستے ہیں میرے چہرہ پر جب پوشیدہ راز دیکھتے ہیں تو اسی پر ہنستے ہیں

لعل فانی سرخ لعل رمان یعنی انار مراد سرخ آنسو لہو کے آنسو۔

مطلب یہ ہے کہ جب میں لہو کے آنسو روتا ہوں تو وہ ہنستے ہیں۔

ما ز گریہ چوں نمک بگداختیم		تو بخندہ شکر افشانی ہنوز	

اور جب میرے چہرہ پر عشق کے نہانی اسرار دیکھتے ہیں تو ان اسرار کا مطالعہ کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں بعض شارحین نے میخانند سے مراد "مجھے بلاتے ہیں" لی ہے۔

(۴) ترجمہ۔ تمام عمر میں اگر ایک گھڑی بھی تیرے ساتھ بیٹھتے ہیں تو ہاتھ کھڑے ہوتے ہیں اور جب بیٹھتے ہیں تو شوق کا درخت ہمارے دل میں لگا دیتے ہیں۔

یعنے معشوق جب ہمارے پاس بیٹھتے ہیں تو ہمارے دل میں شوق پیدا کر دیتے ہیں لیکن تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد پھر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں

صحبت یار آخر شد		رونق گل سپر آمد و بہار آخر شد	

(۵) ترجمہ۔ منصور کیطرح مراد سے وہی لوگ پھل اٹھاتے ہیں جو سولی پر چڑھتے ہیں۔ کیونکہ اگر ایسی درد کی باوجود بھی علاج کے درپے ہوں تو (ہم) دوا نہیں کرتے ہیں۔

منصور ایک فقیر کا نام ہے جسکا ذکر تذکرہ میں سولی دی گئی تھی۔ انکا نام حسین تھا منصور انکے باپ کا نام تھا حسین بن منصور کی بجائے لوگ منصور ہی کہنے لگے۔ حلاج انکا لقب ہے۔ قصہ یہ ہے کہ ایک روز انکے حلق

یعنے دھنیے کی دکان پر بیٹھے تھے۔ اس سے کسی کام کو کہا اسنے انکار کیا کہ میں اپنے کام میں مشغول ہوں۔ انہوں نے فرمایا جا میں تیرا کام کردونگا وہ چلا گیا اور جب تھوڑی دیر کے بعد آیا تو دیکھا کہ دکان کی تمام روئی دھنی ہوئی ہے۔

بردارند۔ یعنی برداشتہ اند۔ سولی پر ہیں۔ بردارند یعنی برمیخورند فائدہ حاصل کرتے ہیں پھل اٹھاتے ہیں۔ برخوردار ہوتے ہیں۔ درمانند۔ یعنی درمان ہستند۔ دربند درمانند یعنی دربند درماں ہستند۔ علاج کے درپے ہیں۔ درمانند۔ از مصدر درماندن۔ رہ جاتے ہیں۔ عاجز رہ جاتے ہیں۔ محروم رہجاتے ہیں۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ بازی عشق میں صرف وہی لوگ کامیاب ہوسکتے ہیں۔ جو منصور کیطرح جان قربان کردیتے ہیں کیونکہ درد عشق کا علاج سوائے موت کے کوئی نہیں۔ یہ ایسا درد ہے جسکی دوا نہیں کرنی چاہیئے۔ جو عاشق درد عشق کی دوا کرتے ہیں وہ گویا خود کو عشق کے فیض سے محروم کرتے ہیں۔

لذت زخم خدنگ تو نداند ہر گز	ہر کہ در سینہ اش اندیشہ مرہم گزرد (جامی)

(۶) ترجمہ۔ گوشہ گیروں کے آنسو کو اگر پاتے ہیں تو موتی حاصل کرتے ہیں سحر خیزوں کی محبت سے منہ نہ پھیریں اگر جانیں۔

گردانند۔ یعنی اگر دانند۔ مطلب یہ ہے کہ عاشقوں کے آنسو کیقدر کرنے سے معشوقوں کو موتی حاصل ہوتے ہیں۔ آنسو کو قطرہ اور موتی کی مشابہت ظاہر ہے کیونکہ موتی بھی قدیم عقیدہ کے مطابق پانی کے قطرے سے بنتے تھے نیز موتی صدف میں پیدا ہوتا ہے اور آنسو آنکھ میں۔ آنکھ اور صدف کی مشابہت صوری ظاہر ہے موتی بھی گوشہ گیر ہوتا ہے اس لئے سرشک گوشہ گیر کی رعایت بھی ظاہر ہے حاصل کلام یہ ہے کہ اگر معشوق عاشقوں کے آنسوؤں کے قطروں کی قدر کرینگے تو موتی حاصل کرینگے یعنے فائدہ اٹھائینگے اور اگر معشوقوں کو عاشق نوازی کے فوائد معلوم ہوں تو پھر وہ انکی محبت سے منہ نہ پھیریں۔

(۷) ترجمہ۔ اس درگاہ میں مشتاق جب نیاز لاتے ہیں تو وہ (یعنے معشوق) ناز لاتے ہیں حافظ کو جب اس درگاہ سے نکالتے ہیں۔ تو پھر بلا لیتے ہیں۔

نازارند۔ ناز آرند۔ ناز لاتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ عاشقوں کی نیاز کے مقابلہ میں معشوق ناز کرتے ہیں۔ عاشق کو کبھی درگاہ سے نکالتے ہیں اور کبھی واپس بلاتے ہیں۔ نازارند کو اگر بمعنے نیازارند یعنی آزار نمے دہند پڑھا جائے تو پہلا مصرعہ کا یہ مطلب ہوگا کہ عاشق جب معشوقوں کی درگاہ میں نیاز لاتے ہیں۔ تو آزار نہیں دیتے۔

غزل ۹۰

سحرم دولت بیدار ببالین آمد	۱	گفت برخیز کہ آن خسرو شیریں آمد
قدحی درکش و سرخوش بتماشا بخرام	۲	تا ببینی کہ نگارت بچہ آئین آمد
مژدہ گانی بدہ ای خلوتی نافہ کشای	۳	کز صبا بوی ختن آہو مشکین آمد
گریہ آبی برخ سوختگان باز آورد	۴	نالہ فریاد رس عاشق مسکین آمد
مرغ دل باز ہوادار کمان ابروئیست	۵	کہ کمین صید گہش جان و دل و دین آمد
در ہوا چند معلق زنی و جلوہ کنے	۶	ای کبوتر نگران باش کہ شاہین آمد
ساقیا می بدہ و غم مخور از دشمن و دوست	۷	کہ بکام دل ما آن بد و ایمن آمد
شادی یار بپیچہ بدہ بادہ ناب	۸	کہ می لعل دوای دل غمگین آمد
رسم بد عہدی ایام چو دید ابر بہار	۹	گریہ اش بر سمن و سنبل و نسرین آمد

(۱۰) چوں صبا گفتہ حافظ بشنید از بلبل — عندلیبان تماشاے یاحیں آمد (۱۰)

اس غزل میں مضمون مسلسل ہے یہ شرح صدر کی کیفیت کا بیان ہے۔ دیکھو تمہیدی نوٹ غزل (۵۳) ردیف ہذا۔ خواجہ صاحب سحر خیز تھے اور دعائے سحری کے فوائد سے پورے آگاہ۔ آپ کو مشاہدۂ تجلیات محبوب حقیقی کی خوشخبری یوقت سحر ملتی ہے۔

بباغ قدس ہر دم گلے دگر شگفد	ازاں نفس کہ برآید ز دل سحر گاہے

خواجہ صاحب کو معشوق کی آمد کی خوشخبری سنائی گئی اور یہ تمام تفصیلی خواجہ صاحب نے اسی خوشی میں سحر کے خواب ناظر میں اپنے مذاق کے مطابق اس معشوق کو محبوب حقیقی سمجھیں یا معشوق مجازی۔

(۱) ترجمہ۔ (آج) سحر کے وقت بخت بیدار میرے سرہانے آیا۔ اور کہا کہ اٹھ کیونکہ وہ خسرو شیریں آگیا ہے

خسرو۔ بالضم یا بکسر اول سیاوش بن کیکاؤس کے لڑکے کا نام۔ پرویز بن ہرمز بن نوشیروان کا نام ہے

شیریں پر عاشق تھا۔ بعض محققین لکھتے ہیں کہ خسرو یعنے خوش رو (یا خوب رو) کا معرب ہے۔ یہ لفظ مجازاً ہر بادشاہ کے نام کے لئے استعمال ہوتا ہے معشوق کو بھی کہتے ہیں۔ خسرو شیریں یعنی شیریں معشوق۔ خسرو اور شیریں کی رعایت ظاہر

(۲) ترجمہ۔ ایک پیالہ پی اور سرخوش ہو کر نظارہ کے لئے جا۔ تاکہ تو دیکھے کہ تیرا معشوق کس آئین و انداز سے آیا ہے۔

سرخوش ۔ تحقیق لغوی کے لئے دیکھو صفحہ ۲۳

(۳) ترجمہ۔ اے نافہ کشا خلوتی اس خوشخبری کا انعام دے۔ کیونکہ صحرائے ختن سے آہو مشکیں آیا ہے۔

مژدگانی ۔ مژدہ کا انعام خوشخبری دینے والے کو جو انعام دیا جاوے۔

صحرائے ختن ناوہ والے ہرنوں کے لئے مشہور ہے مطلب یہ ہے کہ معشوق اپنے دیار سے تشریف فرما ہوا ہے۔ اس خوشخبری کا انعام دے۔ عاشق کو خلوتی نافہ کشا اس لئے کہا ہے کہ عاشق خلوت نشین ہوتے ہیں اور معشوق کی یاد اور پرستش کی خوشبو سے مشام جان کو معنبر کرتے رہتے ہیں۔

(۴) ترجمہ۔ رونا سوختہ جانوں کے چہرہ پر پھر آب آیا۔ نالۂ مسکین عاشق کا فریاد رس ہوا۔

یعنے سوختگان عشق کے چہرہ کو گریہ وزاری سے پھر آب و تاب حاصل ہوئی اور مسکین عاشق کی نالے اس کے فریاد رس ہوئے۔ گریہ۔ آب اور سوختگاں کی رعایت ظاہر۔ خواجہ صاحب نے عشق میں گریہ زاری کے فوائد بیان کئے ہیں۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر الف ۴

(۵) ترجمہ۔ مرغ دل پھر اس کمان ابرو کا مشتاق ہوا ہے۔ کہ اسکی گوشہ صید گاہ جان۔ دل اور دین ہیں۔

ہوا ۔ یعنے (۱) اشتیاق (۲) جوف جو آسمان و زمین کے درمیان ہے (۳) باد ساکن۔ **کمین** (۱) گھات (۲) کمینہ۔ کمتریں۔

معشوق کو کمان ابرو سے تشبیہ دی ہے۔ مرغ دل کو صید کہا ہے اور جان و دل و دین کو اس کی کمترین صید گاہ بیان کیا ہے مطلب یہ ہے کہ دل اب پھر اس معشوق کا مشتاق ہے جس پر جان و دل اور دین قربان کرنا ایک بہت معمولی اور کمترین بات ہے۔ مرغ۔ ہوا۔ کمان اور صید گاہ کی رعایت ظاہر۔ کمان اور کمیں میں صنعت ایہام اور صنعت تجنیس ہے۔

(۶) ترجمہ۔ ہوا میں کبوتر قلابازیاں کھا رہے ہیں اور جلوہ نمائی کر رہے ہیں کہ شاہین آیا۔

معلق زدن ۔ قلابازی کھانا۔ بازی کرنا۔ لوٹن کبوتروں کا ہوا میں لوٹنیاں کھانا۔ **شاہین** ایک

مشہور شکاری پرندے کا نام ہے۔

یہ شعر ہر ایک غافل کی تنبیہ کے لئے ہے۔ دنیا کے زر و مال اور چند روزہ عیش و عشرت پر نازاں نہیں ہونا چاہئے۔ انقلابات دہر سے ڈرنا چاہئے۔ موت سر پر کھڑی ہے۔

(۷) ترجمہ۔ ساقی شراب دے اور دشمن دوست کو غم نہ کھا کیونکہ ہمارا دل کی مراد مطابق ہو گیا اور یہ آیا ہے آں ہے مراد دشمن اور ایں کے مراد دوست یعنی دشمن گیا اور دوست آیا ہے۔ دشمن و دوست اور آں و ایں میں لف و نشر مرتب ہے۔

(۸) ترجمہ۔ پری رو معشوق کی خوشی کا صدقہ خالص شراب دے کیونکہ سرخ شراب غمگین دل کی دوا ہے۔

شادی یار۔ اصل میں بشادی یار ہے۔ ب محذوف ہے۔ یعنی ہم غمگین ہیں۔ معشوق خوش ہے معشوق کی خوشی کے صدقے ایک پیالہ ہمکو بھی دے۔ کہ ہمارا دل بھی خوش ہو جائے۔

(۹) ترجمہ۔ زمانہ کی بیوفائی کی رسم جب بہار نے دیکھی۔ تو اسکو سمن سنبل اور نسرین پر رونا آیا۔ باغ میں کبھی بہار ہے کبھی خزاں۔ چمن کبھی سرسبز ہے کبھی ویران زمانہ کی اس بدعہدی اور بیوفائی کو دیکھ کر گویا موسم بہار کا بادل باغ پر رو تا ہے آج کیا حالت ہے۔ کل کیا ہوگی۔

(۱۰) ترجمہ۔ جب بادِ صبا بلبل ہے حافظ کا کلام سنا عنبر افشانی کرتی ہوئی ریاحین کی تماشہ کو آئی۔

ریاحین۔ جمع ریحاں۔ ناز بو۔ سبزہ زار۔ گلستاں۔ باغات۔

شاعرانہ فخریہ شعر ہے مطلب یہ ہے کہ باغ میں بلبلیں بھی حافظ کی غزلیں گاتی ہیں اور بادِ صبا ان غزلوں کو سنکر باغ میں آتی ہے اور عنبر افشانی کرتی ہے۔

غزل (۹۱)

ستارہ بدر خشید و ماہ مجلس شد	۱	دل رمیدہ ما را انیس و مونس شد
نگار من کہ بمکتب نرفت و خط ننوشت	۲	بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد
طرب سرائے محبت کنوں شود معمور	۳	کہ طاق ابرو یار منش مہندس شد
ببوئے و دل بیمار عاشقاں چو صبا	۴	فدای عارض نسریں و چشم نرگس شد

بصدر مصطبه ام می نشاند اکنوں یار	۵	گدای شهر نگه کن که میر مجلس شد
لبا ز ترشح می پاک کن برای خدا	۶	که خاطرم بهزاران گنه موسوس شد
گر شمه تو شراب بعاشقاں پیمود	۷	که علم بخبر افتاد و عقل بیخبر شد
خیال آب خضر بست و جام کیخسرو	۸	بجرعه نوشی سلطان ابوالفوارس شد
چو زر عزیز جهاں ست شعر من آری	۹	قبول دلتیاں کیمیای هر مس شد

(۱۰) زراه میکده یاران عنان بگردانید — چرا که حافظ ازیں راه رفت و مفلس شد (۱۰)

(۱) ترجمہ - ایک ستارہ چمکا اور مجلس کا چاند بن گیا - ہمارے بھاگے ہوئے دل کا انیس اور رفیق ہوا -

یہ شعر نعت ہے - حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں ایک ستارہ کیطرح آئے اور چاند کیطرح چمکے بیکسی اور یتیمی کا زمانہ گذارا - اسوقت بھی آپ کی راست بازی اور صداقت کا ستارہ چمکتا تھا نبوت ملی اور دنیا کی انجمن میں چاند کیطرح نور ہدایت کا منبع بنے اور دنیا کو جو حقیقت کو چھوڑ کر گمراہ ہو چکی تھی پھر صراط مستقیم پر لے آئے خدا اور خدا کی توحید سے بھاگے ہوئے دلوں کو از سر نو توحید کی تعلیم دی -

(۲) ترجمہ - میرا معشوق جو کبھی مدرسہ میں نہ گیا اور خط نہ لکھا - غمزوں سے صدہا مدرسوں کا استاد بن گیا -

نگار سے مراد یہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں - آپ اُمی تھے - یعنے نوشت و خواند نہ جانتے تھے صرف غمزہ اور اشارہ و کنایہ سے دنیا کے استادوں کے استاد بن گئے - مسئلہ آموز مسئلہ سکھانے والا یعنی استاد آنحضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علوم اکتسابی نہ رکھتے تھے - انکو خدائے تعالےٰ نے علم لدنی بخشا جسکی برکت سے وہ تمام دنیا کے ہادی بنے - ظاہر ہے کہ علم اکتسابی علم لدنی کے مقابلہ میں کچھ چیز نہیں - اور جس شخص کو خدا تعالےٰ نے علم لدنی دیا ہو - وہ بہتر ہے کہ علوم اکتسابی سے بے بہرہ رہے - کیونکہ علوم اکتسابی ناقص ہیں اور انکا نتیجہ یقین نہیں بلکہ گمان اور وسوسہ ہوتا ہے - برخلاف اسکے علم لدنی کے معلومات یقینی لہذا جس شخص کو علم لدنی بدرجہ کمال حاصل ہو - اس کے سینہ میں علم اکتسابی کا ہونا مفید نہیں بلکہ مضر ہوتا ہے - اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امی ہونا بھی باقی انبیاء پر اُن کی فضیلت ظاہر کرتا ہے -

(۳) ترجمہ۔ محبت کا طرب سرا (یعنی دل) اب معمور ہوگا۔ کیونکہ میرے معشوق کی ابرو کا طاق اس کا مہندس بنا ہے۔

معمور۔ آباد۔ بھرا ہوا۔ پُر۔ (عمارت کردہ شدہ) مہندس۔ اندازہ کرنے والا۔ علم ہندسہ اور اشکال کا عالم۔ عمارتی کام کا ماہر۔ انجینیر۔

دل کو طرب سرائے محبت کہا ہے۔ کیونکہ دل ہی عشق کے اسرار اور محبت کے انوار کا مقام ہے۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ اب میرے دل کا مکان تعمیر ہو جائیگا۔ کیونکہ معشوق کی ابرو کا طاق اب اسکا معمار بنا ہے۔ یعنی دل کی بنا اب درست ہو جائیگی۔ کیونکہ ابروئے معشوق کے طاق کے اندازہ پر بن رہی ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ دل اب آباد ہو جائیگا۔ کیونکہ معشوق کی ابرو کا خیال ہر وقت دل میں رہتا ہے۔ سرا۔ معمور۔ طاق۔ مہندس میں صنعت مراعات النظیر۔

(۴) ترجمہ۔ اسکی بو کی امید میں عاشقوں کا بیمار دل باد صبا کیطرح نسرین کے عارض اور نرگس کی آنکھ پر قربان ہو گیا۔

یعنی باد صبا کیطرح عاشق جب نسرین و نرگس کو دیکھتے ہیں تو معشوق کے عارض و چشم یاد آتی ہیں اور عاشقوں کا دل معشوق کی خوشبو کی امید میں نسرین و نرگس پر قربان ہوتا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ معشوق اب میخانہ کے صدر پر مجھے بٹھاتا ہے۔ گدائی شہر کو (یعنے مجھے) دیکھ کہ میر مجلس ہو گیا

مصطبہ۔ میخانہ۔ شراب خانہ۔ مسطبہ۔ مصطبہ۔ مضطبہ بھی درست ہے۔

(۶) ترجمہ۔ خدا کے لئے لب کو شراب کے قطرے سے صاف کر۔ کیونکہ میرے دل میں ہزار گناہوں کے وسوسے پیدا ہو گئے ہیں یعنے تیرے لب پر شراب کے قطرے دیکھکر میرے دل میں کئی گناہوں کا خیال پیدا ہو گیا ہے۔ اور کئی آرزوئیں دل میں آگئی ہیں۔ برائے خدا لب صاف کر۔

آنکھیں وہ فتنہ دوراں کہ گنہگار کریں	گال وہ صبح درخشاں کہ ملک پیار کریں

(۷) ترجمہ۔ تیرے کرشمہ نے عاشقوں کو ایسی شراب پلائی۔ کہ علم بیخبر ہو گیا اور عقل عجیب ہو گئی۔

شراب علم اور عقل کے لئے دیکھو۔ شعر الف۔ معشوق کی کرشمہ اور غمزے عاشقوں کے لئے شراب کا کام کرتے ہیں۔

(۸) ترجمہ۔ آب حیات اور جام کیخسرو کا خیال باندھا۔ ایک ہی گھونٹ پیتے سے سلطان ابوالفوارس ہو گیا۔

یعنے عاشق کرشمۂ معشوق کی شراب کو آب حیات اور جام کو جام کیخسرو سمجھتے ہیں اور ایک گھونٹ پینے ہی بادشاہ بن جاتے ہیں۔

(۹) ترجمہ۔ سوز کیطرح میری نظم جہاں کو پیاری ہو۔ ہاں اے فلک تجھ میں یہ قابلیت کہاں کہ اس کے لئے کیمیا ہوگئی۔

یعنی میرے شعر اگرچہ بمنزلہ مس کے تھے۔ مگر اہل قدر کی قدردانی سے سوز کیطرح عزیز ہو گئے۔

(۱۰) ترجمہ۔ شراب خانہ کی راہ سے اے دوست آ کر پیر لو۔ کیونکہ حافظ اسی رستہ سے گیا اور مفلس بن گیا۔

غزل (۹۲)

ساقی ار بادہ ازین دست بجام اندازد	۱	عارفاں را ہمہ در شرب مدام اندازد
ور چنیں زیر خم زلف نہد دانۂ خال	۲	ای بسا مرغ خرد را کہ بدام اندازد
آن زمان وقت می صبح فروغ ست کہ شب	۳	گرد خرگاہ افق پردۂ شام اندازد
روزدار کسب ہنر کوش کہ میخوردن روز	۴	دل چو آئینہ در زنگ ظلام اندازد
ای خوشا حالت آن مست کہ در پای حریف	۵	سر و دستار نداند کہ کدام اندازد
زاہد ار سبلہ گوشہ خور شید برآر	۶	بخت از قعر چہ بیرون ماہ تمام اندازد
زاہد خام طمع بر سر انکار بماند	۷	بخندد چو نظر بر مے جام اندازد

(۸) بادہ با مطرب شہر نتوشی حافظ (۸)

کہ خورد بادہ ات و سنگ بجام اندازد

(۱) ترجمہ۔ ساقی اگر شراب اس ہاتھ سے جام میں ڈالے۔ تو عارفوں کو شرب مدام میں مشغول کر دی۔

شرب مدام۔ یعنی ہمیشہ پیتے رہنا یا شرب مدام یعنی شراب پینا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر معشوق اپنے ہاتھ سے شراب دے تو عارف بھی پی لے۔

اپنے ہاتھ سے جو وہ بھر کے انہیں جام شراب	(اکبر)	شیخ صاحب کو ذرا عذر بھی والا نہ ہو

(۲) ترجمہ ۔ اگر اسی طرح زلف کو خم کے نیچے خال کا دانہ رکھو تو عقل کی بہت سی پرندوں کو جال میں پھنسا لیگا زلف کے خم کو دام اور خال کو دانہ سے تشبیہ دی ہے عقل کو مرغ کہا ہے ۔

خال تو دانہ دانہ و زلف تو دام دام		مرغیکہ دانہ چید گرفتار دام شد	

(۳) ترجمہ ۔ شراب صبح افروز کے پینے کا وقت وہ وقت ہے جب رات خیمہ افق کے گرد شام کا پردہ ڈالے

(۴) ترجمہ ۔ دن بھر کسب ہنر کی کوشش کرکے دن کو شراب پینا ۔ آئینہ جیسے دل کو تاریکی کی زنگ میں ڈال دیتا ہے

یہ دونوں شعر قطعہ بند ہیں ۔ مطلب یہ ہے کہ شراب پینے کا موزوں وقت شام کا وقت ہے ۔ کیونکہ دن کو شراب پینا آئینہ دل کو زنگ آلود کر دیتا ہے ۔ دن کسب ہنر کے لئے ہیں ۔ ناظر بیناپنے مذاق کے مطابق ان شعروں کی تعبیر کر لیں ۔ خواہ یہ سمجھیں کہ دن بھر کام کاج کے لئے ہے ۔ کسب معاش میں صرف کرنا چاہیئے ۔ یہ معاملات کا وقت ہے ۔ ترک دنیا کرکے دن بھر تسبیح و تحمید میں مشغول اور شراب عشق سے مست رہنا بھی ایک نقطہ خیال سے مضر ہے دن بھر دنیا کے معاملات اور ضروری عبادات میں صرف کرنا چاہیئے ۔ شراب عشق کی مستی کے لئے رات کا وقت موزوں ہے یا بصورت دیگر یہ خیال کریں کہ دن کسب معاش کے لئے ہے ۔ شراب رات کے وقت پینی چاہیئے صبح فروغ صفت مے ہے ۔ صبح کی روشنی والی یا صبح کو روشن کرنے والی ۔

(۵) ترجمہ ۔ اس مست کی حالت بہت اچھی ہے جو دوست کے پاؤں میں سر اور دستار میں فرق نہ جانے کہ کسے گرا ہے مستی میں سر کو دستار کا گرانا تو معمولی بات ہے ۔ خوش نصیب وہ مست ہے جسکی مستی اس درجہ کی ہو ۔ کہ سر اور دستار میں فرق نہ جانے اور نہ جانے کہ کس کا سر کو یا دستار کو ۔

(۶) ترجمہ ۔ زاہد سوچ کے گوشہ تک سر اٹھا ۔ اگر تیرا نصیب اس ماہ کامل پر تیرا قرعہ ڈالے ۔

ماہ تمام سے مراد معشوق ۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ایسا معشوق مل جائے تو زاہد کو خورشید کی رفعت نصیب ہو ۔ خورشید اور ماہ سر اور کلہ کی رعایت ظاہر ۔

(۷) ترجمہ ۔ خام طمع والا زاہد انکار پر ہی اڑا رہا ۔ اگر شراب جام پر نظر ڈالے تو پختہ ہو جائے ۔

یعنے زاہد شراب کا انکار ہی کرتا رہا ۔ اور شراب طہور کی طمع خام میں ہی رہا ۔ اگر وہ جام کی شراب پر نظر ڈالے تو پختہ ہو جائے ۔

ناتجربہ کار ہی ہو واعظ کی ہیں یہ باتیں		اس رنگ کو کیا جانے پوچھو تو کبھی پی ہے	(اکبر)

(۸) ترجمہ ۔ اے حافظ شہر کے محتسب کے ساتھ شراب نہ پینا ۔ کیونکہ وہ تیری شراب بھی پئے گا اور پیالہ پر پتھر بھی مارے گا

مطلب یہ ہے کہ محتسب شراب بھی پیتا ہے اور پیالہ کو بھی توڑتا ہے۔ محتسب اور زاہد کے شراب ایہود کا بیان ہے۔

غزل (۹۳)

سحر چوں خسرو خاور علم بر کوہساراں زد	۱	بدست مرحمت یارم درامیداراں زد	
چو پیش صبح روشن شد کہ حال مہر گردوں چیست	۲	برآمد خندہ خوش بر غرور کامگاراں زد	
نگارم دوش در مجلس بعزم رقص چوں برخاست	۳	گرہ بگشود از گیسو بر دلہای یاراں زد	
من از رنگ صلاح آن دم بخون دل بشستم دست	۴	کہ چشم اندہ پیمایش صلا بر ہوشیاراں زد	
کدام آہن دلش آموخت این آئین عیاری	۵	کزاو اچون نرگس آمد رہ شبنم بداراں زد	
خیال شہسواران بخت وشد ناگہ دل مسکیں	۶	خداوندا نگہدارش کہ بر قلب سواراں زد	
منش با خرقہ پشمیں کجا اندر کمند آرم	۷	زرہ موئی کہ مژگانش رہ خونخوارگاراں زد	
نظر بر قرعہ توفیق و میمن دولت شاہ است	۸	بدہ کام دل عاشق کہ فال سخت یاراں زد	
شہنشاہ مظفر فر شجاع ملک و دین منصور	۹	کہ جود بیدریغش خندہ بر ابر بہاراں زد	
ازاں ساعت کہ جام می بدست او مشرف شد	۱۰	زمانہ ساغر شادی بیاد میگساراں زد	
ز شمشیر آفشانش ظفر آن روز بد خورشید	۱۱	کہ چون خورشید انجم سوز تنہا بر ہزاراں زد	
تعالی اللہ ز ہی ذاتی کہ تا نیرنگ ہستی یافت	۱۲	صفائی ہر پاکش دم از پرہیزگاراں زد	
دوام ملک و عمر او بخواہ از لطف حق حافظ	(۱۳)		(۱۴)
کہ چرخ این سکہ دولت بنام شہسواراں زد			

(۱) ترجمہ۔ سحر کے وقت جب شاہ مشرق نے جھنڈا پہاڑوں پر گاڑا میرے یار نے مرحمت کے ہاتھ سے امیدواروں کا دروازہ کھٹکھٹایا۔

خسرو خاور۔ یعنی شاہ مشرق۔ مراد آفتاب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب آفتاب پہاڑوں پر جھنڈا گاڑا۔ یعنی جب آفتاب نکلا تو میرے یار نے امیدواروں کے دروازہ پر رحم کے ہاتھ سے دستک دی۔ یعنی تشریف فرما ہو کر اُن پر لطف

وکرم کیا۔ یا ان پر رحمت کے دروازے کھولدیئے۔ کئی بار لکھا جا چکا ہے۔ کہ صبح کا وقت دعا و اجابت کے وصل کا اور امیدواروں کی امیدیں بر آنے کا وقت ہے۔

(۲) ترجمہ۔ جب صبح پر روشن ہوا (جب صبح کو معلوم ہوا) کہ آسمان کی محبت کا کیا حال ہے تو باہر آئی (نکلی) اور کامگاروں کے غرور پر قہقہہ لگایا۔

طلوعِ آفتاب کی روشنی کو خندۂ صبح کہتے ہیں۔ خواجہ صاحب خندۂ صبح کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ جب صبح کو معلوم ہو جاتا ہے کہ گردونِ گرداں کی مہر و محبت ناپائدار اور بے ثبات ہے اور اسکے انقلابات سے کبھی دن اور کبھی رات ہے تو وہ پردۂ شب سے باہر نکلتی ہے اور دنیا کے کامگار لوگوں پر ہنستی ہے کہ یہ بیوقوف اپنی کامگاری پر مغرور ہیں۔ نہیں معلوم نہیں کہ یہ کامگاری چند روزہ ہے جسطرح صبح مغرور انسان کے غرور پر ہر روز ہنستی ہے اسی طرح شام اس نادان انسان کی ناثباتی پر ہر روز روتی ہے۔ صبح و شام دورِ گردوں کے انقلابات کی دو تین نشانیاں ہیں فاعتبروا یا اولی الابصار۔ صبح روشن اور مہر و گردوں کی رعایت ظاہر۔

(۳) ترجمہ۔ میرا معشوق کل مجلس میں رقص کے ارادہ سے جب اٹھ کر کھڑا ہوا تو اس نے رقص گرد کھولی اور یاروں کے دلوں پر گرد لگادی۔

وہی گرد جو اپنے گیسو کی کھولی مشتاقوں کے دل پہ لگادی یعنی معشوق کے بال پریشان دیکھکر عاشقوں کے دل پر گرد پڑ گئی

(۴) ترجمہ۔ میں اسی وقت رنگِ صلاح کو خونِ دل کے ساتھ ہاتھ دھو دیئے جب اسکی بادہ پیما آنکھ نے ہوشیاروں پر آواز دی لگایا۔

یعنی جس وقت اسکی مست آنکھ نے پکار کر کہا کہ جسکو ہوشیاری اور عقلمندی کا دعوے ہے سامنے آئے میں نے اسی وقت پرہیزگاری سے ہاتھ دھو دیئے۔ دست شستن از چیزے۔ کسی چیز سے مایوس ہونا۔ رنگِ صلاح سے خونِ دل کے ساتھ ہاتھ دھو دیئے۔ یعنی صلاح و تقوی سے ایسا مایوس ہوا کہ دل خون ہو گیا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ تیری مست آنکھ کے سامنے مستوری کا دعوی فضول ہے اور تیرے عشق میں نبدہ تقوی کا خیال خیالِ خام ہے

حریف جوششِ دریا نہیں خود دارِ ساحل	جہاں ساقی ہو تو دعوی ہر طحل ہوشیاری کا

صلاح سے مراد صلاح "الست بربکم" بھی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ عشق کی ابتدا روزِ ازل سے ہوئی

(۵) ترجمہ۔ کسرا آہن دل نے اسکو عیاری کا یہ طریقہ سکھایا ہے کہ اول ہی جب باہر نکلا شب زندہ داروں کو لوٹا

یعنی میرے معشوق نے رہزنی کا یہ طریقہ کہاں سے سیکھا ہے کہ سب سے پہلے عابدانِ شب بیدار اور سحر خیز کے دلوں کو

غارت کرتا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ میرے مسکین دل نے شہسواروں کا خیال پکایا اور یکایک (ان کے پیچھے) چلا گیا۔ خداوندا! اسے محفوظ رکھ کہ سواروں کے قلب پر حملہ کیا ہے۔

معشوق کو شہسوار کہا ہے اور اپنے دل کو ایک مسکین پیادہ سے تشبیہ دی ہے عشق اختیار کرنا ایسا ہی مشکل اور خطرناک کام ہے جیسا کہ ایک پیادہ کا سواروں پر حملہ کرنا۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میرے دل میں عشق کا خیال پیدا ہوا اور عاشق ہو گیا ہے خدا اسے اس تہم میں محفوظ رکھے!

(۷) ترجمہ۔ میں اس پشمینہ کے خرقہ کے ساتھ اسکو کسطرح کمند میں لاؤں اس زرہ موئے کو جسکی پلکیں خنجر گذاروں کو مارتی ہیں۔

زرہ۔ جلیقہ۔ فولاد کا حلقہ دار کرتہ جو لڑائی میں پہنتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ میرے اوپر پشمینہ کا ایک خرقہ ہے۔ ہاتھ میں نہ تلوار ہے نہ تیر کمان برخلاف اسکے میرا معشوق زرہ موئے یعنی اسکی بال زرہ کا کام دیتے ہیں اور اسکی پلکوں کے تیر بڑے بڑے شمشیر زن بہادروں کو مار ڈالتے ہیں پس اس صورت میں اسکو کسطرح کمند میں لا سکتا ہوں۔ یعنی اسے کس طرح قابو کر سکتا ہوں۔ بعض علمی دیوانوں میں "زرہ موئے" کی بجائے "زہر موئے" ہے۔

(۸) ترجمہ۔ بادشاہ کی رات کے یمن و توفیق کے قرعہ پر نظر ہے۔ عاشق کے دل کا مدعا بر لا کہ کامگاری کی فال ہے خواجہ صاحب نے عاشقانہ مضامین کے ضمن میں اپنے ممدوح کی مدح شروع کر دی ہے اسے گربز کہتے ہیں معشوق کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ ہمارے دل کی مراد پوری کر کیونکہ ہم نے اب بادشاہ کی کامگاری اور یمن و توفیق کی فال نکالی ہے مطلب یہ ہے کہ بادشاہ کی کامگاری کے صدقے عاشقوں کو بھی کامگار بنا۔

(۹) ترجمہ۔ شہنشاہ مظفر شجاع ملک دین یعنی منصور۔ کہ اسکی بیدریغ بخشش نے ابر بہاراں پر قہقہہ لگایا ابر بہار کی بخشش مشہور ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میرے ممدوح کی بخشش ابر بہار پر بھی ہنسی اڑاتی ہے یعنی میرا ممدوح ابر بہار سے بھی زیادہ فیض رساں ہے۔

خواجہ صاحب کو مدح تو امیر منصور کی منظور ہے۔ لیکن ساتھ ہی امیر منصور سے پہلے کے بادشاہوں کا نام بھی لیگئے امیر مبارز الدین مظفر اور شاہ شجاع منصور سے پہلے شیراز کے بادشاہ تھے۔ دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۴ تا ۲۰ سوانحعمری۔ مظفر فرد اور شجاع ملک دین یہاں منصور کی صفت کی طور پر واقع ہوئی ہیں یعنی

منصور جو مظفر کے شان والا ہے اور ملک دین کا شجاع ہو۔ مظفر۔ شجاع اور منصور میں صفت ایہام ہو۔

(۱۰) ترجمہ۔ جیوقت سے جام مراد اسکے ہاتھ سے مشرف ہوا ہو۔ زمانہ خوشی کا راز مینوازوں کی یاد میں پیا۔

یعنی جب سے منصور ایران کا بادشاہ ہوا ہو۔ امن و امان ہو اور زمانہ گذشتہ۔ امن و امان کی یاد میں خوشی کے جام پی رہا ہے۔

(۱۱) ترجمہ۔ اسکی سر کاٹنے والے شمشیر سے فتح اس روز چمکی جب اس نے انجم سوز خورشید کیطرح تنہا ہزاروں حملہ کیا۔

شمشیر۔ مرکب ہو شم اور شیر سے شم کے معنی ناخن یا شیر کی دم ہیں۔ چونکہ تیغ شیر کے ناخن سے مشابہ اور شیر کی دم کی مشکل ہو۔ اسلئے یہ نام ہوا۔ انجم سوز۔ ستارہ نکومات کرنیوالا جسطرح آفتاب تنہا ہزارہا سیاروں کے لشکر پر حملہ آور ہو کر انکو مات کر دیتا ہو اسی طرح جسدن منصور بادشاہ نے تنہا دشمن کے لشکر پر حملہ کیا۔ اسکی تیغ ہی چمکنی تھی۔ دیکھو لسان الغیب جلد اول صہ ۲۰۱۹ سوانحعمری۔ ایک قلمی دیوان میں سر افشاں کی جگہ زر افشاں ہے۔ اور دوسرے دیوان میں درخشان ہے

(۱۲) ترجمہ۔ تعالی اللہ! عجیب بات ہو کہ جب سے نیرنگ ہستی پایا ہو اسکی جوہر پاک کی صفائی پرہیزگاری کا دم مارنے لگی ہے۔

تعالی اللہ۔ خدا بڑا ہے۔ کلمۂ تعریف و تعجب و تحسین۔ مطلب یہ ہو کہ میرے ممدوح کی ذات عجیب ہے کہ جب سے ہستی میں آئی ہو اسکی جوہر پاک کی صفائی پرہیزگاری کا دم مارنے لگی ہے۔

اگر نیرنگ ہستی کو فاعل یا فت صفائے گوہر پاکش کو مفعول سمجھا جائے تو ترجمہ یہ ہوگا۔ تعالی اللہ عجیب ذات ہو کہ جب سے نیرنگ ہستی نے اسکی جوہر پاک کی صفائی پائی ہے۔ پرہیزگاری کا دم مارنے لگی ہو۔ یعنی جب سے میرے ممدوح کا جوہر پاک عدم سے ہستی میں آیا ہے۔ تو ہستی کو اسقدر صفائی حاصل ہوئی ہو کہ وہ پرہیزگاری کا دم مارنے لگی ہو۔

(۱۳) ترجمہ۔ اے حافظ خدا کی لطف و کرم سے اسکے ملک و عمر کا دوام طلب کر۔ کیونکہ آسمان نے دولت کا یہ سکہ شاہسواروں کے نام پر ضرب کیا ہو۔

یعنے دوام ملک و عمر شاہسواروں کو حاصل ہوتا ہو۔ میرا ممدوح بھی شاہسوار ہو اسلئے دعا کرنی چاہیئے کہ خدا اسکو دوام ملک و عمر نصیب کرے۔

غزل ۹۴

(۹)
(۹)

سحر بلبل حکایت با صبا کرد	۱	کہ عشق گل بما دیدی چہا کرد
غلام ہمت آن نازنینم	۲	کہ کار خیر بے روی و ریا کرد
خوشش باد نسیم صبحگاہی	۳	کہ درد شب نشینان را دوا کرد
من از بیگانگان ہرگز ننالم	۴	کہ با من ہر چہ کرد آن آشنا کرد
نقاب گل کشید از زلف سنبل	۵	اگر بند قبای غنچہ وا کرد
ازان نافہ کہ زخم خوردہ دارد	۶	درین گلشن بجا ہم بستلا کرد
بہر سو بلبل بیدل فغان است	۷	تظلم در میان باد صبا کرد
گر از سلطان طمع کردم خطا بود	۸	وز از دلبر جفا جستم جفا کرد
وفا از خواجگان شہر ما من	۹	کمال دین و دولت بوالوفا کرد

(۱۰) بشارت بر بکوی میفروشان
کہ حافظ توبہ از زہد ریا کرد (۱۰)

(۱) ترجمہ۔ صبح کے وقت بلبل نے صبا سے بیان کیا کہ تو نے دیکھا ہوگا کہ پھول کو عشق نے ہمارا ساتھ کیا کیا۔
یعنی میں عشق گل میں خستہ حال اور رسوا ہو گئی۔

(۲) ترجمہ۔ میں اس نازنین کی ہمت کا غلام ہوں جس نے نیکی کا کام روی و ریا کے بغیر کیا۔
یعنے میں صرف اس نیکی کا قائل ہوں جس میں ریا نہ ہو۔

(۳) ترجمہ۔ صبح کی نسیم اسکے لئے خوش ہو جس نے شب نشینوں کے درد کی دوا کی۔
جملہ دعائیہ ہے مطلب یہ ہے کہ شب بیدار عاشقوں یا سالکوں کے درد دل کی دوا کرنے والے معشوق یا مرشد کو خدا صبح کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا نصیب کرے۔ یا یہ سمجھو کہ شب ہنیا کے دردمندوں کا چارہ ساز کو خدا صبح قیامت کی ٹھنڈی ہوا نصیب کرے۔

(۴) ترجمہ ۔ میں بیگانوں سے ہرگز نالاں نہیں ہوں ۔ کیونکہ میرے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس دوست نے کیا ہے ۔

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ۔

فریاد دوستاں ہمہ از دستِ دشمن است		فریاد سعدی از دلِ نامہربانِ دوست
از دشمناں برند شکایت بدوستاں		چوں دوست دشمن است شکایت کجا بریم
مبارزانِ جہاں قلبِ دشمناں شکنند		ترا چہ شد کہ ہمہ قلبِ دوستاں شکنی

اسی مضمون پر ہے ۔

آنچہ بہ فیضی نظمِ دوست کرد		مشکل اگر دشمن جانی کند

جلال اسیر کا شعر ہے ۔

کے ز جورِ دشمناں رنجیدہ ام		از جفائے دوستاں رنجیدہ ام

(۵) ترجمہ ۔ پھول پر زلفِ سنبل کی نقاب ڈالی ۔ اگر غنچہ کی قبا کا بند کھولا ۔

شعر (۴) شعر (۱) اور شعر (۲) کا مضمون مسلسل ہے مطلب یہ ہے کہ میں معشوق کے ہاتھ سے نالاں ہوں کیونکہ اگر وہ غنچہ کی قبا کا بند کھولتا ہے تو گلِ رخسار پر زلف کا نقاب ڈال دیتا ہے یعنی اگر غنچہ دہن کو کھولتا ہے اور کوئی بات کرتا ہے تو گلِ رخسار پر زلف کا پردہ ڈال دیتا ہے گویا پورا مشاہدہ حاصل نہیں ہونے دیتا ۔

(۶) ترجمہ ۔ اس رنگ و رخ سے میرے دل میں خوں گرایا ۔ اس باغ میں مجھ کانٹوں میں بٹھایا ۔

یعنی اس کے پھول جیسے رخ اور نازک رخسار کی آرزو میں میرا دل خون ہو گیا اور اس کے گلشنِ لب و رخسار سے مجھ کوئی پھول نصیب نہ ہوا ۔ صرف کانٹے قسمت میں تھے ۔

(۷) ترجمہ ۔ ہر طرف بیدل بلبل فریاد کر رہی ہے ۔ اور عیش و عشرت درمیان میں باد صبا گر گئی ۔

یعنی باغ میں بلبلیں تو حرمان نصیبی میں فریاد کر رہی ہیں ۔ مگر بادِ صبا پھولوں سے ہم آغوش ہو رہی ہے اور عیش و تنعم میں گذار رہی ہے ۔

(۸) ترجمہ ۔ اگر میں نے بادشاہ سے کوئی طمع کی تو وہ میری غلطی تھی ۔ اور اگر معشوق نے وفا کا خواستگار ہوا تو اس کی اپنی جفا کی ۔

اپنی حرمان نصیبی کا گلہ ہے ۔ فرماتے ہیں کہ بادشاہوں سے طمع و توقع تو محض غلطی ہے ۔ باقی رہے معشوق ۔ وہ بھی بجائے وفا کے جفا کرتے ہیں ۔

(۹) ترجمہ ۔ شہر کے امرا میں کسی سے ساتھ وفا ۔ کمال دین دولت ابوالوفا نے کی
کمال الدین ابوالوفا محمد وزیر کا نام ہے ۔
(۱۰) ترجمہ ۔ نے فروشوں کے کوچہ میں خمخیری لے جا ۔ کہ حافظ نے زہد و ریا سے توبہ کر لی ہے ۔
فی الحقیقت زہد و ریا آمیز سے توبہ بھلی ۔

غزل (۹۵)

شاہداں گر دلبری زینسان کنند	۱	زاہداں را رخنہ در ایماں کنند
ہر کجا آں شاخ نرگس بشگفد	۲	گاز غیرش دیدہ نرگسداں کنند
یار ما چوں ساز د آہنگ سماع	۳	قدسیاں در عرش دست افشاں کنند
صبح نماید آفتاب دولتت	۴	گر چو صبحت آسنہ رخشاں کنند
مردم چشم نجوں آغشتہ شد	۵	از کجا ایں ظلم بر انساں کنند
عاشقاں را بر سر خود حکم نیست	۶	ہر چہ فرماں تو باشد آں کنند
پیش چشم مکتر ست از قطرہ	۷	آں حکایتہا کہ از طوفاں کنند
کن نگاہی از دو چشمت ناروا ں	۸	مرگ را بر بید لاں آساں کنند
عید رخسار تو کو تا عاشقاں	۹	در وفایت جان و دل قرباں کنند
ای جواں سرو قد گوئی بزن	۱۰	پیش از اں کز قامتت چوگاں کنند
خوش برآی از غصہ ای دل کاہل راز	۱۱	عیش خوش در بوتہ ہجراں کنند

نکتہ حافظ ز آہ نیم شب
تا چو صبحت آسنہ رخشاں کنند

(۱۲) (۱۲)

(۱) ترجمہ ۔ معشوق اگر اسی طرح دلبری کرتے رہیں گے ۔ تو زاہدوں کے ایمان میں رخنہ ڈالیں گے ۔
ذوق نے اسی مضمون پر کہا ہے ۔

لبریز شراب ناز دکھاتا ہے ساغر چشم کافر کو		تازا ہد پاک ملوث ہوتا صوفی دلکش پیتا ہو	
پڑ دے سے [illegible] اگر اسکی		تو ٹپکے بادہ انگور اسکے دانہ دانہ سے	

(۲) ترجمہ ۔ جہاں کہیں وہ شاخ نرگس شگفتہ ہو ۔ گلرخ اسکے لئے اپنی آنکھوں کو نرگس داں بناتے ہیں ۔

نرگس داں ۔ گل داں ۔ پھولداں ۔ گلدستہ رکھنے کا ظرف ۔ گلدستہ دان ۔ وہ گل داں جسمیں نرگس کے پھول ہوں گلدستہ ہو ۔ مطلب یہ ہے کہ میرا ہی قدر نرگس چشم معشوق جہاں جلوہ آرا ہوتا ہے ۔ دوست حسین اسکو آنکھوں پر بٹھاتے ہیں ۔

(۳) ترجمہ ۔ میرا معشوق جب سماع کا ارادہ کرتا ہے ۔ قدسی (فرشتے) عرش پر رقص کرنے لگ جاتے ہیں ۔

(۴) ترجمہ ۔ تیرے بخت کا آفتاب نوادر ہوگا ۔ اگر صبح کیطرح تیرا آئینہ روشن کردیں ۔

صبح کا آئینہ روشن ہوتا ہے ۔ یعنی صبح صادق روشن ہوتی ہے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سورج نکل آتا ہے خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر تیرا آئینہ دل کو بھی صبح صادق کیطرح روشن کردیں یعنی تیرا دل صاف ہوجائے تو تیری اقبال کا آفتاب جلوہ نما ہوجائیگا ۔ حاصل کلام یہ ہے ۔ کہ اگر نیک بختی مطلوب ہے ۔ تو دل کو صاف کرنا چاہئے

(۵) ترجمہ ۔ میری آنکھ کی پتلی خون آلودہ ہوئی ۔ ایسا ظلم انسان پر کہاں کرتے ہیں ۔

یعنے میں تیرے عشق میں خون کے آنسو رویا کیا ۔ چنانچہ آنکھ کی پتلی خون آلودہ ہوگئی ۔ آدمی پر ایسا ظلم روا نہیں ۔ مردم اور انسان کی رعایت ظاہر ۔ صنعت ایہام ہے ۔

(۶) ترجمہ ۔ عاشقوں کو آپ کچھ اختیار نہیں ۔ جو کچھ تیرا حکم ہوتا ہے ۔ وہی کرتے ہیں ۔

خواجہ صاحب نے یہاں پر مسئلہ جبر و اختیار پر اپنی رائے ظاہر فرمائی ہے ۔ دیکھو شرح [illegible]

(۷) ترجمہ ۔ میری آنکھ کے سامنے ایک قطرہ دجلہ کم ہے ۔ وہ کہانی جو طوفان (نوح) کی متعلق [illegible]

یعنی طوفان نوح میرے طوفان اشک کے مقابلہ میں کچھ حیثیت نہیں رکھتا ۔ کثرت گریہ کا بیان ہے ۔

بیا کہ گریہ من آنقدر زمین نگذاشت		کہ در فراق تو خاکے بسر تواں کرد	[illegible]

(۸) ترجمہ ۔ اپنی دو آنکھوں سے نگاہ کر تاکہ جلدی ۔ موت کو بیدلوں پر آسان کردیں

یعنے وقت نزع ہماری طرف نظر کر تاکہ جان آسانی سے نکل جائے ۔

(۹) ترجمہ ۔ تیرے رخسار کی عید کہاں ہے تاکہ عاشق ۔ تیری وفا میں جانوں کو قربان کریں

عید اور قربان کی رعایت ظاہر ۔ عاشقوں کی عید معشوق کا دیدار ہے اور اس عید پر وہ جانوں کو قربان

کرتے ہیں۔

(۱۰) ترجمہ ۔ سرو قد جواں گیند سا پیشتر اسکے کہ تیرے قد کو چوگاں کردیں۔

یعنے اے جوان اب تو گیند کی طرح ہے کچھ کرلے جب بوڑھا ہوکر تو چوگان (بلے) کیطرح خمیدہ قد ہوجائیگا اس وقت تو کچھ نہ کرسکے گا۔

کھیتوں کو دے لو پانی اب بہ رہی ہے گنگا		کچھ کرلو نوجوانو اٹھتی جوانیاں ہیں۔
اے کہ دستت میرسد کارے بکن		پیش ازاں کز تو نیاید ہیچ کار

سعدی

(۱۱) ترجمہ ۔ اول غصہ سے خوش خوش باہر آ کیونکہ اہل راز فراق کی کٹھالی میں خوشی سے زندگی بسر کرتے ہیں۔

جسطرح کٹھالی میں زر خالص و ناخالص کی تمیز ہوجاتی ہے اسی طرح فراق کی کٹھالی میں عاشق صادق و کاذب کا فرق معلوم ہوجاتا ہے اس لئے فراق کا زمانہ خوش و خرم گذار دینا چاہیئے۔

(۱۲) ترجمہ ۔ حافظ آہ نیم شب سے سینہ پھیر تاکہ صبح کیطرح تیرا آئینہ روشن ہوجائے۔

خواجہ صاحب شب بیدار تھے اور ہر جگہ اپنے کلام میں شب بیداری کے فوائد بیان کرنے میں فرماتے ہیں۔ کہ اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا آئینہ دل صبح کیطرح روشن ہوجائے۔ تو آہ نیم شبی سے غافل نہ ہو۔

بباغ قدس بہر دم گلے دگر شگفد		ازاں نفس کہ برآید ز دل سحرگاہے

دیکھو شعر ۲۰ اور ۲۷۔

غزل (۹۶)

شراب بیغش و ساقی خوش دو دام نہند	۱	کہ زیرکاں جہاں از کمند شاں نرہند
من ار چہ عاشقم و رندمست و نامہ سیاہ	۲	ہزار شکر کہ یاراں شہر بی گنہند
مبیں حقیر گدایاں عشق را کایں قوم	۳	شہان بی کمر و خسروان بی کلہند
بخانقاہ شیوہ درویشیست و راہروی	۴	بیار بادہ کہ ایں سالکاں نہ مرد رہند
مکن کہ گوکبہ دلبری شکستہ شود	۵	چو چاکراں کہ بزرند و بندگان بجہند
غلام ہمت دردی کشاں یکرنگم	۶	نہ آں گروہ کہ از رق لباس دل سیہند

قدم منہ بخرابات جز بشرط ادب	،	کہ ساکنان درش محرماں پادشہند
بہوش باش کہ ہنگام باد استغنا	۸	ہزار خرمن طاعت بہ نیم جو نخرند

(۹) جناب عشق بلندست ہمتی حافظ (۹)

کہ عاشقاں رہ بی ہمتاں بخود ندہند

(۱) ترجمہ۔ شراب صاف اور ساقی خوشرو راستہ کے دو جال ہیں۔ کہ جہاں کے دانا ان کی کمند سے رہائی نہیں پاتے

بےغش۔ غش بکسر بمعنے کدورت۔ و بالفتح۔ کسی کم قیمت چیز کی آمیزش زر و نقرہ اور مشک و شراب میں بغش بمعنے صاف۔ خالص۔

اس شعر میں خواجہ صاحب نے عشق کی ہمہ گیری بتائی ہے

(۲) ترجمہ۔ میں اگرچہ عاشق۔ رند مست اور نامہ سیاہ ہوں۔ ہزار ہزار شکر ہے کہ یاران شہر بیگناہ ہیں۔

اقلیم سخن کے اس شہنشاہ کو بارگاہ تحسین ادا کئے بغیر بن نہیں پڑتی۔ کس خوبصورتی سے مطلب ادا کیا ہے مدعا یہ ہے کہ میں تو بیشک رند ہوں عاشق ہوں سیاہ اعمال ہوں اور جو کچھ ہوں سو ہوں۔ مگر یاران شہر بھی اپنے گریبان میں نظر کریں اور دیکھیں کہ وہ کیسے ہیں یعنی وہ بھی ان عیوب سے پاک نہیں۔ مگر طرز بیان دیکھو کس خوبی سے مطلب ادا کیا ہے۔ اسی مضمون کو شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے بھی ادا کیا ہے۔ مگر طرز ادا میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

گر کند میل بخوباں دل من خردہ مگیر		کیں گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند
عشق بازی نہ من آخر بجہاں آوردم		یا گناہیست کہ اول من مسکیں کردم
حدیث عشق اگر گوئی گناہ است		گناہ اول ز حوا بود و آدم

اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر ۳۴

(۳) ترجمہ۔ گدایان عشق کو معمولی سمجھ کیونکہ یہ لوگ بغیر کمر بند کے بادشاہ اور بغیر تاج کے خسرو ہیں

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ۔ (بعض پریشان بال غبار آلودہ دھکے دیئے گئے۔ دروازوں سے اگر قسم کھا دیں۔ اللہ پر البتہ سچ کر دے اسکو)

خاکساران جہاں را بحقارت منگر		تو چہ دانی کہ دریں خاک سوارے باشد	

اسی مضمون پر ہے

بخشیم کم مبیں در نامۂ اعمالِ ما زاہد		کہ مو بارد ازیں بر سیاہ باران رحمت ہا	

(۴) ترجمہ۔ جفا درویشی اور راہبری (سالکی) کا شیوہ نہیں۔ شراب کہ یہ سالک مردانِ راہ نہیں ہیں۔ یعنے درویش اور سالک جفا شعار نہیں ہوتے۔ یہ سالک جو ایک دوسرے پر ستم روا رکھتے ہیں مردانِ راہ نہیں ہیں۔ شراب پی اور جفا کاری سے باز آ۔

(۵) ترجمہ۔ ایسا نہ کر کہ تیری بدی کا کوکبہ ٹوٹ جائے اگر تو ابھاگ جائیں اور غلام مفرور ہو جائیں کوکبہ۔ فر و شکوہ و حشمت۔ وغیرہ وغیرہ۔ مطلب یہ ہے کہ عاشقوں کا دل آزاری نہ کر کیونکہ تیری حشمت ان کے دم سے ہے۔ اگر نوکر نہ ہوئے تو آقا کا فر و شکوہ کس طرح قائم رہیگا۔

(۶) ترجمہ۔ میں بادیہ نگ و دو کی کشوں کی ہمت کا غلام ہوں۔ نہ اُن لوگوں کا جو بیکار بیٹھے اور دل سیاہ ہوتے ہیں یعنے میں اُن بیکار نگ کی ہمت کا قائل ہوں جن کے دل صاف ہیں نہ ان نیل پوش درویشوں کا جن کے دل سیاہ ہوتے ہیں۔

(۷) ترجمہ۔ خرابات میں قدم شرط ادب کے بغیر نہ رکھ۔ کہ اسکی دربار کے ساکن بادشاہ کے محرم ہیں۔ یعنے خرابات کے رہنے والے شہنشاہِ حقیقی کے محرم ہیں اسلئے وہاں ادب سے جانا چاہیے۔

(۸) ترجمہ۔ ہوش میں رہ کہ یہ بادِ استغنا کو وقت۔ عبادت کے ہزار خرمنوں کو آدھی جو کے بدلے بھی نہیں خریدتے۔ استغنا۔ بے پرواہی۔ بے نیازی۔ غنا۔ اغنا۔

مطلب یہ ہے کہ تو اپنی عبادت پر مغرور نہ ہو۔ صرف خدا کے فضل و کرم پر بھروسہ رکھ کیونکہ بارگاہِ الٰہی میں کسی عبادت اور اطاعت کی ضرورت نہیں استغنا کی ہوا تیری عبادت کے ہزاروں خرمن برباد کر سکتی ہے۔ مزید تشریح کے لیے دیکھو شعر ۵۱/۷

(۹) ترجمہ۔ عشق کی درگاہ بلند ہے اے حافظ ہمت (اختیار) کر۔ کیونکہ عاشق بزدل ہمتوں کو اپنے پاس نہیں آنے دیتے۔

عالی ہمتی کی تعلیم ہے۔ دین و دنیا کے تمام کام ہمتِ بلند پر منحصر ہیں۔ پست ہمت آدمی کچھ نہیں کر سکتا۔

ہمت بلند دار کہ نزد خدا و خلق		باشد بقدر ہمت تو اعتبار تو	

غزل ۹۷

شاہد آں نیست کہ موئی و میانے دارد	۱	بندۂ طلعت آں باش کہ آنے دارد
شیوۂ حور و پری خوب و لطیف ست ولے	۲	خوبی آنست و لطافت کہ فلانے دارد
چشمۂ چشم مرا ای گل خنداں دریاب	۳	کہ بامید تو خوش آب روانے دارد
مرغ زیرک نشود در چمنش نغمہ سرائے	۴	ہر بہاری کہ ز دنبال خزانے دارد
خم ابروی تو در صنعت تیر اندازی	۵	بستد از دست ہر آنکس کہ کمانے دارد
گوی خوبی کہ ببازد تو کہ خورشید آں جا	۶	نہ سواریست کہ در دست عنانے دارد
دلنشیں شد سخنم تا تو قبولش کردی	۷	آری آری سخن عشق نشانے دارد
در رہ عشق نشد کس بیقین محرم راز	۸	ہر کسے بر حسب فہم گمانے دارد
باخرابات نشینان ز کرامات ملاف	۹	ہر سخن جائے و ہر نکتہ مکانے دارد

(۱۰) مدعی گو برود نکتہ بہ حافظ مفروش (۱۰)
کلک ما نیز زبانے دہیا نے دارد

(۱) ترجمہ۔ معشوق وہ نہیں جو زلف و کمر رکھتا ہو۔ اسکے حسن کا غلام ہو جو ادا رکھتا ہو۔
یعنی معشوق کے لئے حسنِ صورت کے ساتھ آن و ادا بھی ضروری ہیں۔

شاہد آں نیست کہ دارد خطِ سبز و لبِ لعل		شاہد آنست کہ ایں دارد و آنے دارد	رحمان بیادی
ایں ہمہ شیفتہ من از پئے آں میگردم		دیدہ ام طلعت زیباش کہ آنے دارد	

اسی مضمون پر ہے۔

حسن کس کام کا جو آن نہ ہو		کیا وہ معشوق جس میں شان نہ ہو

(۲) ترجمہ۔ حور اور پری کا شیوہ اچھا ہے اور لطیف ہے لیکن۔ خوبی اور لطافت وہ ہے جو فلاں حسین میں ہے

یعنی حور و پری سب حسین ہیں۔ لیکن اصلی حسن و لطافت وہی ہے جو میرے معشوق میں ہے۔

(۳) ترجمہ ۔ اے گنگفتہ پھول میری آنکھ کے چشمہ کو دیکھ (حال کر) کیونکہ تیری امید میں وہ بہت اچھا روان پانی رکھتا ہے

یعنے معشوق میں تیری آرزو میں ہمیشہ روتا رہتا ہوں۔ برائے خدا میری طرف توجہ کر گریہ و خنداں اور گل اور آب کی رعائت ظاہر۔

(۴) ترجمہ ۔ دانا پرندہ اس بہار کے باغ میں کبھی نغمہ سرا نہیں ہوتا جسکے پیچھے خزاں لگی ہو۔

یعنے جس بہار کے پیچھے ضرور خزاں ہو۔ دانا پرندہ اس پر کبھی عاشق نہیں ہوتا۔ باغ دنیا کی ناپائداری بیان کی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ اس چند روزہ بہار پر کبھی مست نہیں ہونا چاہیئے۔

(۵) ترجمہ ۔ تیرے ابرو کا نم تیراندازی کی صنعت میں جس شخص کو ماہ نو کمان ہو۔ لے لیتا ہے۔

یعنے تیری کمان ابرو تیراندازی کے فن میں ایسی کامل ہے۔ کہ کمان داروں کے ہاتھ سے کمان لے لیتی ہے گویا کوئی تیرانداز اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

(۶) ترجمہ ۔ تیرے ہاتھ سے خوبصورتی کا گیند کون لیجائے کیونکہ آفتاب بھی اس جگہ ایسا سوار نہیں جسکے ہاتھ میں باگ ہو۔

یعنے خوبصورتی میں تجھ سے کوئی حسین گوئے سبقت نہیں لیجا سکتا تیرے مقابلہ میں شاہسوار آفتاب کے ہاتھ میں بھی عنان نہیں۔ یعنے بے اختیار ہے۔ گو و چوگاں (پولو) کی کھیل سوار ہو کر کھیلی جاتی ہے۔ اسلئے رعایت گو و سوار ظاہر۔

(۷) ترجمہ ۔ میرا کلام موثر (دلنشیں) ہو گیا جب سے تو نے اسے قبول کیا۔ ہاں عشق کی بات نشانہ پر لگتی ہے۔

یعنے عشقیہ کلام موثر ہوتا ہے اور تیری قبولیت نے اسے اور بھی موثر کر دیا۔ نشیں و نشاں میں صنعت تجنیس ہے۔

(۸) ترجمہ ۔ راہ عشق میں کوئی شخص یقین کے محرم راز نہیں ہو سکتا ہر شخص اپنی اپنی سمجھ کے مطابق گمان رکھتا ہے۔

یعنے اسرار عشق کو کوئی شخص یقین کے ساتھ نہیں سمجھ سکتا۔ اپنے اپنے فہم کے مطابق ہر ایک دم خیال کر لیتا ہے یقین و گمان کا مقابلہ ظاہر۔

اسرار وجود جملہ بنہفتہ ماند	واں گوہر بس شریف نا سفتہ بماند

ہرکس بدلیل عقل چیزے گفتند		وان نکتہ کہ اصل بود ناگفتہ بماند	

(۹) ترجمہ ۔ خرابا تیوں کے ساتھ کرامات کی لاف نہ مار ہر بات کا کوئی محل اور ہر نکتہ کا کوئی مقام ہوتا ہے۔
یعنے ساکنانِ خرابات اور رندانِ مست کے مقابلہ میں بزرگی کا دم نہ مار یہ لوگ جو بظاہر خراب حال ہیں ان کے سینے اسرارِ معرفت کے گنج ہیں۔ ہر بات اور ہر نکتہ کا اپنا اپنا محل ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کے مقابلہ میں لاف زنی بے محل و بے جا ہے۔

(۱۰) ترجمہ ۔ مدعی کو کہو کہ جائے اور حافظ کے سامنے نکات فروشی نہ کرے (یعنی نکتہ بیان کر کے فخر نہ کرے) کیونکہ ہمارا قلم بھی زبان اور بیان رکھتا ہے۔
شاعرانہ فخریہ شعر ہے مطلب یہ ہے کہ ہمارے سامنے نکتے کیا بیان کرتا ہے۔ ہم بھی تو آخر نکات بیان کر سکتے ہیں۔

غزل ۹۸

شراب عیش زدان جیست کاربی بنیاد	۱	زدیم بر صف رندان و ہر چہ باد باد	
گرہ زدل بکشاد و زسپہر یاد مکن	۲	کہ فکر ہیچ مہندس چنیں گرہ نگشاد	
از انقلاب زمانہ عجب مدار کہ چرخ	۳	ازیں فسانہ و افسون ہزار دارد یاد	
قدح بشرط ادب گیر آنکہ ترکیبش ۔	۴	زکاسہ سر جمشید و بہمن ست و قباد	
کہ آگہ است کہ جمشید و کی کجا رفتند	۵	کہ واقف ست کہ چون رفت تخت جم برباد	
زحسرت لب شیریں ہنوز می بینم	۶	کہ لالہ میدمد از خاک تربت فرہاد	
مگر کہ لالہ بدانست بیوفائے دہر	۷	کہ تا بزاد و بشد جام می زکف ننہاد	
نمید ہند اجازت مرا بسیر بہار	۸	نسیم خاک مصلے و آب رکنا باد	
بیا بیا کہ زمانی زمی خراب شویم	۹	مگر رسیم بگنجی دریں خراب آباد	
بنوش بادہ صافی بنالہ دف و چنگ	۱۰	کہ بستہ اند بر ابریشم طرب دل شاد	

زدست اگر نہم جام می مکن عیبم | (۱۱) | کہ پاک تر بہ زنیم حریف دست نداد

رسید دغم عشقش حافظ آنچہ رسید | (۱۲) | (۱۲)
کہ چشم زخم زمانہ بعاشقاں مرساد

(۱) ترجمہ۔ عیش نہانی کی شراب کیا ہی؟ ایک بے بنیاد کام ہے۔ ہم رندوں کی صف میں جا ملے ہیں۔ جو کچھ ہو سو ہو یعنے شرب لیہود ایک بیہودہ کام ہی۔ ہم رندوں کی مجلس میں شامل ہو گئے ہیں اور علی الرغم انف حاسداں علانیہ شراب نوشی کرتے ہیں جو کچھ ہو سو ہو۔

(۲) ترجمہ۔ دل سے گرہ کھول اور آسمان (کی باتوں) کو یاد نہ کر کیونکہ کسی منجم کی عقل نے یہ گرہ نہیں کھولی یعنی کوئی مہندس انقلابات چرخ کے عقدہ کو حل نہیں کر سکتا۔ تو ان باتوں کو چھوڑ اور شاد و خرم زندگی بسر کر۔ مزید تشریح کے لئے دیکھو شعر الف ۲

(۳) ترجمہ۔ زمانہ کے انقلابات پر حیران نہ ہو۔ کیونکہ آسمان کو ایسی ہزار فسانہ و افسوں یاد ہیں۔ یعنے حوادث روزگار اور انقلابات چرخ پر حیران نہیں ہونا چاہیے۔ دور گردوں نے ایسے ہزارہا انقلابات ظاہر کئے ہیں

(۴) ترجمہ۔ پیالہ دیکھ کر ہاتھ پکڑ کیونکہ اسکی ترکیب جمشید۔ بہمن اور قباد کے سر کے کاسہ سے ہے۔ یعنے یہ پیالہ جو تیرے ہاتھ میں ہی۔ خدا جانے کتنے بادشاہوں کے کاسۂ سر کی مٹی اس میں شامل ہو گی۔ اسکو ذرا ادب سے پکڑ۔ فی الحقیقت عبرت کا مقام ہی لاکھوں بادشاہ اور کروڑوں انسان مر کر خاک ہوئی اور ان کی خاک سے اب برتن اور اینٹیں بنائی جا رہی ہیں۔

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا فَتِلْكَ مَسَاكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا۔ (القصص) یعنے بہت ہلاک کئے ہیں ہم نے گاؤں اور گاؤں والے جو اپنی گذران میں حد سے گذر گئے پس یہ ہے اب ان کے رہنے کی جگہ۔ ان کی ہلاک کے بعد کوئی وہاں نہ ٹھیرا مگر تھوڑا

خاکے کہ بزیر پائے ہر حیوانے ست	زلف صنمے و عارض جانانے ست		عمر خیام
ہر خشت کہ بر کنگرۂ ایوانے ست	انگشت وزیرے و سر سلطانے ست		
شنیدم کہ یک بار در دجلہ	سخن گفت با عابدے کاملہ		سعدی

که من فرّ فرماندهی داشتم		بسر بر کلاهِ مهی داشتم	(سعدی)
دی کوزه گرے بدیدم اندر بازار		برتازه گلے لگد همی زد بسیار	
وان گل بزبان حال با او می گفت		من همچو تو بوده ام مرا نیک مکوبار	(عمر خیام)
خوتن آتش که غضب پیکران خواهد بود		برچرخ قران اختران خواهد بود	
خشتے که زقالب تو خواهند زدن		ایوان دسرائے دیگران خواهد بود	(عمر خیام)
ایں کوزه چو من عاشق زارے بودست		در بندِ سر زلفِ نگارے بودست	
ایں دسته که در گردنِ او مے بینی		دستے ست که در گردنِ یارے بودست	(عمر خیام)

(۵) ترجمہ ۔ کون جانتا ہے کہ جمشید و کے کہاں گیا ۔ کسے معلوم ہے کہ سلیمان کا تخت کسطرح برباد ہوا ۔

ایں کہنہ رباط کہ عالم نام است		آرامگہ ابلق صبح و شام است	
بزمے ست کہ دامانہ صد جمشید است		قصرے ست کہ تکیہ گاہ صید بہرام است	

(۶) ترجمہ ۔ شیریں کے لب کی حسرت میں میں اب بھی دیکھتا ہوں کہ فرہاد کی قبر کی مٹی سے لالہ پیدا ہوتا ہے ۔

گل لالہ کے اندر ایک داغ ہوتا ہے ۔ اس لئے اسکو عاشق کے داغدار دل سے تشبیہ دیتے ہیں ۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ چونکہ فرہاد شیریں کے لب لعل کی حسرت میں دل پر داغ لیکر قبر میں گیا اس لئے اب تک اس کی قبر پر گل لالہ اُگتا ہے ۔ دیکھو شعر ۱۵/۲ ۔

مندرجہ ذیل اشعار بھی اسی قبیل سے ہیں ۔

بجھنے کی دل کی آگ نہیں زیر خاک بھی		ہوگا درخت گور پہ میری چنار کا	
نظر چگونہ بدوزم کہ بہر دیدنِ دوست		زخاکِ من ہمہ نرگس دمد بجائے گیاہ	(رودکی)
دلے دارم خراب نرگس میخانہ سامانش		کہ ے روید کدو پر یا وہ ازخاکِ شہیدانش	(غنیمت)

(۷) ترجمہ ۔ شاید لالہ زمانہ کی بیوفائی کو جانتا تھا کہ جب سے پیدا ہوا مرنے تک جام شراب تھوڑا نہ رکھا ۔

گل لالہ کو جام مے سے تشبیہ دیتے ہیں ۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ گل لالہ نے ہمیشہ جام مے ہاتھ میں رکھا غالباً وہ زمانہ کی بیوفائی کو جانتا تھا اور اس بیوفائی سے موثر نہ ہونے کے لئے ایسا کیا ۔

(۸) ترجمہ ۔ مجھے سیر سفر کی اجازت نہیں دیتی خاکِ مصلی کی نسیم اور نہر رکنا باد کا پانی ۔

مصلے ۔ اور رکنا باد ۔ کے لئے دیکھو شعر الف ۲ ۔

یہاں خواجہ صاحب نے اخراقہ کا اظہار کیا ہے۔ بیشک خاکِ مصلے اور آبِ رکنا باد سے انکو اسقدر محبت تھی کہ باوجود ممالکِ غیر کے قدردانوں کے تقاضا و درخواست کے وہ شیراز کو نہ چھوڑ سکے۔ دیکھو لسان الغیب جلد اول سوانح نگاری

گفتہ بودم کہ زخست بربندم		تا رہ بصرہ گیرم و بغداد	(سعدی)
دست از دامنم نمے دارد		خاک شیراز و آب رکنا باد	

(۹) ترجمہ ۔ آ آ کہ کچھ مدت کے لئے شراب سے خراب ہو لیں۔ شاید کہ اس خراب آباد میں کسی خزانہ تک پہنچ جائیں خزینے اور دفینے ہمیشہ خرابات و ویران مقامات میں پائے جاتے ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ آؤ اس خرابات باد (دنیا) میں خزانہ حاصل کرنے کے لئے شراب سے خراب (مست) ہونا ضروری ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ دنیا میں گنجِ معرفت حاصل کرنے کے لئے شرابِ عشق کا ہونا ضروری ہے۔

(۱۰) ترجمہ ۔ شراب صاف دف و چنگ کی آواز کے ساتھ پی۔ کیونکہ خوش دل کو ابریشم طرب سے باندھا ہے۔

ابریشم ۔ (۱) ریشم ۔ ریشم کی تار (۲) ساز کے تار ۔ چنگ کے تار ۔ چنانچہ ابریشم زدن یعنی ساز بجانا آیا ہے۔ **ابریشم طرب** ۔ چونکہ چنگ ساز موجبِ طرب ہیں اس لئے چنگ کے تار کو بھی ابریشم طرب کہہ سکتے ہیں۔ یا بصورت دیگر۔ طرب کی تار ۔ خوشی کی تار۔

مطلب یہ ہے کہ خوش و خرم دل کو عالمِ قضا و قدر نے خوشی کی تار یا چنگ کی تار سے وابستہ کیا ہے۔ یعنی دل کی خوشی چنگ کے تار یا رشتۂ طرب پر منحصر ہے۔ اس لئے خوش زندگی بسر کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور چنگ و دف کے ساتھ شراب پینی چاہئے۔ چنگ اور ابریشم کی رعایت ظاہر۔

(۱۱) ترجمہ ۔ اگر میں ہاتھ سے جام نہ چھوڑوں تو میری عیب جوئی نہ کر۔ کیونکہ اس سے زیادہ پاک دست مجھ کبھی ہاتھ نہیں آیا۔

یعنی جام مے پاکیزہ ترین دوست ہے۔

(۱۲) ترجمہ ۔ اے عشق کے غم میں حافظ پر جو حالت گذری گذری۔ زمانہ کی چشمِ زخم عاشقوں پر یہ نوبت نہ لائے۔

یعنی جو حالت عشق میں میری ہوئی ہے۔ خدا کرے کہ زمانہ کی چشمِ بد عاشقوں کی وہ حالت نہ کرے

غزل (۹۹) (51)

صوفی نهاد دام و سر حقه باز کرد	۱	بنیاد مکر با فلک حقه باز کرد
بازی چرخ بشکندش بیضه در کلاه	۲	زیرا که عرض شعبده با اهل راز کرد
ساقی بیا که شاهد رعنای صوفیان	۳	دیگر بجلوه آمد و آغاز ناز کرد
این مطرب از کجاست که ساز عراق ساخت	۴	وآهنگ بازگشت ز راه حجاز کرد
ای دل بیا که ما به پناه خدا رویم	۵	زانچه آستین کوته و دست دراز کرد
صنعت مکن که هر که محبت نه راست باخت	۶	عشقش بروی دل در محنت فراز کرد
ای کبک خوشخرام کجا میروی بایست	۷	غره مشو که گربه عابد نماز کرد
فردا که پیشگاه حقیقت شود پدید	۸	شرمنده رهروی که عمل بر مجاز کرد

(۹) حافظ مکن ملامت رندان که در ازل — ما را خدا ز زهد و ریا بی نیاز کرد (۹)

شیراز کے بادشاہ شاہ شجاع کے عہد میں خواجہ عماد فقیہ ایک مشہور عالم تھے۔ بادشاہ انکی بہت معتقد تھا۔ فقیہ موصوف کے پاس ایک بلی تھی۔ جو انکے ساتھ نماز پڑھا کرتی تھی۔ بادشاہ اس بات کو فقیہ صاحب کی کرامت سمجھتا تھا۔ مگر خواجہ حافظ ان باتوں کے کب قائل ہو سکتے تھے۔ فقیہ صاحب اور انکی بلی کے متعلق یہ غزل لکھی جسپر شاہ شجاع ان سے ناراض ہو گیا۔ تفصیلی حالات کیلئے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۶ - ۱۷ - ۱۱۱ - سوانحعمری۔ عام ریاکار زاہدوں اور بزرگوں کی پردہ دری کی گئی ہے۔

(۱) ترجمہ۔ صوفی نے جال بچھایا اور ڈبیا کا منہ کھولا۔ حقہ باز آسمان کے ساتھ مکر کی بنیاد ڈالی۔

حقہ۔ بازی گر بھان متی کی ڈبیا جس میں کئی خانے ہوتے ہیں اور جس میں سے نئی نئی چیزیں نکال کر وہ تماشہ دکھاتا ہے۔ حقہ باز۔ بازی گر۔ بھان متی۔ مداری۔ عیار۔ مکار۔ حیلہ گر۔ فریبی۔ حقہ باز اور حقہ بانہ میں صنعت تجنیس ہے۔

(۲) ترجمہ ۔ آسمان کی بازی اسکو رسوا کریگی ۔ کیونکہ اس نے اہلِ راز کے ساتھ حیلہ بازی شروع کردی ہے ۔

بیضہ در کلاہ شکستن ۔ یا بیضہ در سر کسے شکستن ۔ کسی کو منہ کرنا رسوا کرنا ۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے ریاکار صوفی کو آسمان آخر کار رسوا کریگا ۔ کیونکہ آسمان اس سے بھی زیادہ بازی گر ہے ۔

(۳) ترجمہ ۔ اے ساقی آ کیونکہ صوفیوں کا شاہدِ رعنا ۔ دوبارہ جلوہ افروز ہوا ہے اور اسنے ناز شروع کیا ہے ۔

خواجہ صاحب نے ساقی سے طلب اسلئے کی ہے کہ ریاکار صوفیوں کے دام میں نہ آجائیں ۔

(۴) ترجمہ ۔ یہ مطرب کہاں کا ہے کہ عراق کا ساز شروع کیا (عراق کی تیاری کی) اور راہِ حجاز سے واپسی کا آہنگ کیا (ارادہ کیا) ۔

عراق (۱) دو علاقوں کا نام ہے ایک عراق عجم جسمیں خراسان اور اصفہان شامل ہیں دریائے جیحوں کے کنارہ پر ہے دوسرا عراق عرب جسمیں بغداد شامل ہے دریائے دجلہ کے کنارہ پر واقع ہے (عراق یعنی کنارہ دریا) (۲) موسیقی کے مقامات میں سے ایک مقام کا نام ہے جو وقتِ چاشت سے مخصوص ہے ۔ **حجاز** ۔ (۱) عرب کا ایک علاقہ جسمیں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ اور نجد و غور کے درمیان کا ملک واقع ہے ۔ (۲) مقامات موسیقی میں سے ایک مقام کا نام ۔

سازِ آہنگ ۔ عراق و حجاز کی رعایت ظاہر ۔

(۵) ترجمہ ۔ اے دل آ کہ ہم خدا کی پناہ مانگیں اس شخص سے جو آستین کوتاہ اور ہاتھ لمبا رکھتا ہو

یعنے ان ریاکار بزرگوں سے جو کوتاہ آستین ہو کر دست درازیاں کیا کرتے ہیں خدا کی پناہ مانگنی چاہیئے ۔ حاصلِ کلام یہ ہے کہ یہ کوتاہ آستین لوگ شیطان ہیں ۔ انکے مکر و دغا سے بچنے کے لئے لاحول پڑھنا چاہیئے ۔

(۶) ترجمہ ۔ تصنع نہ کر (ریاکاری نہ کر) کیونکہ جو شخص سچی محبت اختیار نہیں کرتا عشق اسکے دل پر رنج و غم کا دروازہ کھول دیتا ہے ۔

(۷) ترجمہ ۔ اے خوش رفتار کدھر کہاں جاتا ہے کھڑا ہو جا ۔ اس بات پر نہ بھول کہ عابد بلی (یا عابد کی بلی) نے نماز پڑھی ہے ۔

یعنے بلی کی نماز پر نہ جا جب تو نزدیک پہنچیگا تجھے پکڑ کر کھا جائیگی ۔

مشہور قصہ ہے کہ جنگل میں ایک بلی تھی جو بوجہ ضعیف العمری کے شکار کرنے سے رہ گئی تھی ۔ عبادت میں مشغول ہوگئی ۔ ایک روز دو چوروں کے درمیان کچھ تنازعہ واقع ہوا ۔ بلی کو ثالث مقرر کیا اور اسکے پاس گئے ۔ ماجرا بیان کیا عابد و مسکین بلی نے کہا کہ ذرا نزدیک آؤ ۔ ریاضت و مجاہدہ سے قوی کمزور ہو گئے ہیں دور سے نہیں سن سکتی ۔ جب وہ بچارے

نزدیک گئے۔ فوراً جھپٹی اور دونو کو پکڑ کر چت کر گئی۔ اسوقت سگر یہ عابد ایک ضرب المثل ہوگئی۔

(۸) ترجمہ۔ کل جب پیشگاہِ حقیقت کا ظہور ہوگا۔ وہ سالک شرمندہ ہونگے جو مجاز پر نظر رکھتے تھے۔

فردا سے مراد فردائے قیامت مطلب یہ ہے کہ حقیقت کے ظاہر ہونے پر ریاکاروں کو شرمندہ ہونا پڑیگا اور مجاز کے عاشق محبوب حقیقی کے سامنے رسوا ہونگے۔

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ رندوں کو ملامت نہ کر کیونکہ ازل میں خدا نے ہم کو زہد وریا سے (یا زہد ریا آمیز سے) بے نیاز کر دیا۔

یعنے رندوں کو زہد ریا آمیز کی کچھ ضرورت نہیں وہ ان باتوں سے بے نیاز ہیں۔

غزل (۱۰۰)

صوفی ار باده باندازه خورد نوشش باد	۱	ورنه اندیشهٔ این کار فراموشش باد
آنکه یک جرعه می از دست تو اندداد دل	۲	دست باشاهد مقصود در آغوشش باد
گیست آن شاهد سوار خوش و خرم که دو کون	۳	بسته بند قبا و علم دوشش باد
نرگس مست نوازش کن مردم دارش	۴	خون عاشق بخورد گر بقدح نوشش باد
چشم از آئینه داران خط و خالش گشت	۵	لبم از بوسه بایان لب نوشش باد
گرچه از کبر سخن با من درویش نکرد	۶	جان فدای شکرین پسته خاموشش باد
شاهد ترکان سخن مدعیان می شنود	۷	شرمی از مظلمهٔ خون سیاوشش باد
پیر ما گفت خطا بر قلم صنع نرفت	۸	آفرین بر نظر پاک خطا پوشش باد

(۹) بغلامی تو مشهور جهانند حافظا — حلقهٔ بندگی زلف تو در گوشش باد (۹)

(۱) ترجمہ۔ صوفی اگر شراب اندازہ سے پیئے۔ تو اسے نوشِ جان ہو۔ ورنہ بہتر ہے کہ اسے اس کام کا خیال ہی بھول جائے حکیم عمر خیام کا بھی یہی خیال ہے۔

گر بادہ خوری تو با خردمنداں خور		یا با صنم لالہ رخ و خنداں خور	
بسیار مخور و رد کمن داش مساز		اندک خور و گاہ خور و پنہاں خور	

(۲) ترجمہ ۔ جو شخص ایک گھونٹ شراب کا تھ سو دے سکتا ہے ۔ خدا کرے کہ اسکا ہاتھ شاہد مقصود کی آغوش میں ہو ۔

یعنے شراب کا ایک گھونٹ بخشنے کے عوض خدا ساقی کو کامگار کرے ۔

(۳) ترجمہ ۔ وہ خوش خرم شاہسوار کون ہے کہ دونو جہاں اسکے قبا کے بند اور کندہ کے جھنڈے سے وابستہ ہوں ۔

یعنے عالم سفلی اسکے بند قبا اور عالم علوی اسکے علم و دش کے زیر فرمان ہو ۔ غالباً سید کونین حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مراد ہے ۔

(۴) ترجمہ ۔ اسکی مست آنکھ جو نوازش کرنے والی اور مردم نواز ہے ۔ اگر وہ عاشق کا خون پیالے سے پیے تو ہی نوش جان ہو ۔

مردم بمعنے مردم چشم (پتلی) بھی استعمال ہوتا ہے ۔ لہذا رعائت نرگس و مردم ظاہر ۔

(۵) ترجمہ ۔ میری آنکھ اسکے خط و خال کی آئینہ داروں میں سے ہو گئی ۔ خدا کرے کہ میرا لب اسکے لب شیریں کے بوسہ لینے والوں میں سے ہو جائے ۔

یعنے میری آنکھ کے سامنے ہمیشہ اسکی تصویر ہوتی ہے خدا کرے کہ اسکا بوسہ بھی مجھے نصیب ہو ۔

(۶) ترجمہ ۔ اگرچہ اس نے غرور سے مجھ درویش کے ساتھ بات نہ کی ۔ میری جان اسکی خاموش شیریں پستہ پر قربان ہو ۔

پستہ سے مراد دہن ۔

(۷) ترجمہ ۔ ترکو نکا بادشاہ بدعیوں کی باتیں سنتا ہے ۔ اسکو خون سیاؤش کے ظلم سے شرم ہو ۔

سیاؤش ۔ کاؤس بادشاہ ایران کے گھر ایک بچہ ہوا ۔ نجومیوں نے کہا کہ یہ بچہ منحوس ہے رستم دربار میں موجود تھا ۔ وہ ان باتوں کو کب مانتا تھا ۔ بچے کو بادشاہ سے لیا اور اپنے وطن سیستان میں اسکی پرورش کی جب سیاؤش جوان ہوا رستم اسے ساتھ دربار شاہی میں لے آیا ۔ بادشاہ لڑکے کو دیکھ کر خوش ہوا ۔ اور حکم دیا کہ ہمارے پاس رہا کرے ۔ کاؤس کی ایک جاہنی بیوی اسپر عاشق ہو گئی اور در پردہ پیغام بھیجا ۔ سیاؤش نے انکار کیا ۔ وہ دشمن ہو گئی اور کاؤس سے الٹی چغلی کھائی بات نے طول پکڑا ۔ آخر آگ بھڑکائی گئی سیاؤش اپنے سچ کے دعوے پر اس میں گیا اور بال بال سلامت نکل آیا ۔

خون سیاؤش ۔ سیاؤش باپ کیطرف سے شکستہ دل رہتا تھا ۔ افراسیاب نے اسی پیغام سلام بھیجکر

اپنی دامادی اور بادشاہی پر للچا کر بلایا۔ چنانچہ سیاؤش توران چلا گیا۔ افراسیاب نے کچھ مدت کے بعد اپنے بیٹے کے کہنے سننے پر داماد کو مروا ڈالا۔ رستم انتقام کے لئے اٹھا۔ لشکر تیار کیا اور توران پر چڑھائی کی۔ افراسیاب کو شکست دی۔ ملک لوٹا مارا۔ اور کیخسرو سیاؤش کے بیٹے کو ساتھ لے آیا۔ خونِ سیاؤش (یعنے خون بیگناہ) اسی واقعہ کیطرف اشارہ ہے اور بطور ضرب المثل استعمال ہوتا ہے۔

شاہ ترکاں سے مراد افراسیاب یعنی افراسیاب نے مدعیوں کے کہنے سننے پر ایک ناحق خون کیا اسی اس ظلم پر شرم کرنی چاہئے۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ معشوق رقیبوں کے کہنے پر عاشق بے کس کے قتل پر آمادہ ہے۔ اسے خونِ سیاؤش کے واقعہ سے عبرت حاصل کرنی چاہئے۔

(۸) ترجمہ۔ ہمارے پیر نے کہا کہ قدرت کے قلم سے غلطی نہیں ہوئی۔ اسکی خطاپوش اور پاک نظر پر آفرین ہو۔

یعنے ہمارے پیر نے کہا کہ دستِ قدرت نے جو کچھ کیا ہے۔ اچھا کیا ہے اور مصلحت پر مبنی ہے۔ حکیم مطلق کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا اس لئے جو چیزیں ہم کو بظاہر بُری معلوم ہوتی ہیں۔ ان میں بھی فی الحقیقت کچھ نہ کچھ مصلحت ضرور ہوتی ہے اور برے سے برا آدمی بھی مطلقاً برا نہیں ہوتا نسبتاً برا ہوتا ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارے پیر کی نظر پاک ہے اور خطاپوش ہے۔ یعنی خطاکاروں کی خطا کو بھی حکیم مطلق کی حکمت کے ماتحت مصلحت پر مبنی سمجھکر گویا لوگوں کی خطاپوشی کرتا ہے۔ اسکی اس پاک نظر پر آفریں ہو۔

(۹) ترجمہ۔ تیری غلامی سے حافظ جہاں میں مشہور ہو گیا۔ تیری زلف کی غلامی کا حلقہ اسکے کان میں ہو۔

یعنے خدا کرے کہ حافظ ہمیشہ تیرا حلقہ بگوش رہے۔ تیری غلامی نے اسے مشہورِ عالم کر دیا ہے۔

غزل (۱۰۱)

صبا وقت سحر بوئی ز زلف یار می آورد	۱ دل شوریدہ ما را ز نو در کار می آورد
ز رشک تار زلف یار بر باد سحر میداد	۲ صبا هر نافہ مشکے کہ از تاتار می آورد
فروغ ماہ میدیدم ز بام قصر اور دشن	۳ کہ وہی از شرم او خورشید رو پیدا می آورد
عفا اللہ چین بر ابرش اگرچہ ناتوانم کرد	۴ بجرمت ہم پیامی بر سر پیما می آورد
سر انجشتان جاناں طریق لطف و احسان بود	۵ اگر تسبیح مے مفرمود اگر زنار می آورد

من آن شاخ صنوبر را ز باغ سینه بر کندم	۶	گہر گاہی کز غمش بشگفت مخمت بار می آورد
ز بیم خار چشمش دل خونین را کردم	۷	ولی میریخت خون در ره بدین هنجار می آورد
خوشا آنوقت و خوش آنجا عت کآن زلف گرہ بندش	۸	بدزدیدی چنان دلها که خصم اقرار می آورد
بقول مطرب و ساقی برافشارستم گہ و بیگہ	۹	کز این راہ گران قاصد بسی دشوار می آورد

(۱۰) عجب میشد شبی حافظ جام و پیمانه (۱۰)
ولی منعش نمیکردم که صوفی وار می آورد

(۱) ترجمہ۔ صبا سحر کے وقت زلفِ معشوق کی خوشبو لاتی تھی۔ ہمارے شوریدہ دل کو از سرِ نو کام پر لگاتی تھی

یعنے ہمارے از کار رفتہ دل کو از سرِ نو قوت بخشتی تھی

(۲) ترجمہ۔ معشوق کے تارِ زلف کے رشک سے صبح کی ہوا میں پھیلاتی تھی۔ صبا کستوری کے ہر ایک نافہ کو جیسے وہ تاتار سے لاتی تھی۔

یعنے زلفِ معشوق کی خوشبو کے رشک سے بادِ صبا نافہ ہائے تاتار کی خوشبو کو صبح کے وقت ہوا میں پھیلاتی تھی۔

(۳) ترجمہ۔ اسکے محل کی چھت سے میں چاند کے فروغ کو روشن دیکھتا تھا۔ کہ جسکے شرم سے خورشید بھی اپنا منہ دیوار میں چھپاتا تھا۔

ظاہر ہے کہ جب چاند لبِ بام روشن ہوتا ہے۔ آفتاب کی کمزور شعاعیں نصف دیوار و نیچے باقی ہوتی ہیں اور آخر کار بالکل چھپ جاتی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب میرا معشوق لبِ بام جلوہ افروز ہوتا ہے۔ آفتاب کی شعاعیں بھی اسکی روشنی طلعت کے شرم سے منہ چھپانے لگ جاتی ہیں۔

(۴) ترجمہ۔ خدا اسکے چین ابرو کو معاف کرے اگرچہ اسنے مجھ ناتوان کیا لیکن رحمت کا پیام بھی تو ہمارے پاس وہی لاتی تھی۔

مطلب یہ ہے کہ معشوق کا چین بہ جبیں ہونا اگرچہ عتاب کی نشانی ہے۔ لیکن لطف و کرم کا پتہ بھی اسی سے ملتا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ معشوق کی بخشش سراسر لطف و احسان کا طریقہ ہے۔ خواہ وہ تسبیح کا حکم دیتا تھا۔ خواہ زنار لاتا تھا

مطلب یہ ہے کہ خدا کا احسان عام ہے۔ خواہ تسبیح ہو خواہ زنار۔ اسی کے لطف و احسان پر منحصر ہے

کسی کو ایک طرف لگایا ہی۔ کسی کو دوسری طرف۔ مگر اسکا لطف ہر ایک سے یکسان ہی۔

سلوک ہیں تیرے سب سے یکساں وہ گبر و ترسا ہوں یا مسلماں (حالی)

نہ اُن سے کچھ تیرا بیر پایا نہ ان سے کچھ تیرا پیار دیکھا

(۶) ترجمہ۔ میں نے اس صنوبر کی شاخ کو سینہ کے باغ سے اکھیڑ پھینکا۔ کہ اسکا غم ہی جو پھول کھلتا تھا رنج و غم پھل لاتا تھا۔

شاخ صنوبر سے مراد دل۔ کیونکہ دل صنوبری شکل کا ہوتا ہی اور الٹا آویزاں ہوتا ہی مطلب یہ ہی کہ میرا دل ہمیشہ مجھ پر رنج و غم میں مبتلا رکھتا تھا۔ اس لئے میں نے اسے سینہ سے نکال پھینکا۔

(۷) ترجمہ۔ میں نے اسکی آنکھ کی غارتگری کی ڈر سے خونین دل کو پھوڑ دیا لیکن وہ رستہ میں خون گراتا تھا اور اس طرز میں لایا۔

ہنجار۔ راہ۔ جادہ۔ مجازاً بمعنے طرز۔ روش۔ قاعدہ۔ رنگ۔ لون۔

یعنے دل کو قفس سینہ سے رہا کرنے کے بعد بھی کچھ فائدہ نہ ہوا۔ وہ اسی طرح خون گراتا رہا اور یہ طرز اختیار کرلی

(۸) ترجمہ۔ وہ وقت خوش تھا اور وہ گھڑی (اچھی تھی) کہ اسکی گریہ زلف اسطرح دلوں کو چراتی تھی کہ دشمن بھی قائل ہو جاتا تھا۔

(۹) ترجمہ۔ میں گاہ بگاہ مطرب ساقی کے قول کے مطابق باہر جاتا تھا کہ اس مشکل رستہ سے قاصد مشکل خبر لاتا تھا

یعنے میں مطرب ساقی کے کہنے پر بعض دفعہ ایسے دشوار مقامات کی سیر کرتا تھا۔ جہاں سے قاصد بھی بمشکل خبر لاسکتا تھا۔

(۱۰) ترجمہ۔ گذشتہ رات میں حافظ کو جام و پیمانہ میں مشغول دیکھکر حیران ہوا لیکن میں نے اسکو منع نہ کیا کیونکہ وہ صوفیوں کی طرح جام سے لاتا تھا۔

یعنے چونکہ وہ صوفیوں کے رنگ میں مینوشی کرتا تھا۔ اس لئے میں نے اسکو منع نہ کیا۔

غزل ۱۰۲

صبا بتہنیت پیری فروش آمد	۱	کہ موسم طرب و عیش و ناز و نوش آمد
ہوا مسیح نفس گشت و باد نافہ کشا	۲	درخت سبز شد و مرغ در خروش آمد

تنور لالہ چناں برفروخت باد بہار	۳	کہ غنچہ غرق عرق گشت و گل بجوش آمد
بگوش ہوش من بشنو و بعشرت کوش	۴	کہ این سخن سحر از ہاتفم بگوش آمد
ز فکر تفرقہ باز آئی تا شوی مجموع	۵	بحکم آنکہ چو شد اہرمن ہمہ سروش آمد
ز مرغ صبح ندانم کہ موسم آزاد	۶	چہ گوش کرد کہ بادہ زبان خموش آمد
بہ جای صحبت نامحرم ست مجلس انس	۷	سر پیالہ بپوشاں کہ خرقہ پوش آمد
بگو میت سخن خوش بیا و بادہ نیوش	۸	کہ زاہد از بر ما رفت و بادہ نوش آمد

(۹) ز خانقاہ بمیخانہ میرود حافظ — مگر ز مستی زہد ریا بہوش آمد (۹)

خواجہ صاحب نے اس غزل میں موسم بہار کی آمد کا نقشہ کھینچا ہے۔

(۱) ترجمہ۔ باد صبا پیر مغ دوش کو مبارک باد کہنے آئی۔ کیونکہ خوشی، عیش اور ناز و نوش کا وقت آگیا۔

(۲) ترجمہ۔ ہوا مسیحا نفس ہوگئی اور صبا ناقہ کشا ہوگئی۔ درخت سبز ہو گئے اور پرند شور کرنے لگے۔

مسیح نفس۔ یعنی زندگی بخش۔ ناقہ کشا یعنے خوشبو پھیلانے والی۔

(۳) ترجمہ۔ باد بہاری نے لالہ کے تنور کو ایسا برافروختہ کیا۔ کہ غنچہ پسینہ پسینہ ہوگیا اور پھول جوش میں آیا لالہ بوجہ سرخی اور ہمرنگی تنور سے تشبیہ دی۔ یعنی گل لالہ رنج آور گرفتہ ہوکر پھول پر شبنم کے قطرے پڑے ہیں اور گلابی پھول عین جوبن میں ہیں۔ تنور۔ غرق اور جوش کی رعایت ظاہر۔

(۴) ترجمہ۔ گوش ہوش کو ساتھ میری بات سن اور عیش کرنے کی کوشش کر کہ یہ بات میں نے صبح ہاتف سے سنی ہے۔

(۵) ترجمہ۔ تفرقہ کے فکر سے باز آ تاکہ تو طرح جمع ہو جائے۔ کیونکہ شیطان چلا جاتا ہے فرشتہ آتا ہے

اہرمن۔ شیطان۔ اعتقاد مجوس کے مطابق شر کا فاعل۔ بمقابل یزدان فاعل خیر۔ سروش۔ بضمتین۔ ہر فرشتہ جو پیغام خیر لائے نام جبرئیل علیہ السلام۔

مطلب یہ ہے کہ تو خیالات کثرت کو چھوڑ کر وحدت کا قائل بن۔ تاکہ تجھ خاطر جمعی نصیب ہو یا یہ کہ نفاق کو ترک کر اور فرقہ بندی کے خیالات سے باز آ۔ کیونکہ جب تک تو خیالات تفرقہ کو نہیں چھوڑیگا۔

جمعیتِ خاطر حاصل نہ ہوگی۔ جب تک دل ہی شیطان دور نہ ہو۔ فرشتہ نہیں آتا۔

(۶) ترجمہ۔ میں نہیں جانتا کہ مرغِ سحر سوسنِ آزاد سے کیا سنا۔ کہ باوجود دس زبانوں کے وہ خموش ہے۔

مرغِ صبح۔ یا مرغِ سحر یعنے بلبل (بعض کے نزدیک خروس اور بعض کے نزدیک قمری ہے)

سوسن۔ ایک قسم کے آسمانی رنگ کے پھول کا نام جسکی چھ قسمیں ہیں اسکی شاخ بلند۔ پتے پتلے پھول میں پانچ پنکھڑیاں ہوتی ہیں جو کھلکر خمیدہ ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ شعرا نے اس پھول کو اکثر زبان سے تشبیہ دی ہے۔ سوسن آزاد سفید رنگ۔ کی سوسن کو کہتے ہیں۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ معلوم نہیں بلبل نے گلِ سوسن کو کان میں کیا کہا۔ یا کہ وہ باوجود اتنی زبانیں رکھنے کے خاموش ہے۔ یعنی بلبل نے سوسن کو عشق کے عجیب و غریب اسرار کا پتہ دیا ہوگا۔ کہ وہ چپ ہوگئی۔ **مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ کَلَّ لِسَانُہٗ**۔ جو خدا کو پہچان لیتا ہے اسکی زبان بند ہو جاتی ہے۔

(۷) ترجمہ۔ مجلسِ انس محرم کی صحبت کی جگہ نہیں ہے۔ پیالہ کو ڈھانپ دو کہ خرقہ پوش آیا۔

پہلے مصرعہ میں استفہام انکاری ہے۔ خرقہ پوش سے مراد زاہدِ ظاہر پرست مطلب یہ ہے کہ زاہد اس لئے نامحرم ہیں۔ عشق و محبت کی مجلسوں میں بیٹھنے کے لائق نہیں اسلئے جب زاہدِ ظاہر پرست آئے۔ شراب کا پیالہ ڈھانپ دینا چاہیئے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ظاہر دار لوگ رموزِ عشق سے ناواقف ہوتے ہیں۔ ان کو سامنے نہ آنے دینا ہی اچھا ہے۔

(۸) ترجمہ۔ میں تجھ کو ایک اچھی بات کہتا ہوں آ اور شراب پی۔ کہ زاہد ہمارے پاس سے گیا اور بادہ نوش آیا۔ یعنے زاہد گیا اور رند بادہ نوش آیا۔ یا یہ کہ زاہد ہمارے پاس سے گیا اور بادہ نوش بن گیا۔

(۹) ترجمہ۔ حافظ خانقاہ کو چھوڑ کر شراب خانہ میں جاتا ہے۔ شاید وہ زہد و ریا کی مستی سے ہوش میں آگیا۔

بظاہر خانقاہ ہوش کی جگہ ہے اور شراب خانہ مستی کا مقام ہے۔ مگر خواجہ صاحب خانقاہ کو مستی کی جگہ بیان کرتے ہیں۔ کیونکہ وہاں کے رہنے والے زہد و ریا میں مست ہوتے ہیں۔ برخلاف اسکے شراب خانہ کو ہوش کا مقام کہا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ وہاں جاکر زہد و ریا کی مستی دور ہو جاتی ہے۔ اور ہوش آجاتا ہے اسکے علاوہ مستیٔ عشق کو ہوش سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور ہوش کو دیوانگی کہتے ہیں۔

دیوانہ ہو دنیا میں جو دیوانہ نہیں ہے		عاقل وہی ہوتا ہے جو عاقل نہیں ہوتا	
جسکی آنکھیں ہیں وہ ہے دیوانہ چشمِ آفریں		عالمِ عرفاں میں جو ذی ہوش ہے بیہوش ہے	

غزل ۱۰۳

(۵۰۰)

طائر دولت اگر بار گزاری بکند	۱	یار باز آید و با وصل قراری بکند
دیدہ را دستگہ دُر و گہر گر چہ نماند	۲	بخور و خونی و تدبیر نثاری بکند
شہر خالیست ز عشاق مگر کز طرفی	۳	مردے از غیب برون آید و کاری بکند
کس نیارد بر او دم زدن از قصہ ما	۴	مگر شہ باد صبا گوش گزاری بکند
دادہ ام بار نظر را بہ تمدروی پرواز	۵	باز خواند مگر ش بخت و شکاری بکند
کو کریمے کہ ز بزم طربش غمزدہ	۶	جرعہ در کشد و دفع خماری بکند
یا دنا یا خبر وصل تو یا مرگ رسید	۷	بازی چرخ ازیں یک دو سہ کاری بکند
دوش گفتم بکند لعل لبش چارہ دل	۸	ہاتف غیب ندا داد کہ آری بکند

حافظا گر نروی ز درش ادہم روزی
گذری بر سرت از گوشہ کناری بکند

(۹) (۹)

(۱) ترجمہ۔ بخت کا پرندہ اگر پھر اد ہر سے گذرے معشوق واپس آئے اور وصل کا قرار کرے۔

یعنے اگر بخت یاور ہو۔ تو وصال محبوب نصیب ہو۔

(۲) ترجمہ۔ آنکھ کو اگر چہ دُر و گوہر کی طاقت نہیں رہی۔ البتہ خون کہا کر نثار کی کوئی تدبیر کرے۔

یعنے رو رو کر آنسو خشک ہو گئے اب آنکھوں کو چاہیئے کہ لہو کے آنسو رونا شروع کر دیں۔ گویا معشوق کے قدموں پر موتی نثار کرنے کی طاقت نہیں رہی۔ اب لعل نثار کرنے چاہئیں۔

(۳) ترجمہ۔ شہر تو اب عاشقوں سے خالی ہو گیا شائد کسی طرف سے کوئی آدمی پردہ غیب سے باہر آئے اور کام کرے

مطلب یہ ہے کہ اس قحط الرجال کے زمانہ میں اگر کوئی مرد پردہ غیب سے آکر کچھ کام کرے تو کرے ورنہ اہل زمانہ سے اب کوئی امید نہیں رہی۔

موجودہ زمانہ میں خصوصاً ایسے آدمی کی ضرورت ہے۔

لسان العصر سید اکبر حسین صاحب نے مصرع ثانی میں قدرے ترمیم کرکے اس پر حسب ذیل تضمین کی ہے اور پردہ کے مخالفین کی پردہ دری کی ہے۔

کس نمانده است که دیبنه نگارے نکند	تیغ گر بکف و فتح دیارے نکند
ایں زماں ہمت مردان ہمیں محدود است	زنے از پردہ بروں آید و کارے نکند

(۴) ترجمہ۔ کسی کی طاقت نہیں کہ اسکے پاس ہمارا قصہ بیان کرے۔ شاید باد صبا (ہمارا حال) اسکے گوش گذار کردے۔

(۵) ترجمہ۔ میں نے اپنی نظر کے باز کو اک تیغ رو پر چھوڑا ہے۔ شاید بخت اسے واپس بلائے اور وہ کوئی شکار لائے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر نصیب یاور ہوا تو میری نظر کا باز تیغ رو کا شکار کریگا۔ یعنی وصال محبوب حاصل ہوگا بعض شارحین کی رائے ہے کہ تیغ رو سے مراد معشوق مجازی ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ شاید بخت بیدار ہو میرے باز نظر کو تیغ رو کے تعاقب سے واپس بلائے۔ تاکہ وہ کوئی اور شکار کرے۔ یعنی معشوق حقیقی کا عشق اختیار کرے۔

(۶) ترجمہ۔ ایسا ساقی کہاں ہے جسکی بزم طرب سے کوئی غمزدہ ایک گھونٹ (شراب) پی کر اپنے خمار کو دور کرے۔

(۷) ترجمہ۔ یا تو قاید وصل کی خبر یا رقیب کی موت۔ آسمان کی بازی ان میں سے ایک دو یا تین کام کرے یعنے ان تین چیزوں میں سے ایک یا دو یا سب کی سب نصیب ہوں۔

(۸) ترجمہ۔ کل میں نے کہا کہ اسکا لعل لب دل کا علاج کریگا۔ ہاتف غیب نے آواز دی کہ ہاں کریگا۔

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ اگر تو اسکے دروازے سے نہیں جائیگا۔ تو وہ بھی ایک دن تیرے سر پر کسی طرف سے گذر کریگا۔

یعنے اگر تو اسکے دروازہ پر مقیم ہو جائیگا۔ تو کسی نہ کسی دن وہ ضرور تیرے پاس سے ہو کر گذرے گا

آتے جاتے کبھی ٹھوکر وہ لگا ہی دینگے	
جم گئے راہ میں ہم نقش کف پا ہو کر	

غزل ۱۰۴

عکس روی تو چو در آینهٔ جام افتاد	۱	عارف از پرتو می در طمع خام افتاد
جلوه کرد رخش و زان زلف زره تاب	۲	عکسی از پرتو آن بر رخ اهنام افتاد
این همه عکس می و نقش مخالف که نمود	۳	یک فروغ رخ ساقیست که در جام افتاد
غیرت عشق زبان همه خاصان ببرید	۴	از کجا سر غمش در دهن عام افتاد
هر دمش با من دل سوخته لطفی دگرست	۵	این گدا بین که چه شایسته انعام افتاد
پاک بین را ز نظر پاک مقصود رسید	۶	احول از چشم دوبین در طمع خام افتاد
از پی شمشیر غمش رقص کنان باید رفت	۷	کانکه شد کشتهٔ او نیک سرانجام افتاد
در خم زلف تو آویخت دل از چاه زنخ	۸	آه کز چاه برون آمد و در دام افتاد
آن شد ای خواجه که در صومعه بازم بینی	۹	کار ما با رخ ساقی و لب جام افتاد
من ز مسجد بخرابات نه خود افتادم	۱۰	اینم از روز ازل حاصل فرجام افتاد
چه کند گر نپذیرد دوران نرود چون پرگار	۱۱	هر که در دایرهٔ گردش ایام افتاد
صوفیان جمله حریفند و نظربازی ولی	(۱۲)	(۱۲)
زین میان حافظ دل سوخته بدنام افتاد		

(۱) ترجمہ۔ تیرے چہرہ کا عکس جب پیالہ کے آئینہ میں پڑا عارف شراب کے پرتو کو طمع خام میں پڑ گیا۔

محبوب حقیقی کے چہرہ کا پرتو کائنات کے آئینہ میں پڑا ہے اور مشاہدۂ ذات کے لئے کائنات بمنزلہ مرآت کے ہے۔ لیکن عارف اسی پرتو کو اصل سمجھ کر طمع خام میں پڑ گیا اور حقیقت سے دور رہا گویا جام شراب میں اصل چیز تو پرتوِ رخِ جاناں ہے۔ شراب نہیں۔

دیکھو شعر الف ۲۴

(۲) ترجمہ۔ اسکے چہرہ نے ازل کے دن نقاب کے اندر جلوہ کیا اسکے پرتو سے ایک عکس ہمارے اوپر آپڑا۔ یعنی جلوہ چونکہ زیر نقاب تھا اس لئے صرف ایک پرتو ہی چہرہ عقل پر پڑا اور ہر ایک آدمی کی عقل نے اپنے اپنے بساط کے مطابق اسکی تعبیر کی ورنہ حقیقت تو در پردہ ہی رہی۔ دیکھو شعر ۲/۵

(۳) ترجمہ۔ یہ تمام شراب کا عکس اور مخالف نقش بنظر آرہے ہیں۔ ساقی کے چہرہ کا ایک جلوہ ہے جو جام میں پڑا۔

مطلب یہ ہے کہ آئینہ کائنات میں جلوہ تو صرف اسی کے چہرہ کا ہے۔ البتہ نقش مختلف رنگوں اور مختلف طرزوں کے پیدا ہوگئے۔ دنیا میں نیک و بد مسلم و کافر سیاہ و سفید تمام اسی جلوہ کے مختلف رنگ ہیں۔

یک پرتو است کردہ جہانے پر از ظلال	ما چیست جلوہ است مختلف آثار آمدہ

(حزیں)

عارف محمود تبریزی کا شعر ہے۔

ظلمی وجہولی ضد نور ند	ولیکن منعکس عین ظہور ند

(۴) ترجمہ۔ عشق کی غیرت نے تمام خاص لوگوں کی زبان کاٹ ڈالی اسکے عشق کا بھید اب تمام لوگوں کی زبانوں پر بسطرح چڑھ گیا۔

حقیقت میں یہ ایک معما ہے۔ کہ جب خاص لوگ جو اسرار معرفت سے آگاہ ہوتے ہیں افشائے راز نہیں کرتے تو عوام میں راز کی باتیں کس طرح شائع ہوجاتی ہیں۔ بقول سعدی

ایں مدعیاں از خبرش بے خبر انند	آں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

معلوم ہوتا ہے کہ ان سربستہ اسرار میں سے بعض بھید خدا خود عوام کے دلوں میں ڈال دیتا ہے زیادہ تشریح کے لئے دیکھو شعر ۲۵/۵۔

(۵) ترجمہ۔ ہر دم مجدد سوختہ کے ساتھ اس کی تازہ مہربانی ہے۔ اس گدا کو (یعنے مجھے دیکھو کہ کیسا انعام کے قابل ہوا۔

(۶) ترجمہ۔ پاک بیں پاک نظر سے مدعا کو پہنچ گیا اور عیبگا اپنی دو بین آنکھ سے طمع خام میں پڑا۔

احول۔ وہ شخص جو ایک کے دو دو دکھائی دیں۔ یہاں اس شخص سے مراد ہے جو کثرت کا قائل ہو اور مسئلہ وحدت کو نہ سمجھ سکے۔ پاک بیں سے وہ شخص مراد ہے جسکی نظر صحیح ہو اور جسے عالم کثرت

یہ بھی وحدت نظر آئے۔

(۷) ترجمہ۔ اس کے غم کی تلوار کے نیچے رقص کرتے ہوئے جانا چاہئے۔ کیونکہ جو اسکا کشتہ ہوا وہ نیک انجام ہوا۔

(۸) ترجمہ۔ چاہِ زنخدان سے نکلکر دل تیری زلف کے خم میں لٹک گیا۔ افسوس کہ وہ کنوئیں سے نکلا اور جال میں پھنسا چاہِ زنخدان کو چاہ اور خمِ زلف کو دام سے تشبیہ دی ہے۔

(۹) ترجمہ۔ آخر وہ وقت گیا کہ پھر تو مجھے عبادت گاہ میں دیکھے اب ہمیں رخِ ساقی اور لبِ جام کے واسطہ پڑ گیا یعنے اب میں محو یار ہوں۔ عبادت کیا۔

(۱۰) ترجمہ۔ میں مسجد کو چھوڑ کر خرابات میں خود نہیں گیا۔ بلکہ روزِ ازل سے یہی میرا انجام کا حاصل مقرر ہوا تشریح کے لئے دیکھو شعر الف ۲

(۱۱) ترجمہ۔ کیا کرے اگر پرکار کیطرح زمانہ کی گردش پھرے۔ وہ شخص جو گردشِ ایام کے دائرہ میں پڑ گیا ہو۔ یعنے جو شخص دائرہ امکان میں آیا ہے مجبوراً پرکار کیطرح زمانہ کے پیچھے گردش کرنی پڑتی ہے۔

(۱۲) ترجمہ۔ تمام صوفی حرافی اور زرباز ہیں۔ لیکن ان میں دل سوختہ حافظ بدنام ہو گیا۔

مطلب یہ ہے کہ صوفی بھی تمام ہماری طرح عاشق اور نظر باز ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ اپنی زہد ظاہری کی وجہ سے نیک نام رہے اور ہم بدنام ہو گئے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

پنج حریص بے دامن ترنیست اما دیگراں		بازمے پوشند و ما برآفتاب افگندہ ایم	

اسی مضمون پر ؎

میں ہی آنسو نہیں پیتا تیری اکثر		حضرت شیخ بھی نوشِ لبِ ساغر معلوم	

غزل ۱۰۵

عشقت نہ سرسریست کہ از سر بدر شود	۱	مہرت نہ عارضیست کہ جای دگر شود
عشق تو در وجود و مہر تو در دلم	۲	با شیر در دروں شد و با جاں بدر شود
دردیست درد عشق کہ اندر علاج او	۳	ہر چند سعی بیش نمائی بتر شود

اول منم یکے کہ دریں شہر ہر شبے	۴	فریاد من بگنبد افلاک بر شود
ور زانکہ من بشک فشانم بزندہ رود	۵	کشت عراق جملہ بیکبار تر شود
دی درمیان زلف بدیدم رخ نگار	۶	بر ہیئتے کہ ابر محیط قمر شود
گفتم کہ ابتدا کنم از بوسہ گفت نے	۷	بگذار تا کہ ماہ زعقرب بدر شود
ای دل بیاد لعلش اگر باده میخوری	۸	گذار ہاں کہ مدعیاں را خبر شود

(۹) حافظ سر ازلحد بدر آرد بپای بوس — گر خاک او بباد شمالی سپر شود (۹)

(۱) ترجمہ ۔ تیرا عشق سرسری نہیں ہے کہ سر سے نکل جائے ۔ تیری محبت عارضی نہیں ہے کہ دوسری جگہ چلی جائے ۔

(۲) ترجمہ ۔ تیرا عشق میری وجود میں اور تیری محبت میرے دل میں ۔ دودھ کے ساتھ اندر گئی اور جان کے ساتھ باہر نکلیگی

یہ شعر دیوان میں دوبارہ لکھا گیا ہے ۔ دیکھو شعر د ۲۹/۱۳

(۳) ترجمہ ۔ درد عشق ایک ایسا درد ہے کہ اسکے علاج میں ۔ تو جتنی زیادہ کوشش کریگا ۔ زیادہ ہوتا ہو جائیگا

مریض عشق پر رحمت خدا کی	مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

(۴) ترجمہ ۔ اس شہر میں پہلا میں ہی یک شخص ہوں کہ ہر رات ۔ گنبد افلاک پر میری فریاد پہنچتی ہے ۔

(۵) ترجمہ ۔ اور اگر ایسا ہو کہ میں زندہ رود میں آنسو بہاؤں ۔ تو عراق کی تمام کھیتیاں یکبار تر ہو جائیں ۔

زندہ رود ۔ بڑی نہر ۔ اصفہان کے تلے ایک ندی بہتی ہے ۔ جسکا پانی بہت صاف اور شیریں ہے

کثرت گریہ کا بیان ہے

(۶) ترجمہ ۔ کل میں نے زلف کے اندر معشوق کا چہرہ دیکھا ۔ اسطرح تھا جیسے چاند کے گرد بادل محیط ہو ۔

معشوق کے چہرہ کو چاند اور زلف کو ابر کہا ہے ۔ تشریح کے لئے دیکھو شعر د ۵/۳

با خیال زلف و رویش می روم با صد شتاب	یکقدم بر سایہ دارم یکقدم بر آفتاب

(۷) ترجمہ ۔ میں نے کہا کہ میں بوسے شروع کروں اس نے کہا نہیں ٹھیر جا کہ چاند عقرب سے نکل جائے ۔

عقرب ۔ کہ دوم برج آسمان میں سے آٹھواں برج ۔ مجازاً بمعنے منحوس ۔ چاند کا برج عقرب میں ہونا منحوس خیال کیا جاتا ہے اور جب تک چاند برج عقرب میں ہو کوئی کام شروع نہیں کرتے ۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ جب تک روح کا چاند جسم عنصری کے برج میں ہے۔ وصال ممکن نہیں عام عقیدہ ہے کہ مشاہدۂ ذات دنیا میں حاصل نہیں ہو سکتا۔ یا چاند سے مراد رخسار اور عقرب سے مراد زلف یعنی جب تک زلف چہرہ سے نہ ہٹائی جائے۔ بوسہ ممکن نہیں۔

(۸) ترجمہ ۔ دل اگر تو اسکے لب لعل کی یاد میں شراب پیتا ہے۔ تو خبردار ایسا نہ ہو کہ مدعیوں کو خبر ہو جائے مطلب یہ ہے کہ خام طبع لوگوں کو اسرارِ عشق سے آگاہ نہیں کرنا چاہیے۔

(۹) ترجمہ ۔ حافظ قبر سے پابوسی کے لئے سر باہر نکالے گا۔ اگر اسکی خاک آپکے پاؤں سے پامال ہو۔

یہ شعر بھی شعر (۲) کیطرح دیوان میں دوبارہ لکھا گیا ہے۔ دیکھو شعر د ۲۹/۱۴۲

غزل (۱۰۶)

غلام نرگس مست تو تاجدار انند	۱	خراب بادۂ لعل تو ہوشیار انند
ترا صبا و مرا آب دیدہ شد غماز	۲	وگرنہ عاشق و معشوق راز دار انند
بزیر زلف دوتا چوں گذر کنی بنگر	۳	کہ از یمین و یسارت چہ بیقرار انند
گذار کن چو صبا بر بنفشہ زار دمے	۴	کہ از تطاول زلفت چہ سوگوار انند
رقیب دیر گذر و بیش ازیں مکن نخوت	۵	کہ ساکنان در دوست خاکسار انند
نصیب ماست بہشت ای خدا شناس برو	۶	کہ مستحق کرامت گناہ گار انند
نہ من بر اں گل عارض غزل سرایم و بس	۷	کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزار انند
تو دستگیر شو ای خضر پی خجستہ کہ من	۸	پیادہ میروم و ہمرہاں سوار انند
بیا بمیکدہ و چہرہ ارغوانی کن	۹	مرو بصومعہ کانجا سیاہ کار انند

(۱۰) خلاص حافظ ازاں زلف تابدار مباد — (۱۰)
کہ بستگاں کمند تو رستگار انند

(۱) ترجمہ ۔ بادشاہ بھی تیری نرگس مست کے غلام ہیں اور ہوشیار بھی تیری سرخ شراب کے مست ہیں ۔

بادشاہ و غلام اور ہوشیار و مست کا مقابلہ لطیف ہے ۔ دیکھو شعر ۲

(۲) ترجمہ ۔ بادِ صبا تیری غماز ہوئی اور آنسو تیرے غماز ہوئے ۔ وگرنہ عاشق اور معشوق تو راز دار ہوتے ہیں ۔

غماز یعنے چغل چغل خور ۔ صبا زلفِ معشوق کی خوشبو کو اطراف و اکناف عالم میں پھیلاتی ہے اور اس طرح غمازی کرتی ہے ۔ آنسو عاشق کا راز افشا کرتے ہیں ورنہ عاشق بھی رازِ عشق کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتا ہے

آنسوؤں کی غمازی کے لئے دیکھو شعر د ۲۹ ش ۹/۲ ع ۴/۵ م ۱۲/۶ م ۷۲/۸

ماجرائے دل نمیگویم بکس	آب چشمم ترجمانی میکند	(سعدی)

(۳) ترجمہ ۔ جب تو چلتا ہو تو دیکھ کہ تیری زلفِ دوتا کی نیچے ۔ دائیں بائیں کتنے بیقرار ہیں ۔

یعنے اپنی زلفِ دوتا کی نیچے نظر کر کہ کتنے بیقرار دل تیری دائیں بائیں زلفوں میں اسیر پڑے ہیں ۔

(۴) ترجمہ ۔ بادِ صبا کیطرح بنفشہ زار میں جا کر دیکھ ۔ کہ تیری زلف کی دست درازی سے کتنے سوگوار بنے ہیں ۔

بنفشہ کو زلفِ معشوق سے تشبیہ دیتے ہیں ۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ خود بنفشہ بھی تیری زلف کے عشق میں غمزدہ بنا بیٹھا ہے بنفشہ چونکہ سیاہ رنگ ہوتا ہے اور سیاہ رنگ ماتمی نشان ہے ۔ لہذا سوگوار اور بنفشہ زار کی رعایت ظاہر ۔

(۵) ترجمہ ۔ رقیب چلا جا اور اس سے زیادہ نخوت نہ کر ۔ کیونکہ درِ معشوق کو رہنے والے خاکسار ہوتے ہیں ۔

یعنے درِ معشوق کے رہنے والے خاکسار ہوتے ہیں اور تو نخوت ظاہر کرتا ہے ۔ یہاں نخوت والوں کا کام نہیں ۔ جا چلا جا اور یہاں نخوت فروشی نہ کر ۔

(۶) ترجمہ ۔ خدا شناس چلا جا بہشت ہمارے حصہ میں ہے ۔ کیونکہ بخشش کے حقدار گنہگار ہوتے ہیں ۔

خواجہ صاحب زاہد ریائی کو خطاب کر کے کہتے ہیں کہ جاؤ تمہارا بہشت میں کیا کام ہے یا ہمارے ساتھ تمہارا کیا مطلب ہے ۔ بہشت ہم گنہگاروں کے لئے ہے ۔ کیونکہ رحمت اور مغفرت گنہگاروں کے حصہ میں آئی ہے ۔

بیگانہ ہوں میں چلا زاہد جو اسکو دے بہشت	اپنے حصہ میں مغفرت بولی دہر آمیں گناہگاروں میں ہو تو	(میر عنایتی)

(۷) ترجمہ ۔ صرف میں ہی اس گلِ عارض پر غزل سرا نہیں ہوں ۔ بلکہ تیری بلبلیں ہر طرف ہزار ہا ہیں ۔

ہزار یا ہزار داستان بلبل کا نام بھی ہے ۔ لہذا عندلیب و ہزار کی رعایت ظاہر ۔ صنعت ایہام ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ عارضِ معشوق کے پھول پر صرف میں ہی غزل سرائی نہیں کرتا ۔ بلکہ چار و نطرف ہزار ہا بلبلیں اس پر نغمہ سرائی کر رہی ہیں ۔

يُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ (بنی اسرائیل) یعنی سات آسمان اور زمین اور جو کچھ انکے اندر ہے خدا تعالیٰ کی تسبیح کہتے ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اسکی تسبیح نہ کہتی ہو اور اسکی تعریف نہ کرتی ہو لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے ہو۔

	بذکرش ہر چہ بینی در خروش است		ولے داند دریں معنی کہ گوش است	
	وبلبل برگلش تسبیح خوانے ست		کہ ہر خارے بہ تسبیحش زبانے ست	(سعدی)

عارف جامی فرماتے ہیں۔

	عندلیباں زسرِ شاخ بآواز بلند		ذکر بالائے تو در ہر چمنے میگویند	

اسی مضمون پر ہے۔

	تنہا نہ منم اسیرِ عشقت		خلقے بتو عاشق است و من ہم	(سعدی)
	ہر کسے را ہوئے دگر در سر شد		نہ کلاہِ دلولہ از بہلِ تنہا برخواست	(سعدی)

اسی مضمون کے لئے دیکھو شعرت ۵۲ ت ۹ د ۵۲

	ہمہ ذرات عالم ہمچو منصور		تو خواہی ست گیر و خواہ مخمور	
	دریں تسبیح و تہلیل اند دائم		بدیں معنی ہے باشند قائم	
	اگر خواہی کہ گردد بر تو آساں		دان من شیئ را یکرہ فروخواں	گلشن راز

آں شکر خندہ کہ پُر نوش و نمانے دارد سعدی نہ دلِ من کہ دلِ خلق جہانے دارد

(۸) ترجمہ ۔ مبارک قدم خضر تو میری دستگیری کر کہ میں پیادہ جا رہا ہوں اور ہمراہی سوار ہیں۔

یعنے میرے ہمراہی سوار ہیں اور میں پیادہ۔ اگر تو میری دستگیری نہ کرے تو میں ان کے ساتھ ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔ یہ شعر ہندوستان کے موجودہ مسلمانوں کے عین مناسب حال ہے۔ مسلمان بیچارے پیادہ پا جا رہے ہیں اور ہمسایہ قومیں گھوڑوں پر سوار میدان ترقی میں اُڑی چلی جاتی ہیں۔ اگر خدا کا فضل خضر راہ نہ بنا تو انکا منزل مقصود پر پہنچنا محال ہے۔

	اے قافلہ سالار چنیں تند مرانی		آہستہ کہ در کوہ دگر باز نمانند	(سعدی)

(۹) ترجمہ ۔ شراب خانہ میں آ اور چہرہ مرغ کر۔ عبادت خانہ میں نہ جا کیونکہ وہاں سیاہ کار لوگ ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ عشق اختیار کر تاکہ تجھ سرخروی حاصل ہو۔ زہد خشک اور ریا آمیز سے تو دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ ارغوان وسیاہ اور بیاد مرو کا مقابلہ بطیف ہے۔ نیز دیکھو شعر د ۱۰۷/۳

شیخ علی حزیں نے کنج خرابات اور حلقۂ زہاد کا مقابلہ کیا ہے۔

زہر کنج خرابات مغاں برخواست جمشیدے		کسے از حلقۂ پرہیزگاراں برنخیزد	

خواجہ معین الدین اجمیری قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

من از کنج خرابات جمالے دیدہ ام اللہ		کہ چندیں سال نمی خیزم بمحراب مناجاتش	
در صومعہ نیافت مشامم چو بوئے عشق		بیرون دم بکوچہ و بازار بنگرم	
جستم براہ کعبہ ندیدم از و نشاں		یک راہ رو دم بخانہ خمار بنگرم	

(۱۰) ترجمہ۔ خدا کرے کہ حافظ اس پیچ در پیچ زلف سے رہائی نہ پائے۔ کیونکہ تیری کمند کے گرفتار رستگار ہوتے ہیں۔

یعنے کمندِ عشق کے گرفتار حقیقت میں تمام قیود سے رہا ہوتے ہیں۔

بندِ معشوق چوں بہ بست بہ پائے		از ہمہ بندہا رہا بودن	(انوری)
دے بیغم ہے خواہی ز غمگیں بدست آور		چوں غمگین عشق آمد ز غم ہا جملہ بے غم شد	(معین الدین)

غزل (۱۰۶)

قتل این خستہ بشمشیر تو تقدیر نبود	۱	ورنہ ہیچ از دل پیرحم تو تقصیر نبود
یارب آئینۂ حسن تو چہ جوہر دارد	۲	کہ در و آہ مراقوت تاثیر نبود
سرز حیرت بدر میکدہ ہا بر کردم	۳	چوں شناسای تو در صومعہ یک پیر نبود
من دیوانہ چو زلف تو رہا میکردم	۴	ہیچ لائق ترم از حلقۂ زنجیر نبود
ناز نین تر ز قدت در چمن حسن نرست	۵	خوشتر از نقش تو در عالم تصویر نبود
تا مگر ہیچ صبا باز بزلف تو رسد	۶	حاصلم دوش بجز نالۂ شبگیر نبود

آں کشیدم زتوای آتش ہجراں کہ چو شمع | جز فنا نیست خودم از دست تو تدبیر نبود

(۸) آیتی بُد زعذاب انده حافظ بی تو (۸)
کہ بہ ہیچ پیش حاجت تفسیر نبود

(۱) ترجمہ - تیری تلوار کا قتل ہونا اس خستہ جان کے نصیب میں نہ تھا۔ ورنہ تیرے بیرحم دل نے تو کچھ کمی نہ چھوڑی خواجہ صاحب شمشیر معشوق سے قتل ہونے کو خوش نصیبی تصور کرتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ میری قسمت میں ہی تیرے ہاتھ سے قتل ہونا نہ لکھا تھا۔ اس لئے میں اس سعادت سے محروم رہا ورنہ تیرے بیرحم دل نے تو مجھے قتل کرنے کی کوشش میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ خواجہ صاحب قتل ہونے کو سعادت بھی سمجھتے ہیں اور ساتھ ہی معشوق کے دل کو بیرحم کہتے ہیں حقیقت میں معشوق کی بیرحمی کا اظہار بھی مطلوب ہے کیونکہ وہ عاشقوں کے قتل پر آمادہ ہوتا ہے

(۲) ترجمہ - یارب! تیرے حسن کا آئینہ کیسا جوہر رکھتا ہے کہ اس میں میری آہ کو بھی تاثیر کی قوت نہیں۔ ظاہر ہے کہ آئینہ کا جوہر اور اسکی صفائی نفس یا آہ کی تاب نہیں لا سکتی۔ سانس سے آئینہ مکدر ہو جاتا ہے خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ تیرے حسن کا آئینہ عجیب جوہر رکھتا ہے کہ اس پر آہ کا کچھ اثر نہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ میں تیرے عشق میں آہ و زاری کر رہا ہوں اور تجھ پر اسکا کچھ اثر نہیں۔

(۳) ترجمہ - حیرت کی وجہ سے میں شراب خانوں کے دروازوں پر جانا شروع کیا۔ کیونکہ عبادت خانہ میں تیرا پہچاننے والا کوئی پیر نہ تھا۔

زہدانِ ریاکار میں کوئی خداشناس نہیں ہوتا۔ البتہ رندانِ بادہ خوار جو شرابِ عشق سے بدمست ہوتے ہیں خداشناسی کے حقیقت ہوتے ہیں۔ دیکھو شعر د ۱۰۶/۹۔

(۴) ترجمہ - میں دیوانہ جب تیری زلف کو چھوڑتا تھا۔ تو حلقۂ زنجیر سے زیادہ کوئی چیز میرے مناسب حال نہیں تھی۔ مطلب یہ ہے کہ اگر محبوں عاشق تیری زلف کے خم سے نکلے تو بہتر ہے کہ اسکو زنجیر میں جکڑ دیا جائے۔ یا یہ سمجھو کہ انسان معشوق حقیقی کی زلف کو چھوڑ کر یعنے عالم علوی کو چھوڑ کر دنیا میں آیا۔ تو اسکے لئے بہتر یہی ہے کہ یہاں قید رہے اگر بجائے لفظ چو لفظ چہ پڑھا جائے تو یہ معنی ہونگے۔ کہ میں دیوانہ تیری زلف کو کیا چھوڑتا یعنے کسطرح چھوڑتا کیونکہ زنجیر میں جکڑا رہنا ہی میرے لئے مناسب ہے۔

(۵) ترجمہ - حسن کے باغ میں تیرے قد سے زیادہ نازنین کوئی چیز پیدا نہیں ہوئی۔ تیرے نقش سے زیادہ خوبصورت عالم کا

تصویر میں کوئی چیز نہیں۔

عالم تصویر سے مراد دنیا۔ جسمیں مصور قدرت نے عجیب و غریب خوبصورت تصویریں بنائی تھیں۔

(۶) ترجمہ۔ تاکہ شاید بادِ صبا کیطرح پھر میں تیری زلف تک پہنچ جاؤں۔ کل رات سوائے نالہ شبگیر کے میرا کچھ کام نہ تھا۔

یعنی کل تمام رات میں نالہ و فریاد کرتا رہا تاکہ معشوق کی زلفِ معنبر کی خوشبو سے مشامِ جان کو معطر کرے ظاہر ہے کہ بادِ صبا تمام رات کی پریشانی کے بعد صبح کو وقت گیسوئے معشوق کی خوشبو حاصل کرتی ہے۔ شب اور زلف کی رعائت (بوجہ سیاہی) ظاہر ہے۔

(۷) ترجمہ۔ اے ہجر کی آگ میں جو تیرے ہاتھوں سے وہ مصیبتیں اٹھائیں۔ کہ اپنے تئیں تیرے ہاتھ سے فنا ہونیکے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔

شمع بھی رات بھر جلتی رہتی ہے اور اس مصیبت کا خاتمہ صرف اسی وقت ہوتا ہے جب کہ شمع گل کر دی جاتی ہے۔ عاشق بھی آتش ہجر سے جلتا رہتا ہے۔ اور صرف موت ہی اسکو اس مصیبت سے رہا کر سکتی ہے۔

(۸) ترجمہ۔ تیرے بغیر حافظ کا غم عذاب کی ایک ایسی نشانی تھا کہ کسی کے سامنے اسکے بیان و تشریح کی ضرورت نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ تیری ہجر میں حافظ پر جو مصیبتیں آئیں وہ عذاب دوزخ کا ایک ایسا بین اور ظاہر نمونہ تھیں۔ کہ انکی تشریح کی ضرورت نہیں۔ آیت اور تفسیر کی رعایت ظاہر۔ بد مخفف بود کا اور اندہ مخفف اندوہ کا ہے۔ (عذاب دوزخ پر جو قرآنی آیات ہیں ان کی تفسیر کی تو ضرورت ہے۔ مگر آتش ہجراں کی تشریح کی ضرورت نہیں)

کیا نمودِ آفتابِ حشر داغوں کے حضور	وہ بھی اک چھوٹا سا انگارا ان انگاروں میں ہے

غزل (۱۰۸)

گرمی فروش حاجت رنداں روا کند	۱	ایزد گنہ ببخشد و دفع بلا کند
در کارخانہ کہ رہ علم و عقل نیست	۲	وہم ضعیف رای فضولی چرا کند
مطرب بساز عود کہ کس بی اجل نمرد	۳	واں کو نہ ایں ترانہ سراید خطا کند

گر رنج پیشت آید و گر راحت اے حکیم	۴	نسبت مکن بغیر کہ اینہا خدا کند	
مارا کہ درد عشق و بلای خمار ہست	۵	یا وصل دوست یا می صافی دوا کند	
حقا کہ در زمان برسد مژدۂ اماں	۶	گر سالکی بعہد امانت وفا کند	
ساقی بجام عدل بدہ بادہ تا گدا	۷	غیرت نیاورد کہ جہاں پر بلا کند	

(۸) جاں رفت در سر می حافظ از غصہ سوخت (۸)
عیسے اے دمے کجاست کہ احیای ما کند

(۱) ترجمہ۔ اگر مے فروش رندوں کی حاجت پوری کرے۔ تو خدا گناہ بخش دیگا اور بلا دور کریگا۔

(۲) ترجمہ۔ ایسے کارخانہ میں جہاں علم اور عقل کو دخل نہیں ضعیف وہم وہاں فضول رائے کیا دے۔
یعنے کارخانۂ کائنات اور اسرار معرفت میں علم اور عقل کو بھی جنکے معلومات ایک حد تک یقینی ہوتے ہیں دخل نہیں۔ تو پھر وہم کو جو ایک نہایت ہی بے سروپا چیز ہے۔ ایسے معاملات میں اپنی فضول اور بیہودہ رائے نہیں دینی چاہیئے۔

(۳) ترجمہ۔ اے مطرب عود (ساز) بجا کہ کوئی آدمی بغیر اجل کے نہیں مرتا۔ اور جو شخص یہ ترانہ نہیں گاتا غلطی کرتا ہے۔
خواجہ صاحب مطرب کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں کہ تیرے سرود کا مضمون یہ ہونا چاہیئے کہ کوئی آدمی اپنے مقررہ وقت سے پہلے نہیں مرسکتا۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ جس شخص کے دل میں یہ خیال جاگزیں ہو کہ موت کا وقت مقررہ ہے اور وقت سے پہلے موت نہیں آسکتی۔ صرف وہی شخص دنیا میں کچھ کام کرسکتا ہے۔ یہ خیال انسان کو ایثار اور جان نثاری پر آمادہ کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ ایثار کے بغیر ذوق عمل کی تکمیل نہیں ہوتی۔

دو روز خذر کردنت از مرگ روانیست		روز کہ قضا باشد و روز کہ قضا نیست	
روز یکہ قضا ہست کوشش نکند سود		روز یکہ قضا نیست دروے مرگ روانیست	

(۴) ترجمہ۔ اے حکیم اگر رنج تیرے پیش آئے یا راحت تو غیر سے اس کی نسبت نہ کر کہ یہ تمام باتیں خدا کرتا ہے۔
یعنے جو کچھ کرتا ہے خدا کرتا ہے۔ رنج و راحت کو غیر سے منسوب نہ کرنا چاہیئے۔

گر گزندت رسد ز خلق مرنج		کہ نہ راحت رسد ز خلق نہ رنج	
از خداداں خلاف و دشمن و دوست		کہ دل ہر دو در تصرف اوست	(سعدی)

گرچہ تیر از کماں ہمے گزرد		از کماں دار بیند اہل خرد	

لطیفہ۔ کہتے ہیں کہ ایک فقیر بازار میں ہمیشہ یہ کہتا پھرتا تھا کہ جو کچھ کرتا ہے خدا کرتا ہے۔ ایک روز کسی نابکار نے فقیر کے سر پر ایک پتھر مارا اور بھاگ گیا۔ فقیر اسکے پیچھے دوڑا۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت آپ تو ہر وقت یہی کہتے رہتے ہیں کہ جو کچھ کرتا ہے خدا کرتا ہے۔ اب بھی یہی سمجھ کر چپ ہو رہو کہ جو کچھ کیا ہے خدا نے کیا ہے۔ فقیر نے جواب دیا کہ میں انتقام کی غرض سے اس شخص کا تعاقب نہیں کرتا۔ اب بھی میرا یہی یقین ہے کہ جو کچھ کیا ہے خدا نے کیا ہے۔ صرف یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ درمیان میں اس نے بدنام کس غریب کو کیا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ ہم کو جو عشق کا درد اور خمار کی تکلیف ہے۔ انکا علاج یا معشوق کا وصل کر سکتا ہے یا صاف شراب۔ درد عشق کا علاج وصل دوست اور خمار کی دوا شراب۔

(۶) ترجمہ۔ خدا کی قسم ہے کہ اسی وقت امان کی خوشخبری پہنچ جائے۔ اگر سالک وعدہ امانت کا ایفا کرے۔

وعدہ امانت سے مراد وعدۂ قالو بلیٰ اور بار امانت جسکی تصریح آیہ انا عرضنا الامانت میں ہے دیکھو شعر ۵۴/۵۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ہم اپنی بندگی کے وعدہ کو پورا کریں تو خدا بھی اپنی شان کریمی کا اظہار کردے۔ اَوْفُوْا بِعَهْدِیْ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ۔ (میرا وعدہ وفا کرو تاکہ میں تمہارا وعدہ کو وفا کروں) بقرہ

(۷) ترجمہ۔ اے ساقی عدل کر دے پیالہ شراب دے تاکہ گدا غیرت میں آئے اور تمام جہاں کو بلا میں نہ ڈال دے۔ یعنی درویشوں کی حاجت روائی کر اور نہ لوگ غیرت میں آکر دنیا کو بلا میں مبتلا کر سکتے ہیں۔

(۸) ترجمہ۔ جان شراب کے خیال میں ہی چلی گئی اور حافظ غصہ دل گیا۔ کوئی عیسے نفس کہاں ہے کہ ہم کو (از سر نو) زندہ کرے۔

غزل ۱۰۹

کلک مشکین تو روزی کہ زما یاد کند	۱	ببرد اجر دو صد بندہ کہ آزاد کند
قاصد حضرت سلمیٰ کہ سلامت بادا	۲	چہ شود گر بسلامی دل ما شاد کند
یارب اندر دل آن خسرو شیریں انداز	۳	کہ بحرمت گذری بر سر فرہاد کند
حالیا عشوۂ عشق تو ز بنیاد برد	۴	تا دگر فکر حکیمانہ چہ بنیاد کند

گوہر پاک تو از مدحت ما مستغنیست	۵	فکر مشاطہ چہ بر حسن خداداد کند
امتحان کن کہ بسے گنج مراد بدہند	۶	گر خرابی چو مرا لطف تو آباد کند
شاہ را بہ بود از طاعت صد سالہ زہد	۷	قدر یک ساعت عمری کہ ورا یاد کند

(۸)	رہ نبردیم بمقصود خود اندر شیراز خرم آن روز کہ حافظ رہ بغداد کند	(۸)

یہ غزل خواجہ صاحب نے اپنے مربی اور ممدوح سلطان احمد بن اویس بادشاہ بغداد کو لکھ کر بھیجی تھی۔
دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۲۱۔

(۱) ترجمہ۔ تیرا مشکبار قلم جس دن ہم کو یاد کرتا ہے۔ دو سو غلاموں کے آزاد کرنے کا اجر حاصل کرتا ہے
یعنے جس دن تو ہمیں ایک خط لکھتا ہے تجھے اتنا ثواب حاصل ہوتا ہے۔ جتنا دو سو غلاموں کے آزاد کرنے کا۔

(۲) ترجمہ۔ حضرت سلمیٰ کا قاصد۔ خدا اسی سلامت رکھے! کیا ہوا اگر ایک سلام سے ہمارے دل کو خوش کرے
سلمیٰ ملک عرب کی ایک معشوقہ کا نام۔ مجازاً ہر معشوق کو کہتے ہیں۔ سلما بھی لکھتے ہیں۔
یعنے اگر قاصد ہمارے معشوق کا سلام و پیام ہم تک پہنچائے تو اسکے لئے کوئی بڑی بات نہیں

(۳) ترجمہ۔ اے خدا اس شیریں معشوق کے دل میں یہ بات ڈال۔ کہ ازراہ مہربانی فرہاد کے پاس سے
ہو کر گذرے۔
خسرو شیریں۔ یعنی معشوق شیریں۔ پیارا معشوق مطلب یہ ہے کہ خدا کرے کہ معشوق کو
کبھی عاشق کے پاس تشریف فرما ہونے کا خیال ہو۔ خسرو شیریں اور فرہاد کی رعایت ظاہر

(۴) ترجمہ۔ فی الحال تو تیری عشق کی عشوہ نے مجھی بنیاد سی اکھیڑ پھینکا۔ دیکھئے حکیمانہ خیال اب کس بات کی
بنیاد ڈالتا ہے۔
یعنے دیکھئے اب تجھ کیا منظور ہے۔

(۵) ترجمہ۔ تیرا پاک گوہر ہماری تعریف سے بے نیاز ہے۔ خداداد حسن کو ساتھ مشاطہ کی عقل کیا کر سکتی ہے۔
مشاطہ۔ کنگھی کرنے والی عورت جسکا پیشہ کنگھی کرنے کا ہوتا ہے۔ بناؤ سنگار کرنے والی عورت۔
جسطرح خداداد حسن کے لئے کسی بناؤ سنگار کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح تجھ ہماری مدح کی

ضرورت نہیں۔

اگیوست عنبر بنیۂ و گردن تمام عود		معشوق خوبرو ہے چہ محتاج زیور است	

(۶) ترجمہ۔ تجربہ کرکے دیکھ لے کہ تجھ مراد دنیا سے بہت سی خزانے دینگے۔ اگر مجھ جیسی خراب کو تیر الطف آباد کردے بدہند کا فاعل عاملاں قضا و قدر (محذوف) دفینے ویرانوں میں ہوتے ہیں لہذا گنج و خراب کی علت ظاہر۔

(۷) ترجمہ۔ بادشاہ کیلئے سو سال کی زاہدانہ عبادت سے بہتر ہے۔ تمام عمر میں وہ ایک گھڑی کے برابر وقت کہ جسمیں وہ انصاف کرے۔

یعنے بادشاہ کے لئے انصاف اور معدلت گستری کی ایک گھڑی سو سال کی عبادت سے افضل ہے ظاہر ہے کہ خدا کی حقوق کی عدم ادائیگی سے خدا کی ذات پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ لیکن حقوق العباد میں قصور کرنے سے کئی بندگانِ خدا کی دلشکنی ہوتی ہے۔ اس لئے بادشاہ کے لئے منصف ہونا بہت ضروری ہے۔ اگر انصاف نہ کیا اور عابد ہوا۔ تو کیا فائدہ؟

افسوس ہے کہ موجودہ زمانہ کے بہت سے مجسٹریٹ اور جج جو پانچ وقت نماز پڑھتے ہیں اور جمعہ کے دن تو خواہ مخواہ مسجد میں موجود ہوجاتے ہیں۔ عدالت کی کرسی پر بیٹھکر خدا سے مطلق نہیں ڈرتے اور بندگانِ خدا کے حقوق کو اس بیرحمی سے پامال کرتے ہیں۔ کہ کفار بھی توبہ! توبہ! کرتے ہیں۔ خدا جانے ان لوگوں کا کیا حشر ہوگا!

(۸) ترجمہ۔ شیراز میں تو ہم اپنے مقصد تک پہنچ سکے۔ وہ دن مبارک ہوگا۔ جب حافظ بغداد کا رستا لیگا۔

خواجہ صاحب نے کئی دفعہ بغداد جانیکا ارادہ کیا اور کئی مرتبہ سلطان اویس نے بلوا بھی بھیجا۔ مگر یہ آرزو پوری نہ ہوئی۔ خاکِ شیراز دامن نہیں چھوڑتی تھی۔ بقول سعدی۔

گفتہ بودم کہ رخت بر بندم		تا رہ بصرہ گیرم و بغداد	
دست از دامنم نمے دارد		خاک شیراز و آب رکناباد	

غزل (۱۱)

گفتم کیم دہاں و لبت کامراں کنند	۱	گفتا بچشم ہرچہ تو گوئی ہماں کنند	

گفتم خراج مصر طلب میکند لبت	۲	گفتا دریں معاملہ کمتر زیاں کنند
گفتم بنقطۂ دہنت خود کہ برد راہ	۳	گفتا ایں حکایتیست کہ با نکتہ دل کنند
گفتم صنم پرست مشو با صمد نشیں	۴	گفتا بکوی عشق ہم ایں و ہم آں کنند
گفتم ہوای میکدہ غم می برد ز دل	۵	گفتا خوش آں کسان کہ دلی شاداں کنند
گفتم شراب و خرقہ نہ آئین مذہبست	۶	گفت ایں عمل بمذہب پیر مغاں کنند
گفتم ز لعل نوش لبان پیر را چہ سود	۷	گفتا بنوش شکر نیش جواں کنند
گفتم کہ خواجہ کے بجلیہ میرود	۸	گفت آں زماں کہ مشتری و مہ قراں کنند
گفتم دعای دولت تو ورد حافظست (۹)		گفت ایں دعا ملائک ہفت آسماں کنند (۹)

اس غزل میں عاشق و معشوق کی درمیان ایک مکالمہ ہی۔ ہر ایک شعر میں سوال و جواب کا سلسلہ قائم ہی گفتم و گفتا کی پامال طرز کو بھی خواجہ صاحب نے اپنی شیریں کلامی سے دلاویز بنا دیا ہی۔

(۱) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ تیرا دہن اور لب مجھ کو کب کامیاب کرینگے۔ اسنے جواب دیا کہ سر آنکھوں سے جو کچھ تو کہتا ہی وہی کرینگے۔

بچشم۔ (ف) بسر و چشم۔ سر آنکھوں سے (۲) لیکن یہاں اس لفظ کی استعمال میں ایک اور خوبی ہی جو نہایت لطیف ہی۔ خواجہ صاحب معشوق کو دہان و لب سے کامران ہونا چاہتے ہیں معشوق دہن و لب کی بجائے کہتا ہی گہ بچشم" یعنے آنکھوں سے کامران کرینگے۔ ظاہر ہی کہ معشوق کی ترجیحی نظر میں۔ غمزے۔ کمان ابرو اور تیر مژگان قتل کرنے کا سامان ہیں۔ نہ کہ کامران کرنے کا۔

(۲) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ تیرے لب مصر کا خراج طلب کرتے ہیں اسنے کہا کہ اس معاملہ میں نقصان نہیں کرتے۔

مصر۔ قند و نبات کے لئے مشہور ہی۔ چنانچہ قند مصر کو مصری کہتے ہیں۔

مطلب یہ ہی کہ تیرے لب اسقدر شیریں ہیں کہ قند مصری انکے مقابلہ میں کچھ نہیں۔ وہ مصر کی بھی خراج مانگتے ہیں۔ یا یہ کہ تیرے لب اپنی شیرینی کی خراج میں ملک مصر طلب کرتے ہیں معشوق نے جواب دیا کہ اس سودے میں کچھ زیان نہیں۔ میرے لبوں کا خراج ملک مصر سے بھی زیادہ ہی۔

ہر دو عالم قیمت خود گفتۂ	نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

(۴) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ تیرے دہن کی نقطہ تک کس نہ پہنچ سکا۔ اس نے جواب دیا کہ یہ ایک ایسی بات ہے جو صرف نکتہ دانوں کو بتائی جاتی ہے۔

نقطہ اور نکتہ میں صنعت تضمین مطلب یہ ہے کہ نقطۂ دہن یعنی اسرار و رموز معرفت تک صرف نکتہ دان اور حقیقت شناس لوگ پہنچ سکتے ہیں۔

(۴) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ بت پرست نہ ہو۔ خدا کا ہمنشین بن اس نے جواب دیا کہ عشق کی کوچہ میں یہ بھی کرتے ہیں اور وہ بھی کرتے ہیں۔

یعنے عشق حقیقی بھی ہے اور مجازی بھی اور دونو ضروری ہیں۔ دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۴۴ سوانحعمری

(۵) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ شراب کیا سودا دل سے غم دور کر دیتا ہے۔ اس نے کہا کہ وہ لوگ خوش نصیب ہیں جو کسی دل کو (کسی کے دل کو) خوش کرتے ہیں۔

یعنے میفروش خوش نصیب ہیں۔ کیونکہ وہ لوگوں کے دلوں کو خوش کرتے ہیں۔

(۶) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ شراب اور خرقہ مذہب کی آئین نہیں اس نے جواب دیا کہ عمل پیر مغاں کے مذہب میں کر (ذہیں میں نے کہا کہ شراب اور خرقہ دو متضاد چیزیں ہیں اور آئین مذہب کے خلاف ہیں اس نے جواب دیا کہ رندوں کے مذہب میں یہ کام جائز ہے۔

(۷) ترجمہ۔ میں نے پوچھا کہ لبوں کے لعل شیریں سے بوسہ کو کیا فائدہ اس نے جواب دیا کہ (شکریں (شیریں) بوسے سے اسکو جوان کرتے ہیں۔

(۸) ترجمہ۔ میں نے پوچھا کہ خواجہ کب حجلہ میں جائیگا۔ اس نے جواب دیا کہ جب مشتری اور ماہ کا قران ہوگا۔

حجلہ۔ بفتح۔ وہ کمرہ جو دلہن کے لئے آراستہ کیا جاتا ہے۔ قران۔ بکسر سورج کے سوا سات کو اکب سیارہ میں سے دو سیارونکا ایک برج میں اکٹھا ہونا۔ (۱) زہرہ کا مشتری سے (۲) ماہ کا زہرہ سے (۳) ماہ کا مشتری سے قران مسعود اور مبارک ہوتا ہے۔

میں نے پوچھا کہ عاشق کو وصال محبوب کب نصیب ہوگا۔ جواب دیا کہ جب ساعت مسعود ہوگی اور مشتری و ماہ ایک برج میں ہونگے۔ مشتری و ماہ یعنی عاشق و معشوق۔

(۹) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ حافظ کا ورد تیری دعا دولت ہے۔ اس نے کہا کہ سات آسمانوں کے فرشتے

یہی دعا کرتے ہیں۔
یعنے نہ صرف تو بلکہ فرشتے بھی ہماری دعائے دولت میں مشغول ہیں۔

غزل (۱۱۱)

کسی کہ حُسن رخ دوست در نظر دارد	۱	محقق ست کہ او حاصل بصر دارد
چو خامہ بر خط فرماں او سر طاعت	۲	نہادہ ایم مگر او بہ تیغ بر دارد
کسے بوصل تو چوں شمع یافت پروانہ	۳	کہ زیر تیغ تو ہر دم سری دگر دارد
بپای بوس تو دست کسی رسید کہ او	۴	چو آستانہ بدیں در ہمیشہ سر دارد
ز زہد خشک ملولم بیار بادۂ ناب	۵	کہ بوی بادہ دماغم مدام تر دارد
بزد رقیب تو روزی بسینہ ام تیری	۶	ز بسکہ تیر غمت سینہ بی سپر دارد
کسیکہ از رہ تقویٰ قدم بروں ننہاد	۷	بعزم میکدہ اکنوں سر سفر دارد
ز بادہ ہیچت اگر نیست این نہ بس کہ ترا	۸	دمی ز وسوسۂ عقل بی خبر دارد

(۹) دل شکستہ حافظ بخاک خواہد برد (۹)
چو لالہ داغ ہوائے کہ بر جگر دارد

(۱) ترجمہ۔ جس شخص کی نظر میں معشوق کا چہرہ کا حسن ہو۔ یقیناً وہ بینائی کا حامل رکھتا ہے۔
محقق ۔ قافِ اول مشدد مفتوح۔ تحقیق شدہ۔ یقینی امر۔ تحقیق شدہ بات
مطلب یہ ہے کہ قوت بصر یعنے بینائی کی علت غائی یہ ہے کہ انسان معشوق کے چہرہ کے حسن کو دیکھے پس جس شخص نے ایسا کیا یقیناً حاصل بصر یعنے بینائی کی علت غائی اور بینائی کے فوائد سے مستفیض ہوا۔ حقیقت میں خلقت کائنات کا موجب یہی ہے۔ کہ مخلوق اپنے خالق کے حسن کو دیکھے۔ حدیث قدسی کنت کنزا مخفی الخ کی طرف اشارہ ہے دیکھو شعر الف ۱
(۲) ترجمہ۔ قلم کیطرح اسکے حکم کے خط پر ہم نے بندگی کا سر رکھا ہوا ہے حتیٰ کہ وہ تیغ سے اُسے اٹھائے۔

قلم بھی خطِ تحریر پر اپنا سر رکھ دیتا ہے اور لکھتا چلا جاتا ہے۔ جب تک کاتب اسے اٹھا کر چاقو سے دوبارہ درست نہیں کرتا اور اسکا سر نہیں کاٹتا۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہم نے بھی اسکے حکم پر سرِ اطاعت رکھا ہوا ہے۔ جب تک کہ وہ تلوار سے ہمارے سر کو نہ اٹھائے۔ یعنے جب تک ہم جیتے ہیں اس کے احکام کی بسر و چشم تعمیل کرتے رہیں گے۔

(۳) ترجمہ۔ وہی شخص تیرے وصال سے شمع کیطرح روشنی حاصل کر سکتا ہے۔ جو تیری تلوار کے نیچے ہر گھڑی ایک نیا سر رکھتا ہو۔

پروانہ۔ (۱) تیتری مشہور اڑنے والا کیڑا جو شمع پر عاشق ہوتا ہے (۲) چراغ و شمع کا نور۔ روشنی۔ (یہاں یہی دوسرے معنے ہیں)

ظاہر ہے کہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد شمع کا سر کاٹا جاتا ہے۔ تاکہ روشنی بدستور تیز رہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ شمعِ محفل کیطرح صرف اسی عاشق کے دل میں روشنی اور نور پیدا ہو سکتا ہے جو ہر دم تیغ عشق سے ایک نیا سر کٹوانے کو تیار رہو۔ یعنی ہزار جان سے قربان ہونے کو تیار رہو شمع و پروانہ کی رعایت ظاہر۔

(۴) ترجمہ۔ تیری پابوسی اسی شخص کو نصیب ہوتی ہے جو دلہیز کیطرح ہمیشہ اسی دروازہ پر سر رکھے دلہیز چونکہ ہمیشہ دروازہ پر سر رکھے رہتی ہے اس لئے کبھی کبھی معشوق کے پاؤں چومنے کا اسے موقعہ مل جاتا ہے۔ یعنی معشوق گاہ بگاہ دلہیز پر پاؤں رکھدیتا ہے۔ اسی طرح عاشق بھی اگر درِ معشوق پر سر رکھ کر بیٹھ جائے تو اسے بھی وقتاً فوقتاً معشوق کی پابوسی حاصل ہوگی۔

(۵) ترجمہ۔ میں زہدِ خشک سے بیزار ہوں۔ خالص شراب لا۔ کیونکہ شراب کی خوشبو میرے دماغ کو ہمیشہ تر رکھتی ہے۔

عشق کے بغیر زہد بیشک ایک خشک چیز ہے۔ لفظ بادہ و مدام میں صنعت ایہام ہے۔

زاہدِ شہر کہ ہے سوختہ طبعی مے مثال	-	خشک ہے اسکو غرقِ یم صہبا کیجیے	(اقبال)
اشارہ زاہدانِ خشک سے ہے دخترِ رز کا		ولی بنئے مرید حضرتِ پیرِ مغاں ہو کر	(اکبر)

(۶) ترجمہ۔ تیری دربان زمیرے سینہ میں ایک روز تیرِ ہارا از بسکہ تیرِ غم کو تیرنے میرے سینہ کو بے سپر کیا ہوا ہے۔

یعنی میرا سینہ چونکہ تیرِ عشق کی تیروں کا عادی ہے اس لئے ہمیشہ بے سپر رہتا ہے یعنی ڈھال سامنے نہیں رکھتا اس لئے ایک روز تیرے دربان کا تیر بھی میرے سینہ میں آ لگا۔

(۷) ترجمہ۔ وہ شخص جس نے تقوی کی راہ کبھی قدم باہر نہیں رکھا تھا شراب خانہ کا ارادہ پر اب سفر کا خیال کر رہا ہے۔

یعنے شراب خانہ کیطرف جانا چاہتا ہے اور زہد خشک کو چھوڑنا چاہتا ہے۔

(۸) ترجمہ۔ شراب سے اگر تجھے اور کوئی فائدہ نہیں تو کیا یہ کافی نہیں کہ وہ تجھ کو کچھ دیر کیلئے عقل کے وسوسہ سے بیخبر کر دیتی ہے۔

یعنے شراب کا اور کچھ فائدہ نہ ہی۔ کیا یہ فائدہ کم ہے۔ کہ شراب تجھ کو تھوڑی دیر کے لئے عقل کے وسوسوں سے آزاد کر دیتی ہے عقل کے وسوسے عاشق کیلئے سنگِ راہ ہوتے ہیں۔ دیکھو شعر الف ۱ وغیرہ۔

مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو		یک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیئے	(غالب)

(۹) ترجمہ۔ حافظ کا شکستہ دل قبر میں لیجائیگا۔ لالہ کیطرح آرزو کا اس داغ کو جو اسکی جگر پر ہے۔

یعنے داغِ آرزو جو میرے دل پر ہے۔ قبر میں بھی ساتھ جائیگا۔ گل لالہ کا داغ مشہور۔

غزل ۱۱۲

گر من از باغ تو یک میوہ بچینم چہ شود	۱	پیش پائی بچراغ تو بہ بینم چہ شود	
یارب اندر کنف سایۂ آں سرو بلند	۲	اگر من سوختہ یکدم بنشینم چہ شود	
آخر اے خاتم جمشید سلیمان آثار	۳	گر فتد عکس تو بر لعل نگینم چہ شود	
زاہد شہر چو مہر ملک و شحنہ گزید	۴	من اگر مہر نگارے بگزینم چہ شود	
صرف شد عمر گرانمایہ بمعشوقہ و می	۵	تا ازانم چہ بہ پیش آید ازینم چہ شود	
عقل از خانہ بدر رفت و اگر می انیست	۶	دیدم از پیش کہ در خانہ دینم چہ شود	
منکہ در کوی بتاں منزل و ماوا دارم	۷	گر دہی جای بفردوس برینم چہ شود	
(۸) خواجہ آنست کہ من عالم و ہیچ نگفت		حافظ ار نیز بداند کہ چنینم چہ شود	(۸)

(۱) ترجمہ۔ اگر میں تیری باغ سے ایک میوہ چن لوں تو کیا ہوگا۔ پاؤں کے سامنے تیرے چراغ سے دیکھ لوں تو کیا ہوگا۔

یعنے تیرا کیا نقصان ہوگا۔ دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر تیرے چراغ ہدایت یا تیری نور کے ذریعہ میں اپنے پاؤں کے سامنے یعنے اپنا رستہ دیکھ لوں۔ تو کیا ہوگا۔

(۲) ترجمہ ۔ اے خدا اس سرو بلند کی پناہ میں اگر میں جلا ہوا (سوختہ دل) ایک دم کیلئے بیٹھ لوں تو کیا ہوگا۔

کنف ۔ جمع کنفین۔ جانب۔ کنارہ۔ پناہ۔

(۳) ترجمہ ۔ اے سلیمان آثار جمشید کی مُہر (انگشتری) اگر تیرا عکس میرے لعل نگیں پر پڑے تو کیا ہوگا۔

جمشید۔ موصوف اور سلیمان آثار صفت۔ مراد حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت رسول کریم صلعم اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے دیکھو شعرت ۹ ۔ لعل نگیں۔ ۔ مراد دل۔ نگیں گویا انسانی جسم ہوا اور اسکے اندر دل بمنزلہ لعل کے ہوا۔

خواجہ صاحب چراغ احمدی کو درخواست کرتے ہیں کہ میرے دل کو روشن کردے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہر نبوت کر پرتو سے اپنے دل کے لعل کو نورانی کرنا چاہتے ہیں۔

(۴) ترجمہ ۔ شہر کے زاہد نے جب بادشاہ اور کوتوال کی صحبت اختیار کر لی۔ میں اگر کسی معشوق کی صحبت اختیار کرلوں تو کیا ہوگا۔

یعنے جب زاہد بھی خدا کو چھوڑ کر بادشاہ اور کوتوال کی صحبت اختیار کریں تو اگر بادشاہ کسی معشوق کی صحبت اختیار کرلیں تو کیا ہے۔ خواجہ صاحب اپنی شاہد پرستی کو زاہد کی بادشاہ پرستی کے بدرجہا افضل سمجھتے ہیں۔

(۵) ترجمہ ۔ پیش قیمت عمر معشوق اور شراب میں صرف ہوئی۔ دیکھو اس کا کیا پیش آئے اور اس کو کیا ہو۔

معشوقہ ۔ عربی قاعدہ کے مطابق لفظ معشوقہ کی آخر میں ہ (علامت) تانیث ہے۔ مگر قانون فارسی کی رو سے یہ تانیث کی علامت نہیں۔ بلکہ زائد ہے۔ پس لفظ معشوقہ صیغہ مونث نہیں ہے۔ بلکہ یعنے معشوق آتا ہے۔ چنانچہ سلیم کا شعر ہے۔

مفلس چو شدیم رو بباد آوردیم	معشوقہ روزی بنوائی ست خدا

اسی طرح الفاظ عیارہ و رقیبہ میں ہ زائد ہے۔ اور یہ الفاظ یعنے عیار و رقیب استعمال ہوتے ہیں۔ یعنے دیکھئے معشوق کی محبت سے کیا زاہد کیا [illegible] کیا حاصل ہوتا ہے؟ آؤ کہ کاشانۂ معشوق اور

ایں کا مشا ترالیہ ہے

(۶) ترجمہ۔ میری عقل گھر سے چلی گئی اور اگر شراب یہی ہے تو مجھ پہلے سے ہی معلوم ہے کہ خانہ دین میں کیا ہوگا۔
یعنے شراب میری عقل کو تو دور کر چکی اور اگر یہی شراب ہے، تو خانہ دین کو بھی ضرور برباد کر دیگی۔

(۷) ترجمہ۔ جب میرا مقام اور جائے پناہ معشوقوں کا کوچہ ہے تو اگر فردوس بریں میں تو مجھے جگہ دے تو کیا ہوگا
یعنے دنیا میں تو میں معشوقوں کے کوچہ میں مقیم ہوں عاقبت میں بھی اگر تو مجھے بہشت جو کہ حوروں کا مقام ہے نصیب کرے تو کون سی بڑی بات ہے۔

(۸) ترجمہ۔ خواجہ کو معلوم ہو گیا کہ میں عاشق ہوں اور اس نے کچھ نہ کہا۔ حافظ بھی اگر جان لے کہ میں ایسا ہی ہوں تو کیا ہوگا۔
یعنے خدا کو ہمارے عشق کا معاملہ معلوم ہے اور وہ کچھ نہیں کہتا تو اگر دنیا کے لوگوں کو بھی معلوم ہو جائے۔ کہ ہم عاشق ہیں تو وہ کیا کر لیں گے

غزل ۱۱۳

گداخت جاں کہ شود کار دل تمام و نشد	۱	بسوختیم بیا تا ز روی خام و نشد
فغاں کہ در طلب گنج گوہر مقصود	۲	شدم خراب جہانی ز غم تمام و نشد
دریغ و درد کہ در جستجوے گنج حضور	۳	بسے شدم بگدائے بر کرام و نشد
بطعنہ گفت شبی میر مجلس توشم	۴	شدم بمجلس او کمتر غلام و نشد
پیام کرد کہ خواہم نشست با رنداں	۵	بشد بر ندی و دردی کشیم نام و نشد
رواست در برا گر می طپد کبوتر دل	۶	گہ دید در رہ خود دیر و تا بدام و نشد
بگوی عشق منہ بی دلیل را قدم	۷	کہ من بخویش نمودم صد اہتمام و نشد
بداں ہوس کہ ببوسم بمستی آں لب لعل	۸	چہ ہا کہ در دلم افتاد ہمچو جام و نشد

(۹)	ہزار حیلہ برانگیخت حافظ از سر مہر بداں ہوس کہ شود آں حریف رام و نشد	(۹)

(۱) ترجمہ ۔ جان گھل گئی کہ مل کا کام پورا ہو مگر نہ ہوا ۔ اسی آرزو سے خام میں ہم جل گئی مگر (آرزو پوری) نہ ہوئی ۔

یعنے حصولِ مدعا کی آرزو میں جان بھی گھل گئی مگر کچھ حاصل نہ ہوا ۔

سعدی خیالِ بیہدہ ستی امید وصل	ہجرت بگشت و وصل ہنوز مصور است

(۲) ترجمہ ۔ افسوس کہ گوہر مقصود کی خزانہ کی طلب میں ۔ میں غم کی دنیا میں تمام تر خراب و خستہ حال ہوا مگر کچھ نہ ہوا

خزانہ ویراں جگہوں میں ہوتا ہی ۔ لہذا گنج و خراب کی رعایت لطیف ۔

(۳) ترجمہ ۔ افسوس اور درد کہ گنج حضوری کی جستجو میں ۔ بزرگوں کے پاس گدائی کرنے کے لئے بہت دفعہ گیا مگر کچھ نہ ہوا

حضور سے مراد حضوری حضوری دل ۔ رصال ۔ مطلب یہ ہی کہ حضوری کی جستجو میں بڑے بڑے لوگوں کی دریوزہ گری کی ۔ مگر یہ خزانہ ہاتھ نہ آیا ۔

(۴) ترجمہ ۔ اس نے طنز اً کہا کہ میں کسی رات تیری محفل کا (تیرا) میر مجلس ہونگا ۔ میں اسکی مجلس کا کمترین غلام بنا مگر کچھ نہ ہوا ۔

یعنے میں ہر چند اسکی محفل میں گیا لیکن وہ محفل آباد نہ ہوا ۔

(۵) ترجمہ ۔ اس نے کہلا بھیجا کہ میں رندوں کے ساتھ بیٹھونگا ۔ رندی اور دردکشی میں میرا نام (مشہور) ہو گیا ۔ مگر (مدعا حاصل) نہ ہوا ۔

"بشد بر رندی و دردی کشیم نام" یعنے بر رندی و دردی کشی مرا نام شد ۔ مطلب یہ ہی کہ معشوق نے کہا تھا کہ میں رندوں کا ہم نشیں ہونگا اس امید پر میں نے رندی اختیار کی اور میرا نام رندی اور دردکشی میں شہرہ آفاق ہو گیا لیکن معشوق نے وعدہ ایفا نہ کیا اور رندوں کی محفل میں نہ آیا ۔

(۶) ترجمہ ۔ اگر پہلو میں دل کا کبوتر تڑپتا ہی تو بجا ہی ۔ کیونکہ اسنے اپنے راہ میں جال کو بچھا دیکھا اور پھر بھی نہ ہٹا ۔

یعنے کبوتر دل دام عشق کو دیکھکر دیدہ و دانستہ اس میں جا پھنسا ۔ اب تڑپتا ہی تو تڑپے ۔ خود کردہ را علاجے نیست ۔

دیدہ بودم روے تو دانستہ بودم خوے تو	دیدہ و دانستہ خود را در بلا انداختم

(۷) ترجمہ ۔ عشق کے کوچہ میں راہنما کے بغیر قدم نہ رکھ ۔ کیونکہ میں نے از خود سوا اہتمام کئے ۔ مگر کچھ نہ ہوا

دلیل ۔ یعنے راہنما ۔ راہبر ۔ ہادی ۔ یہ شعر ضرورت مرشد پر ہے ۔

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے کئی اہتمام کیے کہ خود بخود منازلِ عشق کو طے کروں مگر نہ کر سکا لہٰذا راہنما کے بغیر اس کوچہ میں قدم نہیں رکھنا چاہیئے۔ مزید شرح کے لئے دیکھو اشعار ۲، ۳، ۴، ۶

(۸) ترجمہ۔ اس آرزو میں کہ مستی کی حالت میں اس لبِ لعل کا بوسہ لوں۔ جام کیطرح کیا کیا خون میرے دل میں ہوئے مگر (آرزو پوری) نہ ہوئی۔

جام سے میں جب شراب سرخ ہوتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جام نے کا دل خون ہو گیا ہے۔ مگر جام کو تو دل خون کرنے پر لبِ لعل کا بوسہ نصیب ہو جاتا ہے۔ یعنی معشوق پیالا کو منہ سے لگا کر مینوشی کرتا ہے۔ مگر میں نے تو معشوق کے منہ سے منہ لگانے کی آرزو میں کئی دفعہ دل کا خون کیا۔ یعنی ہزارہا مصیبتیں جھیلیں۔ مگر بوسہ نصیب نہ ہوا

(۹) ترجمہ۔ حافظ نے محبت کی طرفین میں کئی حیلے کیے۔ اس امید میں کہ وہ معشوق قابو میں آ جائے۔ مگر نہ آیا۔ یعنے معشوق کو رام کرنے کے لئے کئی حیلے کیے۔ مگر کوئی کارگر نہ ہوا۔

غزل ۱۱۴

کی شعر ترا انگیزد خاطر کہ حزیں باشد	۱	یک نکتہ دریں معنی گفتیم و ہمیں باشد
از لعل تو گر یابم انگشتر زنہار	۲	صد ملک سلیمانم در زیر نگیں باشد
غمناک نباید بود از طعن حسود ای دل	۳	شاید کہ چو وا بینی خیر تو دریں باشد
ہر کو نکند فہم ایں کلک خیال انگیز	۴	نقشش بخوم ارخود صورتگر چیں باشد
جام می و خون دل ہر یک بکسی دادند	۵	در دائرہ قسمت اوضاع چنیں باشد
در کار گلاب و گل حکم ازے ایں بود	۶	کاں شاہد بازاری دیں پردہ نشیں باشد

(۷) آں نیست کہ حافظ را مستی رود از خاطر
کایں سابقہ رندی تا روز پسیں باشد (۷)

(۱) ترجمہ۔ لطیف شعر کب پیدا کر سکتا ہے وہ دل جو غمگین ہو۔ اس معنی میں ہم نے ایک نکتہ بیان کیا اور یہی (اک نکتہ) ہے۔

شعر تر۔ یعنے شعر دلپذیر۔ مطلب یہ ہی کہ غمگین دل سے لطیف اشعار کی کیا امید ہو سکتی ہے۔

(۲) ترجمہ۔ تیرے لعل سے اگر میں انگشتر زنہار حاصل کروں تو سلیمان کا سب ملک میرے زیر نگیں ہو جائے۔

انگشتر زنہار۔ قتل عام کے ہنگامہ میں اگر بادشاہ کسی شخص کو امان بخشے اور قتل عام سے مستثنے کر دے تو ایک انگوٹھی جسے انگشتر زنہار کہتے ہیں اسے دی جاتی ہے۔ جو جان بخشی کے حکم کی تصدیق اور سند ہوتی ہے۔ ہنگامہ میں جب کسی سپاہی کو وہ انگشتری دکھائی جاتی ہے۔ تو سپاہی اس شخص سے تعرض نہیں کرتا۔ ایسے موقعوں پر جب مغلوب غالب سے جا کر پناہ مانگتا ہے تو اسکے سامنے جا کر انگشت شہادت اٹھاتا ہے اسکو **انگشت زنہار** کہتے ہیں۔ **زیر نگیں**۔ زیر فرمان۔

مطلب یہ ہے۔ کہ اگر تیرے لب سے میں امان پاؤں تو تمام دنیا میرے زیر فرمان ہو جائے۔ لعل۔ انگشتری سلیمان اور نگین کی رعایت ظاہر۔

(۳) ترجمہ۔ اے دل حاسد کو طعنوں سے غمناک نہیں ہونا چاہیے۔ شاید کہ جب تو غور سے دیکھے تو تیری خیر اسی میں ہو

وا بینی۔ غور سے دیکھے آنکھ کھول کر دیکھے۔ نظر تحقیق سے دیکھے۔

(۴) ترجمہ۔ جو شخص اس خیال انگیز قلم کو نہ سمجھے میرا سکا نقش نہیں خریدتا خواہ وہ خود چین کا نقاش ہو۔

چین کے نقاش مشہور ہوتے ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ جو شخص میرے خیال انگیز قلم کی جادو نگاری کی نقاشی کو نہ سمجھ سکے۔ اگر وہ نقاش چین بھی ہو۔ تو بھی میں اسکے نقش کو نہیں خریدتا۔ یعنی میرے دل میں اس کی قدر و منزلت نہیں۔ "نقش نخرم" یعنے اسکے نقش کسی قیمت کا نہیں۔ اسکی نقاشی فضول ہے۔

(۵) ترجمہ۔ کسی کو شراب کا پیالہ اور کسی کو دل کا خون دیا گیا۔ قسمت کی دائرہ میں اسی قسم کی صورتیں ہوتی ہیں

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے	جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا
بلبل کو دیا نالہ تو پروانہ کو جلنا	غم ہم کو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا

مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص تو عیش و تنعم میں مینوشی کرتا ہے اور کوئی ہجوم افکار میں دل کا خون پیتا ہے قسام ازل کی تقسیم عجیب ہے۔

(۶) ترجمہ۔ گلاب کے پھول کے معاملہ میں حکم ازلی یہی تھا۔ کہ وہ شاہد بازاری ہو اور یہ پردہ نشین رہے۔

مطلب یہ ہے کہ پھول گلی کوچوں میں بکتا ہے اور ظاہر ہے۔ اسکے برخلاف گلاب یعنے پھول کا عرق پھول کی پنکھڑیوں میں یا بعدہ صراحیوں میں پوشیدہ رہتا ہے اور پردہ نشین ہے۔

اسی طرح شاہدانِ بازاری اور گلعذارانِ حرم بھی اپنی اپنی قسمت کو نوشتہ کے مطابق بازار و حرم میں جلوہ افروز ہو رہی ہیں۔ اس لئے کسی شخص کو اپنی اچھی حالت پر مغرور نہیں ہونا چاہیئے۔ عبرت الٰہی سے ڈرنا اور اسکے لطف و کرم کا شکر یہ ادا کرنا چاہیئے۔

(۷) ترجمہ۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ حافظ کی مستی دل سے دور ہو جائے۔ کیونکہ یہ رندی کا سابقہ آخر کے دن تک ہے مطلب یہ ہے کہ ہماری رندی اور مستی صبح ازل سے شروع ہوئی اور شام اجل تک برابر قائم رہیگی۔

غزل ۱۱۵

گل بے رخ یار خوش نباشد	۱	بی بادہ بہار خوش نباشد
طرف چمن و ہوای بستاں	۲	بی لالہ عذار خوش نباشد
رقصیدن سرو و حالت گل	۳	بی صوت ہزار خوش نباشد
باغ و گل و مل خوش ست لیکن	۴	بی صحبت یار خوش نباشد
ہر نقش کہ دست عقل بندد	۵	بی نقش نگار خوش نباشد
با یار شکر لب گل اندام	۶	بی بوس و کنار خوش نباشد
(۷)	جان نقد محقرست حافظ	(۷)
	از بہر نثار خوش نباشد	

(۱) ترجمہ۔ معشوق (رخسار) کے بغیر پھول اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ شراب کے بغیر بہار اچھی معلوم نہیں ہوتی

عہد کردیم کہ بے دوست بصحرا نرویم	بے تماشاگہ رویش بتماشا نرویم (سعدی)

(۲) ترجمہ۔ چمن کا گوشہ اور باغ کی ہوا۔ لالہ عذار (معشوق) کے بغیر اچھی معلوم نہیں ہوتی۔

بوستان خانۂ عیش ست و چمن کوی نشاط	تا مہیا نشود عیش مہنا نرویم (سعدی)

(۳) ترجمہ۔ سرو کا رقص اور پھول کی حالت۔ بلبل کی آواز کے بغیر اچھی معلوم نہیں ہوتی۔ رقص۔ حالت (وجد) اور صوت کی رعایت ظاہر۔

سرد ہوا سے جھومتے ہیں اور بھول حالت وجد میں مست اور خاموش ہوتا ہے۔ لیکن یہ نظارہ بلبل کی نغمہ سرائی کے بغیر بے لطف ہوتا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ باغ، پھول اور شراب ابھی چیزیں ہیں۔ لیکن معشوق کی صحبت کے بغیر ان کی کچھ معلوم نہیں ہوتیں رفیع خاں باذل جو عہد عالمگیری کی خوانین میں سے تھا کہتا ہے

چہ نشاط بادہ بجشند بمن خراب بے تو | بدلِ گرفتہ ماند قدحِ شراب بے تو

نعمت خاں عالی کا شعر ہے۔

بے تو ہر گاہ تماشائے گلستاں کردم | ہمچو گل دامنِ خود پر ز گریباں کردم

(۵) ترجمہ۔ جو نقش عقل کا ہاتھ بناتا ہے۔ وہ نقش دلنگار کے بغیر اچھا معلوم نہیں ہوتا اگر نقش دلنگار کی بجائے "نقشِ نگار" پڑھا جائے تو یہ مطلب ہوگا۔ کہ کوئی نقش معشوق کی نقش کے بغیر اچھا معلوم نہیں ہوتا۔

(۶) ترجمہ۔ شکر لب اور گل اندام معشوق کے ساتھ۔ بوس و کنار کے بغیر کچھ لطف نہیں ہوتا۔

(۷) ترجمہ۔ حافظ جان ایک حقیر چیز ہے۔ قربان کرنے کے لئے موزوں نہیں

غزل ۱۱۶

55

۱ گفتم غمِ تو دارم گفتا غمت سر آید | گفتم کہ ماہ من شو گفتا اگر برآید

۲ گفتم ز مہر ورزاں رسمِ وفا بیاموز | گفتا ز ماہ رویاں ایں کار کمتر آید

۳ گفتم کہ بوی زلفت گمراہ عالم کرد | گفتا اگر بدانی ہم اوت رہبر آید

۴ گفتم دل رحیمت کی عزم صلح دارد | گفتا بکش جفا را تا وقت آں بر آید

۵ گفتم کہ بر خیالت راہ نظر بہ بندم | گفتا کہ شب رو ست ایں از راہ دیگر آید

۶ گفتم خوش آں ہوائی کز باغ خلد خیزد | گفتا خنک نسیمی کز کوئے دلبر آید

۷ گفتم کہ نوش لعلت ما را بآرزو کشت | گفتا تو بندگی کن کان بندہ پرور آید

(۸) گفتم نمان عشرت دیدی کہ چوں سر آمد — گفتا خموش حافظ کاین غصہ ہم سر آید (۸)

(۱) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ میں تیرا غم رکھتا ہوں اس نے جواب دیا کہ تیرا غم ختم ہو جائیگا۔ میں نے کہا کہ تو میرا چاند بن اس نے کہا اگر ہو سکا تو۔

یعنے اگر ہو سکا تو ہونگا۔ ماہ اور برآید (نکلنا) کی رعایت ظاہر۔

(۲) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ محبت کرنیوالوں سے وفا کی رسم سیکھ۔ اس نے کہا کہ چاند کے چہرہ والوں (معشوقوں) سے یہ بات نہیں ہو سکتی۔

مہر اور ماہ میں صنعت ایہام۔ کمتر سے عموماً نفی مراد ہوتی ہے۔

(۳) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ تیری زلف کی خوشبو نے مجھے جان کا گمراہ بنا دیا۔ اس نے جواب دیا کہ اگر تو سمجھ تو وہی تیری رہبر بھی بن جائے۔

زلف سے مراد عالم کثرت جو گمراہی کا موجب ہے۔ مگر اہل بصیرت کیلئے یہی عالم کثرت رہنما بن کر وحدت کیطرف رہبری کرتا ہے شرط یہ ہے کہ کثرت کو کثرت نہ سمجھے بلکہ آئینہ دے جس سے واحد مطلق کی ذات کا مشاہدہ ہو سکتا ہے۔

ایں جمال از دست بہر ذرہ آشکار	ذرات کون مرآت آں یار شد مرا

(۴) ترجمہ۔ میں نے پوچھا کہ تیرا مہربان دل کب تک صلح کا ارادہ کرتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ جفا برداشت کرتے جاؤ جب کہ صلح کا وقت آجائے۔

(۵) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ تیرے خیال پر نظر کا رستہ بند کر دونگا۔ اس نے کہا کہ یہ شب رو دوسرے رستہ سے آجائیگا۔

شب رو۔ (۱) رات کو چوری کرنیوالا (۲) اہل اللہ جو رات کو جاگتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ جب معشوق کی صورت آنکھوں کے سامنے آتی ہے تو اسکا خیال عاشق کے دل میں جاگزیں ہو جاتا ہے لیکن اگر عاشق معشوق کے خیال کو آنکھوں کے راستہ سے دل میں جانے دے۔ تو یہ خیال اور کئی طرح دل میں پیدا ہو سکتا ہے۔ معشوق کا خیال ہر دریچہ خانۂ دل میں کئی رستوں سے پہنچ سکتا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ وہ ہوا بہت اچھی ہوتی ہے جو باغ بہشت سے اٹھے اس نے کہا کہ وہ ہوا نہایت ہی لطیف ہوتی ہے جو معشوق کے کوچہ سے آئے۔

(۷) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ تیرے لب لعل کی شیرینی نے ہم کو آرزو ہی میں مار ڈالا۔ اس نے جواب دیا کہ تو بندگی کرتا رہ تاکہ وہ بندہ نواز آجائے۔

مطلب یہ ہے کہ عاشق کیلئے شکوہ و شکایت موزوں نہیں۔ اسے چاہئے کہ ہمیشہ بندگی میں مصروف رہے معشوق بندہ نواز ہے ضرور کسی وقت توجہ کریگا۔ کاں یعنے کہ آں۔ لعل اور کاں میں صنعت ایہام ہے۔

(۸) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ عیش کا زمانہ تو نے دیکھا کہ کسطرح ختم ہوگیا۔ اس نے کہا کہ اے حافظ خاموش رہ یہ رنج بھی دور ہو جائیگا۔

تشریح کے لئے دیکھو اشعار د ۷۹/۱۱۱

زرنج و راحت گیتی مرنجاں دل مشو خنداں	کہ آئین جہاں گاہے چنیں گاہے چناں باشد

غزل ۱۱۷

گوہر مخزن اسرار ہماں ست کہ بود	۱	جقہ مہر بداں مہر و نشاں ست کہ بود
از صبا پرس کہ ما را ہمہ شب تا دم صبح	۲	بوی لطف تو ہماں مونس جاں ست کہ بود
طالب لعل و گہر نیست وگرنہ خورشید	۳	ہمچناں در عمل معدن و کاں ست کہ بود
رنگ خون دل ما را کہ نہاں کرد خطت	۴	ہمچناں از لب لعل تو عیاں ست کہ بود
عاشقاں مخزن اسرار امانت باشند	۵	لاجرم چشم گہربار ہماں ست کہ بود
کشتہ غمزۂ خود را بزیارت می آی	۶	زانکہ بیچارہ ہماں دل نگراں ست کہ بود
زلف ہندوی تو گفتم کہ دگر رہ نزند	۷	سالہا رفت و بداں سیرت و شاں ست کہ بود
(۸)	حافظا بازنما قصہ خونابہ چشم	(۸)
	کہ دریں چشمہ ہماں آب رواں ست کہ بود	

(۱) ترجمہ۔ اسرار کے خزانہ کا موتی وہی ہے جو کہ پہلے تھا محبت کی ڈبیا پر وہی مہر اور نشان ہے جو پہلے تھا

حقہ۔ ڈبیا۔ جسمیں زیوارت اور جواہرات رکھے جاتے ہیں۔

گوہر مخزن اسرار سے مراد سرِ عشق ہی جو عاشق کے دل میں ہوتا ہی۔ حقہ مہر سے مراد عاشق کا دل ہی مطلب یہ ہی کہ عاشق کے دل میں سرِ عشق روزِ ازل سے لیکر آج تک بدستور موجود اور محبت کا یہ گنجینہ یعنی عاشق کا دل جسمیں عشق الٰہی کا خزانہ ہی حسبِ سابق سربمہر ہے۔ محبوب حقیقی نے ازل کے دن اپنا عشق بندے کے دل میں ڈالا اور پھر اسے بند کرکے سربمہر کیا اور اپنا نشان اس پر کر دیا تاکہ اور کسی کو اسپر دسترس نہ ہو۔ خواجہ صاحب نے اس شعر میں خصوصاً اپنے دل کی کیفیت بیان کی ہی۔

گوہر۔ مخزن۔ حقہ۔ مہر۔ نشان کی رعایت ظاہر۔ مہر اور مُہر میں صنعت تجنیس ہی۔

(۲) ترجمہ۔ صبا سے پوچھ کہ ہمارے لئے تمام رات صبح ہونے تک تیری زلف کی خوشبو اسی طرح مونس جان ہی جیسے کہ پہلے تھی۔

شب سے مراد شبِ ہستی یعنی تمام عمر صبح سے مراد صبح قیامت۔ مطلب یہ ہی کہ دامِ دلپسند تیری محبت ہمارے دل میں رہیگی۔ مولانا جامی فرماتے ہیں

من کہ مہرِ عارضت میورزم از صبحِ ازل	نگسلم از زلفِ تو پیوند تا شامِ ابد

(۳) ترجمہ۔ کوئی شخص لعل و گہر کا طالب ہی نہیں ورنہ آفتاب اسی طرح معدن و کان کے عمل میں لگا ہوا ہی جیسا کہ پہلے تھا۔

مطلب یہ ہی کہ آفتاب کی شعاعیں تو حسبِ دستور سابق کانوں میں لعل و جواہر پیدا کر رہی ہیں لیکن کوئی شخص اب لعل و گہر کا طالب ہی نہیں جو کانوں سے تلاش کرکے انہیں نکالے۔ حاصل کلام یہ ہی کہ محبوب حقیقی کے الطاف و کرم بدستور ہیں کوئی سائل ہی نہیں۔ اجابت استقبال کو تیار ہی کوئی دعا ہی نہیں کرتا اور فیض کا سلسلہ بدستور جاری ہی لیکن کوئی قابل ہی نظر نہیں آتا۔ دیکھو شعر ۴۹ شعر ۱۵۲ کا یہ شعر نہایت اچھا جواب ہی۔

(۴) ترجمہ۔ ہمارے دل کے خون کا رنگ تیری خط نے تو پوشیدہ کر دیا لیکن تیرے لبِ لعل سے اسی طرح ظاہر ہی جیسا کہ پہلے تھا۔

یعنے ہمارے دل کے خون کا رنگ تیرے عارض اور تیرے لب کی سرخی سے عیاں تھا خطِ سبز نے عارض سے تو وہ رنگ پوشیدہ کر دیا۔ مگر تیرے لبِ لعل کا رنگ ہمارے دل کے خون کے رنگ کا بدستور پتہ دے رہا ہی

(۵) ترجمہ۔ عاشق امانت کے اسرار کا خزانہ ہوتا ہیں لیکن ناچار گہربار آنکھ ہی ہی جو پہلے تھی۔

مطلب یہ ہی کہ عاشق تو ستر عشق کی امانت کو امین ہیں اور راز دار ہیں۔ نہیں چاہتے کہ رازِ عشق افشا ہو جائے لیکن آشکار آنکھ کو کیا کریں وہ غمازی کر دیتی ہی اور رازِ عشق افشا ہو جاتا ہی دیکھو شعر د ۲۹/۱۰۲۔

(۶) ترجمہ۔ اپنے غمزہ کو مقتول کو دیکھنے کے لئے آ۔ کیونکہ بیچارہ اسی طرح منتظر ہی جیسا کہ پہلے تھا۔

دل نگراں یعنی منتظر۔ مطلب یہ ہی کہ عاشق قبر میں بھی تیرے دیدار کا مشتاق ہی۔ اسے دیکھنے کے لئے تشریف آور ہو۔

(۷) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ تیری زلفِ سیاہ پھر رہزنی نہیں کرے گی لیکن کہی۔ مال گذر گیا اور وہ اسی شان و سرت پر قائم ہے۔ جیسے کہ پہلے تھی۔

یعنی تیری زلف سابق رہزنی کر رہی ہی۔ ہندو (چور) اور رہزنی کی رعایت ظاہر۔

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ آنکھ کی خونابہ کی حکایت پھر بیان کر۔ کیونکہ اس چشمہ سے وہی پانی رواں ہی جو پہلے تھا

یعنی آنکھیں بدستور خون باری کر رہی ہیں۔

غزل (۱۱۸)

کنوں کہ در چمن آمد گل از عدم بوجود	۱	بنفشہ در قدم او نہاد سر بسجود
بنوش جام صبوحی بنالۂ دف و چنگ	۲	ببوس غبغب ساقی بنغمۂ نے و عود
بباغ تازہ کن آئین دین زردشتی	۳	کنوں کہ لالہ برافروخت آتش نمرود
ز دست شاہد سیمین عذار عیسی دم	۴	شراب نوش و رہا کن حدیث عاد و ثمود
جہاں چو خلد برین شد بدور سرو و گل	۵	ولی چہ سود کہ در وی نہ کس ست خاود
شد از فروغ ریاحین چو آسمان گلشن	۶	زمین چو اختر سیمون و طالع موجود
چو گل سوار شود بر ہوا سلیمان وار	۷	سحر گہ مرغ در آید بمنبر داود
بدور گل منشین بے شراب و شاہد و چنگ	۸	کہ ہیچ دور بقا ہفتہ بود معدود
بیار جام لبالب بیاد آصف عہد	۹	وزیر ملک سلیمان حماد بن مسعود

(۱۰) بود کہ مجلس حافظ ہمین ترتیب ش (۱۰)

ہر آنچہ می طلبد جملہ باشدش موجود

یہ غزل خواجہ صاحب نے موسم بہار کی تعریف اور عماد بن محمود وزیر سلطان قطب الدین والی اصفہان کی مدح میں لکھی ہے اس وزیر کا خواجہ صاحب نے اپنے کلام میں اور بھی کئی جگہ ذکر کیا ہے چنانچہ دیکھو شعر ۵/۱۱ نیز دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۲۲ سوانحعمری۔

(۱) ترجمہ۔ ایک پھول باغ میں عدم سے وجود میں آیا ہے بنفشہ اسکے قدموں پر سربسجود ہو گیا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ شراب صبح کا پیالہ دف اور چنگ کی آواز کے ساتھ پی اور ساقی کے چاہ غبغب کو نے اور عود کے نغمہ کے ساتھہ چوم۔

(۳) ترجمہ۔ باغ میں زردشتی دین کی آئین کو تازہ کر۔ ایک لالہ نے آتش نمرود جلائی ہے۔

زردشت یا زرتشت یا زردہشت۔ آتش پرستوں کے مذہب کے بانی کا نام ہے منوچہر کی نسل سے تھا۔ اور حکیم فیثاغورث کا شاگرد تھا گشتاسپ کے زمانہ میں نبوت کا دعوی کیا اور دین آتش پرستی کی بنیاد ڈالی مجوس اسی پیغمبر مانتے ہیں اور اسکا نام ابراہیم بتاتے ہیں اور کتاب ژند جو اسکی تصنیف ہے اسے آسمانی باور کرتے ہیں۔ یہ لفظ زر اور دشت سے مرکب ہے، دشت بمعنے زشت چونکہ وہ زشت تھا اور زر نہیں لیتا تھا۔ اس لئے اس نام سے موسوم ہوا۔ اکثر اہل اسلام اسکو کاذب جانتے تھے لیکن فاضل شہرودی علامہ شیرازی اور علامہ دوانی اور میر صدرالدین اور کئی دوسرے عالم اسکو نبی اور کامل حکیم مانتے ہیں۔

آتش نمرود۔ وہ آگ جو نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلانے کے لئے ایک منجنیق سنگ کے احاطہ میں جلائی تھی۔ اور اس میں اسقدر حرارت تھی کہ اس سے چار فرسنگ کے فاصلہ تک آدمی نہیں گذر سکتا تھا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس آگ میں ڈالا گیا تو خداوند تعالی نے آگ کو سرد ہونے کا حکم دیا قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ۔ (ہم نے کہا کہ اے آگ ابراہیم پر سرد اور سلامت ہو جا) سورہ الانبیاء

گل لالہ سرخ رنگ ہوتا ہے اور اگر کبطرح نظر آتا ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ باغ میں لالہ کے پھولوں نے آتش نمرودی جلائی۔ آؤ ہم آتش پرستی کریں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کیطرح اس آگ کا جو حقیقت میں گلزار ہے

لطف اٹھائیں۔

(۴) ترجمہ۔ سیمیں عذار اور علی نفس معشوق کا ہاتھ ہی شراب پی اور عاد و ثمود کے قصوں کو چھوڑ

سیمیں عذار یعنے خوشرنگ۔ لطیف اور نازک رخسار والا۔

عاد۔ ایک قوم کا نام ہی جن میں حضرت ہود علیہ السلام پیغمبر ہو کر آئے تھے۔ یہ قوم عاد بن سام بن نوح کی اولاد سے تھی۔ خدا کی فرمانی کے سبب سے طوفانِ باد سے یہ قوم تباہ ہوئی۔

ثمود۔ ایک شخص کا نام جو چار پشت پر نوح علیہ السلام کی اولاد سے ہی۔ بنی ثمود جو اس سے منسوب ہے حضرت صالح علیہ السلام کی امت ہی۔ یہ قوم بھی شومئی اعمال سے جلادی گئی

(۵) ترجمہ۔ سوسن و گل کو زمانہ میں دنیا بہشت بریں کیطرح ہوگئی ہی لیکن کیا فائدہ کہ اس میں ہمیشہ رہنا ممکن نہیں

خلد۔ بقا دائم ہمیشگی۔ بہشت کا نام۔ خلود۔ ہمیشہ ہمیشگی۔

مطلب ہی کہ موسم بہار نے زمین کو فردوسِ بریں بنا دیا ہی لیکن افسوس یہ ہی کہ یہ بہشت دائمی نہیں خواجہ صاحب بہار کی تعریف کرتے ہوئے دنیا کی چند روزہ بہار کی مذمت بھی کر گئے ہیں۔ خلدِ بریں میں تو بہشتی ہمیشہ رہینگے۔ هم فیها خالدون۔ لیکن دنیا میں خلود ناممکن ہی

ایک جھونکے میں ہی ادھر سے اُدھر		چار دن کی بہار ہے دنیا	
بد تر اسکو سمجھ خزاں سے میر		دیکھنے کو بہار ہے دنیا	

(۶) ترجمہ۔ پھولوں کی فروغ سے باغ آسمان کیطرح ہوگیا ہی۔ مبارک اختر اور مسعود ستارہ کہ یمن سے۔

یعنے خوش نصیبی کے باغ میں پھول اسطرح فروزاں ہیں جیسے آسمان پر تارے۔

بعض قلمی دیوانوں میں یہ شعر اسطرح ہی۔

شد از فروغِ ریاحین چو آسمان روشن		زمین بہ اختر میمون و طالع مسعود	

یعنے خوش قسمتی سے زمین پھولوں کے فروغ سے آسمان کیطرح روشن ہوگئی۔

(۷) ترجمہ۔ صبح کے وقت جب پھول سلیماں کیطرح ہوا پر سوار ہوتا ہی۔ تو پرندے داؤدی نغمے شروع کر دیتے ہیں۔

داؤد علیہ السلام نہایت خوش الحان تھے۔ لحنِ داؤدی مشہور ہی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام ان کے بیٹے تھے۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر د ۱۳۴/۲

(۸) ترجمہ۔ موسم بہار میں شراب معشوق اور چنگ کے بغیر نہ رہ۔ کیونکہ زندگی کو زمانہ کیطرح یہ بھی ایک ہفتہ تک محدود ہی۔

معدود۔ شمار کیا گیا۔ تھوڑی چیز۔

جسطرح دورِ تناسخ یعنی زندگی کا زمانہ ایک ہفتہ شمار میں ہی۔ اسی طرح موسم بہار بھی چند روزہ ہی اسکو لطف سے گذارنا چاہیے۔ (زندگی کے زمانہ کو ایک ہفتہ کہا ہی وجہ یہ ہی کہ اول تو زندگی چند روزہ ہی دوم یہ کہ زندگی ہفتہ کی سات دنوں میں محدود ہے۔)

(۹) ترجمہ۔ آصفِ عہد ملکِ سلیمان کے وزیر یعنے عماد الدین محمود کی یاد میں سبزہ پیالہ لا۔

عماد بن محمود۔ سلطان قطب الدین والی اصفہان کا وزیر تھا۔ آصف دراصل حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر کا نام تھا۔ خواجہ صاحب سلطان قطب الدین کو سلیمان وقت اور عماد الدین کو آصفِ عہد کہتے ہیں دیکھو تمہید۔ ی نوٹ غزل ہذا۔ نیز دیکھو شعر ۱۷/۱۲

(۱۰) ترجمہ۔ شاہ حافظ کی مجلس میں اسکی ترتیب کے من ہی جس چیز کی ضرورت ہو وہ موجود ہو جائے۔

ترتیبش میں ضمیر شین راجع ہے عماد الدین محمود شعر (۹) مطلب یہ ہی کہ عماد بن محمود کی برکت اور یمن سے ممکن ہی کہ حافظ کی مجلس میں تمام ضروریات موجود ہو جائیں۔

یہ شعر بسا کا ہدکا سا نقشا معلوم ہوتا ہی۔

غزل ۱۱۹

گفتم کہ خطا کردی و تدبیر نہ ایں بود	۱ گفتا چہ تواں کرد کہ تقدیر چنین بود
گفتم کہ خدا داد مرادت بوصالش	۲ گفتا کہ مرادم بوصالش نہ ہمیں بود
گفتم کہ قریں بدت افگند بدیں روز	۳ گفتا کہ مرا بخت بدخویش قریں بود
گفتم ز من ای ماہ چرا مہر بریدی	۴ گفتا کہ فلک با من بدمہر بکیں بود
گفتم کہ بسی جام طرب خوردی ازیں پیش	۵ گفتا کہ شفا در قدح باز پسیں بود
گفتم کہ تو ای عمر چرا زود بر فتی	۶ گفتا کہ فلانی چہ کنم عمر ہمیں بود

گفتم کہ بسے خط جفا بر تو کشیدند	گفتا ہمہ آں بود کہ بر لوح جبیں بود
گفتم کہ نہ وقت سفرت بود چنیں زود	گفتا کہ مگر مصلحت وقت چنیں بود

(۹) گفتم کہ ز حافظ بچہ علت شدہ دور (۹)

گفتا کہ ہمہ وقت مرا داعیہ ایں بود

اس غزل میں سوال و جواب گفتم و گفتا کا سلسلہ مکمل ہے مضمون میں بھی تسلسل موجود ہے۔ یہ سمجھو کہ دم واپسین کے وقت عاشق اپنی جان سے سوال و جواب کر رہا ہے۔ یا کسی اور مرنے والے کے ساتھ مکالمہ ہے۔

(۱) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ تو نے غلطی کی ہے اور یہ تدبیر (اچھی) نہ تھی۔ اس نے جواب دیا کہ کیا کریں تقدیر یہی تھی

(۲) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ خدا نے تجھے بے وصال رکھا یا مراد کیا ہے۔ اس نے کہا کہ میری مراد اس کا وصال ہی صرف نہیں تھی بلکہ اور بہت خواہشیں اور آرزوئیں باقی ہیں۔ سو ابھی پوری نہیں ہوئیں

(۳) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ بری صحبت نے تجھے یہ دن دکھایا ہے اس نے جواب دیا کہ میرا اپنا برا نصیب ہی میرا ہم صحبت تھا۔

یعنی کسی بری صحبت کا اثر نہیں۔ بلکہ برے نصیبوں کی بات ہے۔

(۴) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ اے چاند تو نے مجھ سے صحبت کیوں قطع کر دی۔ اس نے جواب دیا کہ آسمان مجھ بد بہر (نامہربان) سے کینہ رکھتا تھا۔

ماہ و مہر میں صنعت ایہام ہے۔

(۵) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ اس سے پہلے تو نے خوشی کی کئی جام پیے۔ اس نے جواب دیا کہ شفا آخری پیالہ میں تھی۔

قدح باز پسین۔ یعنے موت کا پیالہ۔ جام فنا۔ مطلب یہ ہے کہ مکمل خوشی اور شفا صرف موت کے پیالہ میں ہے۔

(۶) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ اے عمر تو اتنی جلدی کیوں گذر گئی۔ اس نے جواب دیا کہ اے فلاں شخص! میں کیا کروں عمر اتنی ہی تھی۔

(۷) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ ظلم کے بہت سے خط تجھ پر کھینچے گئے۔ اس نے جواب دیا کہ سب کچھ وہی تھا۔ جو لوح جبیں (پیشانی) پر تھا۔

یعنے میری پیشانی پر یہی کچھ لکھا تھا - میری قسمت یہی تھی -

(۸) ترجمہ - میں نے کہا کہ تیرے سفر کا وقت اتنا جلدی نہ تھا - اس نے جواب دیا کہ ہاں لیکن مصلحت وقت یہی تھی -

(۹) ترجمہ - میں نے پوچھا کہ حافظ تو کس چیز سے دور ہو گیا - اس نے جواب دیا کہ ہمیشہ سے میری یہی خواہش تھی - کہ تجھ سے دور ہو جاؤں)

داعیہ - خواہش - ارادہ - اسکی جمع دواعی ہے -

غزل ۱۲۰

گرچہ بر واعظ شہر این سخن آساں نشود	۱	تا ریا ورزد و سالوس مسلماں نشود
رندی آموز و کرم کن کہ نہ چندیں ہنرست	۲	حیوانی کہ نہ نوشد مے و انساں نشود
گوہر پاک بباید کہ شود قابل فیض	۳	ورنہ ہر سنگ و گلی لولو و مرجان نشود
اسم اعظم بکند کار خود ای دل خوش باش	۴	کہ بہ تلبیس و حیل دیو مسلماں نشود
دردمند یکہ کند درد نہاں پیش طبیب	۵	درد او را نبود شربتے قابل درماں نشود
عشق می ورزم و امید کہ این فن شریف	۶	چوں ہنرہای دگر موجب حرماں نشود
دوش میگفت کہ فردا بدہم کام دلت	۷	سببے ساز خدایا کہ پشیماں نشود
حسن خلقی ز خدائی بطلسم خوئے ترا	۸	تا دگر خاطر ما از تو پریشاں نشود
ہر کہ در پیش بتاں از سر جاں میلے زد	۹	بی تکلف سر او لایق قرباں نشود

(۱۰)	ذرہ را تا نبود ہمت عالی حافظ طالب چشمۂ خورشید درخشاں نشود	(۱۰)

(۱) ترجمہ - اگرچہ شہر کے واعظ کے لئے یہ بات آسان نہ ہو - (لیکن) جب تک وہ ریا اور مکر اختیار کئے رہیگا مسلمان نہیں ہوگا -

مطلب یہ ہے کہ اگرچہ واعظ تو اس بات کو نہیں سمجھتا لیکن یہ بالکل صحیح بات ہے کہ جب تک ریا کاری اور مکاری کرتا رہیگا۔ اسلام کے دائرہ سے خارج رہیگا۔

(۲) ترجمہ۔ رندی سیکھ اور بخشش کر کہ یہ کوئی ہنر کی بات نہیں ہے۔ اس حیوان کیلئے جو کہ شراب نہ پیے اور آدمی بنے

مطلب یہ ہے کہ چارپائے اگرچہ شراب نہیں پیتے لیکن انسان بھی تو نہیں ہوتے اسی طرح تندخو اور تنگدل راہد بھی اگرچہ شراب نہیں پیتا لیکن شراب نہ پینا اسکو انسان نہیں بنا دیتا۔ وہ بھی گویا باقی حیوانوں کیطرح ہے جو شراب نہیں پیتے لیکن کوئی ہنر کی بات نہیں ہنر انسان بننے میں ہے۔ پس تجھ چاہیئے کہ رندی سیکھے کیونکہ یہ تجھے خوش اخلاق اور عالی حوصلہ اور بلند ہمت بنا دیگی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ خوش خلاق رند شراب پینے کے باوجود بداخلاق زاہد سے جو شراب نہیں پیتا بدرجہ بہتر ہے۔ درندے چرندے بھی شراب نہیں پیتے لیکن شراب نہ پینا ان کو انسان نہیں بنا دیتا۔ ان کے لئے یہ کوئی فضیلت کی بات نہیں۔ تندخو زاہد بھی بمنزلہ ایک حیوان کے ہے جو شراب نہیں پیتا۔

(۳) ترجمہ۔ گوہر پاک چاہیئے تاکہ فیض کو قبول کر سکے۔ ورنہ ہر پتھر اور کیچڑ موتی اور مونگا نہیں ہو سکتا۔

مطلب یہ ہے کہ قبول فیض کیلئے استعداد چاہیئے۔ بارش کا فیض سب پتھر پر سبزہ نہیں اگاتا۔ نااہل کو تعلیم سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ فیض عام ہے گو فیض کو قبول کرنے والے تادم یاب ہیں۔ آفتاب کی شعاعیں ہر ایک پتھر پر پڑتی ہیں مگر تمام پتھر لعل و یاقوت نہیں ہو جاتے۔ ہر ایک مٹی سے زعفران پیدا نہیں ہو سکتی۔ کیچڑ ہمیشہ مونگا نہیں بنتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ فیض سے مستفیض ہونے کیلئے اپنے اندر قابلیت چاہیئے۔ گوہر میں سرشت میں اور طینت میں پاکیزگی موجود ہونی چاہیئے۔ ورنہ کچھ حاصل نہیں ہو سکتا زیادہ تشریح کے لیئے دیکھو شعر ت ۱۳/۸ الف ۵/۵ د ۲۲/۹

چو استعداد نبود کار از اعجاز نگشاید		مسیحا کے تواند کرد روشن چشم سوزن را	

(۴) ترجمہ۔ اسم اعظم اپنا اثر کرتا ہے اول تو خوش رہ۔ کیونکہ شیطان تو مکر اور حیلہ کی وجہ سے مسلمان نہیں ہوتا۔

اسم اعظم۔ تمام اسمائے حق تعالیٰ میں سب سے بڑا نام۔ اسکی تعیین میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اسم اعظم اللہ ہے۔ بعض کہتے ہیں صمد ہے۔ کوئی کہتا ہے۔ الحی القیوم ہے۔ کسی کی رائے ہے کہ الرحمن الرحیم ہے۔ بعض کے نزدیک یٰسین ہے۔ قاضی حمید الدین ناگوری نے لفظ ہو کو اسم اعظم قرار دیا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ شیطان کو اسم اعظم یاد ہے اور اسی کی برکت سے وہ آسمان پر چڑھ جاتا ہے اور اسرار الٰہیہ

معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہاں سے شہاب کے ذریعے ہٹایا جاتا ہے۔

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ باوجود اسم اعظم کے شیطان کافر ہے۔ تو اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ ہمیشہ مکر و فریب سے دور رہتا ہے اسکی بارگاہ میں مسلمان نہیں ہوتے دیتی۔ ورنہ اسم اعظم تو اپنا اثر رکھتا ہے اور اگر اسمیں اثر نہ ہو تو ملعون اور مردود شیطان آسمان کے بالائی طبقات تک کس طرح پہنچ جائے۔

اسی طرح اگر ایک شخص باوجود اسلام کہنے کے پورا مسلمان نہ ہو۔ تو یہ اسکو اپنے بُرے افعال کا نتیجہ ہے اسلام اپنا اثر ضرور کرتا ہے

(۵) ترجمہ۔ وہ دردمند جو اپنا درد طبیب سے پوشیدہ رکھتا ہے۔ اسکا درد بے شک ناقابل علاج نہیں ہوتا۔

(۶) ترجمہ۔ یا عشق اختیار کرتا ہوں اور امید ہے کہ یہ شریف فن۔ دوسرے ہنروں کی طرح مایوسی کا سبب ہوگا (یعنی کمال کو ہمیشہ نیکنامی ہی ہے کہ ہنر موجب حرمان ہے۔ اکثر وقت ہنر کی قدردانی نہیں کرتے۔ آسمان ہی اہل ہنر کا دشمن ہے کہ بے ہنر لوگ بہرہ مند اور ہنرمند بے بہرہ رہتے ہیں۔ اسی لئے کہا گیا ہے

قدردانی کی کیفیت معلوم		عیب کیا ہے اگر ہنر نہ ہوا	
حسرت ہے کمال فن پر کیا کیجے		ستم بہائے متاع ہنر ہے کیا کہئے	

مرزا غالب فرماتے ہیں۔

ہم کہاں کے دانا تھے کس ہنر میں یکتا تھے		بے سبب ہوا غالب دشمن آسماں اپنا	

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ دوسرے ہنروں کی طرح تمام موجب حرماں ہیں۔ اب میں فن عشق اختیار کرتا ہوں امید یہ ہے کہ یہ فن موجب حرمان نہ ہوگا۔

(۷) ترجمہ۔ کاش وہ کہتا تاکہ کل میں تجھ دل کی مراد دیتا۔ اے خدا ایسا سبب کہ وہ پشیمان نہ ہو جائے۔

یعنی اپنے وعدہ سے پشیمان نہ ہو جائے۔

(۸) ترجمہ۔ میں تیری حسن خلق خدا سے مانگتا ہوں۔ تاکہ ہمارا دل پھر تجھ سے پریشان نہ ہو۔

یعنی میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھ کو خوش خلقی کی خو اور عادت ڈالے تاکہ ہمارے دل کو تیری جفا کاری سے امان ہو۔

(۹) ترجمہ۔ جو شخص شوق کے سامنے جان (جانے) کا خیال کرتا ہے۔ بے شک اسکا سر قربان ہونے کے لائق نہیں ہوتا۔

یعنے جو شخص عشق میں جان کے چلے جانے سے ڈرتا ہو۔ وہ اس قابل ہی نہیں کہ عشق میں قربان ہو۔ مطلب یہ ہے کہ جس شخص میں کمال ایثار نہ ہو وہ شہید عشق ہونے کے قابل نہیں ہوتا۔

(۱۰) ترجمہ ۔ اے حافظ جب تک ذرہ کی ہمت بلند نہ ہو۔ روشن خورشید کے چشمہ کا طالب نہیں ہو سکتا۔

ذرہ دھوپ میں ذرے خورشید کی طرف پرواز کرتے نظر آتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ذرہ ایک حقیر اور کم بضاعت چیز ہے۔ مگر اسکی ہمت بلند ہے۔ حوصلہ عالی ہے۔ ورنہ چشمۂ آفتاب کی طرف پرواز کا کبھی ارادہ نہ کرے۔

دائم نرسد ذرہ بخورشید ولیکن — شوق طیران مے کشد ارباب ہمم را (عرفی)

غزل (۱۲۱)

کارم زدور چرخ بساماں نمیرسد	۱	خوں شد دلم زدرد و بدرماں نمیرسد
برخاک راہ پست شدم ہیچ گرد باز	۲	تا آب رو نمیرودم ناں نمیرسد
از دست جور زماں اہل فضل را	۳	این غصہ بسکہ دست سوی جاں نمیرسد
سیرم زجان خود بدل استان دلی	۴	بیچارہ را چہ چارہ کہ فرماں نمیرسد
تا صد ہزار خار نمی روید از زمین	۵	از گلبنے گلی بگلستاں نمیرسد
یعقوب را دو دیدۂ زحسرت سفید شد	۶	آوازہ زمصر بکنعاں نمیرسد
پی پارہ نمیکنم از ہیچ استخواں	۷	تا صد ہزار زخم بدنداں نمیرسد
از حشمت اہل جہل بگیواں رسیدہ اند	۸	جز آہ اہل فضل بگیواں نمیرسد
صوفی بشوی رنگ دل خود بآب مے	۹	زیں شست و شوی خرقۂ غفراں نمیرسد

(۱۰) حافظ صبور باش کہ در راہ عاشقی — (۱۱) ہر کس کہ جان نداد بجاناں نمیرسد

اس غزل میں خواجہ صاحب نے غزل گذشتہ کے شعر (۶) کیطرح آسمان کی سفلہ پروری اور اہل فضل کی حرماں نصیبی کا ذکر کیا ہے عموماً دیکھا جاتا ہے کہ جاہل برسر کار ہیں اور عالم معطل و بیکار۔ اہل ہنر بے قدری کا شکار ہو جاتے ہیں

اور بے ہنر لوگوں کو اہل زمانہ آسمان پر چڑھا دیتے ہیں۔ اسی مضمون پر دیکھو شعر ۱۴ ۔ د ۱۲ اور د ۱۲ ۔

(۱) ترجمہ۔ میرا کام دور آسمان سے سامان کو نہیں پہنچا۔ میرا دل درد سے خون ہو گیا اور علاج کو نہیں پہنچا۔

یعنے دور آسمان کے ظلم سے میرا مدعا کبھی حاصل نہ ہوا اور میرا درد دل بے علاج رہا۔

(۲) ترجمہ۔ سستی کی خاک پر گرد کی طرح میں پست ہو گیا۔ پھر بھی جب تک بروں نہیں جاتی روٹی نصیب نہیں ہوتی

یعنے باوجود اس کسار کی عزت کی روٹی نصیب نہیں ہوتی۔ آب دنان کی رعایت ظاہر۔

(۳) ترجمہ۔ زمانہ کا ظلم کی دستبرد سے اہل فضل کو۔ یہی غصہ کافی ہے کہ ہاتھ جان تک نہیں پہنچتا۔

یعنے ارباب فضل اہل زمانہ کے جور و جفا کی وجہ سے جان سے بھی بیزار ہیں اور ان کو لیے یہی رنج کافی ہے کہ دو مر نہیں سکتے۔

(۴) ترجمہ۔ مجھ راست بازو کے دل کی قسم ہے کہ میں جان سے سیر ہوں لیکن بیچارہ کا کیا علاج ہے کہ حکم نہیں پہنچتا۔

یعنے جان سے بیزار ہوں لیکن اجل سے پہلے مر نہیں سکتا۔

(۵) ترجمہ۔ جب تک کہ کانٹے زمین سے نہیں اگتے۔ شاخ گل سے ایک پھول بھی باغ کو نہیں مل سکتا۔

یعنے باغ ہزارہا کانٹوں کو اپنے دل میں جگہ دیے بغیر ایک پھول بھی نہیں اگا سکتا۔ مطلب یہ ہے کہ ہزارہا رنج و غم کے بعد ایک خوشی نصیب ہوتی ہے۔

بارا غم سہے جب کل آدم بہگو چکے	ایک قطرہ عیش کا بھی ملا یا تبرکاً

(۶) ترجمہ۔ یعقوب کی دونوں آنکھیں حسرت سے سفید ہو گئیں۔ مصر سے کنعاں تک کوئی آواز نہیں پہنچتی

مطلب یہ ہے کہ فراق یوسف علیہ السلام میں حضرت یعقوب اتنے روئے کہ آنکھیں سفید ہو گئیں لیکن مصر سے کوئی پیغام نہ آیا۔

(۷) ترجمہ۔ کسی ہڈی سے میں (گوشت کا) محکم انہیں کاٹتا۔ جب تک کہ سو ہزار زخم دانتوں کو نہ پہنچے۔

پے کردن ۔ پاؤں کے رگ و پے کو کاٹنا مطلق کاٹنا۔

(۸) ترجمہ۔ حشمت سے (اہل جہل کیوان تک پہنچ گئے ہیں۔ (لیکن) اہل فضل کی آہ کے بغیر کوئی چیز کیواں تک نہیں پہنچتی۔

کیوان - زحل ستارہ کا نام جو ساتویں آسمان پر ہے - مجازاً ساتواں آسمان -

مطلب یہ ہے کہ جاہل تو اپنی حشمت و ثروت سے ساتویں آسمان پر پہنچ گئے ہیں اور اہل فضل کی صرف آہ آسمان تک پہنچتی ہیں -

جہال در تنعم و ارباب فضل را		جز یک ہزار ہ حیلہ یکدانہ نیست	
جاہل درون مجلس و عالم برون در		جز آہ حیلہ بدرا نیست	

(۹) ترجمہ - اے صوفی شراب کے پانی سے اپنا دل کو زنگ کو دھو خرقہ کی سی شست و شو سے مغفرت نہیں ملتی یعنی خرقہ کی شست و شو سے کچھ حاصل نہیں - دل کو زنگ کو دھونا چاہیئے -

(۱۰) ترجمہ - اے حافظ صبر کر کہ عشق کی راہ میں جس شخص نے جان نہ دی جاناں تک نہیں پہنچ سکتا - یعنے عشق میں ایثار ضروری ہے - جان دینے کے بغیر معشوق نہیں مل سکتا - ظاہر ہے کہ محبوب حقیقی کی ذات کا مشاہدہ مرنے سے پہلے نہیں ہو سکتا -

غزل (۱۲۲)

مرا بر ندی عشق آن فضول عیب کند	۱	کہ اعتراض بر اسرار علم غیب کند	
کمال صدق محبت ببین نہ نقص گناہ	۲	کہ ہر کہ بی ہنر افتد نظر بعیب کند	
چناں بزد رہ اسلام غمزۂ ساقی	۳	کہ اعتناب ز صہبا مگر صہیب کند	
ز عطر حور بہشت آن زماں برآید بوے	۴	کہ خاک میکدۂ ما عبیر جیب کند	
کلید گنج سعادت قبول اہل دل است	۵	مبادکس کہ درین نکتہ شک و ریب کند	
شبان وادی ایمن گہے رسد بمراد	۶	کہ چند سال بجان خدمت شعیب کند	

(۷) زدیدہ خوں بچکاند فسانۂ حافظ — (۷)
چو یاد عہد شباب و زمان شیب کند

(۱) ترجمہ - وہی فضول آدمی مجھ پر عشق کی رندی کا عیب لگاتا ہے - جو علم غیب کے اسرار پر اعتراض کرتا ہے -

یعنی میں خود رند نہیں بنا۔ مجھ کو ایسا بنایا گیا ہے۔ حکیم مطلق نے جو عالم الغیب ہے میری رندی میں ہی مصلحت دیکھی ہوگی۔ اس لئے مجھے رند بنایا۔ پس میری رندی پر اعتراض کرنے والا اسرار غیب پر اعتراض کرتا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ مجھ کو صدق کا کمال ہے یہ نہ گمان کر کہ نفس۔ کیونکہ جو شخص بے ہنر ہوتا ہے۔ وہی عیب پر نظر کرتا ہے یعنی لوگوں کے عیب نہ دیکھ اگر ہنر دیکھ۔ کیونکہ عیب پر وہی شخص نظر کرتا ہے جو خود بے ہنر ہوتا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ ساقی کے غمزہ نے اسلام کی ایسی رہنمائی کی۔ کہ اب شراب سے شاید صہیب ہی پرہیز کرے۔

صہیب۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک مشہور صحابی کا نام۔ جو زہد و تقوی کے لئے شہرۂ آفاق تھے۔

شعر کا مطلب یہ ہے۔ کہ ساقی کے غمزہ نے مسلمانوں کو اپنا ایسا گرویدہ بنا لیا ہے۔ کہ حضرت صہیب جیسا متقی اور پرہیزگار شخص ہی اگر شراب سے اجتناب کرے تو کرے۔ اور کوئی نہیں کرتا۔ صہیب کو صہبا کی رعایت سے لائے ہیں۔

(۴) ترجمہ۔ عنبر بشکے عطر سا وقت خوش بو آئیگی۔ جبکہ وہ ہمارے خانہ کی مٹی کو اپنی جیب کی خوشبو بناؤ۔

عنبیر۔ ایک قسم کی خشک خوشبو جو کپڑوں پر لگائی جاتی ہے۔ بعض کے نزدیک ایک زرد رنگ کا نام ہے۔ جو صندل۔ گلاب اور مشک سے بنائی جاتی ہے۔

(۵) ترجمہ۔ سعادت کے خزانہ کی کنجی اہل دل کی قبولیت ہے۔ فذکر کہ ایسا آدمی کوئی نہ ہو جو اس بات میں شک و شبہ کرے

یعنی اس بات میں مطلق کوئی شک و شبہ نہیں کہ اہل دل بزرگوں کی قبولیت آدمی کو سعادت مند بنا دیتی ہے

(۶) ترجمہ۔ وادی ایمن کا گدریا اسوقت مراد کو پہنچتا ہے کہ کئی سال جان سے شعیب کی خدمت کرے۔

شبانِ وادیٔ ایمن۔ سے مراد موسیٰ علیہ السلام۔ اس شعر میں ایک قرآنی قصہ کی طرف اشارہ ہے جو مفصل سورہ القصص میں درج ہے۔ جب حضرت موسےٰ علیہ السلام نے ایک قبطی کو بنی اسرائیل میں سے ایک شخص پر ظلم کرتے دیکھا۔ تو قبطی کو منع کیا اس نے نہ مانا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسکو مار ڈالا۔ اور فرعون کے ڈر سے شہر سے بھاگ گئے۔

وَلَمَّا وَرَدَ مَاءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُونَ ۝ وَوَجَدَ مِن دُونِهِمُ امْرَأَتَيْنِ تَذُودَانِ۔ (القصص) ۔ اور جب مدین کے کنوئیں کے پاس پہنچے۔ تو دیکھا کہ بہت سے لوگ اپنے مواشی کو وہاں پانی پلاتے ہیں۔ اور دو عورتیں انسے علیحدہ کھڑی اپنی بھیڑ بکریوں کو روک رہی ہیں۔

جب موسےٰ علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ تم اپنے مواشی کو کیوں روکتی ہو۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ جب تک

لوگ پلا چکیں گے۔ تب ہم اپنے ریوڑ کو پانی پلائینگی۔ کیونکہ ہم بیکس ہیں وَ اَبُوْنَا شَیْخٌ کَبِیْرٌ اور ہمارا باپ بوڑھا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کو کہا کہ ان عورتوں کو پہلے پانی پلانے دو۔ ان کی انکار پر آنحضرت نے خود انکے ریوڑ کو پانی پلایا۔ چنانچہ وہ سب سے پہلے ریوڑ لیکر گھر چلی گئیں۔

کہتے ہیں کہ یہ دو عورتیں حضرت شعیب علیہ السلام کی لڑکیاں تھیں۔ بڑی کا نام صفورا اور چھوٹی کا صفیرا تھا۔ جب لڑکیوں نے جاکر اپنے باپ کو تمام ماجرا سنایا۔ تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلا بھیجا۔ چنانچہ وہ شعیب علیہ السلام کو گھر گئے۔ قصہ مختصر یہ کہ حضرت شعیبؑ نے اپنی بڑی لڑکی کا حضرت موسیٰ سے نکاح کر دینے کا ارادہ ظاہر کیا۔

قَالَ اِنِّیْٓ اُرِیْدُ اَنْ اُنْکِحَکَ اِحْدَی ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰٓی اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ۔ یعنے میں ارادہ کرتا ہوں کہ تجھ کو ایک لڑکی بیاہ دوں بشرطیکہ تو آٹھ سال میری نوکری کرے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دس سال حضرت شعیبؑ کی شبانی کی انکے ریوڑ کو چراتے رہے۔ اور اسکے علاوہ دس سال اور انکے پاس رہے۔ جب چالیس سال کی عمر ہوئی۔ تو حضرت شعیبؑ کی اجازت سے پھر مصر جانے کا ارادہ کیا۔ اپنی زوجہ صفورا کو ہمراہ لیکر عازم مصر ہوئے۔

رستہ میں وادی ایمن کو جب گذر رہے تھے۔ تو بسبب زوجہ کے وضع حمل کے آگ کی تلاش ہوئی کوہ طور پر ایک نور نظر آیا اسے آگ سمجھکر نزدیک گئے۔ تو درخت سے اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ کی آواز آنی واقعہ طور مشہور ہے۔ بیان کی ضرورت نہیں۔ یہ وادی چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دائیں جانب تھی اس لئے وادی ایمن نام ہوا۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ بغیر خدمت کے عظمت نہیں ملتی۔ بغیر ماتھہ پاؤں ہلانے کے کچھہ حاصل نہیں ہوتا

(۷) ترجمہ۔ حافظ کا فسانہ آنکھوں سے خون ٹپکاتا ہے۔ جب وہ عہد جوانی اور زمانہ پیری کی یاد دلاتا ہے۔

غزل ۱۲۳

مژدہ ای دل کہ مسیحا نفسی می آید	۱	کہ ز انفاس خوشش بوی کسی می آید
از غم و درد مکن نالہ و فریاد کہ دوش	۲	زدہ ام فالی و فریاد رسی می آید

ز آتش وادی ایمن بنمم خرم و بس	۳	موسی اینجا بامید قبسی می آید
ہیچکس نیست کہ در کوی تو اش کاری نیست	۴	ہر کس اینجا بامید ہوسی می آید
کس ندانست کہ منزلگہ مقصود کجاست	۵	ایں قدر ہست کہ بانگ جرسی می آید
جرعہ دہ کہ بمیخانہ ارباب کرم	۶	ہر حریفی ز پئے ملتمسی می آید
خبر بلبل ایں باغ بپرسید کہ من	۷	نالۂ می شنوم کز قفسے می آید
دوست را گر سر پرسیدن بیمار غم ست	۸	گو بیا خوش کہ ہموارش نفسے می آید

(۹) یار دار دسر صید دل حافظ یاراں (۹)
شاہبازی بشکار مگسے می آید

(۱) ترجمہ ۔ اے دل تجھ کو خوشخبری ہو کہ ایک مسیحا نفس آتا ہے ۔ کہ اس کے خوش انفاس سے کسی کو خوشبو آتی ہے ۔

خواجہ صاحب نے یہ غزل بھی شرح صدر حاصل ہونے کے وقت لکھی ہے ۔ عاشقانِ حق کو جب مشاہدہ تجلیات ہوتا ہے تو وہ اس قسم کے واقعات کو اسی قسم کے الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں ۔ فرماتے ہیں کہ اے دل خوش ہو کہ ایک مسیحا نفس آتا ہے جس کے انفاس سے نفس الرحمن کی خوشبو آتی ہے ۔ یعنی مجھ کو ایک ایسی کیفیت میسر آئی ہے ۔ جو مشاہدۂ ذات کی امید دلاتی ہے ۔

(۲) ترجمہ ۔ غم اور درد سے فریاد نہ کر کہ کل میں نے فال نکالی (اور معلوم ہوا) کہ کوئی فریاد رس پہنچنے والا ہے ۔

مطلب یہ ہے کہ کل مجھ کو معلوم ہوا کہ سلطانِ عشق مجھ مظلوم کی فریاد رسی کو آتا ہے یعنی میرا سینہ اسرار معرفت کا گنجینہ بننے والا ہے اور محبوب حقیقی کا مشاہدہ حاصل ہونے والا ہے ۔ جو فراق کے زمانہ کے تمام رنج و غم کو دور کر دے گا ۔

(۳) ترجمہ ۔ وادی ایمن کی آگ سو صرف میں ہی خوش نہیں بلکہ موسیٰ ہر جگہ ایک چنگاری کی امید پر آتا ہے ۔

آتش وادی ایمن ۔ میں ایک قرآنی قصہ کی طرف اشارہ ہے ۔

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ

مِنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰٓى اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (القصص)

جب موسےٰ علیہ السلام حضرت شعیب کی نوکری کی میعاد گذار چکے تو مصر کو روانہ ہوئے۔ عیال ساتھ تھے۔ رات اندھیری اور سرد تھی۔ ان کی زوجہ کے وضع حمل کا وقت آیا۔ اس وقت آگ کی تلاش ہوئی۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے کوہ طور کیطرف آگ دیکھی اپنی زوجہ کو کہا کہ تم یہاں ٹھیرو میں نے آگ دیکھی ہے۔ ادھر جاتا ہوں۔ لوگونسے راستہ بھی پوچھونگا۔ اور تمہارے لئے آگ بھی لاؤنگا۔ جب موسیٰ علیہ السلام اس آگ کے نزدیک پہنچے تو وادی ایمن کے کنارہ سے ایک درخت کی مبارک جگہ سے انکو آواز آئی۔ کہ اے موسےٰ میں تیرا اور تمام جہانوں کا خدا ہوں۔ کہتے تھے۔ کہ جب موسیٰ نے درخت کیطرف نگاہ کی۔ تو ایک بے دود سفید نور نظر آیا۔ جس سے انکے دل میں لقائے محبوب کی آتش شوق شعلہ زن ہوئی۔ انکو اسی مقام پر عصا اور ید بیضا کے معجزے عطا ہوئے اور وہ رسول بنائے جاکر قوم موسیٰ کیطرف روانہ کئے گئے۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ وادی ایمن کی آگ سے یعنی معشوق مطلق کی ذات و تجلیات کے نور سے صرف میں ہی خوش نہیں ہوتا۔ بلکہ حضرت موسےٰ جیسے پیغمبر بھی وہاں ایک چنگاری کی خاطر جایا کرتے ہیں۔

(۴) ترجمہ۔ کوئی ایسا آدمی نہیں جسکو تیرے کوچہ میں کام نہ ہو۔ ہر ایک شخص اس جگہ کسی ہوس کی امید میں آتا ہے۔

وہی مضمون ہے جو گذشتہ شعر میں بیان ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ تیرے کوچہ میں ہر ایک شخص آرزو لے کر آتا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ کسی کو معلوم نہ ہوا کہ مقصود کی منزل گاہ کہاں ہے۔ البتہ اتنا ہے کہ جرس کی آواز آرہی ہے

مطلب یہ ہے کہ منزل مقصود کا تو کچھ پتہ نہیں۔ البتہ جرس کی آواز آرہی ہے جس پر ہم چل رہے ہیں۔ قاعدہ ہے کہ اہل کارواں اپنی روانگی کا اعلان کرنے کے لئے گھنٹہ بجایا کرتے ہیں۔ اور علاوہ اسکے ان کے مرکبوں کے گلے میں بھی گھنٹیاں ہوتی ہیں جن کی آواز سے معلوم ہوتا ہے کہ کاروان جارہا ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ دنیا کے کئی قافلے ہم سے پہلے منزل مقصود کی طرف روانہ ہوئے ہم بھی اُنکے پیچھے پیچھے جارہے ہیں۔ یہ تو کسی کو معلوم نہیں ہوا۔ کہ منزل مقصود کہاں ہے اور کتنی دور ہے۔ البتہ آواز جرس پر ہم بھی چل رہے ہیں۔ اس آواز کے علاوہ منزل مقصود کی بابت کچھ پتہ نہیں۔

•	سوار محمل کی جستجو میں ہزاروں دشت طلب میں دوڑے نہ محمل آیا نظر نہ ناقہ فقط اک اٹھتا غبار دیکھا	(حالی)

(۶) ترجمہ۔ ایک گھونٹ دو کہ ارباب کرم کے میخانہ میں۔ ہر ایک شخص کوئی نہ کوئی التماس لیکر آتا ہے۔

ملتمس۔ التماس کیا گیا۔ عرض کیا گیا۔ عرض۔ معروض۔ درخواست۔

وہی مضمون ہے جو شعر (۳) و (۴) غزل ہذا میں بیان ہوا۔

(۷) ترجمہ۔ اس باغ کی بلبل کی خبر نہ پوچھو کہ میں۔ ایک ایسا سن رہا ہوں جو پنجرہ سے آتا ہے۔

یعنے اس باغ کی بلبل تو قفس میں اسیر ہے۔ اور بجائے نغمہ سنجی کے پنجرہ میں بیٹھی نالہ و فریاد کر رہی ہے۔ اسکا حال کیا پوچھتے ہو۔ باغ جہاں کی بلبلوں کا بعینہ یہی حال ہے۔ آزاد نہیں۔ گرفتار ہیں۔ انکے حیچے فی الحقیقت نالے ہیں نغمے نہیں۔

از گرفتاران ایں گلشن چہ میپرسی کہ من		ہمچو سرو آزادگاں را پا در گل دیدام

اسی مضمون پر ہے۔

اس چمن میں مرغ دل گاتا نہ آزادی کا گیت		ہائے یہ گلشن نہیں ایسے ترانے کے لئے

بعض شارحین بلبل سے مراد روح اور قفس سے مراد وجود لیتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ روح کے متعلق مجھ سے کیا پوچھتے ہو۔ صرف اتنا ہی معلوم ہے کہ قفس وجود سے بلبل روح کے نالے سن رہا ہوں یعنے سانس کے آنے جانے کی آواز سنائی دیتی ہے۔ اور کچھ معلوم نہیں۔ وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روح کے متعلق سوال کیا جاتا تھا۔ ارشاد ربانی ہوا کہ ان لوگوں کو کہو کہ روح امر ربی ہے۔ اسکے علاوہ اور کچھ معلوم نہیں۔

(۸) ترجمہ۔ اگر دوست کو بیمار غم کی بیمار پرسی کا خیال ہے۔ تو اس کو کہو کہ خوشی سے آئے۔ کیونکہ بیمار کو ابھی سانس آتی جاتی ہے۔

(۹) ترجمہ۔ دوست معشوق حافظ کو دل کے شکار کا خیال رکھتا ہے۔ گویا ایک شاہباز مکھی کے شکار کو آتا ہے معشوق کو شاہباز کہا ہے اور اپنے آپ کو مکھی سے تشبیہ دی ہے۔

غزل ۱۲۴

مطرب عشق عجب ساز و نوائی دارد	۱	نقش هر پرده که زد راه بجائی دارد
عالم از ناله عشاق مباد اخالی	۲	که خوش آهنگ و فرح بخش نوائی دارد
پیر دردی کش ما گرچه ندارد زر و زور	۳	خوش عطا بخش و خطا پوش خدائی دارد
از عدالت نبود دور گر ش پرسد حال	۴	پادشاهی که بهمسایه گدائی دارد
محترم دار دلم کایں مگس قند پرست	۵	تا هوا خواه تو شد فرهمائی دارد
اشک خونین بطبیبان بنمودم گفتند	۶	درد عشق ست و جگر سوز دوائی دارد
ستم از غمزه میاموز که در مذهب عشق	۷	هر عمل اجری و هر کرده جزائی دارد
نغز گفت آں بت ساقی بباده فروش	۸	شادی از روی کسی جو که صفائی دارد

(۹)	خسرو حافظ درگاه نشین فاتحه خواند وز زبان تو تمنائے دعائی دارد	(۹)

(۱) ترجمہ:- عشق کا مطرب عجیب ساز اور عجیب آواز رکھتا ہے۔ جس پردہ کے نقش کو بجاتا ہے وہ کسی خاص مقام کی طرف جاتا ہے۔

پردہ سے مراد پردۂ ساز۔ مطلب یہ ہے کہ مطرب عشق کا ہر ایک سرود ساز معین کو ایک خاص مقام کیطرف لے جاتا ہے۔ یعنی اسکے ہر ایک نغمہ میں عشق کے خاص مقامات کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

واقف نہیں ہے تو ہی نوا کے راز کا	ورنہ یہاں جو پردہ ہے پردۂ ساز کا

(۲) ترجمہ:- خدا کرے کہ جہاں عاشقوں کا نالہ سے خالی نہ ہو۔ کیونکہ وہ خوش آئند اور فرحت بخش آواز رکھتا ہے یعنے عاشقوں کا نالہ ایک عجیب خوش آیند اور فرحت بخش آواز رکھتا ہے۔

(۳) ترجمہ:- ہمارا دُردکش پیر اگرچہ زر اور زور نہیں رکھتا۔ لیکن اکیلا اچھا عطا بخش اور خطا پوش

خدا کہتا ہے :

یعنے ہمارے پیر کے پاس اگرچہ زر و زور نہیں۔ مگر اسکو خدا پر بھروسہ ہے۔ جو بڑا فیاض اور غفور الرحیم ہے

ناخدا گر کشتی ما گر نہ باشد گو مباش		ما خدا داریم و ما را ناخدا در کار نیست	

مطلب یہ ہے کہ ہم اسباب کے بندے نہیں۔ ہماری نظر مسبب الاسباب پر ہے۔

(۴) ترجمہ۔ انصاف سے دور نہیں ہوگا اگر حال پرسی کرے وہ بادشاہ جسکے پڑوس میں ایک فقیر ہو۔

یعنے اگر بادشاہ اپنے ہمسائہ فقیر کی حال پرسی کرے تو بعید از انصاف نہ ہوگا۔ مدعا یہ ہے کہ آپ بادشاہ ہیں میں گدا ہوں۔ اگر آپ میری پرسش حال کریں تو قرین انصاف ہوگا۔

از بندہ پروری و نوازش بعید نیست		شاہاں اگر نگاہ بسوئے گدا کنند	(نیاز)

(۵) ترجمہ۔ میرے دل کی عزت کر کیونکہ یہ قند پرست بھی جب سے تیری ہوا خواہ ہوئی ہے ہما کی شان رکھتی ہے۔

اپنے دل کو قند پرست کہی ہے مطلب یہ ہے کہ اگرچہ میرا دل ایک حقیر چیز ہے۔ لیکن تیرے عشق نے اس کو عالی شان کر دیا ہے

(۶) ترجمہ۔ جنہوں نے اپنے لہو کے آنسو طبیبوں کو دکھائے۔ تو انہوں نے کہا کہ یہ دردِ عشق ہے اور جگر سوز دوا رکھتا ہے۔

یعنے دردِ عشق کا علاج یہی جگر سوز ہوتا ہے۔ اسلئے اس درد کو بے درماں چھوڑنا ہی بہتر ہے۔

(۷) ترجمہ۔ غمزہ و ظلم کر ناز سیکھ کیونکہ عشق کے مذہب میں۔ ہر عمل کا اجر اور ہر فعل کی جزا ہوتی ہے

یعنے تیرے غمزے و جفا کاریں تو یہی اُن ستم شعاری کا سبق سیکھ کیونکہ ہر عمل کا بدلا ملتا ہے۔

(۸) ترجمہ۔ اس بندوش ترسا بچہ معشوق نے کیا اچھا کہا کہ اس شخص کے چہرہ سے خوشی ڈھونڈ جو صفائی رکھتا ہو۔

یعنے خوشی اس شخص کے چہرہ سے مانگ۔ خوش حالی اس شخص سے طلب کر۔ جسکے دل میں صدق و صفا ہو (شاعر یہاں ترسا بچہ کی رعایت سے لفظ صفا کی نسبت زنار سے کرلیں)

(۹) ترجمہ:- اے بادشاہ حافظِ درگاہ نشین نے فاتحہ پڑھی اور تیری زبان سے دعا کو آرزو رکھتا ہے۔

غزل ۱۲۵

من و انکار شراب ایں چہ حکایت باشد	۱	غالباً ایں قدرم عقل کفایت باشد
منکہ شبہا رہ تقوی زدہ ام با دف و چنگ	۲	ایں زماں سر برہ آرم چہ حکایت باشد
زاہد ار راہ بہ رندی نبرد معذور ست	۳	عشق کاریست کہ موقوف ہدایت باشد
تا بغایت رہ میخانہ نمیدانستم	۴	ورنہ مستوری ما تا بچہ غایت باشد
بندہ پیر مغانم کہ ز جہلم برہاند	۵	پیر ما ہر چہ کند عین رعایت باشد
زاہد و عجب و نماز و من و مستی و نیاز	۶	تا خود از میاں باکہ عنایت باشد

(۷) دوش از ین غصہ نخفتم کہ حکیمے میگفت — حافظ ار بادہ خورد جائے شکایت باشد (۷)

(۱) ترجمہ:- میں اور شراب سے انکار! یہ کیا بات ہے؟ غالباً مجھ کو اتنی ہی عقل کافی ہے۔

یعنے مجھے اتنی ہی عقل کافی ہے کہ شراب سے انکار نہ کروں۔ شراب چھوڑ کر زیادہ عاقل بننے کی ضرورت نہیں گویا شراب ترک نہ کرنا ہی بڑی عقلمندی کی بات ہے۔

(۲) ترجمہ:- جب میں کئی راتوں دف و چنگ کے ساتھ پرہیزگاری کی رہنمائی کرتا رہا ہوں اب اگر میں سرِ راہ چلے آؤں تو کیا عجیب بات ہوگی

یعنے جب میں نے کئی راتیں سرمایۂ زہد و تقوی کو دف و چنگ سے غارت کرنے میں صرف کئے ہیں اب اگر میں دوسرا بستہ اختیار کرلوں تو معیوب ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ اب میں رندی کو چھوڑ کر تقوی اختیار نہیں کرسکتا۔

(۳) ترجمہ۔ زاہد اگر رندی اختیار نہ کرے تو معذور ہے۔ عشق ایک ایسا کام ہے جو ہدایت پر منحصر ہے۔ یعنے بغیر ہادیٔ راہ کی متابعت کے منازلِ عشق کو طے کرنا محال ہے اگر زاہد یہ رستہ اختیار نہیں کرتا تو معذور ہے۔ کیونکہ رہبر کی ہدایت سے محروم ہے۔

(۴) ترجمہ۔ اب تک میں شراب خانہ کا رستہ نہ معلوم کرسکا۔ ورنہ ہماری مستوری کب تک رہ سکتی تھی۔

تا بغایت۔ اب تک۔ تا بچہ غایت کب تک

یعنے ہم جواب تک ہوش میں رہے۔ تو اسکی وجہ یہ تھی کہ شراب خانہ کا رستہ معلوم نہ تھا ورنہ ہماری مستوری اور عقلمندی کب کی برباد ہوچکی ہوتی۔

حریف جوشش دریا نہیں خم و دار ساحل	جہاں ساقی ہو تو دعوی ہے باطل شوخیاری کا

(۵) ترجمہ۔ میں پیرِ مغاں کا غلام ہوں جس نے مجھے جہل سے چھڑایا۔ ہمارا پیر جو کچھ کرے عین رعایت ہے، مطلب یہ ہے کہ مستیٔ شراب نے مجھے جاہل سے عاقل بنا دیا۔

دیوانہ ہے دنیا میں جو دیوانہ نہیں ہے	عاقل وہی ہوتا ہے جو عاقل نہیں ہوتا

(۶) ترجمہ۔ زاہد ہے اور اسکا غرور اور نماز۔ میں ہوں اور میری مستی اور نیاز۔ اب دیکھئے کہ خدا ہم دونوں سے کس کے ساتھ عنایت کرتا ہے۔

یعنے زاہد اپنی نمازوں پر مغرور ہے اور میں اپنی مستی اور کم بضاعتی پر نادم ہوں دیکھئے خدا کو کیا منظور ہے تجاہل عارفانہ ہے۔ خواجہ صاحب کو یقین ہے کہ ان کی مستی اور نیاز زاہد کے غرور اور نماز سے زیادہ مقبول ہونگے۔ تشریح کے لئے دیکھو شعرت ۵۱/۷

زاہد غرور داشت سلامت نبرد راہ	رند از رہ نیاز بدار السلام رفت

(۷) ترجمہ۔ کل رات میں اس غصہ سے نہ سویا کہ ایک حکیم کہتا تھا۔ کہ اگر حافظ شراب پیئے تو شکایت کا مقام ہوگا۔

غصہ اس بات کا ہے کہ حکیم ہو کر خلافِ حکمت بات کہتا ہے اور شراب سے روکتا ہے۔

غزل (۱۲۶)

مسلماناں مرا وقتے دلی بود	۱	کہ با وے گفتمی گر مشکلے بود
دلی ہمدرد و یاری مصلحت بیں	۲	کہ استظہار ہر اہل دلے بود
بگردابے چو مے افتادم از غم	۳	بتدبیرش امید ساحلے بود
زمن ضائع شد اندر کوے جاناں	۴	چہ دانستم کہ یارب منزلے بود
بحال ایں پریشاں رحمت آرید	۵	کہ وقتے کاردان کاملے بود
مرا تا عشق تعلیم سخن کرد	۶	حدیثم نکتہ ہر محفلے بود
ہنر بے عیب حرماں نیست لیکن	۷	زمن محروم ترکی سائلے بود
سرشکم در طلب در ہا فشانید	۸	ولے از وصل او بی حاصلے بود

(۹) اگر دیگر کہ حافظ نکتہ دانست / کہ ما دیدیم محکم غافلے بود (۹)

اس غزل میں بھی تسلسل مضمون موجود ہے۔ خواجہ صاحب اپنے دل کی کیفیت بیان فرماتے ہیں۔ کہ ایک وقت ایسا تھا۔ کہ میرا دل میرا چارہ ساز اور ہمدرد تھا۔ ہر ایک مشکل میں میرا ساتھ دیتا تھا۔ ہر ایک مصیبت کے وقت مجھ اس پر بھروسہ ہوتا تھا۔ وہ نہایت تجربہ کار اور مدبر تھا۔ لیکن اب کوئے جاناں میں میرا دل ضائع ہو گیا ہے اور میں بیکس ہو گیا ہوں۔

(۱) ترجمہ۔ مسلمانو ایک وقت تھا کہ میرا بھی دل تھا۔ کہ اگر کوئی مشکل ہوتی تھی۔ تو میں اسکو کہتا تھا۔ یعنے مشکل کے وقت میرا دل میری چارہ سازی کرتا تھا۔

(۲) ترجمہ۔ میرا دل میرا ہمدرد تھا اور ایسا خیر اندیش دوست تھا۔ کہ ہر ایک اہل دل کا مددگار ہوتا تھا۔

(۳) ترجمہ۔ جب غم سے میں کسی گرداب میں گرتا تھا۔ تو اسکی تدبیر سے ساحل کی امید ہوتی تھی

یعنے جب میں کسی گرداب بلا میں گرتا تھا۔ تو اپنے دل کی چارہ سازی سے امید ہوتی تھی کہ اس گرداب سے نکل کر ساحل پر جا لگونگا۔

(۴) ترجمہ۔ وہ دل معشوق کے کوچہ میں مجھ سے ضائع ہوگیا۔ اے خدا معشوق کا کوچہ کیا دامنگیر جگہ تھی۔

دامنگیر مقام وہ ہوتا ہے جہاں سے واپس آنے کو جی نہ چاہے۔ گویا دامن کو پکڑ لیتا ہے اور آنے نہیں دیتا۔ دل بھی کوئے جاناں میں ایکدفعہ گیا تو وہیں کا ہو رہا۔

(۵) ترجمہ۔ اس پریشان حال کے حال پر رحم کرو۔ کہ ایک وقت یہ بھی کامل کارداں تھا۔

کارداں۔ کارآزمودہ۔ تجربہ کار۔ دانا۔

مطلب یہ ہے کہ میرا دل جو ایک کامل تجربہ کار دل تھا اب کوئی جاناں میں پریشاں پڑا ہے اس پر رحم کرو یا میں پہلے ایک کارداں کامل تھا۔ اب دل کے ضائع ہوجانے سے پریشان حال ہوگیا ہوں میرے حال پر رحم کرو

(۶) ترجمہ۔ جب سے مجھے عشق نے سخن گوئی کی تعلیم دی ہے۔ میری باتیں ہر محفل کا نکتہ ہوگئی ہیں۔

یعنے جب سے میں عشقیہ مضامین پر غزل گوئی کرنے لگا ہوں۔ میرا کلام ہر ایک محفل میں منظور و مقبول ہوگیا ہے۔

(۷) ترجمہ۔ ہنر اگرچہ عیب حرمان سے خالی نہیں ہوتا۔ لیکن مجھ سے زیادہ محروم کبھی کوئی سائل نہ تھا۔

یعنے اگرچہ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ ہنر کے ساتھ عیب حرمان لگا ہوا ہے۔ یعنے اہل ہنر دنیا میں ہمیشہ محروم رہتے ہیں۔ لیکن پھر بھی مجھ سے زیادہ محروم کبھی کوئی سائل نہیں ہوا۔

دیکھو غزل (۱۲۱) ردیف ہذا۔ نیز دیکھو شعر ت ۱۴۱/۳ ۔ د ۱۲۰/۹

ہم کہاں کو دانا تھا کس ہنر میں یکتا تھا		بے سبب ہوا غالب دشمن آسماں اپنا	

(۸) ترجمہ۔ میرے آنسوؤں نے طلب میں موتی بہا دئے۔ لیکن اسکے وصل سے محروم ہی رہے

مطلب یہ ہے کہ اسکی طلب میں ہم موتی نثار کرتے رہے یعنے روتے رہے۔ لیکن وصل نصیب ہوا۔

(۹) ترجمہ ۔ پھر یہ نہ کہنا کہ حافظ نکتہ داں ہے ۔ کیونکہ ہم نے دیکھا ہے کہ وہ نہایت ہی غافل ہے ۔
مطلب یہ ہے کہ اگرچہ لوگ حافظ کو نکتہ داں کہتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ وہ اسرار و رموزِ معرفت سے آگاہ ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ بہت ہی غافل ہے ۔
مظہر جانجاناں کا یہ شعر بھی اسی قبیل سے ہے ۔

ہست مشہور کہ من شاعر خوش گفتارم		مظہر این حرف اصل ندارد سخنے ساختہ اند	

غزل ۱۲۷

معاشران حریف شبانہ یاد آرید	۱	حقوق بندگی مخلصانہ یاد آرید	
چو در میان مراد آورید دست امید	۲	ز عہد صحبت مادر میانہ یاد آرید	
چو عکس باده کند جلوہ در رخ ساقی	۳	ز زہد من بسرود و ترانہ یاد آرید	
بوقت سرخوشی از آہ و نالۂ عشاق	۴	بصوت نغمۂ چنگ و چغانہ یاد آرید	
نمیخورید زمانی غم وفاداراں	۵	ز بیوفائے دور زمانہ یاد آرید	
سمند دولت اگر تند سرکش ست ولے	۶	ز مہرباں بستانہ یاد آرید	

(۷) بوقت مرحمت آے ساکنان صدر جلال
ز روی حافظ و آں آستانہ یاد آرید (۷)

اس غزل کا مضمون بھی مسلسل ہے ۔ خواجہ صاحب حریفان بادہ پیما سے کہتے ہیں کہ میخوشی کی محفل میں ہم کو بھی یاد کرنا ۔ تم وصال کی مجلس میں مے و معشوق کا لطف اٹھا رہے ہو ۔ ہم وصال سے محروم اور مہجور یہاں بیٹھے ہیں ۔

چو با حبیب نشینی و باده پیمائی		بیاد آر حریفانِ باده پیمارا	

(۱) ترجمہ ۔ اے رفیقو ! رات کے حریف کو یاد کرو ۔ مخلصانہ بندگی کے حقوق کو یاد کرو
معاشر ۔ ہم صحبت ۔ رفیق

یعنے کل میں بھی تمہارے ساتھ تھا۔ آج جدا ہوں۔ نہایت خلوص سے تمہاری خدمت کرتا رہا ہوں مجھ کو بھی یاد کرو

(۲) ترجمہ۔ جب مراد کی کمر میں تم امید کا پٹہ ڈالو۔ تو درمیان میں ہماری صحبت کے عہد کو بھی یاد کرو۔

میان بستہ کمر۔ درمیان اور درمیانہ میں صنعت تجنیس۔

(۳) ترجمہ۔ جب شراب کا عکس ساقی کے چہرہ میں جلوہ افروز ہو۔ تو میری پرہیزگاری کو سرود و ترانہ سے یاد کرو۔

یعنے ساقی کے چہرہ میں شراب کا عکس دیکھکر تمہاری پرہیزگاری تو جاتی رہیگی۔ میری پرہیزگاری کو بھی یاد کرنا کہ وہ بھی جاتی رہے۔

(۴) ترجمہ۔ سرخوشی کے وقت عاشقوں کے آہ و نالہ سے۔ نغمۂ چنگ و چغانہ کی آواز سے یاد کرو۔

سرخوشی۔ مستی کی ایک حالت تحقیق کے لیے دیکھو شعر ۲۳

یعنے جب تم بزم وصال میں مست بیٹھے ہو اور نغمہ ہائے چنگ و چغانہ کے سماع میں مصروف ہو۔ تو ان عاشقوں کے آہ و نالہ کو یاد کرو جو آتش فراق سے جل رہے ہوں۔

(۵) ترجمہ۔ تم تھوڑی دیر کے لئے بھی وفاداروں کی غمخواری نہیں کرتے۔ دور زمانہ کی بیوفائی کو یاد کرو

فرماتے ہیں کہ ہم وفاداروں کی غمخواری کرو۔ اور دور زمانہ کی بیوفائی کو یاد کرو اگرچہ آج تم بزم وصال میں خوش و خرم بیٹھے ہو۔ لیکن زمانہ ہمیشہ ایک طرح نہیں رہتا۔

(۶) ترجمہ۔ دولت کا گھوڑا اگرچہ تند اور سرکش ہے۔ لیکن تازیانہ کے ذریعے ہمراہیوں کو یاد کرو۔

یعنے اگرچہ تم اسوقت دولت، وصال سے مالا مال ہو اور خوش نصیب ہو اور گو نصیبی انسان کو تند اور سرکش یعنے مغرور کر دیتی ہے۔ لیکن دولت کی سرکش گھوڑے کو تازیانہ لگاؤ اور قابو میں لاؤ اور اپنے پیادہ پا ہمراہیوں کو یاد کرو۔ ماتم سند دولت پر سوار ہو۔ وہ بیچارے پیادہ پا چل رہے ہیں۔ ان کو مست بیہوش غرور نہ کرو۔ انہیں اپنے ساتھ لے لو۔

(۷) ترجمہ۔ آستانۂ جلال کے رہنے والو مرحمت کے وقت۔ حافظ کے چہرہ اور اس آستانہ کو یاد کرو۔

ساکنان حرم جلال سے مراد معشوق کے ہم نشیں، یا خود معشوق (بصیغہ جمع)

مطلب یہ ہے کہ حافظ نے بھی مدتوں اس آستانہ پر سر (چہرہ) رکھا ہے۔ اس لئے وہ بھی نظر لطف کا مستحق ہے۔ اسے نہ بھولو۔

گل چینکے ہیں اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی	اے خانہ برانداز چمن کچھ تو ادھر بھی

غزل ۱۲۸

من و صلاح و سلامت کس این گمان نبرد	۱	که کس بر ند خرابات ظن آن نبرد
من این مرقع پشمینه بهر آن دارم	۲	که زیر خرقه کشم می کس این گمان نبرد
مباش غره بعلم و عمل فقیه زمان	۳	که هیچکس ز قضای خدای جان نبرد
مشو فریفته رنگ و بوی قدح درکش	۴	که رنگ غم ز دلت جز می مغان نبرد
اگرچه دیده بود پاسبان تو ای گل	۵	بهوش باش که نقد تو پاسبان نبرد

(۶) سخن نبرد سخندان ادا مکن حافظ
(۲) که تحفه کس در گوهر بحر و کان نبرد

(۱) ترجمہ۔ میں اور صلاح و سلامت کوئی شخص یہ گمان نہیں کر سکتا۔ کیونکہ کوئی آدمی خرابات کے رند پر یہ ظن نہیں کر سکتا۔

یعنے میں خرابات کا رند ہوں۔ کوئی آدمی مجھ سے صلاحیت اور درستی کی امید نہیں رکھ سکتا۔ خرابات دنیا کے تمام ساکنوں کا یہی حال ہے۔

صلاح کار کجا و من خراب کجا		ببین تفاوت راه از کجاست تا بکجا	

(۲) ترجمہ۔ میں یہ صوفی گدڑی اس لیے پہنتا ہوں کہ خرقہ کے نیچے شراب پیئے پھروں اور کوئی شخص شک بھی نہ کرے۔ طریق ادا نہایت مستحسن ہے مطلب یہ ہے کہ زاہدانِ ظاہر دار اور صوفیانِ ریاکار نے فقیرانہ لباس صرف اس لیے پہنا ہے کہ وہ شراب پئیں اور اس لباس کی وجہ سے کوئی انپر شک نہ کرے۔

واعظ کتابِ وعظ لیے ہے تو کیا ہوا		بوتل شراب کی بھی تو پنہاں بغل میں ہے	

(۳) ترجمہ۔ زمانہ کے فقیہ علم و عمل پر مغرور نہ ہو۔ کیونکہ کوئی آدمی خدا کی قضا سے جان نہیں بچا سکتا۔ یعنے اعمال پر مغرور نہ ہو۔ خدا جانے قسمت میں کیا لکھا ہے۔ اور خدا کو کیا منظور ہے۔

(۴) ترجمہ۔ رنگ و بو پر فریفتہ نہ ہو۔ پیالہ پی۔ کیونکہ شرابِ مغاں کے بغیر کوئی چیز تیرے دل سے غم کا رنگ دور نہیں کر سکتی۔

اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر الف ۱/۱ الف ۱۳/۱ ت ۲۲/۳ ت ۴۱/۱ ت ۴۵/۴ ت ۵۰/۱۱ ت ۵۲/۳ ت ۵۲/۵ د ۶/۱۳۲ د ۶۵/۴ د ۵۶/۶ د ۲۹/۳ د ۵۸/۱ ۔

(۵) ترجمہ ۔ اے پھول اگرچہ آنکھ تیری پاسباں ہو لیکن ہوش میں رہ کہ تیرا نقد پاسباں ہی نہ لے جائے ۔

آنکھ کو پاسباں اس لئے کہتے ہیں کہ وہ تمام بیرونی حوادث کی اطلاع وجود کو دیتی ہے ۔ گویا وہ وجود کی نگہبان ہے کہ ہر قسم کے خطروں سے اسے آگاہ کرتی ہے ۔ لیکن یہی آنکھ کبھی کبھی رہزنی بھی کرتی ہے ۔ کیونکہ انسان بے افعال پر اکثر انھیں کے ذریعے ہی مائل ہوتا ہے ۔ آنکھ دیکھتی ہے اور دل کو خبر دیتی ہے جس سے وہ گمراہ ہو جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ آنکھ اگرچہ تجھ نیک و بد سے آگاہ کرتی ہے لیکن ہوشیار رہنا چاہئے کہ یہی آنکھ تجھے گمراہ نہ کر دے اور تیرے نقد ایمان کو ضائع نہ کر دے ۔ خواجہ صاحب نے پھول کی تمثیل اس لئے دی ہے ۔ کہ پھول خود آنکھ کی شکل کا ہوتا ہے ۔ اور اسکے اندر ایک زرد مادہ ہوتا ہے ۔ جسے زرِ گل کہتے ہیں ۔

(۶) ترجمہ ۔ اے حافظ سخندان کے نزدیک سخن ادا نہ کر ۔ کیونکہ کوئی شخص موتی اور لعل کا تحفہ سمندر اور کان کے پاس نہیں لے جاتا ۔

یعنے سمندر میں موتی بکثرت ہیں ۔ اور کانوں میں لعل بہت ہیں ۔ اس لئے ان کے پاس درد گوہر کا تحفہ لے جانا بیوقوفی ہے ۔ اسی طرح سخندان آدمی کے سامنے اپنی فصاحت و بلاغت کا اظہار نا جائز ہے کیونکہ وہ خود ان سب باتوں کو جانتا ہے ۔

غزل (۱۲۹)

مرا می دگر بارہ از دست برد	۱	بمن باز آورد می دست برد
ہزار آفریں بر می سرخ باد	۲	کہ از روی مارنگ زردی ببرد
بیاناد دستے کہ انگور چید	۳	مرا زاد پائے کہ در ہم فشرد
بروز ازل خوردہ بر من مگیر	۴	کہ کار خدائے نہ کار تیست خرد
مرا از ازل عشق شد سرنوشت	۵	قضائی نبشتہ نشاید سترد

	مزن دم از حکمت که در وقت مرگ	۶	ارسطو دید جان چو بیچاره کرد	
	مکن رنج بیهوده خرسند باش	۷	قناعت کن از نیست اطلس به برد	
	چناں زندگانی کن اندر جہاں	۸	که چوں مرده باشی نگویند مرد	

(۹)	شود مست وحدت ز جام الست هر آنکو چو **حافظ** می صاف خورد	(۹)

(۱) **ترجمہ** ۔ مجھ شراب نے ایکدفعہ پھر بیخود کر دیا شراب نے دوبارہ مجھ پر غلبہ حاصل کیا۔

مرا از دست برد ۔ یعنے مجھے بیخود کر دیا۔ (مجھے ہاتھ سے لے گئی) **دستبرد** ۔ غلبہ ۔ دست برد اور دستبرد میں صنعت تجنیس ہے۔

(۲) **ترجمہ** ۔ شراب سرخ پر ہزار آفریں ہو۔ کیونکہ وہ ہمارے چہرہ سے زردی کا رنگ اڑا لے گئی۔

شراب پینے سے چہرہ کا رنگ سرخ ہو جاتا ہے۔

(۳) **ترجمہ** ۔ خدا کرے وہ ہاتھ ہمیشہ رہے جس نے انگور چنے۔ اور وہ پاؤں کبھی نہ گرے۔ جس نے ان کو نچوڑا۔

در ہم فشرد ۔ نچوڑا۔ مطلب یہ ہے کہ جن ہاتھوں نے انگور چنے اور شراب بنانے کے لئے ان کو نچوڑا۔ خدا کرے وہ سلامت رہیں۔

(۴) **ترجمہ** ۔ اے زاہد جا میری عیب جوئی نہ کر۔ کہ خدا کا کام کوئی چھوٹا کام نہیں ہوتا

یعنے خدا نے جو کچھ کیا ہے۔ بہت اچھا کیا ہے اسکے تمام فعل حکمت پر مبنی ہوتے ہیں۔ مجھ جیسا اس نے بنایا ہے ویسا ہی ہوں۔ میری عیب جوئی نہ کر۔

(۵) **ترجمہ** ۔ روز ازل ہی عشق میری قسمت میں لکھا گیا۔ لکھی ہوئی تقدیر نہیں مٹا سکتے۔

یعنے عشق میری قسمت میں روز ازل سے لکھا ہے میں اسے چھوڑ نہیں سکتا۔ فی الحقیقت عشق کی ابتدا صبح میثاق سے ہوئی۔

چو سر نوشت مرا کلک کردگار نوشت		خط غلامی خوبان روزگار نوشت	(حبرتی)

(۶) **ترجمہ** ۔ حکمت کا دم نہ مار کہ موت کے وقت۔ ارسطو ایک بیکس کر دیکھ کر جاں دیدیتا ہے۔

ارسطو ۔ مصنف ارسطاطالیس سکندر اعظم کا ایک نہایت مشہور حکیم گذرا ہے۔ یونان کا باشندہ تھا افلاطون

کا شاگرد نہایت معلم اول اسکا خطاب ہے

کُرد۔ صحرانشینوں کا ایک گروہ۔ ایک جاہل قوم کا نام ہے۔

مطلب یہ ہے کہ حکمت اور فلسفہ طب اور منطق قضا کو نہیں روک سکتے۔ موت کے سامنے جاہل اور عالم دونو مجبور ہوتے ہیں۔

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے ایک طبیب اور کُرد کی منظوم حکایت لکھی ہے۔

شبے کردے از درد پہلو تفت	طبیبے دراں ناحیت بود و گفت
ازیں دست کو برگ رزے خورد	عجب دارم ار شب بیاباں برد
کہ در سینہ پیکانِ تیر ستار	باز نقل ماکول ناسازگار
قضارا طبیب اندراں شب ببرد	چہل سال ازیں رفت و زندہ است کُرد

(۷) ترجمہ۔ بیہودہ رنج نہ کر۔ خوش رہ۔ اگر اطلس نہیں تو معمولی کپڑے پر صبر کر۔

بُرد۔ ایک قسم کا کپڑا۔ عمامہ مخطط

(۸) ترجمہ۔ جہاں میں اسطرح زندگانی بسر کر۔ کہ جب تو مرجائے تو لوگ نہ کہیں کہ مرگیا ہے۔

یعنے زندگی اس طرح بسر کر۔ کہ مرنے کے بعد بھی تیرا نام رہے۔

(۹) ترجمہ۔ جام الست سے وحدت کا مست ہوجائیگا۔ جس شخص نے حافظ کی طرح صاف شراب پی۔

جام الست سے مراد اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص شراب صاف پیتا ہے عشق ازلی کے جام سے شراب وحدت پی کر مست ہوجاتا ہے۔

غزل ۱۳

مرا مہر سیہ چشماں ز سر بیروں نخواہد شد	۱	قضائے آسماں ست این و دیگرگوں نخواہد شد
مرا روز ازل کاری بجز رندی نفرمودند	۲	ہراں قسمت کہ آنجا شد کم و افزوں نخواہد شد
مجال من ہمیں باشد کہ پنہاں مہر او ورزم	۳	کنار و بوس و آغوشش چہ گویم چوں نخواہد شد

شراب لعل و جای امن و یار مهربان ساقی	۴	دلا کی بشنوی کارت اگر اکنون نخواهد شد	
بیا تا در صف رندان بیانگ چنگ بنشینیم	۵	که ساز شرع ازین فسانه بی قانون نخواهد شد	
شبی مجنون لیلی گفت کای محبوب بی همتا	۶	ترا عاشق شود پیدا و لے مجنون نخواهد شد	
رقیب آزار ما فرمود و جا آشتی نگذاشت	۷	مگر آه سحر خیزان سوگردون نخواهد شد	
بیا تا در مے صافیت را زد هر نمایم	۸	که کار عشق ازین افسانه بی افسون نخواهد شد	

(۹) مشو ای دیده نقش غم ز لوح سینه حافظ (۹)

که زخم تیر دلدار است و رنگ خون نخواهد شد

(۱) ترجمہ۔ سیاہ چشموں کی محبت میرے سر سے باہر نہیں نکلے گی۔ یہ آسمان کی قضا ہے۔ دگرگوں نہیں ہو سکتی

یعنے حسینوں کا عشق میری قسمت میں لکھا ہے۔ اس میں تغیر ممکن نہیں۔

(۲) ترجمہ۔ ازل کے دن مجھ رندی کے بغیر اور کسی کام کا حکم نہ ملا۔ جو تقسیم کہ اس وقت ہو گئی وہ کم و بیش نہیں ہو سکتی۔

یعنے روز ازل سے رندی میرے حصہ میں آئی ہے۔ اب اس نوشتہ میں کچھ کمی بیشی نہیں ہو سکتی

(۳) ترجمہ۔ میری طاقت صرف یہی ہے کہ اس سے پوشیدہ پوشیدہ محبت کروں کنار و بوس اور آغوش کا ذکر ہی کیا کروں جب یہ ہونے کے ہی نہیں۔

یعنے کنار و بوس کی جب امید ہی نہیں تو اسکا ذکر ہی کیا۔ البتہ اسکے ساتھ دل سے محبت رکھتا ہوں۔

(۴) ترجمہ۔ سرخ شراب۔ امن کی جگہ اور ساقی یار مہربان۔ اے دل تیرا کام کب چھپا ہو گا۔ اگر اب چھپا نہ ہوا۔

یعنے شراب سرخ موجود ہے۔ امن کا مقام ہے ساقی مہربان ہے اب بھی اگر دل کو فرحت نصیب ہوئی تو کب ہو گی۔

(۵) ترجمہ۔ آ تاکہ رندوں کی مجلس میں چنگ کی آواز سے شراب پئیں۔ کیونکہ شریعت کا ساز اس بات سے بے قانون نہیں ہو جائیگا۔

یعنے ہمارے شراب پینے سے کچھ بنتا بگڑتا نہیں ہے۔ چنگ۔ ساز اور قانون (۱۱) شرع۔ دستور

(۴) ساز کا نام) کی رعایت ظاہر۔

بیاکہ رونق ایں کارخانہ کم نہ شود	ازز ہد ہمچو توئے وز فسق ہمچو منے

(۶) ترجمہ۔ ایک رات مجنوں نے لیلیٰ کو کہا کہ اے بے نظیر معشوق۔ تیرے عاشق تو پیدا ہو جائینگے لیکن مجنوں کوئی نہ ہوگا۔

یعنے عاشق تو ہزاروں پیدا ہو جائینگے۔ لیکن مجھ جیسا عاشق ملنا محال ہے۔

الا اے ہوا سی کو خاک میں جو دل سے ملتا ہے	مری جان سینے والا بڑی مشکل سے ملتا ہے (داغ)

(۷) ترجمہ۔ رقیبنے تکلیفیں دیں اور صلح کی گنجائش نہ چھوڑی۔ لیکن کیا سحر خیزوں کی آہ آسمان کو نہ جائیگی؟

یعنے رقیبنے ہمیں ہر طرح کے آزار پہنچائے۔ لیکن اسے ڈرنا چاہیئے کہ مظلوم کی آہ آسمان تک جاتی ہے

منجنیق آہ مظلوماں بہ صبح	سخت گیرد ظالماں را در حصار

(۸) ترجمہ۔ آ کہ تجھے صاف شراب میں زمانہ کا راز بتاؤں۔ کیونکہ عشق کا کام اس افسانہ سے بغیر افسوس کے نہ ہوگا

مطلب یہ ہے کہ دنیا ایک فسانہ ہے۔ اس میں عشق کا کام بغیر کسی افسوس یعنی جاودی کی مدد کے نہیں چل سکتا اور وہ افسوس یہ ہے کہ تو شراب صاف پی کر زمانہ کی حقیقت کو معلوم کرے۔ شراب تجھے دنیا کی ناپائداری اور زمانہ کی غداری سے آگاہ کر دیگی۔ پھر دنیا میں تو عشق کا کام بخوبی سرانجام دے سکیگا۔ اگر دوسرا مصرعہ اس طرح ہو کہ ع

کہ کار عشق ازیں افسانہ و افسوں نخواہد شد

تو مطلب یہ ہوگا کہ دنیا کے کاروبار اور ماسوا اللہ کی محبت ایک افسانہ و افسوں ہے اسلئے اس افسانہ و افسوں میں عشق کا کام نہیں چل سکتا۔ پس تو شراب صاف پی تاکہ تو زمانہ کی حقیقت سے آگاہ ہو جائے

(۹) ترجمہ۔ اے آنکھ حافظ کے سینہ کی تختی سے غم کا نقش نہ دھو۔ کیونکہ یہ معشوق کے تیر کا زخم ہے اور اس خون کا رنگ نہیں جائیگا۔

یعنے میرے سینہ پر معشوق کے تیر کا زخم ہے۔ اور اس زخم کے خون کا رنگ ہونے سے دور نہیں ہو سکتا۔ اسلئے اس نقش کو دھو کر صاف کرنے کی کوشش فضول ہے۔

غزل ۱۳۱

معاشران گره از زلف یار باز کنید	۱	شبی خوش ست بایں قصه اش دراز کنید
حضور مجلس انس ست و دوستان جمعند	۲	وان یکاد بخوانید و در فراز کنید
رباب و چنگ ببانگ بلند میگویند	۳	که گوش هوش بپیغام اهل راز کنید
هر آنکسی که دریں حلقه نیست زنده بعشق	۴	برو چو مرده بفتوای من نماز کنید
میان عاشق و معشوق فرق بسیار ست	۵	چو یار ناز نماید شما نیاز کنید
بجان دوست که غم پرده شما ندرد	۶	گر اعتماد بر الطاف کارساز کنید
نخست موعظه پیر مے فروش اینست	۷	که از معاشر جنس احتراز کنید

(۸) اگر طلب کند انعامی از شما حافظ — (۸)

حوالتش بلب یار دل نواز کنید۔

(۱) ترجمہ ۔ اے یارانِ مجلس معشوق کی زلف کو گرہ کھولو راتیں رات ہے اسی قصہ کو لمبا کرو

یعنے صحبت کی رات ہے ایسے جہاں تک ممکن ہو لمبا کرنا چاہیئے ۔ پس زلفِ معشوق کی گرہ کو کھولنا شروع کردو کیونکہ اس گرہ کا کھولنا بھی ایک طویل کام ہے ۔ زلف معشوق کو بوجہ سیاہی اور لمبائی کے شبِ دیجور سے تشبیہ دیتے ہیں ۔ مطلب یہ ہے کہ قصہ ہائے عشق میں رات بسر کرو ۔

(۲) ترجمہ ۔ محبت کی مجلس کا حضور ہے اور دوست جمع ہیں ۔ وان یکاد پڑھو اور دروازہ بند کردو

وان یکاد ۔ تحقیق کے لئے دیکھو شعر ۳۳ ۔ یہ آیت دفعِ نظرِ بد کے لئے پڑھتے ہیں ۔

فراز ۔ یہ لغات اضداد میں سے ہے ۔ پھیلا ہوا ۔ بند ہوا ۔ کشادہ ۔ بند ۔ نزدیک ۔ دور ۔ آگے پیچھے ۔ اوپر ۔ نیچے ۔ بلند ۔ پست ۔ بلندی ۔ نشیب ۔ ان تمام متضاد معنوں میں یہ الفاظ استعمال ہوتا ہے ۔ یہاں بمعنے بند ۔

مطلب یہ ہے کہ دوست احباب جمع ہیں ۔ دروازہ بند کرو اور وان یکاد پڑھو تاکہ چشمِ بد سے محفوظ رہو ۔

(۲) ترجمہ۔ رباب اور چنگ بلند آواز سے کہتے ہیں کہ اہلِ راز کے پیغام کو گوشِ ہوش سے سنو۔

(۳) ترجمہ۔ جو شخص اس طقہ میں عشق سے زندہ نہیں ہے۔ اس پر میرے فتوے سے مردہ کی طرح نمازِ جنازہ پڑھ دو یعنی میں فتوے دیتا ہوں کہ جس شخص کا دل عشق سے زندہ نہیں وہ مردہ ہے اس پر جنازہ کی نماز پڑھ دو مطلب یہ ہے کہ جس شخص میں عشق نہ ہو وہ زندہ نہیں ہوتا۔ اصلی زندگی عشق میں ہے۔

(۵) ترجمہ۔ عاشق اور معشوق کے درمیان بہت فرق ہے۔ جب معشوق ناز دکھلائے تو تم نیاز ظاہر کرو

(۶) ترجمہ۔ دوست کی جان کی قسم ہے کہ غم تمہاری پردہ دری کبھی نہ کریگا۔ اگر تم کارساز کی مہربانیوں پر بھروسہ کرو

یعنے خدا کے لطف و کرم پر بھروسہ رکھو۔ غم تمہارے نزدیک نہیں آئیگا۔

(۷) ترجمہ۔ پیرِ میفروش کی پہلی نصیحت یہ ہے کہ ناجنس ہم صحبت سے پرہیز کرو۔

یعنے ناجنس کی صحبت سے بچو۔

(۸) ترجمہ۔ اگر حافظ تم سے انعام طلب کرے۔ تو اسکو دلنواز معشوق کے لب کے حوالہ کردو

یعنے لبِ یار کا ایک بوسہ حافظ کے لئے کافی انعام ہے۔

غزل (۱۳۲)

مرا بوصل تو گر زانکہ دسترس باشد	۱	دگر ز طالع خویشم چہ ملتمس باشد
اگر بہر دو جہاں یک نفس زنم با دوست	۲	مرا ز ہر دو جہاں حاصل آن نفس باشد
بر آستانِ تو غوغای عاشقاں چہ عجب	۳	کہ ہر کجا شکر ستاں بود مگس باشد
رہ خلاص کجا باشد آں غریقے را	۴	کہ سیل محنت عشقش ز پیش و پس باشد
چہ حاجتست بشمشیر قتل عاشق را	۵	کہ نیم جاں مرا یک کرشمہ بس باشد
ہزار بار شود آشنا و دیگر بار	۶	مرا بہ بیند و گوید کہ اینچہ کس باشد
ازیں سبب کہ مرادست بخت کوتاہ است	۷	کہیم سر بر بند تو دسترس باشد

(۸)	خوش ست بادۂ رنگیں و صحبت جاناں مدام حافظ بیدل دریں ہوس باشد	(۸)

(۱) ترجمہ۔ مجھ کو تیرے وصل پر اگر دسترس ہو۔ تو پھر مجھے اپنی بخت سے اور کیا آرزو ہو سکتی ہے۔

یعنے مجھے اپنی بخت سے اور کوئی آرزو نہیں۔

(۲) ترجمہ۔ اگر دونو جہانوں میں ایکدم بھی دوست کے ساتھ گذاروں۔ تو مجھ کو دونو جہانوں سے حاصل بھی ایکدم ہوگا

یعنے دنیا اور آخرت میں کام کا وہی ایکدم ہے۔ جو معشوق کے ساتھ گذرے۔ ورنہ دونو جہاں اور کس کام کے ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ تیرے آستانہ پر عاشقوں کا شور و غوغا کوئی عجیب بات نہیں جس جگہ شکرستاں ہوتی ہے۔ مکھیاں ضرور ہوتی ہیں۔

	ہر کجا چشمہ بود شیریں		مردم و مرغ و مور گرد آیند	(سعدی)

(۴) ترجمہ۔ اس ڈوبے ہوئے کو بچنے کی راہ کہاں مل سکتی ہے جسکے آگے پیچھے غم عشق کا طوفان ہو۔

یعنے بحر عشق کے غریق کا بچنا محال ہے۔

	اندر جہاں منم کہ محیط غمم مرا		پایاں پدید نیست چہ پایاں کنارہم

(۵) ترجمہ۔ عاشق کو قتل کرنے کے لئے تلوار کی کیا ضرورت ہے کیونکہ میری آدھی جان کو صرف ایک کرشمہ ہی کافی ہے۔

یعنے میں پہلے ہی سے نیم جان ہوں میرے قتل کے لئے تلوار کی ضرورت نہیں۔ اشارہ ہی کافی ہے۔

	مر گیا صدمۂ یک جنبشِ لب سے غالب		ناتوانی سے حریف دمِ عیسےٰ نہ ہوا

الگزنڈر رے آزاد نے کہا ہے۔

	سامانِ قتل میرے لئے کیا ضرور ہے ابرو نہ ہو تو تیغ ستم ریز کھینچیے		خود نقص آپ میں نہ مری جاں نکالئے مژگان نہ ہوں تو خنجر براں نکالئے

(۶) ترجمہ۔ ہزار دفعہ مجھ سے تعارف ہوتا ہے اور پھر۔ جب مجھ کو دیکھتا ہے تو پوچھتا ہے کہ یہ کون ہے

معشوق کی بے اعتنائی کا ذکر ہے۔

(۷) ترجمہ۔ چونکہ میرے بخت کا ماتھہ چھوٹا ہی۔ اسلئے تیرے سرو بلند تک میری دسترس کب ہوسکتی ہی۔

بام بسلایا بلند اور نارسا بخشی کمند	کہتے ہیں ہم اپنی معذوری پہ یہ ہاں اپنی پاس

(۸) ترجمہ۔ سرخ شراب اور معشوق کی صحبت بہت اچھی چیزیں ہیں۔ بیدل حافظ ہمیشہ اسی ہوس میں رہتا ہی۔

غزل ۱۳۳

میزنم ہر نفس از دست فراقت فریاد	۱	آہ اگر نالہ زارم نرساند بتو باد
چہ کنم گر نکنم نالہ و فریاد و فغاں	۲	کز فراق تو چنانم کہ بداند بیش مباد
روز و شب غصہ و خون میخورم و چون نخورم	۳	چون نہ دیدار تو دورم بچہ باشم دل شاد
تا تو از چشم من سوختہ دل دور شدے	۴	ای بسا چشمہ خونین کہ دل از دیدہ کشاد
از بن ہر مژہ صد قطرہ خوں میچکید	۵	چوں برآورد دل از دست فراقت فریاد

(۶) حافظ دل شدہ مستغرق بایث بود روز
تو ازیں بندہ دلخستہ بکلی آزاد (۶)

اس غزل کا مضمون مسلسل ہی۔ زمانۂ فراق کی المناک زندگی کا نقشہ کھینچا ہے

(۱) ترجمہ۔ میں ہر وقت تیری جدائی کا ماتھہ سے فریاد کرتا ہوں۔ افسوس اگر میرا نالہ زار تجھہ تک ہوا نہ پہنچا ہے یعنے تیرے فراق میں ہر وقت مصروف فغاں ہوں۔ اگر اب بھی تو میرے نالے نہ سنے تو افسوس ہوگا

(۲) ترجمہ۔ اگر میں نالہ فریاد اور فغاں نہ کروں تو کیا کروں۔ کیونکہ تیرے ہجر میں میری وہ حالت ہی کہ خدا دشمن کی بھی نہ کرے۔

(۳) ترجمہ۔ میں دن رات غصہ اور خون کھاتا ہوں اور کسطرح نہ کھاؤں۔ جب تیرے دیدار سے دور ہوں تو اور کس چیز سے دل خوش کروں۔

(۴) ترجمہ۔ جب سے تو مجھہ سوختہ دل کی آنکھہ سے جدا ہوا ہی۔ خون کی کئی چشمے دل نے آنکھوں سے جاری کئی ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ ہر ایک پلک کی جڑ سے خون کی سو سو زیادہ قطرے ٹپکے جب کہ دل نے تیری جدائی کے ہاتھ سے فریاد کی۔

(۶) ترجمہ۔ بیدل حافظ تیری یاد میں شب روز مستغرق ہے اور تو اس دلخستہ غلام سے بالکل آزاد ہے یعنے تو مجھے بالکل یاد نہیں کرتا۔ بندہ اور آزاد کا مقابلہ لطیف ہے

اے کہ ہرگز فرامشت نکنم		ہیچت از بندہ یاد می آید	

غزل ۱۳۴

مژدہ ای دل کہ دگر باد صبا باز آمد	۱	ہدہد خوشخبر از طرف سبا باز آمد	
برکش اے مرغ سحر سوز دعا داؤدی را	۲	کہ سلیمان گل از طرف سبا باز آمد	
لالہ بوی می نوشین نشنید از دم صبح	۳	داغ دل بود بامید دوا باز آمد	
عارفی کو کہ کند فہم زبان سوسن	۴	تا بگوید کہ چرا رفت و چرا باز آمد	
مردمے کرد و کرم بخت خدا دادہ من	۵	کاں بت سنگدل از راہ وفا باز آمد	
چشم من از پی این قافلہ بس آب کشید	۶	تا بکوش دلم آواز درا باز آمد	
(۷)	گرچہ ما عہد شکستیم و کنہ حافظ کرد لطف او بین کہ بصلح از در ما باز آمد		(۷)

اس غزل میں بھی تسلسل مضمون موجود ہے۔ گذشتہ غزل میں زمانہ فراق کا ذکر ہے۔ یہ غزل وصال کی خوشخبری ہے

(۱) ترجمہ۔ دل خوشخبری ہو کہ باد صبا پھر واپس آئی۔ اچھی خبر دینے والا ہدہد شہر سبا سے واپس آیا۔ ہدہد اور سبا کے لئے دیکھو شعر ۲۲/۱

مطلب یہ ہے کہ دلدار محبوب بے قاصد آیا ہے اور معشوق کی تشریف لانے کی خبر لایا ہے (ہدہد شہر سبا سے ملکہ بلقیس کی خبر حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس لایا تھا)

(۲) ترجمہ۔ اے بلبل داؤدی نغمہ گا کیونکہ پھول کا سلیمان ہوا کی طرف سے واپس آیا۔

داؤد علیہ السلام حضرت سلیمان ؑ کے والد تھے۔ نہایت خوش الحان تھے۔ لحن داؤدی مشہور ہے۔

مطلب یہ ہے کہ موسم بہار ہے۔ پھول شگفتہ ہو گئے ہیں۔ اے بلبل تو بھی خوش الحانی سے نغمہ سرائی کر۔ داؤد۔ سلیمان اور ہوا کی رعایت ظاہر ہے دیکھو شعر د ۱۱۹

(۳) ترجمہ۔ لالہ نے نسیم صبح سے خوش ذائقہ شراب کی خوشبو نہیں سونگھی۔ بلکہ دل کا ایک داغ تھا۔ جو دوا کی امید سے آیا

مطلب یہ ہے کہ یہ گل لالہ نہیں جو نسیم صبح سے شراب کی بو سونگھ کر باہر آیا ہے۔ بلکہ یہ عاشق کے دل کا داغ ہے۔ جو علاج کی امید پر نکلا ہے۔ (گل لالہ کا اندر داغ ہوتا ہے جسے داغ دل سے تشبیہ دیتے ہیں)

(۴) ترجمہ۔ کون ایسا عارف ہے جو سوسن کی زبان کو سمجھے۔ تاکہ وہ کہے کہ کیوں گئی اور کیوں واپس آئی۔

سوسن۔ ایک پھول ہے جسکی پتیوں کو بوجہ مشابہت صورتی زبان سے تشبیہ دیتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ سوسن زبان حال سے یہ بتا رہی ہے کہ وہ کیوں (موسم خزاں میں) چلی گئی اور (موسم بہار میں) واپس آئی۔ لیکن کوئی ایسا عارف نہیں جو اسکی زبان کو سمجھے۔

(۵) ترجمہ۔ میرے خداداد بخت نے جو انمردی اور مہربانی کی۔ کہ وہ سنگدل بت وفا کی راہ سے واپس آیا

یعنے میرے سنگدل معشوق نے وفا شعاری اختیار کی ہے معلوم ہوتا ہے کہ میرا بخت بیدار ہے۔

(۶) ترجمہ۔ میری آنکھوں نے اس قافلہ کیلئے بہت سا پانی چھڑکا۔ حتے کہ میرے دل کے کانوں میں درا کی آواز سنائی دی۔

مطلب یہ ہے کہ معشوق کی قافلہ کے آنے کی امید میں میری آنکھیں رستہ میں چھڑکاؤ کرتی رہیں تاکہ گرد نہ اٹھے۔ اتنی مدت پانی چھڑکنے کے بعد اب دور سے جرس اور درا کی آواز آتی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ قافلہ نزدیک آگیا۔ حاصل کلام یہ کہ معشوق کے انتظار میں کتنی مدت میں روتا رہا۔ اب اسکے آنے کی خبر سنی ہے۔

(۷) ترجمہ۔ اگرچہ ہم نے عہد شکنی کی اور حافظ نے گناہ کیا۔ لیکن اسکی (معشوق کی) مہربانی دیکھ کہ صلح سے ہمارے دروازہ سے اندر آیا۔

غزل ۱۳۵

نقد ہارا بود آیا کہ عیارے گیرند	۱	تا ہمہ صومعہ داراں پئی کارے گیرند
مصلحت دیدِ من آنست کہ یاراں ہمہ کار	۲	بگذارند و خم طرۂ یارے گیرند
خوش گر فتند حریفاں سرِ زلف ساقی	۳	گر فلک شان بگذارد کہ قراری گیرند
یارب این بچہ ترکاں چہ دلیرند بخوں	۴	کہ بہ تیر مژہ ہر لحظہ شکاری گیرند
رقص بر شعر تر و نالہ نی خوش باشد	۵	خاصہ رقصی کہ در و دست نگاری گیرند
قوت بازو پرہیز بخوباں مفروش	۶	کہ دریں حیلہ حصاری بسواری گیرند
زاغ چوں شرم ندارد کہ نہد بر گل	۷	بلبلاں استن دار دامن خاری گیرند
تا کنند اہل نظر خاک رہت کحل بصر	۸	عمرہا شد کہ سر راہ گذاری گیرند

(۹) حافظ ابنائے زماغم مسکیناں نیست (۹)
زاں میاگر بتوان آہ کناری گیرند

(۱) ترجمہ۔ خدا کرے کبھی ایسا ہو کہ تمام نقدیوں کو پرکھا جائے۔ تاکہ تمام معبد نشیں کسی کام میں لگ جائیں۔
مطلب یہ ہے کہ اگر ان تمام زاہدانِ ظاہر دار و عابدانِ ریاکار کے نقد اعمال کو امتحان کی کسوٹی پر پرکھا جائے۔ تو ضرور ہے کہ اکثر لوگوں کی نقدی کھوٹی نکلے گی۔ اگر ایسا کیا گیا تو پھر یہ لوگ اس ریاکاری کو چھوڑ کر کسی کام میں لگ جائیں گے۔ یعنے یا تو خلوص سے عبادت شروع کر دینگے۔ یا بالکل عبادت خانوں کا نام ہی نہ لینگے۔ موجودہ صورت میں یہ لوگ نہ اِدھر کے ہیں نہ اُدھر کے۔ نہ دین کے ہیں نہ دنیا کے۔

(۲) ترجمہ۔ میرے نزدیک مصلحت یہی ہے کہ یاران مشرب تمام کام چھوڑ دیں اور معشوق کی زلف کے خم کو پکڑ لیں۔
یعنے تمام کاموں سے اچھا کام یہی ہے۔ کہ ہم معشوق کی ہو رہیں اور اسکی زلف کے اسیر ہو کر تمام

قیود سے آزاد ہو جائیں

(۳) ترجمہ۔ حریفوں نے ساقی کی سر زلف کو خوب پکڑا ہے۔ بشرطیکہ آسمان انہیں اجازت دے کہ وہاں قرار پکڑیں یعنے عاشق تو زلف معشوق میں گرفتار ہو چکے ہیں۔ بشرطیکہ دور چرخ انکو وہاں ٹھہرنے دے۔

(۴) ترجمہ۔ اے خدا یہ ترک بچے خون کرنے میں کتنے دلیر ہیں۔ کہ پلکوں کے تیر سے ہر لحظہ ایک شکار پکڑتے ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ پاکیزہ شعر اور بانسلی کی آواز پر رقص کرنا بہت اچھا ہوتا ہے۔ خصوصاً وہ رقص جس میں معشوق کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں ہو۔

(۶) ترجمہ۔ اپنی بازوئے پرہیز کی قوت حسینوں کے سامنے ظاہر نہ کر۔ کیونکہ اس لشکر میں ایک قلعہ کو صرف ایک سوار کے ذریعے فتح کر لیتے ہیں۔

یعنے تو حسینوں کے سامنے اس بات کا غرور نہ کر کہ تو اپنے آپ کو ان سے بچا سکتا ہے۔ کیونکہ حسینوں کی فوج کا تنہا ایک سوار ہی ایک قلعہ کو سر کر سکتا ہے۔

(۷) ترجمہ جب کوا پھول پر پاؤں رکھنے سے شرم نہیں کرتا۔ تو جائز ہوگا اگر بلبلیں کانٹے کا دامن پکڑ لیں یعنے جب نااہل اس مردم ناشناسی کے زمانہ میں بلند مراتب پر پہنچ جاتے ہیں اور اس امر سے شرم نہیں کرتے کہ جس چیز کے وہ لائق نہیں اس پر کیوں قبضہ رکھیں۔ تو پھر باکمال لوگ رنج و تعب میں عمر بسر نہ کریں تو اور کیا کریں ؎ احمقاں سرور شدستند و زبیم ۔ عاقلاں سرہا کشیدہ در گلیم ۔

(۸) ترجمہ۔ تاکہ اہل نظر تیرے رستہ کی مٹی کو آنکھوں کا سرمہ بنائیں۔ مدتیں گذر گئیں کہ وہ رستہ پر بیٹھے ہوئے ہیں۔

یہ شعر بعض قلمی دیوانوں میں نہیں ہے۔

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ ابنائے وقت کو مسکینوں کا غم نہیں ہے۔ اگر ہو سکے تو بہتر ہے کہ ان سے کنارہ کشی کر لی جائے۔

غزل (۱۳۶)

اس غزل کے تمام اشعار غزل (۸۴) میں آ چکے ہیں مطبوعہ دیوانوں میں غزل مذکورہ بالا میں سے

یہ چھ شعر لے کر علیحدہ غزل کی صورت میں یہاں لکھ گئے ہیں۔ کاتبوں کی غلطی ہے۔ لہذا اس غزل کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔

غزل ۱۳۷

نہ ہر کہ چہرہ برافروخت دلبری داند	۱	نہ ہر کہ آئینہ سازد سکندری داند
نہ ہر کہ طرف کلہ کج نہاد و تند نشست	۲	کلاہ داری و آئین سروری داند
ہزار نکتہ باریکتر ز مو اینجاست	۳	نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند
در آب دیدہ خود غرقہ ام چہ چارہ کنم	۴	کہ در محیط نہ ہر کس شناوری داند
غلام ہمت آن رندِ عافیت سوزم	۵	کہ در گدا صفتی کیمیا گری داند
سواد نقطہ بینش ز خال تست مرا	۶	کہ قدر گوہر یک دانہ گوہری داند
بیا ختم دل دیوانہ وند انستم	۷	کہ آدمی بچہ شیوہ پری داند
بقد و چہرہ ہر آنکس کہ شاہ خوباں شد	۸	جہاں بگیرد اگر دادگستری داند
وفای عہد نکو باشد ار بیاموزی	۹	وگرنہ ہر کہ تو بینی ستمگری داند
تو بندگی چو گدایان بشرط مزد مکن	۱۰	کہ دوست خود روش بندہ پروری داند

(۱۱) ز شعر دلکش حافظ کسی شود آگاہ (۱۱)
کہ لطف طبع و سخن گفتن دری داند

(۱) ترجمہ۔ ہر ایک شخص جو چہرہ کو چمکا لے دلبری نہیں جانتا۔ ہر ایک شخص جو آئینہ بنا لے سکندری نہیں جانتا آئینہ اور سکندر کے لئے دیکھو شعر الف ۲

مطلب یہ ہے کہ صرف حسین ہونے سے آدمی معشوق نہیں بن سکتا اور صرف آئینہ بنا لینے سے کوئی آدمی سکندر نہیں ہو سکتا۔

(۲) ترجمہ۔ ہر ایک شخص جو ٹوپی کو کونہ کو ٹیڑھا کر کے رکھ لے اور مغرور ہو کر بیٹھے۔ بادشاہی اور سروری کے آئین نہیں جانتا۔

کلاہ داری - بادشاہی سلطنت۔ مطلب یہ ہے کہ بادشاہ ہونے کے لئے اور صدہا باتوں کی ضرورت ہے۔ صرف کج کلاہی اور غرور سے انسان بادشاہ نہیں بن سکتا۔

لسان العصر سید اکبر حسین صاحب الہ آبادی فرماتے ہیں

نہ ہر کہ ووٹ بیند وخت مبری داند		نہ ہر کہ بحث بیامو خت لیڈری داند	
نہ ہر کہ ہیٹ بپوشید و کوٹ در بر کرد		ادائے مغرب و آئین مشتری داند	

(۳) **ترجمہ** - اس جگہ ہزارہا نکتے بال سے بھی زیادہ باریک ہیں۔ ایک ہر شخص جو سر منڈائے قلندری نہیں جانتا۔ قلندر عموماً سر کے بال منڈوا دیتے ہیں۔ مگر ظاہر ہے کہ صرف سر منڈوانے سے آدمی قلندر نہیں بن سکتا۔ قلندر بننے کے لئے ہزاروں اور باتیں بھی ضروری ہیں۔ مو اور سر تراشیدن کی رعایت ظاہر۔ شعر ہذا اور شعر (۱) و (۲) میں ایک ہی مضمون ہے۔ اسی مضمون پر غالب نے کہا ہے۔

نے ہر ترانہ سنج نگیسا نوا بود		نے ہر سخن سرا بہ سحبان برابر است	
نے ہر شتر سوار بہ صالح بود ہمال		نے ہر شباں بموی عمراں برابر است	
نے ہر کہ گنج یافت زپرویز گوے برد		نے ہر کہ باغ ساخت بر خسرواں برابر است	

(۴) **ترجمہ** - میرا اپنی آنکھ کے دریا میں (یعنی آنسوؤں میں) خود غرق ہوں کیا کروں کہ سمندر میں ہر ایک شخص تیرنا نہیں جانتا۔

(۵) **ترجمہ** - میرا اس عافیت سوز رند کی ہمت کا غلام ہوں۔ جو گداگری میں بھی کیمیاگری جانے (یا جو گداگری کو کیمیاگری جانے)۔

یعنے باوجود مفلس ہونیکے ہمت شاہانہ کہو عافیت سوز وہ شخص جو خوشی اور غم کو برابر سمجھے۔

(۶) **ترجمہ** - میرے نقطہ بینش کی سیاہی خال ہی ہے۔ گوہر یکدانہ کی قدر صرف گوہری ہی جانتا ہے۔

نقطہ بینش - یعنے مردم چشم۔ آنکھ کی پتلی۔ **گوہر یکدانہ** - جسے درِ نیتم کہتے ہیں۔ صدف میں اگر صرف ایک موتی ہو۔ تو وہ موتی بہت بڑا اور نہایت آبدار ہوتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ میری آنکھ کی پتلی کو سیاہی تیرے خالِ سیاہ سے حاصل ہوئی اور تیرے خال کی قدر میں ہی جانتا ہوں۔ ہر ایک شخص نہیں سمجھ سکتا۔

(۷) **ترجمہ** - میں نے اپنے دیوانہ دل کو ہار دیا اور نہیں جانتا تھا۔ کہ آدمی کا بچہ پری کا شیدہ جانتا ہوگا۔

یعنے مجھے معلوم نہ تھا کہ تو پریو نکا شیوہ رکھتا ہی اور آدمیوں سی بھاگتا ہی۔ ورنہ میں دل نہ ہارتا۔

(۸) ترجمہ۔ قد اور چہرہ سی جو شخص حسینوں کا بادشاہ ہو گیا۔ اگر وہ انصاف کرنا جانتا ہو تو تمام جہاں کو فتح کر سکتا ہے، یعنے سہی قد اور گلعذار معشوق اگر کم و بیش انصاف بھی کرے اور محض ستمگار ہی نہ ہو۔ تو جہاں کو اپنا شیدا بنا سکتا ہے۔

(۹) ترجمہ۔ اگر تو وعدہ کو پورا کرنا سیکھ لے تو بیشک بڑی بات ہی ورنہ جس کسی کو دیکھو ستمگری جانتا ہی۔ یعنے جفا تو ہر ایک شخص کر سکتا ہی۔ اگر ہو سکی تو وفا کر۔

(۱۰) ترجمہ۔ تو گداگروں کیطرح اجرت کی شرط پر بندگی نہ کر۔ کیونکہ معشوق خود بندہ پروری کی روش کو جانتا ہے مطلب یہ ہو کہ بہشت کے لئے نہیں بلکہ صدق دل اور خلوص سی عبادت کر اور اجر کا خیال نہ کر۔ خدا خود تیری ضرورتوں کو جانتا ہی۔ اور وہ بڑا بندہ نواز ہے۔

	حصلہ و مزد میندیش کہ در ریزش عام	لالہ از داغ و گل از چاک بہ شبنم نرسد	(غالب)

(۱۱) ترجمہ۔ حافظ کو دلکش شعر سے صرف وہی شخص واقف ہو سکتا ہی جسکی طبیعت میں لطافت ہو اور فارسی شعر گوئی جانتا ہو۔

دری۔ سات فارسی زبانوں میں سی ایک کا نام منسوب بدرہ کوہ۔ چونکہ زمانہ سابق میں جو لوگ پہاڑوں کے دروں میں رہتے تھے اور بیرونی دنیا سی انکا اختلاط نہ تھا انکی زبان بھی سری زبانوں سی مخلوط نہ ہوئی۔ اسلئے ان کی زبان کو زیادہ صحیح اور فصیح سمجھا جاتا تھا۔ جیسے دری کہتے تھے۔ بعض کے نزدیک دری کی وجہ تسمیہ یہ ہے۔ کہ بہمن کے زمانہ میں چونکہ اطراف و اکناف ملک سی لوگ دربار میں آتے تھے اور ایکدوسرے کی زبان نہیں سمجھتے تھے بادشاہ نے حکم دیا کہ ایک مشترک زبان وضع کریں جو دربار میں بولی جائے۔ چنانچہ اس زبان کا نام دری ہوا۔ فارسی زبان کی سات قسموں کے نام یہ ہیں۔

(۱) فارسی۔ (۲) دری۔ (۳) پہلوی۔ (۴) ہروی۔ (۵) سکزی (۶) زاولی (۷) سغدی۔ ان تمام میں سی سب سے زیادہ فصیح دری ہے۔

غزل ۱۳۸

نیست در شہر نگاری کہ دل ما ببرد	۱	بختم ار یار شود رختم از اینجا ببرد
کو حریفی خوش و مست کہ بپیش کرمش	۲	عاشق شوخ تہ دل نام تمنا ببرد
در خیال این ہمہ نعمت ہوس می بازم	۳	بو کہ صاحب نظری نام تماشا ببرد
راہ عشق ار چہ کمینگاہ کمانداران است	۴	ہر کہ دانستہ رود صرفہ ز اعدا ببرد
سحر با معجزہ پہلو نزند دل خوش دار	۵	سامری کیست کہ دست ز ید بیضا ببرد
جام مینائی مے سدرہ تنگدلیست	۶	منہ از دست کہ سیل غمت از جا ببرد
با غبا ناز خزان بخیبت مے بینم	۷	آہ ازان روز کہ بادت گل رعنا ببرد
رہزن دہر نخفتہ است مشو ایمن ازو	۸	اگر امروز نبرد است کہ فردا ببرد
با نگ گاوی چو صدا باز دہد عشوہ مخر	۹	کی سہا گوئے ز خورشید مصفا ببرد
علم و فضلی کہ بچل سال دلم جمع آورد	۱۰	ترسم آن نرگس مستانہ بیکجا ببرد

(۱۱) حافظ ار جان طلبد نرگس مستانہ او — (۱۱) خانہ از عمچہ بردار و بہل تا ببرد

(۱) ترجمہ۔ شہر میں کوئی ایسا معشوق نہیں جو ہمارا دل لے لے۔ اگر میرا بخت یاور ہو تو میرا اسباب یہاں سے لے جائے۔

یعنے اس شہر میں تو کوئی ایسا معشوق نہیں۔ جو ہمارا دل لے لے۔ البتہ آپ ہی اگر کسی اور جگہ بجائے تو شائد کوئی ایسا معشوق مل جائے۔ بعض شارحین شہر سے مراد دنیا لیتے ہیں۔

(۲) ترجمہ۔ ایسا خوش اور سرمست حریف کون ہے کہ اسکی مہربانی کے سامنے سوختہ دل عاشق تمنا کا نام لے۔

یعنے ایسا معشوق کون ہے جسکی مہربانی کی امید پر اپنی آرزو بیان کی جائے۔

(۳) ترجمہ۔ میں خیال میں یہ تمام بعیت بازی اس امید پر کرتا ہوں کہ شاید کوئی صاحب نظر تماشا کا نام لے

لعبت ۔ کھلونا ۔ گڑیا ۔ تصویر ۔ پتلی ۔ لعبت بازی ۔ پتلیوں کا تماشا دکھانا

مطلب یہ ہو کہ میں اپنے خیالات کی لعبت بازی ۔ اس لئے کرتا ہوں کہ شاید کوئی اہل نظر آکر اس کو دیکھے یعنی میں یہ نغز گفتاری اور خیال آفرینی اس لئے کرتا ہوں کہ شاید کوئی اہل دل آکر اسے سنے

(۴) ترجمہ ۔ عشق کی راہ اگرچہ کمانداروں کی گھات کی جگہ ہو لیکن جو شخص دیکھ بھال کر چلتا ہو ۔ وہ دشمنوں پر فتح حاصل کر لیتا ہے ۔

یعنی راہ عشق میں اگرچہ ہر مقام پر کماندار گھات لگائے بیٹھے ہیں اور قدم قدم پر جان کا خطرہ ہو ۔ لیکن جو راہرو احتیاط سے چلتا ہے ۔ وہ دشمنوں سے بچ کر نکل جاتا ہے ۔

(۵) ترجمہ ۔ جادو معجزہ کی یاری نہیں کر سکتا بے فکرہ ۔ سامری کون ہو کہ ید بیضا سے بازی لے جائے ۔

سامری کے لئے دیکھو شعر ۲۰ **ید بیضا** ۔ چمکتا ہوا ہاتھ ۔ سفید ہاتھ ۔ حضرت موسیٰ اپنے ہاتھ کو بغل میں لیجا کر باہر نکالتے تھے تو مثل آفتاب روشن ہو جاتا اور آنکھوں میں چکا چوند آنے لگتی تھی ۔ یہ انکا معجزہ ہو سورہ القصص میں ہو ۔ اُسْلُكْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ یعنے اپنے ہاتھ کو اپنے گریبان میں لے جا تا کہ سفید اور روشن نکلے ۔

(۶) ترجمہ ۔ شراب کا مینائی جام تنگدلی کو دور کرتا ہو ۔ اسے ہاتھ سے نہ چھوڑ ورنہ غموں کا طوفان تجھے بہالے جائیگا

سد رہ ۔ رستہ کی دیوار ۔ رستہ کی رکاوٹ ۔ مانع ۔ روکنے والا ۔ دور کرنے والا

(۷) ترجمہ ۔ باغبان میں تجھ خزاں ہو بیخبر دیکھتا ہوں ۔ اُس روز پر افسوس جب ہوا تیری خوبصورت پھول کو خراب کر دے گی ۔

(۸) ترجمہ ۔ زمانہ کا رہزن سویا ہوا نہیں ہو اس سے بیفکر نہ ہو ۔ اگر آج نہیں لوٹا تو کل لوٹ لیجائیگا ۔

ان دو شعروں میں دنیا کی ناپائداری بیان کی گئی ہو ۔ چند روز بہار پر مغرور نہیں ہونا چاہیئے ۔ کیونکہ خزاں اسکے تعاقب میں ہو ۔ زمانہ ایک رہزن ہو جو کبھی بیکار نہیں بیٹھتا ۔ اگر آج کسی کی متاع حیات اسکے ہاتھ سے بچ گئی ہو تو کل ضرور غارت ہو جائیگی ۔

(۹) ترجمہ ۔ بچھڑے کی آواز اگر بلند ہو تو اسکے دھوکہ میں نہ آ ۔ سہ ۔ خورشید مصفا سے کب سبقت لے جا سکتا ہے

گاؤ ۔ سے مراد سامری کا بنایا ہوا وہ سونے چاندی کا گوسالہ جو زندہ بچھڑے کی طرح بولتا تھا ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کے بہت سے لوگ سامری نے اس جادوگری سے گمراہ کئے۔ مزید معلومات کے لئے دیکھو شعر د ۲۴/۵۔

سہا۔ بنات النعش میں ایک باریک ستارہ کا نام۔ بنات میں دوسرے ستارہ کے ساتھ واقع ہے۔

مطلب یہ ہے۔ کہ سہا جیسا ایک باریک ستارہ آفتاب سے گوئے سبقت نہیں لیجا سکتا۔ اسی طرح سامری کی جادوگری حضرت موسےٰ کے معجزوں پر غالب نہیں آسکتی۔

(۱۰) ترجمہ۔ وہ علم و فضل جو میرے دل نے چالیس سال میں جمع کیا۔ مجھ کو ڈر ہے کہ وہ مست آنکھ یکمشت ہی لیجائیگی۔ یعنے معشوق کی مست آنکھ۔

(۱۱) ترجمہ۔ اے حافظ اگر اسکی مست آنکھ جان مانگے۔ تو خانۂ وجود کو جان سے خالی کردے اور چھوڑ دے کہ وہ آکے لیجائے

بعض دیوانوں میں دوسرا مصرع اسطرح ہے ع خانہ از غیر بپرداز و بہل تا ببرد۔ یعنے خانہ دل کو خیالات غیر اللہ سے خالی کردے۔

غزل (۱۳۹)

نفس باد صبا مشک فشاں خواہد شد	۱	عالم پیر دگر باره جواں خواہد شد
ارغوان جام عقیقے بہ سمن خواہد داد	۲	چشم نرگس بشقایق نگراں خواہد شد
گل عزیز ست غنیمت شمریدش صحبت	۳	کہ بباغ آمد ازیں راہ و ازاں خواہد شد
ایں تطاول کہ کشید از غم ہجراں بلبل	۴	تا سراپردۂ گل نعرہ زناں خواہد شد
ای دل ار عشرت امروز بفردا فگنی	۵	مایۂ نقد بقا را کہ ضماں خواہد شد
ماہ شعبان منہ از دست قدح کایں خورشید	۶	از نظر تا شب عید رمضاں خواہد شد
مطربا مجلس انس ست غزل خوان و سرود	۷	چند گوئی کہ چنیں ست و چناں خواہد شد
گرز مسجد بخرابات شدم عیب مکن	۸	مجلس وعظ و ورا از ست دزاں خواہد شد
حافظ از بہر تو آمد سوئے تسلیم وجود	۹	قدمی نہ بود عشق کہ رواں خواہد شد

یہ غزل خواجہ صاحب نے موسم بہار پر یا شرح صدر کی کیفیت پر لکھی ہے مضمون مسلسل ہے۔

(۱) ترجمہ۔ بادِ صبا کا سانس مشک افشاں ہو جائیگا۔ بوڑھا زمانہ از سرِ نو جوان ہو جائے گا۔

یعنے باد بہاری اپنی خوشبو سے دنیا کو از سرِ نو جوان کر دیگی

(۲) ترجمہ۔ ارغوان عقیق کا پیالہ چمبیلی کو دیگا۔ اور نرگس کی آنکھ شقایق کو دیکھنے لگے گی۔

ارغوان۔ ایک سرخ پھول۔ **عقیق**۔ سرخ رنگ کا ایک قیمتی پتھر مجازاً شراب۔ **شقایق**۔ گل لالہ۔ مفرد اور جمع ہر دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

خواجہ صاحب نے بزم چمن میں گل ارغوان کو جام عقیقی۔ سمن کو بادہ خوار چشم نرگس کو عاشق کی آنکھ اور گل لالہ کو معشوق کا سرخ چہرہ بیان کیا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ پھول عزیز ہے اور اسکی صحبت کو غنیمت جانو۔ کیونکہ یہ باغ میں اس رستہ سے آیا۔ اس رستہ سے چلا جائیگا۔

یعنے پھول کی بہار چند روزہ ہے اسے غنیمت جانو۔

(۴) ترجمہ۔ ظلم جو غم ہجراں کی بلبل نے اٹھائی۔ پھول کے سراپردہ تک نعرے مارتی چلی جائیگی۔

سراپردہ۔ بارگاہِ بادشاہی۔ بڑا پردہ جو بطور دیوار کے خیمہ کے آگے لگاتے ہیں۔ گہرکا پردہ

مطلب یہ ہے کہ بلبل ہجر کے ظلم کی فریاد بارگاہِ گل میں لیجائیگی۔

(۵) ترجمہ۔ اے دل اگر تو آج کی عشرت کو کل پر ڈالتا ہے۔ تو نقدِ ہستی کو سرمایہ کا ضامن کون ہوگا۔

مطلب یہ ہے کہ زندگانی کا کچھ بھروسہ نہیں۔ کون ضامن ہو سکتا ہے کہ ہم کل تک زندہ رہینگے۔ اس لئے چاہئے کہ آج ہی عیش و عشرت کر لیں اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر ۶/

(۶) ترجمہ۔ رمضان میں پیالہ ماہ سو نہ چھوڑ کیونکہ یہ آفتاب (یعنے پیالہ) عید الفطر کی رات تک آنکھوں سے غائب رہے گا۔

یعنے ماہ رمضان میں تو شراب کا پیالہ ملنے کا نہیں۔ تمام سرماہ شعبان میں ہی نکال لو

گویند کہ ماہ رمضان گشت پدید		من بعد بہ سکر و یادہ نتواں گردید	
در آخر شعبان خورم خنداں مے		کانذر رمضان مست بیفتم تا عید	

(۷) ترجمہ۔ اے مطرب محبت کی مجلس ہے۔ غزل اور سرود سنا۔ کب تک تو کہے گا کہ ایسا ہی اور ویسا ہوگا۔

سینے جب تک تو چنیں وچناں کرتا رہیگا۔ بزم احباب ہو۔ نغمہ سرائی کر۔

(۸) ترجمہ۔ اگر میں مسجد سے خرابات کیطرف چلا گیا تو عیب جوئی نہ کر۔ وعظ کی مجلس لمبی ہوتی ہو اور دیر ہو جائیگی۔

مطلب یہ ہے کہ زندگی کا وقت تھوڑا ہے۔ کون مجلسِ وعظ میں اسے ضائع کرے۔

(۹) ترجمہ۔ حافظ تیرے لئے ملکِ جود کیطرف آیا۔ اسکو الوداع کہنے کے لئے قدم رنجہ فرما کہ اب وہ روانہ ہو جائیگا۔

یعنے حافظ صرف تیرے دیکھنے کیلئے ملکِ عدم سے اقلیم وجود میں آیا۔ اب وہ پھر ملکِ عدم کو جا رہا ہے اسکو رخصت کرنے کے لئے تشریف لا۔

غزل ۱۴۰

نقد صوفی نہ ہمہ صافی و بغش باشد	۱	ای بسا خرقہ کہ مستوجب آتش باشد
صوفی ما کہ زور دِ سحری مست شدی	۲	شامگاہش نگراں باش کہ سرخوش باشد
خوش بود گر محک تجربہ آید بمیاں	۳	تا سیہ روی شود ہر کہ در و غش باشد
ناز پرورد تنعم نبرد راہ بدوست	۴	عاشقی شیوہ رندان بلاکش باشد
خط سافی بگرازیں گونہ زند نقش بر آب	۵	ای بسا رسم کہ بجو نا بہ منقش باشد
غم دنیای دنی چند خوری باده بخور	۶	حیف باشد دل دانا کہ مشوش باشد
(۷)	دلق و سجادہ حافظ ببر و باده بفروش گر شرابت ز کف آن سافی مہوش باشد	(۷)

(۱) ترجمہ۔ صوفی کا نقد تمام تر صاف اور آمیزش سے خالی نہیں ہوتا۔ بہت سے ایسے خرقے ہیں جو جلائے جانے کے قابل ہیں۔

یعنے صوفی کا نقدِ احوال بالکل کھرا ہی نہیں۔ اس میں ریا کی آمیزش بھی ہے اور یہ پارسائی کا لباس جو نظر

آتے ہیں ان میں سے کئی جلائے جانے کے قابل ہیں۔

(۲) ترجمہ۔ ہمارا صوفی جو صبح کے ورد سے مست ہوتا تھا۔ شام کو وقت اسے دیکھو کہ (شراب پی کر) سرخوش ہوتا ہے۔

سرخوش مستی کی ایک حالت تحقیق کے لئے دیکھو شعر ۲۳

مطلب یہ ہے کہ زاہد جو صبح کے وقت ورد وظیفہ سے مست ہوتا ہے۔ شام کو شراب پی کر مست ہو جاتا ہے۔ زاہد ریاکار کے شراب الیہود کیطرف اشارہ ہے۔

(۳) ترجمہ۔ کیا اچھا ہو اگر تجربہ کی کسوٹی درمیان میں آئے۔ تاکہ سیاہ رو ہو جائے جس میں کہ میل ہو۔

محک۔ کسوٹی سنگ زرکش جس پر سونے چاندی کی آزمائش کرتے ہیں۔

غش۔ کدورت میل۔ آمیزش۔ ملاوٹ۔ کھوٹا پن۔ عیب۔ خیانت۔ تشویش۔

مطلب یہ ہے کہ اگر تمام لوگوں کی نقد اعمال کو تجربہ کی کسوٹی پر لگایا جائے تو بہت اچھا ہوگا۔ کیونکہ کھوٹا کھرا معلوم ہو جائیگا جس شخص میں ذرا کدورت ہوگی وہ معرض امتحان میں آتے ہی سیاہ رو ہو جائیگا جسطرح کھوٹا سونا کسوٹی پر گھسنے سے سیاہی دیتا ہے۔ دروغش باشد یعنی دراوغش باشد۔ دروغش باشد بھی پڑھا جا سکتا ہے یعنے جس میں جھوٹ ہو۔

(۴) ترجمہ۔ ناز و نعمت کا پالا ہوا شخص دوست تک نہیں پہنچ سکتا۔ عاشقی بلا کش رندوں کا کام ہے۔

یعنے عاشق کے لئے بلا کش اور رند ہونا ضروری ہے۔ اسے چاہیئے کہ ہر ایک قسم کی تکلیف برداشت کرنے کے لئے طیار ہو۔ ناز و نعمت کے پلے ہوئے آدمی منازل عشق کو کبھی طے نہیں کر سکتے اور نہ منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ ساقی کا خط اگر اسی طرح پانی پر نقش بنائیگا۔ تو بہت سے ایسے چہرے ہونگے جو خون دل سے منقش ہو جائینگے

یعنے اگر اسی طرح ساقی کے سبزہ خط کا عکس جام شراب میں پڑتا رہا اور عاشق اسی طرح بیخبر رہا۔ تو اکثر ان کے چہروں پر لہو کے آنسوؤں کے نقش پیدا ہونگے۔ یعنے عاشق خون کے آنسو چہرے پر گرائیں گے

(۶) ترجمہ۔ دنیا کے دل کا غم تو کب تک کھائیگا۔ شراب پی۔ اسے دانا دل پر افسوس ہے جو تشویش میں ہو۔

یعنے افسوس ہے اس دل پر جو دانا ہو کر مغموم رہے۔ دانائی یہی ہے کہ دل میں دنیا و دں کا غم مطلق نہ ہو۔

غم دیں خور کہ غم غم دین است		ہمہ غمہا فروتر از ایں است	حکیم ثنائی

(۱) ترجمہ ۔ حافظ کا خرقہ اور سجادہ (جائے نماز) میفروش ہے ۔ اگر اس چاند کے چہرہ والے ساقی کے ہاتھ سے شراب ملے

یعنے اگر وہ ماہوش ساقی اپنے ہاتھ سے شراب دے ۔ تو حافظ اپنا جبہ اور سجادہ شراب کے عوض دینے پر تیار ہے ۔ یعنی ترک زہد کرنے پر تیار ہے ۔

اپنے ہاتھوں سے جو دو بہر کے انہیں جام شراب		شیخ صاحب کو ذرا عذر بھی والله نہ ہو ۔

غزل ۱۴۱

نسبت رویت اگر با ماہ و پروین کردہ اند	۱	صورت نادیدہ تشبیہی تخمین کردہ اند
شمہ از دستان عشق شور انگیز ماست	۲	این حکایتہا کہ از فرہاد و شیریں کردہ اند
نکہت جانبخش دار و خاک کوی گلرخاں	۳	عارفان از انجا مشام عقل مشکیں کردہ اند
خاکیاں بی بہرہ اند از جرعہ کاس الکرام	۴	این قطا را بیں کہ با عشاق مسکیں کردہ اند
شہپر زاغ و زغن زیبای صید و قید نیست	۵	کایں کرامت ہمرہ شہباز و شاہیں کردہ اند
ساقیا می دہ کہ باحکم ازل تدبیر نیست	۶	قابل تغییر نیکو آنچہ تعیین کردہ اند
از خرد بیگانہ شو چوں جانش اندر بر بکش	۷	دختر رز را کہ نقد عقل کابیں کردہ اند
در سفالین کاسہ رنداں بخواری منگرید	۸	کایں حریفاں خدمت جام گلیں کردہ اند
تیر مژگان دراز و غمزہ جادو نکرد	۹	آنچہ آن زلف دراز و خال مشکیں کردہ اند
یک شکر انعام ما بود و لبت رخصت نداد	۱۰	ہم تو انصافش بدہ شیریں لباں ایں کردہ اند
شاہدان از آتش رخسار رنگیں و مبدم	۱۱	زاہدان را رخنہ ہا اندر دل و دیں کردہ اند

(۱۳)	شعر حافظ را کہ سیر مدح احسان شماست ہر کجا بشنیدہ اند از لطف تحسیں کردہ اند	(۱۲)

(۱) ترجمہ ۔ اگر تیرے چہرہ کو ماہ و پروین سے نسبت کی ہے ۔ تو بات یہ ہے کہ انہوں نے ایک نادیدہ چیز کو تخمیناً تشبیہ دی ہے

یعنے کسی نے بھی تیرا چہرہ نہیں دیکھا صرف اپنے قیاس سے اسے ماہ و پروین سے تشبیہ دی ہے ہیں۔ وگرنہ تیرا چہرہ کہاں اور ماہ و پروین کہاں۔

آنانکہ وصف حسن تو تفسیر میکنند	خواب ندیدہ را تہمہ تعبیر میکنند

(۲) ترجمہ۔ ہمارے شور انگیز عشق کی داستان کا ایک حصہ ہے۔ یہ تمام کہانیاں جو لوگ شیریں فرہاد کی بیان کرتے ہیں یعنے شیریں فرہاد کے عشق کے تمام قصے ہمارے ہی داستانِ عشق کا ایک ورق ہیں

اگر لیلیٰ و مجنوں زندہ گشتے	حدیث عشق ازیں دفتر نوشتے

(۳) ترجمہ۔ گلعذار معشوقوں کے کوچہ کی مٹی جان بخش خوشبو رکھتی ہے عارفوں نے اس جگہ سے اپنی عقل کے مشام کو خوشبو دار کیا ہے۔

یعنے عارفوں کے مشامِ جان کو محبوب کی خوشبو سے معطر ہوتے ہیں۔

(۴) ترجمہ۔ خاکی انسان کا اس اکرام کے گھونٹ سے محروم ہیں۔ اس ظلم کو دیکھو جو مسکین عاشقوں کے ساتھ کیا گیا

کاس ۔ پیالہ شراب۔ پیالہ کرام۔ جمع کریم۔ سخی لوگ۔ بزرگ لوگ

مطلب یہ ہے کہ خاکی انسان کو شرابِ عشق کے اس پیالہ سے محروم رکھا گیا ہے جس سے عالم علوی کے رہنے والے شراب پیتے ہیں۔ یہ ان بیچارے مسکین عاشقوں کے ساتھ بے انصافی کی گئی ہے۔

(۵) ترجمہ۔ کوے اور چیل کی شہپر شکار اور قید کے لائق نہیں۔ یہ بزرگی شاہباز اور شاہیں کو ہی دی گئی ہے ظاہر ہے کہ کوئی آدمی کوے اور چیل کا شکار نہیں کرتا اور نہ انکو پکڑ کر پنجروں میں رکھتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ حقیر اور مردار خوار جانور ہیں۔ اس عزت کے قابل نہیں کہ انکو شکار کیا جائے یا انکو پکڑا جائے۔ یہ عزت اور بزرگی صرف شہباز اور شاہیں کو نصیب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ صیاد کی نظر ہمیشہ اچھی چیزوں پر پڑتی ہے۔ چنانچہ دنیا میں سب سے زیادہ تکلیفات خدا کو نیک بندے ہی اٹھاتے ہیں۔

(۶) ترجمہ۔ اے ساقی شراب دے کہ ازل کے حکم کے ساتھ کوئی چارہ نہیں چل سکتا۔ جو کچھ مقرر کیا گیا ہے وہ تغیر و تبدل کے قابل نہیں۔

یعنے روز ازل سے ہی شراب ہماری قسمت میں ہے۔ اب کچھ تغیر نہیں ہو سکتا

(۷) ترجمہ۔ عقل سے بیگانہ ہو جا اور جان کی طرح بغل میں دبا لے دخترِ رز کو جسکا مہر نقد عقل مقرر کیا گیا

مطلب یہ ہے کہ دخترِ رز کا حق مہر عقل ہے عقل اسکو حوالہ کر اور اسکو بغل میں لے۔ یعنی شراب پی

اور عقل سے بیگانہ ہو جا۔ ع ہوش کو بیچ کے لے واردتی بیہوشی تو

(۸) ترجمہ۔ رندوں کے مٹی کے پیالہ کو نظرِ حقارت سے نہ دیکھو۔ کیونکہ اِن حریفوں نے جامِ جہان بیں کی خدمت کی ہے یعنے رندوں کے پاس اگرچہ مٹی کا پیالہ ہے لیکن اِن لوگوں کے پاس جامِ جہاں بیں بھی ہے۔ جامِ جہاں بیں سے یہاں مراد دل ہے۔ تحقیق کے لئے دیکھو الف ۳

(۹) ترجمہ۔ مژگانِ دراز کے تیر و جادو کرشمہ و غمزہ نے ہم پر اتنا ظلم نہیں کیا جتنا اُس لفِ دراز اور خالِ سیاہ نے کیا ہے۔

(۱۰) ترجمہ۔ صرف ایک بوسہ ہمارا انعام تھا۔ تیرے لب نے اسکی بھی اجازت نہ دی۔ تو ہی انصاف کر کہ شیریں لبوں نے کیا کیا ہے۔

(۱۱) ترجمہ۔ معشوقوں نے رنگیں رخسار کی آگ سے دمبدم۔ زاہدوں کے دل و دین میں رخنے کئے ہیں۔

یعنے حسینوں کے چہرہ کی خوبصورتی زاہدوں کے دل و دین کو بھی سلامت نہیں چھوڑتی۔

(۱۲) ترجمہ۔ حافظ کے شعر جو کثیر تمہارے احسان کی تعریف میں ہیں۔ جہاں کسی نے سنے مہربانی سے اُنکی تعریف کی۔

غزل ۱۴۲

واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر میکنند	۱	چوں خلوت میروند آں کار دیگر میکنند
مشکلے دارم ز دانشمند مجلس باز پرس	۲	توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کمتر میکنند
گویا باور نمیدارند روز داوری	۳	کایں ہمہ قلب و دغل در کار داور میکنند
یارب ایں نوخط و لساں را بر رخ خوبشاں نشاں	۴	کایں ہمہ ناز از غلام ترک و اختر میکنند
بندہ پیر خرابا تم کہ در ویشاں او	۵	گنج را از بہر نیازی خاک بر سر میکنند
ای گدای خانقہ باز آ کہ در دیر مغاں	۶	میدہند آبی و دلہا را تو انگر میکنند
حسن بے پایاں و چندانکہ عاشق می کشد	۷	زمرہ دیگر بعشق از غیب سر بر میکنند
خانہ خالی کن دلا تا منزل جانان شود	۸	کیں ہمہ سنا کان دل و جان جای دیگر میکنند

آہ آہ از دست صرافاں گوہر ناشناس	۹	ہر زمان خر مہرہ را با دُر برابر می کنند
بر در میخانۂ عشق ای ملک تسبیح گوی	۱۰	کاندر انجا طینت آدم مخمر می کنند

(۱۱)	صبحدم از عرش می آمد خروش و عقل گفت قدسیاں گوئی کہ شعر **حافظ** از بر میکنند	(۱۱)

(۱) ترجمہ۔ یہ واعظ جو محراب منبر پر جلوہ دکھاتے ہیں۔ جب خلوت میں جاتے ہیں تو وہ دوسرا کام کرتے ہیں یہ شعر خواجہ صاحب کے مشہور ترین اشعار میں سے ہے اور اکثر تحریر و تقریر میں استعمال کیا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ واعظ مجلس وعظ میں جن کاموں سے لوگوں کو منع کرتے ہیں۔ خلوت میں خود انہیں کے مرتکب ہوتے ہیں۔ آن کار دیگر کا خاص اشارہ کسی ممنوع فعل کیطرف سمجھ لو۔

(۲) ترجمہ۔ میں ایک مشکل رکھتا ہوں مجلس کے دانشمند سے پوچھ کہ توبہ کی ہدایت کرنے والے خود توبہ کیوں نہیں کرتے۔

یعنے میرے لئے یہ بات ایک معما ہے اور سمجھ میں نہیں آتی کہ جو لوگ لوگوں کو توبہ سکھاتے ہیں خود توبہ کیوں نہیں کرتے۔ یعنے واعظ وعظ تو کرتے ہیں۔ لیکن خود عمل نہیں کرتے۔

ترک دنیا بمردم آموزند	خویشتن سیم و غلا اندوزند

(۳) ترجمہ۔ گویا ان لوگوں کو قیامت کے دن پر یقین نہیں ہے کہ خدا کے کام میں اسقدر دھوکہ اور فریب کرتے ہیں

قلب۔ کھوٹ۔ ناخالص دلات۔ **دغل**۔ مکر حیلہ۔ فریب کھوٹ۔ عیب۔ فساد۔

یعنے یہ ریاکار زاہد اور دغا باز واعظ شاید قیامت کے دن کو دل سے نہیں مانتے ورنہ خدا کے کاموں میں اسقدر دھوکہ اور فریب نہ کرتے اور حقیقت بھی یہی ہے۔ کہ ان لوگوں کو قیامت پر یقین نہیں

(۴) ترجمہ۔ اخذا ان نو دولت لوگوں کو انکے اپنے گدھے پر بیٹھا۔ کیونکہ ترک غلام اور ستر پر یہ لوگ اتنا ناز کرتے ہیں۔

نو دولت۔ وہ لوگ جو نئے امیر بنے ہوں۔ عموماً ان لوگوں کے لئے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جو نہایت ہی حقیر حالت سے دولت مند بن جاتے ہیں۔

بر خر خود شاں نشاں۔ یعنے یہ لوگ گھوڑوں کے لائق نہیں جسطرح ابتدا میں یہ لوگ گدھوں پر

سوار ہوتے تھے۔ اسی طرح ان کو اب بھی گدھوں پر ہی سوار کر۔ یعنے ان کو اپنے اصلی مرتبے میں رکھ
برخر نشاندن۔ رسوا کرنے کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ **استر** یعنے خچر
مطلب یہ ہے کہ یہ نو دولت لوگ ترک غلاموں اور خچر گھوڑے پر اترنا ناز کرتے ہیں اور اپنی اصلی حالت
بھول گئے ہیں۔ اے خدا ان کو پھر اپنی اصلی حالت پر لے جا۔

(۵) **ترجمہ** ۔ میں پیر خرابات کا غلام ہوں کہ اسکی درویش۔ بے نیازی سے خزانہ کو سر خاک ڈالتے ہیں
پیر خرابات کے درویش یعنے رند لوگ اپنی بے نیازی سے دولت دنیا کے خزانہ کو حقیر اور ناچیز سمجھتے
ہیں۔

(۶) **ترجمہ** ۔ خانقاہ کے درویش واپس آجا کہ دیر مغاں میں۔ ایک پانی دیتے ہیں اور دلوں کو امیر
کر دیتے ہیں۔

یعنے دیر مغاں میں شراب پلا کر دلوں کو توانگر کرتے ہیں۔ اے خانقاہ کی فقیر تو بھی ادھر آجا۔

(۷) **ترجمہ** ۔ اسکا بے حد حسن جتنے عاشقوں کو قتل کرتا چلا جاتا ہے غیب سے ایک اور گروہ اسکے عشق میں نکلتا ہے
یعنے جتنے عاشقوں کو وہ قتل کرتا چلا جاتا ہے۔ اتنے ہی اور عاشق پیدا ہوتے جاتے ہیں

(۸) **ترجمہ** ۔ دل گھر خالی کر تاکہ وہ معشوق کا مقام بن جائے۔ کیونکہ یہ ہوسناک لوگ دل جان کو دوسروں کی جگہ
بناتے ہیں

یعنے اہل دنیا دل جان کو دنیا کی محبت کی جگہ بناتے ہیں۔ لیکن چاہیئے کہ خانہ دل کو غیر سے بالکل
خالی کیا جائے۔ تاکہ محبوب اس میں آکر ٹھیرے۔ مطلب یہ ہے کہ جب تک دل سے خیالات ماسوا کو دور نہ
کیا جائے۔ خدا کا خیال نہیں ہو سکتا۔

(۹) **ترجمہ** ۔ گوہر ناشناس حرافوں کا ہاتھ ہے افسوس افسوس۔ یہ لوگ ہمیشہ کوڑی کو موتی کے برابر کرتے ہیں
اہل زمانہ کی ناقدر شناسی کی شکایت ہے

(۱۰) **ترجمہ** ۔ اے فرشتہ میخانہ عشق کے دروازہ پر تسبیح پڑھو۔ کیونکہ اسکے اندر آدم کی مٹی کو خمیر کرتے ہیں
یعنے آدم کی خاک کو عشق کے شراب خانہ میں گوندھا جا رہا ہے۔ اے فرشتو وہاں تسبیح پڑھو۔
دیکھو شعر د ۵۴

	خاکِ مرا بآبِ محبت سرشتہ اند		تخمِ مرا بمزرعۂ عشق کشتہ اند	(ظہیر)

(۱۱) ترجمہ۔ صبح کے وقت عرش سے شور سنائی دیتا تھا عقل نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے حافظ کے شعروں کو یاد کر رہے ہیں۔

شاعرانہ فخریہ شعر ہے۔

غزل ۱۴۳

ہر کہ شد محرم دل در حرم ما یماند	۱	وانکہ این کار ندانست در انکار بماند
اگر از پردہ برون شد دل ما عیب مکن	۲	شکر ایزد کہ نہ در پردہ پندار بماند
صوفیان واستدند از کرمی ہمہ زہد	۳	خرقۂ ماست کہ در خانہ خمار بماند
خرقہ پوشان ہمگی مست گذشتند و گذشت	۴	قصۂ ماست کہ در ہر سر بازار بماند
داشتم دلقی و صد عیب مرا می پوشید	۵	خرقہ رہن می و مطرب شد و زنار بماند
از صدای سخن عشق ندیدم خوشتر	۶	یادگاری کہ در این گنبد دوار بماند
ہر می لعل کزان جام بلورین ستدم	۷	آب حسرت شد و در چشم گہربار بماند
جز دلم کو ز ازل تا بابد عاشق اوست	۸	جاودان کس نشنیدم کہ دریں کار بماند
گشت بیمار کہ چون چشم تو گردد نرگس	۹	تیر غمزۂ آن نشدش حاصل و بیمار بماند
بر جمال تو چنان صورت چین حیران شد	۱۰	کہ حدیثش ہمہ جا بر در و دیوار بماند

(۱۱) بتماشا گہ زلف دل حافظ روزی شد کہ باز آید و جاوید گرفتار بماند (۱۱)

(۱) ترجمہ۔ جو شخص دل کا محرم ہوا۔ معشوق کے حرم میں رہا۔ اور جس شخص نے یہ کام نہ جانا۔ انکار میں رہا یعنی جس شخص نے اپنے دل کی حقیقت سمجھ لی اس نے خدا کو سمجھ لیا۔ اور جو آدمی اپنے دل کی کیفیت سے ناآشنا رہا۔ وہ خدا کو بھی نہ پہچان سکا۔ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ یعنی جس شخص نے

اپنے آپ کو پہچان لیا۔ اپنے خدا کو پہچان لیا

خیالِ اہرمم گریبانِ دادمار ابگودہ صحرا		چہ سازد آوارہ دزدل کہ رہ بدیر و حرم نگیرد	

(۲) ترجمہ۔ اگر بلبل پردہ سے باہر ہو گیا ہے تو عیب نہ لگا۔ خدا کا شکر ہے کہ پندار کے پردہ میں تو نہیں رہا

مطلب یہ ہے کہ اگرچہ میرے دل نے مستوری کو ترک کر دیا ہے اور مستی اختیار کی ہے۔ تاہم یہ اُن دلوں سے بدرجہا بہتر ہے۔ جو پردۂ پندار میں رہتے ہیں۔ یعنے جن میں تکبر اور غرور ہے۔ عارفوں کے نزدیک پندار بھی ایک بت ہے۔ تفصیلی بیان کے لئے دیکھو شعر ۵۲

کفر دریں چیست جز آلائش پندار وجود	(غالب)	پاک شو پاک کہ ہم کفر تو دیں تو شود

(۳) ترجمہ۔ صوفیوں نے تو تمام اسباب شراب کے رہن سے واپس لے لیا صرف ہمارا ہی خرقہ ہے جو خانہ خمار میں رہ گیا

یعنے صوفیوں نے شراب کے عوض جو اسباب میفروش کے پاس رہن کیا تھا وہ چھڑا لیا ہے صرف ہمارا خرقہ ابھی تک باقی ہے

صوفیوں کی شراب نوشی اور عدم استقلال پر حملہ ہے۔

(۴) ترجمہ۔ تمام خرقہ پوش مست چلے گئے اور وہ وقت اور وہ باتیں بھی چلی گئیں۔ ہمارا ہی قصہ ہے جو ہر سر بازار میں باقی رہا

مطلب یہ ہے کہ ہزاروں خرقہ پوش آئے اور چلے گئے اور ان کے قصے بھی ان کے ساتھ ہی ختم ہو گئے۔ البتہ ہمارا قصہ ہے جو ہم سے بعد بھی گلی کوچوں میں مشہور ہے

(۵) ترجمہ۔ میرے پاس ایک خرقہ تھا جو میرے سو عیب چھپاتا تھا اب وہ تو مے و مطرب کے رہن ہو گیا زنار باقی ہے۔

یعنے خرقہ تو رہن دے کر دیا ہے اب نیچے اُسے زنار بھی نظر آرہا ہے۔ یعنے اب میرے تمام عیب نظر آرہے ہیں۔ کیونکہ خرقہ جو اُنکو چھپاتا تھا وہ نہیں رہا۔

(۶) ترجمہ۔ کوئی یادگار عشق کی باتوں کی آواز سے زیادہ اچھی میں نے نہیں دیکھی جو اس گنبد دوار میں رہی ہو۔

یعنے کوئی یادگار آسمان کے نیچے ایسی اچھی نہیں جیسی عشق کی قصہ کی یادگار جو عاشق کے

پیچھے رہ جاتی ہے۔ گنبد دوار۔ پھرنے والا۔ گنبد یعنی آسمان۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ تاریخ عالم میں کوئی داستان ایسی دلچسپ نہیں۔ جیسی داستانِ عشق۔

(۷) ترجمہ۔ میں نے اس بلوری پیالہ سے جتنی مے شراب لی۔ وہ حسرت کا پانی بن کر میری آنکھوں میں رہ گئی۔ یعنی جتنی شراب میں نے ایکدفعہ پی۔ دوسری دفعہ پینے کی حسرت میں وہ تمام شراب آنسو بن کر نکل گئی۔ یعنی دوبارہ پینے کی حسرت میں روتا رہا۔ لعل۔ بلور۔ اور گوہر کی رعایت ظاہر۔

(۸) ترجمہ۔ میرے دل کے سوا جو ازل سے لیکر ابد تک کسکا عاشق ہے۔ میں نے نہیں سنا کہ کوئی آدمی ہمیشہ اس کام میں رہا ہو۔ یعنی میرے دل کے سوا اور کوئی دل ایسا نہیں۔ جو ازل سے لیکر ابد تک کسکا عاشق رہا ہو۔

(۹) ترجمہ۔ نرگس بیمار ہوئی تاکہ تیری آنکھ کیطرح ہو جائے۔ تیری آنکھ کا شیوہ تو اسے حاصل نہ ہوا البتہ ہمیشہ کیلئے بیمار بن گئی۔

معشوق کی آنکھ کو بوجہ مستی چشم بیمار کہتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ نرگس بھی تیری آنکھ کا مشابہ بننے کیلئے بیمار ہوئی لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ہمیشہ کیلئے بیمار تو ہو گئی۔ مگر تیری چشم بیمار کا شیوہ اسے حاصل نہ ہوا۔

(۱۰) ترجمہ۔ تیرے جمال پر چین کی تصویر ایسی حیران ہوئی۔ کہ اسکی باتیں تمام جگہ در و دیوار پر رہ گئیں۔

چین کی نقاشی زمانہ قدیم میں مشہور عالم تھی۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ چین کی تصویریں جو بذات خود نہایت خوبصورت ہیں تیرے جمال کو دیکھکر ایسی حیران ہوئیں کہ انکے قصے در و دیوار پر رہ گئے۔ یعنی در و دیوار پر جو چین کی تصویریں جو نظر آتی ہیں اور ہمہ تن حیرت ہیں۔ وہ حقیقت میں تیرے جمال کو دیکھکر حیران ہیں اور حیران رہینگی۔ تصویر کی حیرت ظاہر۔

(۱۱) ترجمہ۔ حافظ کا دل ایکدن اسکی زلف کے تماشا گاہ کیطرف گیا کہ واپس آ جاؤنگا۔ لیکن ہمیشہ کے لئے وہاں گرفتار ہو گیا۔

غزل ۱۴۴

ہر آن کہ خاطر مجموع و یار نازنیں دارد	۱	سعادت بدم اگر گشت و دولت بہ قرین دارد
جناب عشق را درگہ بس بالاتر از عقل ست	۲	کسی آں آستاں بوسد کہ جان در آستین دارد

بخواری منگر ای منعم ضعیفان و فقیران را	۳	که صدر مسند عزت فقیر رہ نشیں دارد
وہاں تنگ شکر لعلت کہ مہر سلیمان است	۴	کہ نقش خاتم لعلش جہاں زیر نگیں دارد
چو بر روی زمین باشی توانائی غنیمت دان	۵	کہ دوراں ناتوانیہا بسی زیر زمیں دارد
بلاگردان جان و دل دعای تندرستی کن	۶	کہ بیند خیر ازاں خرمن کہ خاشاک حزیں دارد
صبا از عشق من مزی بگو با آن پری رویاں	۷	کہ صد جمشید و کیخسرو غلام کمترین دارد
لب لعل و خط مشکین بتاں را زیور حسن است	۸	بنازم دلبر خود را کہ حسنش آئین دارد

(۹) اگر گوید نمیخواہم چو حافظ بندہ مفلس (۹)
بگو بیدش کہ سلطانی گدائی رہ نشیں دارد

(۱) ترجمہ۔ جس شخص کو جمعیت خاطر حاصل ہو اور نازنین معشوق بھی پاس ہو سعادت اسکی ہمدم اور دولت اسکی ہمنشیں ہوتی ہے۔

(۲) ترجمہ۔ جناب عشق کی درگاہ نہایت بلند ہے۔ اس آستانہ کو وہی شخص چوم سکتا ہے جسنے جان کو ہاتھ پر رکھا ہو۔

(۳) ترجمہ۔ اے دولتمند غریب فقیروں کو حقارت سے نہ دیکھ کیونکہ مسند عزت کا صدر نشیں فقیر کے پاس ہے یعنے اصلی عزت فقیروں کو ہی حاصل ہے۔ تو انکو حقارت سے نہ دیکھ تیری دنیاوی عزت کچھ چیز نہیں۔

(۴) ترجمہ۔ تیرا شیریں اور تنگ دہن شاید حضرت سلیمان کی مہر ہے کہ اسکے لب لعل کی مہر کا نقش تمام جہان کو زیر حکومت رکھتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ تیرے لب لعل تمام جہان پر حکمرانی کر رہے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ تیرا دہن سلیمان کی مہر ہے (حضرت سلیمان اپنی مہر کی برکت سے حکومت کرتے تھے) دہن کو انگشتری اور لب لعل کو اسکا نگین کہا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ جب تک تو روئے زمین پر ہے طاقت کو غنیمت جان۔ کیونکہ زمانہ زمین کے نیچے بہت ناتوانیاں کہتا ہے

اے کہ دستت مے رسد کار نکو		پیش ازاں کز تو نیاید ہیچ کار	

اسی مضمون پر ہے۔

جاگنا ہے جاگ اے افلاک کے سائے تلے		حشر تک سوتا رہیگا خاک کے سائے تلے	

(۹۱) ترجمہ۔ حاجتمند کی عادل اور جوان سے بلا دور کرتی ہے۔ اس خرمن سے کون شخص نیکی دیکھ سکتا ہے جسکو خوشہ چین سے عار ہو۔

مطلب یہ ہے کہ جس خرمن سے کسی حاجت مند نے خوشہ چینی نہ کی ہو یعنی جس مال سے کسی محتاج کو فائدہ نہ پہنچا ہو۔ اس سے مالک کو کچھ فیض نہیں پہنچتا۔

چنانچہ قرآن شریف (سورہ قلم) میں اسکے متعلق ایک قصہ ہے۔ کما بلونا اصحاب الجنۃ اذ اقسموا لیصرمنہا مصبحین ولا یستثنون۔ فطاف علیہا طائف من ربک وہم نائمون فاصبحت کالصریم فتنادوا مصبحین ان اغدوا علی حرثکم ان کنتم صارمین فانطلقوا وہم یتخافتون ان لا یدخلنہا الیوم علیکم مسکین وغدوا علی حرد قادرین فلما رأوہا قالوا انا لضالون بل نحن محرومون (جیسا ہم نے آزمایا باغ والوں کو) کہتے ہیں کہ ولایت یمن میں صنعا کے پاس ایک نیک بخت آدمی تھا جسکا ایک باغ تھا۔ میوہ چننے کے دن درویشوں کو باغ میں بلاتا تھا۔ اور انکو حصہ دیتا تھا۔ جب وہ فوت ہوگیا۔ تو اسکے لڑکوں نے کہا کہ مال تھوڑا ہے اور عیال بہت ہے اگر ہم نے باپ کے طرز عمل کو اختیار کیا تو معیشت ہم پر تنگ ہو جائیگی۔ صبح سویرے جب فقیروں کو خبر بھی نہ ہو ہم باغ میں جائیں اور میوہ لے آئیں چنانچہ (انہوں نے آپس میں قسم کی کہ صبح جاکر میوہ لائینگے اور انشاء اللہ نہ کہا) جس رات انہوں نے یہ نیت کی قضائے الٰہی نازل ہوئی (اور ایک طواف کرنے والی بلا خدا کی طرف سے باغ پر آئی اور وہ اپنی سوہی رہے تھے۔ پس انکا باغ اسطرح ہوگیا کہ گویا تمام میوہ چن لیا گیا ہے اور درختہ پر کچھ باقی نہ رہا پس صبح ان لڑکوں نے اٹھ کر ایکدوسرے کو بلایا تاکہ صبح سویرے ہی جاکر میوہ لائیں۔ پس وہ باغ کی طرف آہستہ آہستہ گئے۔ تاکہ فقیروں کو خبر نہ ہو جائے۔ اور وہ باغ میں پہنچ جائیں وہ اپنے اسی گمان میں باغ میں گئے۔ جب باغ کو ویران دیکھا تو حیران ہوگئے۔ بعض نے کہا کہ ہم راہ بھول آئے یہ ہمارا باغ نہیں۔ دوسروں نے باغ کی در و دیوار کو پہچان لیا اور کہا کہ باغ تو یہی ہے البتہ اپنے بخل کی وجہ سے ہم محروم کئے گئے ہیں)

اس لئے ضروری ہے کہ تو محتاجوں کی حاجت روائی کرے۔ تاکہ وہ تجھ کو دعا دیں ان لوگوں کی دعا سے بلائیں دور ہوتی ہیں

کار درویش مستمند برآر	کہ ترا نیز کار ہا بر آید

(۷) ترجمہ ۔ اے صبا میرے عشق کا کچھ ذکر اس شہ خوباں سے جاکر کرو ۔ کہ سو جمشید اور کیخسرو جسکے کمترین غلام ہیں ۔

(۸) ترجمہ ۔ لب لعل اور خطِ مشکین معشوق کے حسن کا زیور ہیں ۔ مجھ اپنے معشوق پر فخر ہے کہ جسکے حسن میں یہ دونو چیزیں موجود ہیں ۔

(۹) ترجمہ ۔ اگر وہ یہ کہے کہ میں حافظ جیسا مفلس غلام نہیں چاہتا تو اسکو کہو کہ رشکِ گدا گر بادشاہی رکھتا ہے ۔

یعنے حافظ اگرچہ مفلس ہی لیکن حقیقت میں بادشاہ ہے ۔ اگر "سلطانی" کے بجائے "سُلطانے" پڑھا جائے اور "رشکِ" کی بجائے "تمنیں" سمجھا جائے ۔ تو دوسرے مصرع کا مطلب یہ ہوگا کہ اسی کہو کہ یہی سمجھو کہ وہ ملک بادشاہ ہے اور میں ایک گدا ہوں جو اسکے پاس بیٹھا ہوں ۔

غزل ۱۴۵

ہر آنکہ جانب اہلِ وفا نگہدارد	۱	خدا ش در ہمہ حال از بلا نگہدارد
گرت ہواست کہ معشوق نگسلد پیوند	۲	نگاہدار سر رشتہ تا نگہدارد
حدیثِ دوست نگویم مگر بحضرتِ دوست	۳	کہ آشنا سخن آشنا نگہدارد
سرور دل و جانم فدای آں محبوب	۴	کہ حق صحبتِ مہر و وفا نگہدارد
دلا معاش چناں کن کہ گر بلغزد پائے	۵	فرشتہ ات بدو دستِ دعا نگہدارد
نگفتہ نداشت دل ما دجای رنجش نیست	۶	ز دست بندہ چہ خیزد خدا نگہدارد
صبا در آں سرِ زلف ار دل مرا بینی	۷	ز روی لطف بگویش کہ جا نگہدارد

(۸) غبار راہگذارت کجاست تا حافظ
بیاد گار نسیم صبا نگہدارد (۸)

(۱) ترجمہ ۔ جو شخص اہلِ وفا کی طرف نظر رکھتا ہے خدا اسکو ہر حال میں بلا سے محفوظ رکھتا ہے ۔

یعنے اہلِ وفا کی دلجوئی داغ بلیّات ہے۔

(۲) ترجمہ۔ اگر تجھے خواہش ہو کہ معشوق قطع تعلق نہ کرے۔ تو تو آداب کا خیال رکھ۔ تاکہ وہ بھی خیال رکھے۔

(۳) ترجمہ۔ میں معشوق کی باتیں سوائے معشوق کے اور کسی کو نہیں کہتا۔ کیونکہ آشنا ہی آشنا کی باتوں کو محفوظ رکھ سکتا ہے۔

یعنے سوائے معشوق کے عاشق کا کوئی رازدار نہیں۔

(۴) ترجمہ۔ میرا سر اور مال دل اور جان اس معشوق پر قربان ہوں۔ جو مہر و وفا کی صحبت کے حق کو پہچانے۔

(۵) ترجمہ۔ اے دل زندگی اسطرح بسر کر کہ اگر تیرا پاؤں پھسلے۔ تو فرشتہ تجھے دعا کے دو ہاتھوں سے محفوظ رکھے۔

نہایت قیمتی نصیحت ہے مطلب یہ ہے کہ ایسی پاکیزہ زندگی بسر کر کہ فرشتے تیرے محافظ ہو جائیں۔ اور اگر تیرا پاؤں بھی پھسلے تو بجائے آدمیوں کے فرشتے دونو ہاتھوں سے تجھے سہارا دیں اور گرنے نہ دیں۔ یعنی اگر فرشتے بھی تیری حفاظت کے لئے دستِ دعا اٹھائیں

(۶) ترجمہ۔ اسنے ہمارے دل کو محفوظ نہ رکھا لیکن ناراضگی کی کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ بندہ کے ہاتھ ہی کیا ہو سکتا ہے خدا خود محفوظ رکھے۔

یعنے انسان کے ہاتھ میں کچھ نہیں۔ جو کچھ کرتا ہے خدا کرتا ہے۔ اس لئے کسی آدمی کی طرف سے اگر کچھ رنج پہنچے تو ناراض نہیں ہونا چاہئے۔

گرچہ تیر از کمان ہمی گذرد	از کمان دار مبند اہل خرد

(۷) ترجمہ۔ اے صبا اگر میرے دل کو تو معشوق کی زلف میں دیکھے۔ تو از روئے لطف اسکو کہو کہ اپنی جگہ کو نگاہ رکھے۔

یعنے میرے دل کو کہو کہ آداب کا خیال رکھے یا اپنی جگہ کو نہ چھوڑے اور ہمیشہ اسی زلف میں مقیم رہے۔

(۸) ترجمہ۔ تیرے رستہ کا غبار کہاں ہے۔ تاکہ حافظ نسیم صبا کی یادگار میں اسے محفوظ رکھے

یعنے تیرے رستہ کا غبار بھی اگر مل جائے تو اسے نسیم صبا کی یادگار میں اپنے پاس رکھوں۔

غزل ۱۴۶

۱	ہمای اوج سعادت بدام ما افتد	اگر ترا گذری برمقام ما افتد
۲	جواب بر اندازم از نشاط کلاہ	اگر ز روی تو عکسے بجام ما افتد
۳	ببارگاہ تو چوں باد را نباشد راہ	کی اتفاق مجال سلام ما افتد
۴	چو جانفدای لبت شد خیال می بستم	کہ قطرۂ ز زلالت بکام ما افتد
۵	خیال زلف تو گفتا کہ جائے سیہ مساز	کزین شکار فراواں بدام ما افتد
۶	ملک را چہرہ خاک بوس ایں در نیست	کی التفات جواب سلام ما افتد
۷	بنا امیدی ازیں در مرو بزن فالی	بود کہ قرعۂ دولت بنام ما افتد
۸	شبے کہ ماہ مراد از افق طلوع کند	بود کہ پرتو نورے بیام ما افتد

(۹) زخاکِ کوی تو ہرگہ کہ دم زند حافظ (۹)
نسیم گلشن جان در مشام ما افتد

(۱) ترجمہ۔ سعادت کی بلندی کا ہما ہمارے جال میں پھنس جائے۔ اگر ہمارے مقام پر کبھی تیرا گذر ہو۔

یہ شعر خواجہ حافظ کے مشہور ترین اشعار میں سے ہے۔ اور دعوتی تحریروں میں اکثر استعمال ہوتا ہے مطلب صاف ہے کہ اگر تو ہمارے مقام پر تشریف فرما ہو۔ تو ہم اپنی تئیں نہایت ہی سعادت مند اور نیک بخت تصور کرینگے ظہیر فاریابی نے اسی مضمون پر کہا ہے۔

	شبے اگر گذرت بر مقام ما افتد		نزول زہرہ زگردوں بیام ما افتد

اسی مضمون پر ہے۔

	دمے کہ یار گذارد قدم بخانۂ ما		سزد کہ کعبہ شود سنگ آستانۂ ما

(۲) ترجمہ۔ حباب کیطرح خوشی سے ٹوپی اتاروں گا۔ اگر تیرے چہرہ کا عکس ہمارے جام میں پڑے۔

بلبلہ کے نزدیک ہو کر اگر اسے دیکھا جائے تو آدمی کے چہرہ کا عکس اسمیں آجاتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی

اکثر ایسا ہوتا ہی۔ کہ سانس کی حرکت کی وجہ سی بلبلہ پھوٹ کر معدوم ہوجاتا ہی۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر معشوق کے چہرہ کا عکس ہمارے آیینہ دل میں پڑ کر اور ہمیں اسکا مشاہدہ نصیب ہوجائے۔ تو بلبلہ کیطرح ہم بھی کلاہ حیات سر سے اتار دیں یعنے فنا فی المحبوب ہوجائیں۔

یا یہ سمجھو کہ اگر معشوق کے چہرہ کا عکس ہمارے جام مے میں پڑے۔ تو ہم اتنے محظوظ ہوں کہ خوشی سی ٹوپی اتار کر پھینک دیں۔

(۳) ترجمہ۔ تیری بارگاہ میں جب ہوا کو بھی رستہ نہیں ملتا۔ تو ہمیں سلام کی مجال کا کب اتفاق ہوسکتا ہی۔

یعنے جب تیری بارگاہ میں ہوا کو بھی رسائی نہیں۔ تو ہماری کیا مجال ہی کہ ہم وہاں جاکر تجھ سلام کہیں۔

مولانا جامی علیہ الرحمت فرماتے ہیں۔

	چوں تو ہم پیش تو محرم من محروم کہ نیست	باد را زہرہ احرام حریم حرمت	

(۴) ترجمہ۔ جب میری جان تیری لبوں پر فدا ہوئی تو میں خیال کرتا تہا۔ کہ تیرے زلال سی ایک قطرہ ہمارے حلق میں بہی پڑیگا۔

زلال۔ آب شیریں سرد صاف۔ مطلب یہ ہی کہ مجھ خیال تہا کہ شائد تیرے لب لعل کا بوسہ نصیب ہو (مگر نہوا) لبوں کو چشمۂ آب حیات بہی کہتے ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ تیری زلف کے خیال نے کہا کہ جان کو وسیلہ نہ بنا کہ اس قسم کے بہت سے شکار ہمارے جال میں پہنستے ہیں۔

یعنے یہ نہ سمجھ کہ جان کے وسیلہ سی تو کوئی کام نکال لیگا۔ ایسی ہزاروں جانیں یہاں گرفتار ہیں۔

(۶) ترجمہ۔ جب بادشاہ بہی اس دروازہ کی خاکبوسی نہیں کرسکتے۔ تو ہمارے سلام کو جواب انہیں کب خیال ہی

ایں در سے مراد درِ معشوق یعنے معشوق کا دروازہ

(۷) ترجمہ۔ اس دروازہ سی ناامید ہوکر نہ جا۔ فال دیکھ۔ ممکن ہی کہ دولت کا قرعہ ہمارے نام پڑے۔

مطلب یہ ہی کہ درِ معشوق سی ناامید نہیں ہونا چاہیئے۔ ممکن ہی مدعا حاصل ہوجائے۔

(۸) ترجمہ۔ جس رات مراد کا چاند افق سی نکلے۔ ممکن ہی کہ نور کا پرتو ہمارے بام پر بہی پڑے۔

یعنے مراد کے چاند کے نور کا پرتو ہمارے بام پر پڑے۔ اور ہمیں مراد حاصل ہو۔

(۹) ترجمہ تیرے کوچہ کی مٹی سی جسوقت حافظ دم مارتا ہی۔ تو جان کو باغ کی ہوا اس کے مشام میں جاتی ہے

دم زدن۔ (۱) دم لینا (۲) دعوی کرنا۔ یہاں دونو معنوں کیطرف اشارہ ہی۔

مطلب یہ ہی کہ تیرے کوچہ کے غبار میں بہی گلشن روح وجان کی خوشبو ہی۔

غزل (۱۴۷)

ہر کرا با خط سبزت سر سودا باشد	۱	پای از ین دائرہ بیروں ننہد تا باشد
در قیامت کہ سر از خاک لحد بر گیرم	۲	داغ سودائے تو ام بر دل شیدا باشد
ظل ممدود خم زلف تو ام بر سر باد	۳	کاندریں سایہ قرار دل شیدا باشد
چوں دل من دمی از پردہ برآئی و درائے	۴	کہ دگر بارہ ملاقات نہ پیدا باشد
تا کجا ئی در گرانمایہ رو اخواہی داشت	۵	کہ غمت دیدہ مردم ہمہ دریا باشد
از بن ہر مژہ ام آب روانست بیا	۶	اگرت میل لب جوی و تماشا باشد

(۷) چشمت انناز بحافظ نکند میل کری (۷)
سرگرانے صفت نرگس شہلا باشد

(۱) ترجمہ۔ جس شخص کو تیرے خط سبز کا سودا ہو۔ وہ جب تک زندہ رہے اس دائرہ سے پاؤں باہر نہیں نکالتا۔

(۲) ترجمہ۔ قیامت کو جب میں خاک لحد سے سر باہر نکالونگا تیرے عشق کا داغ میرے سویدا کا راز ہوگا۔

سویدا۔ ایک سیاہ نقطہ جو انسان کے دل پر ہوتا ہی۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میرے دل پر جو سیاہ نقطہ ہی حقیقت میں وہ تیرے عشق کا داغ ہی اور قیامت تک یہ داغ میرے دل پر رہیگا اس شعر کا دوسرا نسخہ یہ ہے

چوں من از خاک لحد لالہ صفت بر خیزم		داغ سودائے تو ام بر دل شیدا باشد

(۳) ترجمہ۔ تیری زلف کے خم کا لمبا سایہ میرے سر پر ہو۔ کیونکہ اس سایہ میں دل شیدا کو قرار حاصل ہوتا ہی

ممدود۔ (از مد) کھینچا ہوا۔ دراز۔ لمبا

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ تیری زلف کا سایہ ہمیشہ میرے سر پر ہو۔ کیونکہ میرے دل کو اسی آرام ہے معشوق کی زلفوں کے لئے "ظل ممدود" اور دوام حکم کا خوب استعمال کیا ہی)

(۴) ترجمہ۔ میرے دل کیطرح تھوڑی دیر کے لئے پردہ سے باہر آ اور ادھر آجا۔ کیونکہ دوبارہ ملاقات نصیب نہ ہوگی

از پردہ بروں آمدن۔ پردہ سے باہر آنا مستوری ترک کرنا مستی اختیار کرنا بے اختیار ہونا مطلب یہ ہے کہ جسطرح میرا دل بے اختیار ہے اور مستوری ترک کرچکا ہے تو بھی تھوڑی دیر کے لئے مستوری چھوڑ کر (پردۂ حیا کو دور کرکے) میرے پاس آجا۔ شاید پھر ملاقات کا موقعہ نصیب نہ ہو۔

(۵) ترجمہ۔ اے بیش بہا موتی تو کب تک روا رکھے گا کہ تیرے غم سے لوگوں کی آنکھیں سراپا دریا بن جائیں یعنے اے معشوق تو اپنے عشق میں کب تک لوگوں کو رُلاتا رہیگا۔ آنکھوں کے دریا ہونے سے مراد کثرت گریہ ہے دُر اور دریا کی صنعت ظاہری و معنوی ظاہر۔

(۶) ترجمہ۔ میری ہر ایک پلک کی جڑ سے پانی رواں ہے۔ اگر تجھ لب جو اور تماشا کیطرف رغبت ہو۔

یعنے اگر تو لبِ جو کے نظارہ کا مشتاق ہے تو آ دیکھ کہ میری آنکھوں سے نہریں جاری ہیں۔ کثرتِ گریہ کا بیان ہے۔

(۷) ترجمہ۔ تیری آنکھ نازکی وجہ سے حافظ کیطرف التفات نہیں کرتی۔ ہاں کیوں نہ ہو۔ غرور نرگس شہلا کی ایک صفت ہے۔

شہلا۔ بفتح۔ (۱) زن میش چشم۔ (۲) نرگس کی ایک قسم جسکا پھول بیچ میں زردی کو سیاہی ہوتی ہے۔ چشم انسان کو مشابہ بھی نرگس سے جس گلِ نرگس میں زردی ہوتی ہے اُسے عبہر کہتے ہیں۔ بعض کے نزدیک (۳) سیاہ آنکھ جو سرخی مائل ہو۔

غزل ۱۴۸

ہر گزم مہر تو از لوح دل و جان نرود	۱	ہر گز از یاد من آں سرو خرامان نرود
آن چناں مہر توام در دل و جاں جای گرفت	۲	کہ گرم سر برود مہر تو از جان نرود
از دماغ من سرگشتہ خیال رخ دوست	۳	بجہای فلک و غصۂ دوران نرود
آنچہ از بار غمت در دل مسکیں من ست	۴	بر دو دل زمن و از دل من آن نرود
در ازل بست دلم با سر زلفت پیوند	۵	تا ابد سر نکشد و ز سر پیماں نرود

گر رود از پئی خوباں دل من معذورست	۶	ورد دارد چہ کند کز پے درماں نرود

(۷)	ہر کہ خواہد کہ چو حافظ نشود سرگرداں دل بخوباں ندہد در پے ایماں نرود	(۸)

(۱) ترجمہ۔ تیری محبت ہرگز میری روح دل و جان سے دور نہیں ہوگی۔ میری یاد سے ہرگز وہ سرو خراماں دور نہیں ہو سکتا

(۲) ترجمہ۔ تیری محبت اسطرح میرے دل و جان میں جاگزیں ہوئی۔ کہ اگر میرا سر بھی جدا کیا جائے تو تیری محبت جان سے دور نہیں ہو سکتی

(۳) ترجمہ۔ مجھ سرگشتہ کے دماغ سے معشوق کے چہرہ کا خیال۔ آسمان کے ظلم اور زمانہ کے غصہ سے دور نہیں ہو سکتا۔

یعنے زمانہ مجھ پر کتنا ظلم کرے تیرا خیال میرے دل سے دور نہیں ہو سکتا۔

گو میں رہا رہین ستم ہائے روزگار۔	غالب	لیکن تیرے خیال سے غافل نہیں رہا	

(۴) ترجمہ۔ تیرے غم کا بوجھ سے میرے مسکین دل میں جو کچھ ہے۔ میرا دل مجھ سے چلا جائیگا لیکن وہ نہیں جائیگا۔

یعنے دل چلا جائے مگر تیرا غم دل سے نہیں جائیگا۔

(۵) ترجمہ۔ ازل میں میرے دل نے تیری زلف کے ساتھ عہد کیا۔ اور ابد تک وہ سرکشی نہیں کریگا اور عہد سے نہیں پھریگا

من کہ مہر عارضت میورزم از صبح ازل		نگسلم از زلف تو پیوند تا شام اجل	

بعض قلمی دیوانوں میں دوسرا مصرعہ اسطرح ہے۔ ع تا ابد سر نکشد مہر تو از جاں نرود

یعنے جب تک ابد کی انتہا نہیں ہوتی تیری محبت جاں سے نہیں دور ہو سکتی۔ ظاہر ہے کہ ابد کی کوئی انتہا نہیں اسلئے محبت کا بھی کبھی خاتمہ نہ ہوگا۔

(۶) ترجمہ۔ اگر میرا دل حسینوں کے پیچھے جائے تو معذور ہے۔ درد رکھتا ہے۔ علاج کے پیچھے نہ جائے تو کیا کرے

یعنے میرا دل دردمند ہے اور اس درد کا علاج حسینوں کے پاس ہے۔ اس لئے میرا دل اگر حسینوں کے پیچھے جائے تو معذور ہے۔

(۷) ترجمہ۔ جو شخص چاہتا ہے کہ حافظ کی طرح سرگرداں نہ ہو۔ اسے چاہئے کہ دل حسینوں کو نہ دے اور ان کے پیچھے نہ لے

غزل ۱۴۹

ہوس بادِ بہارم بسوئے صحرا برد	۱	بادِ بوی تو بیاورد و قرارم نابرد	
ہر کجا بود دلی چشم تو بر داز راہش	۲	نہ دل خستہ بیمار مرا تنہا برد	
جام می دی ز لبت دم زدواں بخشی زد	۳	آب دی رفت کہ آں بخشش و آں افزا برد	
راہ ما غمزہ آں ترک کماں ابرو زد	۴	رخت ما ہندو آں سرو سہی بالا زد	
دل سنگیں ترا اشک من آورد براہ	۵	سنگ را سیل تواند بردہ دریا برد	
بحث بلبل بر حافظ مکن از خوش سخنی	(۶)	پیش طوطی نتواں نام ہزار آوا برد	(۶)

(۱) ترجمہ۔ بادِ بہاری کی ہوس مجھے صحرا کی طرف لیگئی۔ ہوا تیری خوشبو لائی اور ہم سے قرار لیگئی (ہمیں بیقرار کردیا)

(۲) ترجمہ۔ جہاں کہیں کوئی دل تہا تیری آنکھ اسے اڑا لیگئی۔ صرف میرے بیمار اور خستہ دل کو ہی نہیں لے گئی۔

گو نہ دل برد بچہ داد ی بہ بہراد		آنکس کہ دید یکدلش و دل نداد کیست

(۳) ترجمہ۔ جام نے کل تیرے لبوں کے مقابلہ پر جاں بخشی کا دعوی کیا۔ اس سے اسکی آبرو جاں بخش اور رواں افزا لب لے گئے۔

آب سے مراد آبرو زاں۔ ازاں یعنے اس لئے مطلب یہ ہے کہ تیرے لبوں کی موجودگی میں جام نے جاں بخشی کا غلط دعوی کیا ہے۔ اس نے تیرے جاں بخش اور روح پرور لبوں نے جام کی آبرو برباد کردی

(۴) ترجمہ۔ اسکی ابرو ترک کے غمزہ نے ہماری راہ لوٹی۔ اور ہمارا مال اس سرو سہی بالا کی زلف لیگئی۔

یعنے اسکی زلف ہمارا نقد دل کو لوٹ لیگئی۔

(۵) ترجمہ۔ تیرے سنگین دل کو میرے آنسو راہ پر لے آئے۔ کیونکہ سیلاب پتھر کو دریا کی راہ میں بہا لیجاتا ہے۔

آنسوؤں کو سیلاب اور معشوق کے دل کو پتھر کہا ہے مطلب یہ ہے کہ میرے رو رو کر تیرے دل کو نرم کیا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ بلبل کی خوش گفتاری کی باتیں حافظ کو پاس نہ کر۔ کیونکہ طوطی کے سامنے بلبل کا نام نہیں لے سکتے۔
ہزار آوا۔ مخفف ہزار آواز۔ بلبل۔ ہزار داستاں۔ مطلب یہ ہے کہ حافظ ایک طوطی شیریں آواز ہے اسکے سامنے بلبل کا نام مت لو۔ بلبل اسکے مقابلہ میں کچھ چیز نہیں۔ معمولی شاعرانہ فخریہ شعر ہے۔

غزل ۱۵

یاد باد آنکہ نہایت نظری با ما بود	۱	رقم مہر تو بر چہرۂ ما پیدا بود	
یاد باد آنکہ چو چشمت بعتابم می کشت	۲	معجز عیسویت در لب شکر خا بود	
یاد باد آنکہ مہ من چو کلہ بشکستے	۳	در رکابش مہ نو پیک جہاں پیما بود	
یاد باد آنکہ رخت شمع طرب افروخت	۴	وین دل سوختہ پروانہ بی پروا بود	
یاد باد آنکہ چو یاقوت قدح خندہ زدی	۵	در میان من و لعل تو حکایتہا بود	
یاد باد آنکہ دراں بزمگہ خلق و ادب	۶	آنکہ او خندۂ مستانہ زدی صہبا بود	
یاد باد آنکہ صبوحی زدہ در مجلس انس	۷	جز من و یار نبودیم و خدا با ما بود	
یاد باد آنکہ خرابات نشیں بودم و مست	۸	آنچہ در مجلسم امروز کم ست آنجا بود	
یاد باد آنکہ باصلاح شمامی نشدرست نظم ہر گوہر ناسفتہ کہ حافظ را بود	(۹)		(۹۱)

خواجہ صاحب نے یہ غزل ایام عیش گذشتہ کی یاد میں لکھی ہے۔ ناظرین اپنے اپنے مذاق کے مطابق اس پر حقیقی رنگ چڑھالیں یا مجازی۔

(۱) ترجمہ۔ وہ وقت یاد کر جب ہم پر تیری بے انتہا توجہ تھی۔ تیری محبت کی تحریر ہمارے چہرہ سے ظاہر تھی۔

(۲) ترجمہ۔ وہ وقت یاد کر کہ جب تیری آنکھ عتاب سے ہم کو قتل کرتی تھی۔ تو اعجاز عیسوی تیرے لب شکر خا میں ہوتا تھا۔ یعنی تیرے غمزے ہمیں قتل کرتے تھے اور تیرے لبوں کے بوسے ہمیں از سر نو زندگی بخشتے تھے۔

(۳) ترجمہ۔ وہ وقت یاد کر کہ جب میرا (چاند) معشوق ٹوپی ٹیڑھی رکھتا تھا۔ تو اسکی رکاب میں مثل ایک ہلال پیما قاصد ہوتا تھا

ہلال کو رکابِ معشوق سے تشبیہ دیا کرتے ہیں۔

(۴) ترجمہ۔ وہ وقت یاد کر کہ جب تیرا چہرہ شمع طرب روشن کرتا تھا۔ تو یہ جلا ہوا دل اسکا بے پروا پروانہ بنتا تھا۔ یعنے میرا دل تیری شمعِ رخسار کا پروانہ بے پروا ہوتا تھا۔ بے پروا یعنے مشتاق بدرجہ کمال جسے اپنے سود و زیاں ہستی اور نیستی کی بھی پروا نہ رہی۔

(۵) ترجمہ۔ وہ وقت یاد کر کہ جب پیالہ کا یاقوت ہنستا تھا تو میرے اور تیرے لبِ لعل کو درمیان کیا کیا باتیں ہوا کرتی تھی یعنے جامِ مے میں شرابِ سرخ کی جھلک دیکھکر میں تیرے لبِ لعل کو بوسہ لیا کرتا تھا۔ یا تیرے لبِ لعل کی سرخی کو شراب کی سرخی سے افضل بیان کیا کرتا تھا۔

(۶) ترجمہ۔ وہ وقت یاد کر کہ اس اخلاق و آداب کی مجلس میں صرف شرابِ سرخ ہی تھی جو مستانہ قہقہہ لگاتی تھی۔ یعنے اس بزمِ ادب میں خندۂ شراب کے سوا اور کوئی قہقہہ وغیرہ نہیں ہوتا تھا۔

(۷) ترجمہ۔ وہ وقت یاد کر کہ شراب صبح پی کر اس بزمِ محبت میں میرے اور میرے شوق کے بغیر اور کوئی نہیں ہوتا تھا اور خدا ہمارے ساتھ ہوتا تھا۔

(۸) ترجمہ۔ وہ وقت یاد کر کہ میرا جرا باقی اور مست ہوتا تھا اور جو چیز آج میری مجلس میں کم ہے اس جگہ موجود تھی یعنے شراب (شراب معرفت سمجھو یا شوقِ شیراز)

(۹) ترجمہ۔ وہ وقت یاد کر کہ تیری اصلاح سے درست ہوتی تھی ہر گونہ ناسفتہ کی نظم جو حافظ کی تھی۔

گونہ ناسفتہ۔ یعنے نئے خیالات۔ مطلب یہ ہے کہ حافظ کے اشعار کی تو اصلاح کرتا تھا۔

غزل ۱۵۱

یاد باد آنکہ سرِ کوی تو ام منزل بود	۱	دیدہ را روشنی از خاک درت حاصل بود
راست چوں سرو و گل از صحبت پاک	۲	زر بما بود مرا آنچہ ترا در دل بود
دلم از پرتوِ رخسار تو نقد معانی می جست	۳	عشق میکفت شرح آنکہ بر و مشکل بود
آہ از ین جور و تظلم کہ در ین دامگہ است	۴	وای آں عیش و نعم کہ دراں منزل بود

دردلم بود کہ بی دوست نباشم ہرگز	۵	چہ توان گفت کہ سعی من دل باطل بود	
دوش بر یاد حریفان بخرابات شدم	۶	خم می دیدم و خون در دل و پا در گل بود	
بس بگشتم کہ بپرسم سبب درد فراق	۷	مفتی عقل در ین مسئلہ لایعقل بود	
راستی خاتم فیروزۂ بواسحاقی	۸	خوش درخشید و لی دولت مستعجل بود	

(۹) دیدی آن قہقہہ کبک خرامان حافظ — کز سر پنجہ شاہین قضا غافل بود (۹)

یہ غزل خواجہ صاحب نے ابو اسحاق بادشاہ کے مرنے پر لکھی ہے۔ امیر شیخ ابو اسحاق شیراز و دیگر ممالک فارس کا بادشاہ تھا سلطان ابو سعید بہادر خاں کے بعد بادشاہ ہوا۔ خواجہ صاحب کا مربی اور ممدوح تھا اس غزل میں خواجہ صاحب نے اس کی سلطنت کے سریع الزوال اور دولت مستعجل ہونے کا ذکر کیا ہے۔ تھوڑی مدت سلطنت کرنے کے بعد امیر مبارز الدین ابن مظفر کے حکم سے ابو اسحاق قتل کیا گیا۔ یہ غزل اسی واقعہ کی نوحہ خوانی ہے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۳۱ سوانحعمری۔

مہری ہروی نے ایک غزل خواجہ صاحب کی اس غزل پر لکھی ہے جس کے چند اشعار غزل ہذا کے مقابل اشعار کی شرح میں درج کئے گئے ہیں۔

(۱) ترجمہ۔ وہ وقت یاد کر جب کہ تیرے کوچہ میں میرا مقام تھا۔ آنکھوں کو تیرے دروازہ کی خاک سے روشنی حاصل تھی۔

(۲) ترجمہ یعنی سوسن اور گل کی طرح پاک صحبت کا اثر ہے۔ جو کچھ تیری دل میں ہوتا تھا میری زبان پر ہوتا تھا۔

سوسن کے پھول کو زبان سے تشبیہ دیتے ہیں۔ کیونکہ اس پھول کی پنکھڑیاں علیحدہ علیحدہ زبان کی طرح ہوتی ہیں۔ بخلاف اسکے گل (گلاب کا پھول) پنکھڑیوں کا ایک گنجان مجموعہ ہوتا ہے۔ جسے دل سے تشبیہ دی سکتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جسطرح سوسن اور گل ہم نشین ہوتے ہیں اور جو کچھ گل کے دل میں ہوتا ہے وہ سوسن کی زبان پر ہوتا ہے (یعنی پنکھڑیاں گل کا دل اور سوسن کی زبان ہوتی ہیں) اسی طرح میرے تیری پاک صحبت سے مستفیض ہوتا تھا اور جو کچھ تیرے دل میں ہوتا تھا میری زبان پر ہوتا یعنے میری زبان تیرے دل کی ترجمان تھی۔

خواستم سوز دل خویش بگویم با شمع		داشت او خود ز زبان آنچہ مرا در دل بود	(مہری)

(۳) ترجمہ دل عقل کو پیر کے معانی کا نقد ڈھونڈھتا تھا۔ عشق تشریح کے بیان کر دیتا تھا۔ جو اسکے نزدیک مشکل بات نہیں۔

یعنے دل اسرارِ معرفت اور معانی عقل سے طلب کرتا تھا لیکن عقل کیلئے ان باتوں کا بیان مشکل تھا لیکن عشق ان باتوں کو بتوضیح و تشریح بیان کر دیتا تھا ظاہر ہے۔ کہ معرفت کو معانی عقل بیان نہیں کر سکتی۔ صرف عشق بیان کر سکتا ہے اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر (۷) غزل ہذا۔

اہل نکتہ کہ بر پیر خرد مشکل بود	از مو دیم بیک جرعہ حمی حاصل بود	(مہری)

(۴) ترجمہ۔ اے ظلم و ستم پر افسوس ہے جو اس قیدخانہ میں ہے۔ اس عیش و عشرت پر حسرت ہے جو اس منزل میں تھا۔ گذشتہ عیش و عشرت پر حسرت اور موجودہ پریشان حالی پر افسوس کا اظہار ہے۔

(۵) ترجمہ۔ میرے دل میں یہ خیال تھا کہ دوست کے بغیر ہرگز نہیں ہونگا۔ (لیکن) کیا کہوں کہ میری اور میرے دل کی کوشش بے سود تھی۔

یعنے میری آرزو باطل ہوئی اور تو مجھ سے جدا ہو گیا۔

(۶) ترجمہ۔ کل میں حریفوں کی یاد میں خرابات کیطرف گیا۔ خم کے کو میں نے دیکھا کہ اس کے دل میں خون ہے اور پانگل ہے خم کے اندر شراب پر رنج ہوتی ہے۔ اس لئے کہا کہ اسکا دل پر خون تھا اور خم کے نیچے زمین پر عموماً تھوڑا تھوڑا کیچڑ ہوتا ہے۔ لہذا پا در گل کہا مطلب یہ ہے کہ میخانہ کے دروویوار سے میخوشوں کی نہ ہونے کی وجہ سے یاس و حسرت ٹپکتی تھی۔ اور خم سے خود خون در دل اور پا بگل تھی۔

(۷) ترجمہ۔ میں بہت پھرا کہ دردِ فراق کا سبب پوچھوں۔ لیکن عقل کامفتی اس مسئلہ میں بے عقل تھا۔

لاعقل بفتح تحتانی و کسر قاف۔ لام آخر استعمالِ فارسی میں ساکن ہے اگرچہ اصل میں متحرک ہے صیغہ فعل مزارع منفی ہے۔ استمرار کے لئے آتا ہے حیوان کی صفت میں واقع ہوتا ہے جس سے کمال نادانی کا اظہار مطلوب ہوتا ہے یعنے اب بھی بعقل ہے اور آئندہ بھی بے عقل رہیگا۔

مطلب یہ ہے کہ مسائل عشق کو عقل ہرگز حل نہیں کر سکتی۔ دیکھو شعر (۳) غزل ہذا تفصیلی بیان اور تشریح کے لئے دیکھو شعر ۲۰۰ د ۵۰ ل ۵۰

اگفتم از مدد سر سیم سبب حرمت سے	دریں سکس کہ زوم بیخبرد و لا یعقل بود	(مہری)

(۸) ترجمہ۔ سچ ہے کہ بوا سحاقی فیروزہ کی انگشتری بہت اچھی چمکتی تھی لیکن ناپائدار دولت تھی۔

بوا سحاقی۔ نیشاپور میں فیروزہ کی کان ہے جسکو ابو اسحاق کے نام پر بوا سحاقی کہتے ہیں **مستعجل** شتابندہ شتاب کرنے والا۔ جلدی گزرنے والا۔ ناپائدار۔

شیخ ابو اسحاق بادشاہ شیراز کی دولتِ مستعجل کا بیان ہے۔

دولتے بود تماشا گہِ رخت مہری را	حیف صد حیف کہ آں دولتِ مستعجل بود

(۹) ترجمہ ۔ اے حافظ تو نے کبکِ خراماں کی اس قہقہہ کو دیکھا۔ کہ شاہینِ قضا کے پنجہ سے غافل تھا۔

کبکِ خراماں سے یہاں مراد شیخ ابو اسحاق۔ قہقہہ سے مراد اسکی چند روزہ عیش و عشرت کی سلطنت اور شاہینِ قضا سے مراد موت۔

غزل (۱۵۲)

یاری اندر کس نمی بینیم یاراں را چہ شد	۱	دوستی کے آخر آمد دوستداراں را چہ شد
آبِ چشمِ ما کہ گوں شد خضرِ فرخ پی کجاست	۲	خونِ ما چکید از شاخِ گل باد بہاراں را چہ شد
صد ہزاراں گل شگفت و بانگِ مرغی بر نخاست	۳	عندلیباں را چہ پیش آمد ہزاراں را چہ شد
لعلے از کانِ مروت بر نیامد سالہاست	۴	تا بر شخ رشید و سعی ابرِ بہاراں را چہ شد
زہرہ ساز خود نمیگیرد مگر عودش بسوخت	۵	کس ندارد شوقِ مستی میگساراں را چہ شد
کس نمیگوید کہ یاری داشت حقِ دوستی	۶	حق شناساں را چہ حال افتاد یاراں را چہ شد
گوی توفیق و کرامت در میاں افگندہ اند	۷	کس بمیدانِ نمی آرد سواراں را چہ شد

(۷) حافظ اسرارِ الٰہی کس نمی داند خموش — از کہ می پرسی کہ دورِ روزگاراں را چہ شد (۸)

بظاہر خواجہ صاحب نے یہ غزل اپنے زمانہ کے متعلق لکھی تھی۔ مگر واقعات کو دیکھا جائے۔ تو یہ غزل لسان الغیب اسوقت کے لئے نہیں بلکہ موجودہ زمانہ کے لوگوں کے لئے لکھی ہے۔ اُس زمانہ میں تو پھر گوئے "توفیق و کرامت" کو میدان میں دیکھکر سوار و نکا دل للچاتا ہوگا۔ مگر موجودہ زمانہ کے مسلمانوں میں تو بالکل اس بات کا احساس ہی نہیں رہا۔ اُن دنوں میں تو کانِ مروت کے کئی لعل موجود تھے جنکی درخشندگی نے کئی سو سال بعد تک بھی زمانہ کو روشن رکھا لیکن آج فی الحقیقت کانِ مروت سے ایک لعل بھی دستیاب نہیں ہوتا۔ چند ایک سنگریزے ہیں جنکو مصنوعی

آب تاب نے باقی پتھروں سے جدا اور ممتاز کیا ہوا ہے لیکن انکا تصنع پائدار نہیں اُن میں حقیقی جوہر نہیں۔ بیرونی نمائش ہے غیر اقوام میں تو پھر کچھ نہ کچھ موجود ہے مسلمان بالکل محروم ہیں۔ تابش خورشید بدستور ہے۔ ابر و باراں کی سعی میں بالکل کمی واقع نہیں ہوئی بااین ہمہ کوئی لعل پیدا نہیں ہوتا۔ وجہ یہ ہے۔ کہ لعل و گوہر کے طالب ہی نہیں رہے جس چیز کو زمانہ مانگتا ہے۔ وہ اُن کے پاس موجود ہے جس مال کی خریداری نہ ہو۔ بازار میں کیونکر آئے۔ نور ایمان دلوں میں بہت کم ہے عشق الٰہی کا نام ہی نام رہ گیا ہے۔ رسول ؐ کی عزت بھی صرف تبرکاً باقی ہے۔ آپ خود انصاف کریں کہ ان حالات میں تابش خورشید کیا کرے مسلمانوں میں نہ اسلامی سخاوت ہے نہ شجاعت۔ نہ وہ پرانی بردباری ہے نہ خودداری۔ نہ وہ اگلی خوش اخلاقی ہے نہ پہلا سا تہوّر نہ اسلامی اخوت ہے نہ دوست پروری۔ بہائی کا بھائی دشمن ہے۔ دوستی میں اخلاص نہیں۔ اتفاق کی بجائے نفاق ہے۔ ذوقِ عمل باقی نہیں رہا۔ ایثار کا نام بھی نہیں۔ پیدل چلنا ہی بھول گئے سوار ہو کر میدان میں کسطرح آئیں۔ وہ پیادہ نہیں وہ بادہ خوار نہیں۔ نہ خودی ہے اور نہ بیخودی نہ وہ مستی ہے اور نہ مستوری۔ صرف مغربی شراب باقی ہے جسے پیتے ہیں اور خدا کو بھول جاتے ہیں شرابِ انگور کی مستی کا دل میں شوق ہے۔ لیکن شرابِ طہور کا بالکل اس زمانہ میں سودا ہی نہیں۔ پھول ہزار کھلیں بلبل کو دل کی احساسِ عشق ہی اٹھ گیا ہو۔ تو پھر کیا ہو حیات جاوید کا کوئی طالب ہی نہ ہو تو خضر آئے بھی تو کیا کرے اور آب حیات ہو بھی تو کیا فائدہ جب بلبلیں نہیں تو شاخِ گل سے خون ہی پڑا ٹپکے۔ بادِ بہاری کو کیا پڑی ہے۔

یہ غزل موجودہ زمانہ کے مسلمانوں کی مذہبی اخلاقی۔ تمدنی اور ملکی حالت کا بالکل صحیح نقشہ ہے

(۱) ترجمہ۔ یاری ہم کسی میں نہیں دیکھتے۔ یار تو کہاں گیا ہوا۔ دوستی کا کب خاتمہ ہوا اور دوستداروں کو کیا ہوا

(۲) ترجمہ۔ آب حیات سیاہ ہو گیا ہو مبارک قدم خضر کہاں ہے۔ شاخِ گل سے خون ٹپک پڑا ہے۔ بادِ بہاری کو کیا ہو گیا آج کل اسلام اسی شاخِ گل کیطرح ہو گیا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ لاکھوں پھول کھلے لیکن ایک پرندہ کی آواز بھی نہ آئی۔ بلبلوں کو کیا پیش آئی ہے۔ ہزاروں کو کیا ہوا ہے۔

ہزار سے مراد ہزار داستاں یعنے بلبل۔

(۴) ترجمہ۔ کئی سال ہوئے کہ مروت کی کان سے کوئی لعل نہیں نکلا۔ آفتاب کی تابش کو اور ابر و باراں کی سعی کو کیا ہوا۔

مروت ۔ بضمتین و تشدید واؤ مفتوحہ ۔ مردی ۔ مردی ماخوذ از مر بمعنی مرد

تابش خورشید اور ابر و باراں کے اثر سے پتھر لعل بنتے ہیں ۔ فرماتے ہیں کہ کوئی لعل نظر نہیں آتا تابش خورشید کو کیا ہوا ہی مطلب یہ ہے کہ اس زمانہ میں کوئی مرد پیدا نہیں ہوتا ۔ دست قدرت کو کیا ہوا اس سوال کا جواب خواجہ صاحب خود شعر د ۱۱۷/۳ میں دے چکے ہیں ۔

طالب لعل و گہر نیست وگرنہ خورشید		ہمچناں در عمل معدن و کانست کہ بود	

اسی مضمون پر ہے ۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں		راہ دکھلائیں کسے رہرو منزل ہی نہیں	
تربیت عام تو ہی جوہر قابل ہی نہیں		جس کی تعمیر ہوا دم کی وہ یہ گل ہی نہیں	
کوئی قابل ہو تو ہم شان کئی دیتے ہیں			
ڈھونڈنے والوں کو دنیا ہی نئی دیتے ہیں			

(۵) **ترجمہ** ۔ زہرہ اپنا ساز نہیں بیچتی ۔ شاید اسکا عود جل گیا ۔ کسی کو مستی کا شوق نہیں شراب خواروں کو کیا ہوا

زہرہ ۔ ایک ستارہ کا نام جسے رقاصۂ فلک بھی کہتے ہیں ۔ **عود** ۔ ایک ساز کا نام ہی جسے بربط بھی کہتے ہیں ۔ ایک سیاہ لکڑی کا نام بھی ہی ۔ جو جل کر نہایت عمدہ خوشبو دیتی ہی ۔ عود اور سوخت کی رعایت ظاہر ۔ مطلب یہ ہے کہ زہرہ کو رقص و سرود بھول گئے اور میخواروں کی مستی ہی نہیں زمانہ کی کیفیت ہی دگرگوں ہی ۔

(۶) **ترجمہ** ۔ کوئی یہ نہیں کہتا کہ ایک دوست تھا جسے دوستی کا حق حاصل تھا ۔ حق شناسوں کا کیا حال ہوا اور یاروں کو کیا پیش آئی ہے ۔

یعنے کوئی شخص حق دوستی نہیں پہچانتا ۔ البتہ محبت معدوم ہوا جاتا ہی ۔

(۷) **ترجمہ** ۔ توفیق اور کرامت کی گیند درمیان پڑی ہی کوئی شخص میدان کی طرف رخ نہیں کرتا ۔ سواروں کو کیا ہو گیا ہے ۔

توفیق ۔ خداوند تعالے کا انسانوں کی خواہش کے مطابق اسباب پیدا کرنا تاکہ وہ خواہش پوری ہو

کرامت ۔ بزرگی ۔ عطا ۔ عنایت ۔

مطلب یہ ہی کہ عالمان قضا و قدر نے (خدا نے) اسباب پیدا کر دیئے ہوئے ہیں لیکن کوئی شخص

ان اسباب سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کرتا۔ کیا وجہ ہے۔

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ چپ رہ۔ خدا کے بھید دنکو کوئی نہیں سمجھ سکتا تو کس سے پوچھتا ہے کہ دورِ روزگار کو کیا ہوا مطلب یہ ہے کہ اسرارِ الٰہی کا کسی شخص کو علم نہیں۔ تو کس سے پوچھ رہا ہے کہ یہ کیا ہوا اور کیوں ہوا۔

غزل ۱۵۳

یک دو جامم دی سحر کہ اتفاق افتادہ بود	۱	وز لبِ ساقی شرابم در مذاق افتادہ بود
از سرِ مستے دگر با شاہدِ عہد شباب	۲	رجعتی میخواستم لیکن طلاق افتادہ بود
نقش می بستم کہ گیرم گوشہ زاں چشمِ مست	۳	طاقتِ صبر از خمِ ابروش طاق افتادہ بود
ساقیا جامِ دمادم دہ کہ در سیرِ طریق	۴	ہر کہ عاشق وش نباشد در نفاق افتادہ بود
ای معبر مژدہ فرما کہ دوشم آفتاب	۵	در سرِ خوابِ صبوحی ہم وثاق افتادہ بود
در مقاماتِ طریقت ہر کجا کردیم سیر	۶	عافیت را با نظر بازی فراق افتادہ بود
گر بہ دی شاہِ یحییٰ نصرت الدین از کرم	۷	کار ملک و دین ز نظم و اتساق افتادہ بود
(۸)	حافظ آں ساعت کہ ایں نظمِ پریشاں می نوشت	(۸)
	طائرِ فکرش بدامِ اشتیاق افتادہ بود	

(۱) ترجمہ۔ کل صبح کو وقت ایک دو پیالہ شراب پینے کا مجھے اتفاق ہوا اور لبِ ساقی سے شراب میرے منہ میں پڑی

مذاق۔ محلِ ذائقہ۔ چکھنے کی جگہ۔ دہن و کام۔

مطلب یہ ہے کہ لبِ ساقی کے بوسہ نے مجھے مست کر دیا

(۲) ترجمہ۔ مستی کی وجہ سے عہدِ شباب کے معشوق کیطرف میں دوبارہ رجوع کرنا چاہتا تھا لیکن طلاق ہو چکی تھی

رجعت۔ بالفتح۔ مرد کا زن مطلقہ کیطرف رجوع کرنا مطلق رجوع کرنا۔ بعض قسم کی طلاقوں میں طلاق کے ہمیشہ کے لئے واقع ہو جانے سے پہلے رجعت ہی ہو سکتی ہے۔ لیکن طلاق واقع ہو جانے کے بعد رجعت نہیں

ہوسکتی۔ مطلب یہ ہی کہ مستی کی حالت میں میں دوبارہ عہد شباب کا لطف حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن عہد شباب جا چکا تھا اور ہمیشہ کے لئے جا چکا تھا۔

(۳) ترجمہ۔ میں ارادہ کرتا تھا کہ اس چشم مست سے کنارہ کشی اختیار کروں لیکن صبر کی طاقت اسکے خم ابرو سے زائل ہو چکی تھی۔

یعنے کنارہ کشی کی طاقت نہیں رہی تھی۔ دل بے صبر ہو گیا تھا۔ طاق افتادن یعنے برطاق افتادن بھول جانا۔ زائل ہو جانا۔ گوشہ وچشم اور خم ابرو وطاق کی رعائت ظاہر۔

(۴) ترجمہ۔ آساتی پے در پے (متواتر) جام دے کہ راہِ طریقت میں جو شخص عاشق نما نہیں ہوتا وہ منافق ہوتا ہے۔

مطلب یہ ہی کہ عاشق ہمیشہ مست ہوتے ہیں اس لئے جو عاشق مستوری کا اظہار کرے اور عاشقوں کیطرح مست نظر نہ آئے وہ منافق ہوتا ہی۔ لہذا چاہئے کہ پے در پے شراب پیتے جائیں۔ تاکہ ہمیشہ مست ہی رہیں اور مستہی نظر آئیں مستوری نام کو نہ ہو۔

(۵) ترجمہ۔ اے تعبیر کرنے والے خوشخبری سنا کہ کل آفتاب۔ صبح کی میٹھی نیند میں میرا ہم منزل تھا۔

معبر۔ تعبیر کرنے والا۔ خواب کی تعبیر بیان کرنے والا **وثاق**۔ خانہ۔ حرم سرائے۔ حرم۔ منزل۔

مطلب یہ ہی کہ میں کل صبح کی میٹھی نیند میں تھا کہ خواب میں آفتاب کو اپنے ساتھ ایک مکان میں دیکھا۔ خواجہ صاحب اسکی تعبیر یہ چاہتے ہیں کہ معشوق انکے گھر تشریف لائیگا۔ عموماً خواب سحر سچی سمجھی جاتی ہی۔

(۶) ترجمہ۔ ہم نے مقامات طریقت میں جہاں کہیں سیر کی۔ یہی دیکھا کہ آرام نظر بازی سے دور رہتا ہی۔

مطلب یہ ہی کہ آرام اور عشق دو متضاد باتیں ہیں۔ جہاں عشق ہوگا۔ آرام حرام ہوگا۔ عاشق کو آرام نصیب نہیں ہوتا۔

(۷) ترجمہ۔ اگر شاہ یحییٰ نصرت الدین کی کرمفرمائی نہ ہوتی۔ تو ملک دین کا نظم ونسق بگڑ چکا تھا۔

یہاں خواجہ صاحب نے عشقیہ مضامین سے ممدوح کی مدح کیطرف گریز کیا ہی۔ شاہ یحییٰ کے لئے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ (۱۹) سوانحعمری

(۸) ترجمہ۔ جبوقت حافظ یہ پریشان نظم لکھتا تھا اسکی فکر کا پرندہ شوق کے جال میں پھنسا ہوا تھا۔

یعنے طائرِ فکر آزاد نہ تہا۔ دامِ اشتیاق میں گرفتار تہا۔

غزل (۱۵۴)

یارم چو قدح بدست گیرد	۱	بازار بتاں شکست گیرد	
در بحر فتادہ ام چو ماہے	۲	تا یار مرا بشست گیرد	
در پاش فتادہ ام بزاری	۳	آیا بود آنکہ دست گیرد	
ہر کس کہ بدید چشم او گفت	۴	کو محتسبے کہ مست گیرد	
خرم دل آنکہ ہمچو حافظ	(۵)		(۵)
جامے ز مئے الست گیرد			

(۱) ترجمہ۔ میرا معشوق جب پیالہ ہاتہہ میں لیتا ہی تو اور معشوقوں کا بازار سرد پڑجاتا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ میں سمندر میں مچھلی کیطرح پڑا ہوں۔ تاکہ معشوق مجہو کانٹے سے پکڑلے

شست ۔ بفتح۔ اس لفظ کے کئی معنے ہیں جن میں سے دو یہ ہیں۔ (۱) حلقہ زلف و (۲) مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔

مطلب یہ ہی کہ میں اس انتظار میں ہوں کہ معشوق اپنے خم زلف میں مجہو گرفتار کرلے۔

(۳) ترجمہ۔ میں اسکے پاؤں میں عاجزی سے گرا ہوا ہوں۔ شاید کہ وہ میرا ہاتہہ پکڑلے۔

(۴) ترجمہ۔ جس شخص نے اسکی آنکہہ دیکہی کہا کہ محتسب کہاں ہی کہ اس مست کو پکڑے جائے۔

یعنے اسکی آنکہہ مست ہی، محتسب اور مستوں کو پکڑتا ہے۔ اسکو کیوں نہیں پکڑتا۔

(۵) ترجمہ۔ اس شخص کا دل خوش ہی۔ جس نے حافظ کیطرح شرابِ الست سے پیالہ لیا۔

مئے الست ۔ سے مراد شرابِ عشق۔ الست بربکم قالوا بلی کیطرف اشارہ ہی۔ جب خالق و مخلوق کے درمیان سلسلۂ عشق قائم ہوا۔ دیکہو شعر الف ۱

خواجہ صاحب نے یہاں پہر اپنی شراب کی تشریح کردی ہی۔ اب بہی اگر کوئی شخص خواجہ حافظ کی

شراب پینے عرض کرے تو اسکی عقل پر افسوس!

ردیف ذ

غزل (۱)

بنویس دلا بیار کاغذ	۱	بفرست بہ آن نگار کاغذ
اے باد صبا بہر آن شوخ	۲	از عاشق بے قرار کاغذ
ہرگز نفرستاد جوابے	۳	گر بنویسم ہزار کاغذ
تا نام تو نقش شد براو ماند	۴	بر صفحہ روزگار کاغذ

(۵) بنویس زروے مہربانی برحافظ دل فگار کاغذ (۵)

(۱) ترجمہ۔ اے دل معشوق کو خط لکھ۔ (۲) معشوق کیطرف خط بھیج۔

(۲) ترجمہ۔ اے بادِ صبا اس شوخ کے پاس عاشق بیقرار کا خط لے جا۔

(۳) ترجمہ۔ وہ ہرگز جواب نہیں لکھتا۔ اگر میں ہزار خط بھی اسکو لکھوں۔

(۴) ترجمہ۔ جب سے تیرا نام اس پر نقش ہوا ہے صفحہ روزگار پر کاغذ باقی رہ گیا ہے۔
یعنے جب سے تیرا نام کاغذ پر لکھا گیا ہے۔ اسکی برکت سے کاغذ صفحہ روزگار پر قائم اور باقی ہے۔

(۵) ترجمہ۔ براہ مہربانی حافظ خستہ دل کیطرف خط لکھ۔

ردیف ر

غزل (۱)

الا ای طوطی گویای اسرار	۱	مباد از شکر خالیت منقار	
سرت سبز و دولت خوش باد جاوید	۲	که خوش نقشی نمودی از خط یار	
سخن بشکسته گفتی با حریفان	۳	خدا را ازین معما پرده بردار	
برو ای مازن از ساغر گلابی	۴	که خواب آلوده ایم ای بخت بیدار	
چه ره بود اینکه زد در پرده مطرب	۵	که می رقصند با هم مست و هشیار	
ازین افیون که ساقی در می افگند	۶	حریفان را نه سر ماند نه دستار	
خرد هر چند نقد کائنات ست	۷	چه سنجد پیش عشق کیمیا کار	
سکندر را نمی بخشند آبی	۸	بزور و زر میسر نیست این کار	
بیاد حال اهل درد بشنو	۹	به لفظ اندک و معنی بسیار	
بمستوران مگو اسرار مستی	۱۰	حدیث جان مپرس از نقش دیوار	
بپرهیزی عدوی دین و مال ست	۱۱	خداوندا دل و دینم نگهدار	
خداوندی بجای بندگان کرد	۱۲	خداوندا ز آفاتش نگهدار	

(۱۳) بیمن دولت منصور شاهی (۱۳)

علم شد حافظ اندر نظم اشعار

(۱) ترجمہ۔ ہاں اے اسرار بیان کرنے والی طوطی۔ تیری چونچ شکر سے کبھی خالی نہ ہو۔

(۲) ترجمہ۔ سرتیرا سبز اور دل ترا ہمیشہ خوش رہے۔ کہ تو نے معشوق کے خط سے بہت اچھا نقش پیدا کیا ہے

(۳) ترجمہ۔ تو نے حریفوں کو بستہ (پوشیدہ) بات کہی ہے۔ خدا کے لیے اس معمہ سے پردہ اٹھا۔

گذشتہ ہر سہ اشعار میں خطاب طوطی کو یا اسرار کیطرف ہے اور مضمون مسلسل ہے

بعض کے نزدیک طوطی سے یہاں مراد مرشد ہے۔ جو اسرارِ معرفت بیان کرتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیطرف اشارہ بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ بھی باغ توحید کے خوش گفتار طوطی تھے اور دنیا کو اسرارِ حقیقت سے آگاہ کیا۔ اسصورت میں خطِ یار سے مراد قرآن کریم ہوگی۔ اگر زیادہ تاویلوں کی ضرورت نہ ہو تو دیارِ معشوق کے قاصد کو طوطی کہہ لو کیونکہ وہ بھی اسرار و رموزِ عشق بیان کرتا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ ہمارے چہرہ پر ساغر سے گلاب چھڑک۔ کیونکہ اے بختِ بیدار! ہم خوابِ غفلت میں ہیں

نیند سے بیدار کرنے کے لئے عموماً پانی یا گلاب چہرہ پر چھڑکا جاتا ہے۔ خواجہ صاحب یا تو بختِ بیدار کو ہی مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ ہم کو خوابِ غفلت سے بیدار کر اور ہمارے ساتھ ہو۔ یا ساقی کو بختِ بیدار کہا ہے۔ اور التماس کی ہے کہ ساغر سے گلاب ہمارے چہرہ پر چھڑک۔ اس صورت میں گلاب سے مراد شراب ہوگی۔

(۵) ترجمہ۔ یہ کیا سرود تھا جو مطرب نے پردہ ساز میں گایا۔ کہ مست و ہشیار سب یکبار قص کر رہے ہیں۔

راہ زدن۔ سرود کہنا۔ نغمہ سرائی کرنا۔ گانا۔

مطلب یہ ہے کہ مطرب نے یہ کیسی نغمہ سرائی کی ہے۔ کہ مست و ہشیار تمام کے تمام حالتِ وجد میں آ گئے ہیں۔

(۶) ترجمہ۔ اِس افیون سے جو ساقی نے شراب میں ڈالی ہے۔ حریفوں کا سر رہا ہے نہ پگڑی

مطلب یہ ہے۔ کہ سالک نے اسرارِ عشق کے بیان کرنے میں جو رموزِ معرفت ظاہر کئے ہیں۔ ان کے سننے سے نہ سر کی ہوش رہی ہے نہ دستار کی۔

(۷) ترجمہ۔ عقل ہر چند کائنات کا نقد ہے۔ لیکن کیمیاگر عشق کی نظروں میں نہیں جچتی۔

یعنے عقل بہت اچھی چیز ہے لیکن عشق کا مقابلہ نہیں کر سکتی عشق کی مستی عقل کی مستوری سے بدرجہا افضل ہے تشریح کے لئے دیکھو شعر ۶۰ د ۵۰ د ۱۵۱ ل ۸۔ نقد و کیمیا کی رعایت ظاہر۔

(۸) ترجمہ۔ سکندر کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نہیں دیتی۔ یہ کام زور اور زر سے حاصل نہیں ہوتا۔
مطلب یہ ہے کہ سکندر ایک بہت بڑا بادشاہ تھا۔ خضر علیہ السلام اسکو راہنما تھے۔ پھر بھی آبِ حیات کا ایک گھونٹ اسے نصیب نہ ہوا۔ یہ کام زور اور زر سے نہیں چلتا۔

	این سعادت بزورِ بازو نیست		تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اسی مضمون پر ہے۔

	تہی دستانِ قسمت راچہ سود از زرِ کامل		کہ خضر از آبِ حیوان تشنہ می آرد سکندر را

(۹) ترجمہ۔ آہ اور اہ و درد کا حال سن۔ تھوڑے سے لفظوں میں اور بہت سے معنوں میں۔
یعنی اہ و درد کا بیان تھوڑے لفظوں میں ہوتا ہے لیکن بلحاظِ معانی بہت جامع ہوتا ہے۔

(۱۰) ترجمہ۔ مستورد سے مستی کے اسرار بیان نہ کر۔ جان کی باتیں دیوار کی تصویر سے نہ پوچھ۔
مطلب یہ ہے کہ زاہدانِ ظاہر بین سے عشق کے اسرار و حقائق بیان نہ کر کہ یہ لوگ صرف دیوار کی تصویر ہیں۔ ان میں جان نہیں ظاہری عبادت ایمان کی تصویر ہے۔ عشق الٰہی اسکی جان ہے۔

(۱۱) ترجمہ۔ معشوق چینی دین و دل کا دشمن ہے۔ اے خدا میرا دل اور دین اس سے بچا۔

بت چینی۔ چین کی تصویریں مجسمے بہت خوبصورت ہوتے ہیں۔ اس لئے معشوقوں کو بت چینی کہتے ہیں۔

(۱۲) ترجمہ۔ اس نے بندوں کے حق میں خداوندی کی۔ خدا اس کو آفتوں سے محفوظ رکھے۔
یعنی اسکے لطف و کرم اور عدل و انصاف کے عوض خدا اسے تمام آفات سے بچائے۔

(۱۳) ترجمہ۔ منصور شاہی دولت کے یمن سے حافظ شعر نظم کرنے میں ممتاز ہو گیا ہے۔

عَلَم شدن۔ نشان ہونا۔ ممتاز ہونا۔ بلند ہونا۔ (علم بمعنے جھنڈا)

منصور شاہ۔ شاہ یحییٰ کے بعد شیراز کا بادشاہ ہوا۔ خواجہ صاحب کا مربی اور ممدوح تھا۔ اور کئی غزلوں میں یہی خواجہ صاحب نے اسکی طرف اشارہ کیا ہے۔ دیکھو غزل (۲۰) ردیف دو۔
تفصیلی حالات کے لئے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۹ - ۲۰ سوانحعمری۔

غزل (۲)

ای باد مشکبو بگذر سوئے آن نگار	۱	بگشا گرہ ز زلف و نوے بمن بیار
با او بگو کہ اے مہ نامہربان من	۲	باز آ کہ عاشقان تو مردند ز انتظار
دل دادہ ایم و مہر تو از جاں خریدہ ایم	۳	بر ما جفا و جور فراقت روا مدار
کردی چو روزگار فراموش بندہ را	۴	زنہار عرض یار وفادار گوش دار
ای دل بساز با غم ہجراں و صبر کن	۵	ای دیدہ در فراقش ازیں بیش خوں مبار
باری خیال دوست ز پیش نظر مشو	۶	چوں بر وصال یار ندارم اختیار

(۷) حافظ تو تا بکی غم مال جہاں خورے (۷)
بسیار غم مخور کہ جہاں نیست پایدار

یہ غزل بعض قلمی دیوانوں میں نہیں ہے۔

(۱) ترجمہ۔ اے خوشبودار ہوا اس معشوق کیطرف جا اسکی زلف سے گرہ کھول اور اسکی خوشبو مجھ تک لا۔

(۲) ترجمہ۔ اسکو کہو کہ اے میرے نامہربان معشوق۔ واپس آجا تیرے عاشق انتظار میں مر رہے ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ ہم نے دل دیا ہے اور تیری محبت جان سے خریدی ہے۔ ہم پر اپنے فراق کا جور و جفا روا نہ رکھ۔
یعنے ہم کو اپنی جدائی کے رنج و غم میں مبتلا نہ کر

(۴) ترجمہ۔ تو نے زمانہ کیطرح بندہ کو فراموش کر دیا ضرور یار وفادار کی عرض کو سُن۔
یعنے تو نے زمانہ کی طرح بیوفائی کی ہے۔

(۵) ترجمہ۔ اے دل غم ہجر کے ساتھ موافقت پیدا کر اور صبر کر اے آنکھ اسکے فراق میں اس سے زیادہ خون کے آنسو نہ رو۔

(۶) ترجمہ۔ ہاں معشوق کا خیال کو آنکھوں کے سامنے سے دور نہ کر جب کہ ہم کو وصال یار پر اختیار نہیں۔
یعنے وصال پر اختیار نہیں اسلئے کم از کم اتنا ضروری ہے کہ اسکی تصویر ہمیشہ آنکھوں کے سامنے رہے۔

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ تو کب تک دنیا کے مال کا غم کھائیگا۔ بہت غم نہ کھا کیونکہ دنیا ناپایدار ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اس ناپائدار دنیا کے مال و جاہ کے لئے غم نہیں کرنا چاہیئے۔

بس بگردید و بگردد روزگار		دل بدنیا ورنہ بندد ہوشیار	

غزل (۳)

ای بردہ گوی حسن ز خوبان روزگار	۱	قدت براستی چو ہمی سرو جویبار	
الحق وجود نقش و نشان دہان تو	۲	موہوم نقطہ ایست نہ پنہاں نہ آشکار	
دادیم دل بدست خط و زلف و خال تو	۳	از دست ہر سہ تا چہ کشد این دل فگار	
با و اہزار دشمن اگر یار با من ست	۴	دانم مصاف را و نترسم ز کارزار	
عشقت چو در سرا چہ دل جا نمی شد	۵	زین در اگر بدر شوم آیم با ضطرار	
گر سرو پیش قد تو سر کشید مرنج	۶	عشق طویل را نبود ہیچ اعتبار	

(۷) منصوبہ ہوای تو حافظ کنوں چو باحت — در شش جہت دلش فتادہ مہرہ وار (۷)

(۱) ترجمہ یہ ہے کہ تو تمام جہاں کے حسینوں سے گوئی حسن لے گیا ہے تیرا قد راستی میں جوبار کے سرو جیسا ہے۔ سرو عموماً لب جوئگائے جاتے ہیں۔ اس لئے سرو جوبار کہا۔

(۲) ترجمہ۔ فی الحقیقت تیرے دہن کے نقش و نشان کا وجود ایک موہوم نقطہ ہے۔ جو نہ پوشیدہ ہے نہ ظاہر ہے۔ یعنے تیرا دہن تنگ ایک موہوم نقطہ ہے جو نہ معدوم ہے نہ موجود

دہنت را کہ خرد جوہر فروش خواند		جز بمنطق لبت اثبات وجودے نکند	(جامی)

(۳) ترجمہ۔ ہم نے تیرے خط۔ زلف اور خال کو ہاتھ میں اپنا دل دیدیا ہے۔ دیکھئے ان تینوں کے ہاتھوں سے ہمارا غمخوار دل کیا کیا تکلیفیں اٹھاتا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ اگر دوست میرے ساتھ ہو تو ہزار دشمن ہوں (کچھ پرواہ نہیں) لڑائی جانتا ہوں اور جنگ سے نہیں ڈرتا۔ ع

دشمن چہ کند چو مہرباں باشد دوست

(۵) ترجمہ۔ تیرا عشق جب سے میرے دل کی منزل میں جاگزین ہوا ہے اس دروازہ سے اگر میں باہر چلا جاؤں تو بیزاری سے واپس آتا ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ چونکہ دل معشوق کی منزل ہے اس لئے میں ہی اب در دل پر مقیم ہو گیا ہوں اور اگر وہاں سے چلا جاتا ہوں تو پھر بیقرار ہو کر وہاں ہی جا رہتا ہوں۔

خیال نامحرم گر بیاید اندر ما را بکوہ و صحرا	چہ سازد آوارہ در دل کہ رہد پیر و حرم نگیرد

(۶) ترجمہ۔ اگر سرو تیرے قد کے مقابلہ پر سر اٹھاتا ہے تو آزردہ نہ ہو لمبے قد والے کی عقل پر اعتبار نہیں ہوتا۔

مشہور ہے۔ کہ "کل طویل احمق" اور "کل قلیل فتنۃ" یعنے تمام دراز قد احمق اور تمام پستہ قد فتنہ پرداز ہوتے ہیں۔ چونکہ سرو دراز قد ہے اسلئے احمق ہے۔ اگر تیرے قد کی برابری کا دعوی کرے تو معذور ہے۔

(۷) ترجمہ۔ حافظ چونکہ اب تیرے عشق کی بازی لگائی ہے۔ تیرے غم کے ششدر میں اسکا دل مہرہ کیطرح گرفتار ہو گیا ہے۔

منصوبہ۔ کوئی شے برپا کی ہوئی۔ کسی کام کی تدبیر۔ بازی شطرنج۔ نرد کی سات بازیوں میں سے ساتویں بازی کا نام

ششدر۔ وہ جگہ جہاں سے رہائی دشوار ہو۔ یکجا۔ بمعنے حیران۔ عاجز اور متحیر ہونا۔ ششدر رحقیقت میں نرد کی کھیل میں چھہ خانہ کا نام ہے۔ اس کھیل میں دو تختے ہوتے ہیں ہر تختہ بارہ بارہ در بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ اسطرح کہ ہر تختہ کی دائیں بائیں چھہ چھہ در ہوتے ہیں۔ دائیں اور بائیں دروں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ ہوتا ہے جسوقت مہرہ اس در میں جو منتہائے تختہ پر ہوتا ہے بند ہو جاتا ہے اور اپنی طرف کے چھہ خانوں میں سے کسی خانہ میں نہیں جا سکتا۔ اسوقت اسکی رہائی حریف کو رہائی دینے کے بغیر ناممکن ہو جاتی ہے۔ اس لئے مہرہ کا ششدر میں ہونا گویا اسکی گرفتاری کی دلیل ہے۔

غزل (۴)

ای خرم از فروغ رخت لالہ زار عمر	۱	باز آ کہ رخ بی گل رویت بہار عمر
از دیدہ گر بسرشک چو باراں رود رواست	۲	کاندر غمت چو برق بشد روزگار عمر
بی عمر زندہ ام من ازیں بس عجب مدار	۳	روز فراق را کہ نہد در شمار عمر

اندیشہ از محیط فنا نیست ہر کرا	۴	بر نقطۂ دہاں تو بناشد مدار عمر
در ہر طرف ز خیل حوادث کمینگہ است	۵	زاں رو سنان گسستہ دو اند سوار عمر
ایں یک دو دم کہ دولت دیدار ممکن ست	۶	دریاب کار دل کہ نہ پیداست کار عمر
تا کی مے صبوح و شکر خواب صبحدم	۷	بیدار گرد ہاں کہ نماند اعتبار عمر
وی در گذار بود و نظر سوے ما نکرد	۸	بیچارۂ دل کہ ہیچ ندید از گذار عمر

(۹) حافظ سخن بگوی کہ در صفحۂ جہاں ایں نقش ماند از قلمت یادگار عمر (۹)

(۱) ترجمہ۔ اے کہ تیرے چہرے کے فروغ سے عمر کا باغ سرسبز ہے۔ واپس آ کہ تیری چہرہ کے پھول کے بغیر عمر کی بہار خراب ہو رہی ہے۔

(۲) ترجمہ۔ آنکھوں سے اگر آنسو بارش کیطرح جائیں تو جائز ہے۔ کیونکہ تیرے غم میں زندگی کا زمانہ بجلی کیطرح گذر گیا۔

مطلب یہ ہے کہ تیرے فراق میں زندگی گذر رہی ہے۔ ہم جتنی اشک باری کریں۔ جائز ہے۔ (عمر چونکہ بجلی کی طرح گذرتی ہے اور بجلی کے ساتھ بارش بھی ضروری ہے اس لئے آنکھوں سے بارش کیطرح آنسو جاتے ہیں)

(۳) ترجمہ۔ میں عمر کے بغیر زندہ ہوں اور اس بات پر بہت حیران نہ ہو۔ ہجر کے دن کو عمر میں کون شمار کرتا ہے۔

یعنے جو دن ہجر میں گذر رہے ہیں وہ گویا کسی شمار میں نہیں۔ زمانۂ عمر میں انکو کوئی شمار نہیں کرتا۔ اس لئے یہ کہنا بے جا نہیں کہ آج کل میں بغیر عمر کے زندہ ہوں۔

(۴) ترجمہ۔ اس شخص کو محیط فنا سے کوئی ڈر نہیں جسکی عمر کا مدار تیرے دہن کے نقطہ پر ہو۔

دہن کو خود ایک نقطۂ موہوم کہتے ہیں۔ پس جس شخص کی زندگی کا مدار ہی ایک نقطۂ موہوم پر ہوا۔ اس کو بقا و فنا سے کیا غرض۔ یوں ہی دہن معشوق کو زندگی بخش اور لب یار کو چشمۂ آب حیات کہتے ہیں مصورت میں ہی فنا کا ڈر نہیں رہتا۔

(۵) ترجمہ۔ ہر طرف حوادث کا لشکر گھات لگائے ہے اس لئے عمر کا سوار (گھوڑی کو) جگٹ دوڑا رہا ہے

یعنے عمر اسلئے جلدی گزرتی ہے کہ چاروں طرف سے حوادث کا ڈر ہے۔ جتنا جلدی انسان اس کمینگاہ دنیا سے گذر جائے اتنا ہی حوادث سے محفوظ رہتا ہے۔ عمر دراز کے ساتھ حوادث کا بھی ایک طویل سلسلہ وابستہ ہوتا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ اس کی دم میں دولتِ دیدار ممکن ہے۔ دل کا مقصد پورا کر کیونکہ عمر کا کچھ پتہ نہیں۔
یعنی زندگی کا بھروسہ نہیں۔ زمانۂ وصال کے ایک دم کو بھی غنیمت جان۔

(۷) ترجمہ۔ صبح کی شراب اور صبح کی میٹھی نیند کب تک ہوگی۔ ہاں! بیدار ہو۔ کہ عمر کا اعتبار نہیں رہا۔
مطلب یہ ہے کہ صبح کی شراب اور صبح کی نیند کو نشہ میں غافل نہ رہ۔ اٹھ بیدار ہو کہ وقت تھوڑا ہے۔

جاگتا ہے جاگ افلاک کے سائے تلے		حشر تک سوتا رہیگا خاک کے سائے تلے	

(۸) ترجمہ۔ کل وہ گزر رہا تھا اور ہماری طرف نظر نہ کی۔ بیچارہ دل کہ اُس نے عمر کے گزرنے سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا
مطلب یہ ہے کہ کل معشوق یہاں سے گذرا اور ہماری طرف نظر نہ کی ہمارے بیچارہ دل نے زندگی سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا۔
یا یہ سمجھو کہ کل ہمارا بیچارہ دل جو زندگی کے تمام فوائد سے محروم رہا۔ ہم کو چھوڑ کر چلا گیا اور ہماری طرف نہ دیکھا۔

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ شعر کہہ کیونکہ صفحۂ جہاں پر تیرے قلم کا نقش تیری زندگی کی یادگار رہے گا۔
یعنی تیرا کلام تیری یادگار رہے گا۔ خواجہ صاحب کی یہ پیشینگوئی بالکل سچی ثابت ہوئی ہے۔ فی الحقیقت
ان کی غزلوں کا دیوان اُن کی ایک عظیم الشان یادگار ہے۔ جب تک زبانِ فارسی اور زبانِ فارسی کے سمجھنے والے
موجود ہونگے۔ خواجہ کا نام صفحۂ روزگار پر آفتاب کیطرح روشن رہیگا۔

سخن از پیشیراں ماند ہمانا زیں پس		ما نمانیم و سخن از ما ماند	

غزل (۵)

ای صبا نکہتے از خاک دیار یار	۱	ببر اندوہ دل و مژدہ دلدار بیار
نکتۂ روح فزا از دہن یار بگوی	۲	نامۂ خوشخبر از عالم اسرار بیار
یا معطر کنم از لطف نسیم تو مشام	۳	شمۂ از نفحات نفس یار بیار
بوفای تو کہ خاک رہ آں یار عزیز	۴	بے غبار یکہ پدید آید از اغیار بیار
روزگاریست کہ دل چہرۂ مقصود ندید	۵	ساقیا آں قدح آئینہ کردار بیار
گردی از رہگذر دوست بجوری رقیب	۶	بہر آسایش ایں دیدۂ خونبار بیار
دل دیوانہ ز زنجیر نمی اندیشد	۷	حلقۂ از خم آں طرۂ طرار بیار

خامی و سادہ دلی شیوۂ جانبازاں ست	۸	خیز و از پیرِ آں دلبرِ عیار بیار
شکرآں را کہ تو در عشرتی ای مرغِ چمن	۹	با سیراں قفس مزرعۂ گلزار بیار
کامِ جاں تلخ شد از صبر کہ کردم بیدست و	۱۰	عشوۂ زاں لبِ شیریں شکر بار بیار

(۱۱) دلق حافظ بچہ ارزد بمیِ رنگین کن — (۱۱)
و انگہش مست و خراب از سرِ بازار بیار

(۱) ترجمہ ۔ اے صبا معشوق کے دروازہ کی خاک کی خوشبو لا۔ دل کا غم دور کر اور معشوق کی خوشخبری لا۔

(۲) ترجمہ ۔ معشوق کے دہن سے کوئی روح افزا نکتہ بیان کر۔ عالم اسرار سے خوشخبری کا نامہ لا۔

یعنے معشوق کے دہن کے متعلق یا معشوق کے دہن سے نکلا ہوا نکتہ بیان کر۔ اسرار سے مراد اسرارِ الٰہیہ۔

(۳) ترجمہ ۔ تاکہ میں تیری نسیم کی لطافت (خوشبو) سے دماغ معطر کروں۔ معشوق کے نفس کی خوشبوؤں سے تھوڑی سی خوشبو لا۔

نفحات از حمن کیطرف اشارہ ہے۔

(۴) ترجمہ ۔ تجھ اپنی وفا کی قسم ہے کہ اس یارِ عزیز کے رستہ کی مٹی بغیر آمیزش اس غبار کے جو اغیار سے پیدا ہو۔ لا۔

یعنے معشوق کی اس راہ سے جس پر اغیار نے قدم نہ رکھا ہو۔ خاک لا۔ مطلب یہ ہے کہ خیالات ماسوا اللہ سے مجھے بیگانہ کر دے۔

(۵) ترجمہ ۔ مدت ہوئی کہ دل مراد کا چہرہ نہیں دیکھا۔ اے ساقی وہ آئینہ صفات پیالہ لا۔

یعنے جام مے لا۔ جس سے چہرۂ مقصود نظر آئے۔

(۶) ترجمہ ۔ علی الرغم دشمناں معشوق کے رستہ کی خاک۔ اس خونبار آنکھ کی آسائش کے لئے لا۔

بکوئے رقیب ۔ یعنے علی الرغم رقیب۔ دشمن کی خواہش اور مراد کے خلاف۔ دشمن کے اندھا کرنے کے لئے۔ مطلب یہ ہے کہ رقیب کی خواہش کے خلاف راہِ یار کی خاک لا۔ جسے سرمۂ چشم بناؤں تاکہ خونبار آنکھوں کو راحت ہو۔

(۷) ترجمہ ۔ میرا دیوانہ دل نصیحت سے نہیں ٹھہرتا۔ اس زلفِ طرار کے خم سے ایک حلقہ لا۔

یعنے میرا دیوانہ دل اور کسی نصیحت میں قابو نہیں آتا اس کے لئے زلفِ معشوق کا ایک حلقہ لا۔ تاکہ اس میں بند

ہے۔ طلا۔ یعنے حیلہ گر۔ کینہ ور۔ تیز زبان۔

(۸) ترجمہ۔ خامی اور سادہ دلی جانبازوں کا شیوہ نہیں۔ اس عیار معشوق کی کو کئی خبر لا۔

عیاری ضد ہے خامی اور سادہ دلی کی۔ مطلب یہ ہے کہ اس عیار معشوق کیطرف سے کوئی خبر لا۔ کیونکہ ہم جانبازوں اور سادہ دلی اور خامی ہمارا شیوہ نہیں۔

(۹) ترجمہ۔ اے مرغ چمن اس بات کا شکریہ میں کہ تو عیش میں ہے قفس کے اسیروں کو باغ کی خوشخبری لا دے۔

(۱۰) ترجمہ۔ جان کا علق اس صبر سے جو میں نے معشوق کو بغیر کیا تلخ ہو گیا ہے اس شکر بار اور شیریں لب سے کوئی مژدہ لا یعنے فراق میں صبر کرنے سے جان تلخ ہو گئی ہے معشوق کے لب شیریں کی کوئی بات سنا۔ تاکہ جان کی تلخی دور ہو

(۱۱) ترجمہ۔ حافظ کا خرقہ کس کام کی چیز ہے اسی شراب سے رنگین کر اور پھر اس کو مست اور خراب بازار سے لے آیا مطلب یہ ہے کہ حافظ کا خرقہ جو زہد ریائی کی علامت ہے ایک بیکار چیز ہے۔ اسی شراب سے رنگین کر کے حافظ کو بازار سے مست و خراب لے آ۔ تاکہ تمام لوگ دیکھیں کہ وہ آتا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ زہد ریائی کی نیکنامی سے رندی کی بدنامی بدرجہا افضل ہے۔

غزل (۶)

ای صبا نکہتے از کوی فلانی بمن آر	۱	زار و بیمار غم را حت جانی بمن آر
قلب بیحاصل ما را بزن اکسیر مراد	۲	یعنی از خاک در دوست نشانی بمن آر
در کمینگاہ نظر با دل خویشم جنگست	۳	زابرو و غمزہ او تیر و کمانی بمن آر
در غریبی و فراق و غم دل پیرشدم	۴	ساغری زکف تازہ جوانی بمن آر
منکراں را ہم ازیں می دو سہ ساغر بچشاں	۵	وگرایشاں نستانند روانی بمن آر
ساقیا حشرت امروزہ بفردا مفگن	۶	یاز دیواں قضا حظ امانی بمن آر

(۷) دلم از پردہ بشد و ش کہ حافظ می گفت
اے صبا نکہتے از کوی فلانی بمن آر (۸)

اس غزل کے قافیہ میں آے مجہول اور یے معروف کا تفاوت معلوم ہوتا ہی۔ جائز ہوگا

(۱) ترجمہ ۔ اے صبا فلاں معشوق کی کوچہ سی میرے لئے خوشبو لا۔ میں غم سے زار اور بیمار ہوں۔ میرے لئے جان کی راحت لا۔

یعنے میری جانِ بیمار کی راحت کے لئے کوچہ یار کی خوشبو لا۔

(۲) ترجمہ ۔ ہمارے بے حاصل دل پر مراد کی اکسیر لگا۔ یعنی درِ دوست کی خاک سی مجھہ تک نشانی لا۔

قلب ۔ (۱) کھوٹی دھات ۔ کھوٹا سکہ (۲) دل ۔ لہذا قلب اور اکسیر کی رعایت ظاہر۔

مطلب یہ ہی کہ ہمارا دل بے مراد ہی ۔ اسے بامراد کردی جسطرح اکسیر سے ناقص دھات قیمتی دھات بن جاتی ہی۔ اسی طرح درِ دوست کی خاک سی میرا بے مراد دل بامراد ہوجائیگا۔

(۳) ترجمہ ۔ نظر کی کمینگاہ میں مجھہ اپنے دل سی لڑائی ہے ۔ اس کے ابرو اور غمزہ سی میرے لئے تیر و کمان لا۔

ابرو و غمزہ اور تیر و کمان میں لف و نشر غیر مرتب ہی ۔ مطلب یہ ہی کہ میری اپنے دل سی لڑائی ہی معشوق کی غمزہ و ابرو کے تیر و کمان مجھہ لادو۔ تاکہ کمین گاہِ نظر سے دل پر اُنکا وار کروں ۔ ظاہر ہے کہ دل پر عشق کے تمام وار آنکھوں کے ذریعے ہوتے ہیں ۔ کیونکہ پہلے آنکھہ دیکھتی ہی ۔ پھر دل بیقرار ہوتا ہی۔

(۴) ترجمہ ۔ میں مسافری ۔ فراق اور دل کی غم سی بوڑھا ہوگیا ہوں ۔ شراب کا پیالہ کسی نوجوان کے ہاتھہ سی مجھہ لادے تاکہ میں دوبارہ جوان ہوجاؤں۔

(۵) ترجمہ ۔ منکروں کو بھی اسی شراب کے دو تین پیالے پلادے ۔ اگر وہ نہ لیں ۔ تو جلدی میرے پاس لے آ۔

منکر سے مراد منکرِ شراب ۔ مطلب یہ ہی کہ منکروں کو بھی کسی نوجوان کے ہاتھہ سی شراب پلا ۔ تاکہ وہ آئندہ شراب کا انکار نہ کریں۔

اپنے ہاتھوں سے جو دو بہر کے انہیں جام شراب	شیخ صاحب کو ذرا عذر بھی واللہ نہ ہو

اور اگر منکرانِ شراب شراب پینے سے انکار کریں تو اُنکا حصہ بھی مجھہ لادو (خوب!)

(۶) ترجمہ ۔ اے ساقی آج کی عیش کو کل پر نہ ڈال ۔ یا دیوانِ قضا سی مجھے خط امانی لادے ۔

خط امانی ۔ امان کا پروانہ ۔ یعنے اس امر کا پروانہ کہ میں کل تک زندہ رہونگا

مطلب یہ ہی کہ آج کی عیش کو کل پر نہ چھوڑ ۔ اگر چھوڑتا ہی تو قضاء قدر کے دفتر سے مجھہ اس امر کا پروانہ لادے کہ کل تک مجھہ موت سے امان ہی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ کل کا کوئی اعتبار نہیں اس لئے جو عیش آج ہو

سکتی ہو۔ اسے کل پر نہیں چھوڑنا چاہئے۔ دیکھو شعر ۱۳۹/۵

۱	اے دل از عشرتِ امروز بفردا فگنی		مائہ نقدِ بقا را کہ ضمان خواہد بود

(۱) ترجمہ۔ میرا دل بے اختیار ہو گیا۔ جب حافظ نے کل کہا کہ اے بادِ صبا فلاں (معشوق) کی کوچہ سے میرے لئے خوشبو لا۔

یعنی حافظ کا یہ مصرعہ سنکر میرا دل بے اختیار ہو گیا۔ چونکہ واردات عشق کا ہر ایک شخص کو تجربہ ہوتا ہے۔ اس لئے ایک عاشق کی کوئی بات سنکر دوسرے آدمی کا بے اختیار ہو جانا غیر معمولی بات نہیں۔

غزل (۷)

دلا چندم بریزی خون ز دیدہ شرم دار آخر	۱	تو نیز ای دیدہ خوابی کن مراد دل برآر آخر	
منم یارب کہ جانان را ز عارض بوسہ میچینم	۲	دعای صبحدم دیدی کہ چوں آمد بکار آخر	
چو باد از خرمن غیراں بودان خوشہ تا چند	۳	زہمت توشہ بردار و خود تخمے بکار آخر	
مراد دنیا و عقبیٰ ہم بخشید روزی بخش	۴	بگوشم قول چنگ اول بدستم زلف یار آخر	
نگارستان چین دانم نخواہد شد سر الیک	۵	بنوک کلک رنگ آمیز نقشی می نگار آخر	

(۶)	بتی چوں ماہ زانو زد می چوں لعل پیش آورد تو گوئی تا ہم حافظ ز ساقی شرم دار آخر		(۶)

(۱) ترجمہ۔ اے دل تو کب تک میرا خون آنکھوں سے گرائے گا آخر شرم کر۔ تو بھی اے آنکھ کبھی تو سو اور دل کی مراد بر لا۔

خواجہ صاحب اپنے دل کو خونباری سے اور آنکھوں کو دن رات کی بیداری سے منع کرتے ہیں۔ مگر یہ دونو چیزیں عشق میں ضروری ہیں۔

(۲) ترجمہ۔ اے خدا میں ہی ہوں جو عارضِ جاناں کا بوسہ لیتا ہوں۔ تو نے دیکھا کہ صبح کی دعا آخر کار کسطرح کارگر ہوئی۔

یعنی عارضِ جاناں کے بوسہ کی دولت مجھ ہی نصیب ہے اور یہ دولت دعائے سحری کی برکت سے ہے۔

(۳) ترجمہ۔ اغیار کے خرمن سے ہوا کیطرح تو کب تک خوشہ چینی کریگا۔ ہمت سے توشہ اُٹھا اور آخر خود بھی تو بیج بو

ایک نہایت زریں اصول ہے اور بہت قیمتی نصیحت ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہوا کیطرح دوسرے لوگوں کے خرمنوں سے کب تک خوشہ چینی کریگا۔ خود کمر ہمت باندھ اپنے ہاتھ پاؤں ہلا۔ اور خود بیج بو تاکہ تو بھی خرمن کا مالک ہو اور دوسرے لوگ تیرے خرمن سے خوشہ چینی کریں۔ ایک عام فہم مثال سے خواجہ صاحب نے ایک عظیم الشان اصول کی تعلیم دی ہے۔ ذوقِ عمل پر اس سے بہتر کوئی شعر نہیں ہو سکتا۔ ذوق عمل اور اسرارِ خودی پر آپ ایک پوری مثنوی لکھیں۔ مگر وہ تمام مثنوی اس ایک شعر کی قیمت کی نہ ہوگی۔

(۴) ترجمہ۔ روزی بخشنے والے (خدا) نے مجھ کو دنیا اور عاقبت کی مراد بخشی اول تو میرے کانوں میں چنگ کی آواز اور پھر میرے ہاتھ میں معشوق کی زلف دی۔

یعنے دولت دنیا سے مجھے چنگ کی آواز اور دولتِ عاقبت سے معشوق کی زلف تیرے لئے کافی ہے۔ خدا نے مجھ کو یہ دو نعمتیں عطا کی ہیں یعنی دنیا میں چنگ کی آواز سن رہا ہوں اور خوش ہو رہا ہوں اور عاقبت میں زلفِ محبوب میرے ہاتھ میں ہوگی یعنی وصالِ محبوب حقیقی مجھ کو حاصل ہوگا۔

(۵) ترجمہ۔ میں جانتا ہوں کہ تیرا امکان نگارستانِ چین نہیں بنے گا لیکن رنگ آمیز قلم کی نوک سے کوئی نقش تو آخر تیار کر۔

نگارستانِ چین۔ زمانۂ قدیم میں چین کی نقاشی مشہورِ عالم تھی۔ ارژنگ جو مانی کا نظیر تھا چین کا مشہور نقاش تھا۔ بعض کے نزدیک مانی اور ارژنگ ایک ہی شخص کا نام ہے

چنانچہ نگارخانہ مانی کو ہی نگارستانِ چین کہتے ہیں۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ مان لیا کہ تو اپنے گھر کو نگارستانِ چین نہیں بنا سکے گا لیکن اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ تو بالکل خاموش ہو کر بیٹھ جائے آخر کچھ نہ کچھ کرنا چاہئے۔ نگارستانِ چین نہ سہی ایک نقش ہی سہی۔

نہایت عالی ہمتی اور بلند حوصلگی کی تعلیم ہے۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ انسان کسی کام کرنے پر آمادہ ہوتا ہے۔ لیکن اسکے دل میں یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ میں کیا ہوں اور میری بساط کیا ہے۔ میں کیا کر سکونگا۔ یہ بزدلانہ خیالات نہایت مضر ہوتے ہیں۔ خواجہ صاحب ان خیالات سے نفرت رکھتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ نتیجہ خدا پر چھوڑ دو۔ جو کچھ ہو سکتا ہے کر دو تھوڑا کر سکو۔ یا بہت اسکی پرواہ نہ کرو۔ گذشتہ سے پیوستہ شعر کی طرح یہ شعر بھی ذوقِ عمل کی تعلیم دیتا ہے۔ مذہبی معاملات میں اکثر لوگ یہی عذر لنگ

پیش کرتے ہیں۔ کہ ہم اور کون سے اچھے کام کرتے ہیں۔ کہ یہ اچھا کام کریں۔ یہ عذر محض فضول ہے جب تک ہو سکے اور جس حد تک ہو سکے کوشش کرنی چاہیے۔ دل میں اس خیال کو کبھی جاگزین نہ ہونے دو۔ کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ ہم کریں تو سب کچھ کر سکتے ہیں۔

(۶) ترجمہ۔ اے دل اگر شب بیداری کے ملک میں تو غم سے نہ بھاگے۔ تو صبح کا وقت اس معشوق کیطرف سے تیری پاس کئی خوشخبریاں لائے گا۔

خواجہ صاحب دسحر خیز اور شب بیدار تھے۔ اپنے کلام میں ہر گشب بیداری کے فوائد پر زور دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر تو شب بیداری کی تکلیفوں کو برداشت کریگا اور رات کا وقت خواب غفلت میں نہیں بلکہ محبوب حقیقی کی بندگی میں صرف کریگا۔ تو صبح کو وقت تجھ دیار محبوب سے کئی خوشخبریاں ملیں گی یعنے عبادت شب کے بعد دعائے سحر قبول ہوگی اور گوہر مقصود تیرے ہاتھ آئیگا۔

سورہ مزمل میں ہے۔ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِيْلاً ۝ (ہر آئینہ رات کا قیام زیادہ قوی ہے نفس بہیمہ کو پامال کرنے میں اور زیادہ درست ہے تلفظ میں) یعنے رات کا وقت اور رات کی عبادت بوجہ رنج و تکلیف اور ترک خواب راحت کے نفس پر بہت شاق ہے علاوہ ازیں دل کو فراغت ہوتی ہے کیونکہ دن بھر تو کاروبار معیشت کی مشغولیوں میں گزرتا ہے اور رات کے وقت انسان کا دل خواطر گوناگوں سے فارغ ہوتا ہے۔

خاموش شد عالم یہ شب تا چست باشی و طلب	زیرا کہ بانگ عربدہ و نوشیں نشوت گاہ تست

(۷) ترجمہ۔ چاند جیسا معشوق دوزانو ہو کر بیٹھا ہے اور لعل جیسی (سرخ) شراب سامنے لایا ہے۔ اے حافظ تو کہتا ہے کہ میں نے توبہ کر لی ہے۔ آخر ساقی سے شرم کر۔

زانو زدن۔ مودب بیٹھنا۔ دوزانو بیٹھنا۔ آداب بجالانا۔

مطلب یہ ہے۔ کہ ان حالات میں توبہ سے توبہ کر اور شراب پی۔ کیا تجھے ساقی سے بھی شرم نہیں۔ کہ توبہ کا نام لیتا ہے۔

غزل (۸)

دیگر ز شاخ سرو سهی بلبل صبور	۱	کلباگ زد که چشم بد از روی گل بدور
ای گل بشارتی که رسید ای شقایق بکام دل	۲	یا بلبلان بیدل شیدا مکن غرور
زاهد اگر به جور و قصور ست امیدوار	۳	ما را شراب خانه قصور ست و یار حور
از دست غیبت تو شکایت نمیکنم	۴	باغیبت تو نیستی ندهد لذتی حضور
گر دیگران بعیش و طرب خرم اند و شاد	۵	ما را غم نگار بود مایهٔ سرور
می خور بانگ چنگ و مخور غصه ور کسی	۶	گویدت را که باده مخور گو هو الغفور

(۷) حافظ شکایت از غم هجران چه میکنی — (۷)
در هجر وصل باشد و در ظلمت ست نور

(۱) ترجمہ — سرو سہی کی شاخ سے پھر صابر بلبل نے خوشی کا نعرہ لگایا ہے کہ پھول کے چہرہ سے نظر بد دور ہو!
بدور — میں ب زائد ہے۔ بلبل کو صابر اس لئے کہا کہ موسم خزاں میں وہ صابر رہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ باغ میں پھر بہار آئی ہے اور بلبلیں پھولوں کو دیکھکر چشم بد دور! کہہ رہی ہیں۔

(۲) ترجمہ — اے پھول اس بات کے تکرار میں کہ کھل کر تیرے دل کی مراد پوری ہوئی۔ بیدل اور شیدا بلبلوں کے ساتھ غرور نہ کر۔ ع

کامگارا نظر کن سوئے ناکامے چند

اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر ۳/۲۔

(۳) ترجمہ — زاہد اگر حور و قصور کا امیدوار ہے۔ تو ہمارے لئے شراب خانہ ہی قصور ہے اور معشوق ہی حور ہے یعنی زاہد کو تو بہشت میں حور و قصور کے ملنے کی امید ہے۔ ہمیں دنیا میں ہی یہ نعمتیں حاصل ہیں۔ شراب خانہ ہمارے لئے بہشتی محل ہے اور اپنا معشوق حور کے برابر ہے۔ قصور۔ جمع قصر۔ محل۔

(۴) ترجمہ — میں تیرے فراق کے ہاتھ سے شکایت نہیں کرتا۔ کیونکہ جب تک فراق نہ ہو وصال کی لذت نہیں ملتی۔

یعنے "قدر عافیت کسے داند کہ بہ مصیبتے گرفتار آید" (سعدی)

(۵) ترجمہ۔ اگر دیگر لوگ عیش و طرب سے خوش و خرم ہیں۔ تو ہمارے لئے معشوق کا غم ہی مایۂ عیش و عشرت ہے

یعنے ہم غمِ عشق میں ہی خوش ہیں۔

(۶) ترجمہ۔ چنگ کی آواز کے ساتھ شراب پی۔ غصہ نہ کھا۔ اور اگر کوئی تجھے یہ کہے کہ شراب نہ پی تو کہو کہ خدا بخشنے والا ہے۔

یعنے غم غلط کرنے کے لئے شراب پی اور اگر کوئی آدمی تجھے کہے کہ شراب پینا گناہ ہے۔ تو کہو کہ خدا غفور الرحیم ہے معاف کردیگا۔

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ غمِ فراق کی تو کیا شکایت کرتا ہے جس سے ہی وصل ملتا ہے اور اندھیرے سے ہی نور نکلتا ہے قرآن کریم میں ہے۔ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝ یعنے ہر دشواری کے بعد آسانی اور ہر دشواری کے بعد آسانی ہے۔

غزل (۹)

روی بنما و مرا گو کہ دل از جان ببرید	۱	پیش شمع آتش پروانہ بجان گو در گیر
در لب تشنہ من بین و مدار آب دریغ	۲	بر سر کشتہ خویش آی و ز خاکش بر گیر
چنگ بنواز و بساز از نبود عود چہ باک	۳	از تشم عشق و دلم عود و نیم مجمر گیر
مدعا آی و ز سر خرقہ برانداز بر قص	۴	ورنہ در گوشہ رود دلق ریا در بر گیر
دوست گو یار شود ہر دو جہان دشمن باش	۵	بخت گو پشت مکن روی زمین لشکر گیر
ترک درویش مگیر از نبود سیم و رخش	۶	در غمت سیم تمام اشک و رخش را زر گیر
میل فتنہ مکن ای دوست دمی با ما باش	۷	بر لب جوئے طرب جوئے و بکف ساغر گیر
رفتہ گیر از برم ایں آتش و آب دل و چشم	۸	گو نہ ام زرد و لبم خشک و کنارم تر گیر
صوف برکش ز سر و بادۂ صافی در کش	۹	سیم در باز و بر و سیمبرے در بر گیر

(۱۰)	حافظ ار آستہ کن بزم و بگو اغیار را کہ بیں مجلسم و ترک سر منبر گیر	(۱۰)

(۱) ترجمہ۔ چہرہ دکھا اور مجھ کو جان سے دل برداشتہ ہو جا۔ مجھے کہ شمع کے سامنے پروانہ کی آگ کو جان میں لگا لے۔

شمع سے مراد شمع رخسار اور آتش پروانہ سے مراد آتش عشق۔

مطلب یہ ہے کہ مجھ کو اپنا چہرہ دکھا تاکہ میں جان قربان کرنے پر تیار ہو جاؤں اور تیرے شمع رخسار کے سامنے اپنی جان کو پروانہ بنا کر اسے آتش عشق سے جلا دوں۔

(۲) ترجمہ۔ میرے پیاسے لب کو دیکھ اور پانی دینے میں دریغ نہ کر۔ اپنے مقتول کو پاس آ اور اسے زمین سے اٹھا۔ یعنے میرے تیر کا کشتہ ہوں۔ لب پیاس سے خشک ہو گئے ہیں۔ آ اور مجھ خاک سے اٹھا اور پانی دے

(۳) ترجمہ۔ چنگ بجا اور اسے درست کر۔ اگر عود نہیں تو کیا ڈر ہے۔ میرے عشق کو آگ میرے دل کو عود اور میرے وجود کو مجمر فرض کر لے۔

عود۔ (۱) ایک ساز کا نام ہے۔ (۲) ایک لکڑی جسے جلانے سے خوشبو پیدا ہوتی ہے۔ عموماً عیش و طرب کی مجلس میں جلائی جاتی ہے۔

مجمر۔ عود دان۔ وہ انگیٹھی جس میں عود جلاتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ چنگ بجا اور بزم طرب کو گرم کر۔ اگر عود نہیں تو کیا پرواہ ہے۔ میرا جسم انگیٹھی ہے جس میں آتش عشق سے میرا دل عود کی طرح جل رہا ہے۔ پھر اور عود کی کیا ضرورت ہے۔ چنگ و عود میں صنعت ایہام ہے۔

(۴) ترجمہ۔ سماع میں آ اور رقص میں سر سے خرقہ اتار کر پھینک دے۔ ورنہ گوشہ میں جا اور ریا کا خرقہ پہن لے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر مجلس سماع میں آتا ہے تو رندانہ آ۔ حالت وجد و رقص میں خرقہ اتار کر پھینک دے۔ ورنہ جا اور گوشۂ تنہائی میں ریاکاری شروع کر دے۔ یا رندوں میں شامل ہو

یار یا کاروں میں۔

خرقہ انداختن ۔ سے مراد اپنے گناہ کا اعتراف کرنا۔ عاجز ہونا۔ خودی چھوڑ دینا بھی ہے۔

(۵) ترجمہ۔ دوست اگر مہربان ہو جائے تو دو جہاں بیشک دشمن بن جائیں بخت اگر پیٹھ نہ دکھائے تو بیشک تمام روئے زمین لشکر ہو جائے۔

یعنے دوست اگر مہربان ہو تو دشمنوں کی دشمنی سے کچھ خطرہ نہیں اور نصیب اگر یاور ہو تو تمام روئے زمین کے لوگ اگر لشکر بن کر حملہ آور ہوں تو بھی کبھی شکست نہ ہوگی۔

(۶) ترجمہ۔ درویش کو نہ چھوڑ اگر پاس کو پاس سونا چاندی نہیں۔ اپنے عشق میں اسکے آنسوؤں کو چاندی اور اسکے چہرہ کو سونا فرض کر۔

آنسوؤں کو بوجہ سفیدی چاندی اور چہرہ کو بوجہ زردی سونا کہا ہے

(۷) ترجمہ۔ اے دوست جانے کا ارادہ نہ کر تھوڑی دیر ہمارے پاس رہ۔ نہر کے کنارے پر خوشی (طلب) کر اور پیالہ ہاتھ میں لے۔

جوی اور جوی میں صنعت تجنیس تام ہے۔

(۸) ترجمہ۔ میرے دل کی آگ اور آنکھوں کا پانی مجھ سے گیا ہوا سمجھ۔ میرا چہرہ زرد۔ لب خشک اور میرے آغوش کو تر دیکھ۔

آتش و آب اور دل و چشم میں لف و نشر مرتب ہے۔

گونہ ۔ یعنے رخسار۔ چہرہ کی زردی اور لب کی خشکی آتش دل کی وجہ سے ہے۔ اور کنار و آغوش آنکھوں کے پانی سے یعنے رو رو کر تر ہو گئے ہیں۔

(۹) ترجمہ۔ صوف مرقع اتار دے اور صاف شراب پی۔ پیالہ کو ہار اور جا کسی سیمبر معشوق کو بغل میں لے۔

صوف ۔ بعض حیوانات کی اون کا بنا ہوا ایک پشمی کپڑا۔ صوفیوں کا لباس

مطلب یہ ہے کہ زہد ظاہری کو چھوڑ شراب پی اور کسی سیمبر معشوق کو بغل میں لے۔ زر و مال دنیا کو چھوڑ۔

(۱۰) ترجمہ۔ اے حافظ مجلس آراستہ کر اور واعظ کو کہو کہ میری مجلس دیکھے اور منبر کو چھوڑ۔

یعنے واعظ کو اپنی بزم طرب کی شان و شوکت دکھا کر اپنے حلقہ میں شامل کرنے کی کوشش کر۔

غزل (۱۰۱)

۱

روی بنما و وجود خودم از یاد ببر	۱	خرمن سوختگان را همه گو باد ببر
تا کہ دادیم دل و دیدہ بطوفان بلا	۲	گو بیا سیل غم و خانہ زبنیاد ببر
زلف چون عنبر خامش کہ ببوید بہبہات	۳	ای دل خام طمع این سخن از یاد ببر
سینہ گو شعلۂ آتشکدۂ پارس بکش	۴	دیدہ گو آب رخ دجلہ بغداد ببر
سعی ناکردہ دریں راہ بجائی نرسی	۵	مزد اگر می طلبی طاعت استاد ببر
دوش میگفت بمژگان دراز ت بکشم	۶	یارب از خاطرش اندیشۂ بیداد ببر
روز مرگم نفسے وعدۂ دیدار بدہ	۷	و انگہم تا بلحد فارغ و آزاد ببر
دولت پیر مغاں باد کہ باکی ہمہ مست	۸	دیگری گو برود نام من از یاد ببر
بعد ازیں چہرۂ زرد من و خاک درِ دوست	۹	بادہ پیش آر و بیکجا غم از یاد ببر

(۱۰) حافظ اندیشہ کن از ناز کی خاطر یار
بر و از در کشش این نالہ و فریاد ببر (۱۰)

(۱) ترجمہ ۔ چہرہ دکھا تاکہ میرا اپنا وجود مجھے بھول جائے ۔ ہم دل جلوں کی خرمن کو بیشک ہوا ہی اڑا کر لیجاتے ۔ مطلب یہ ہے کہ ہمیں اپنے مشاہدہ سے بیخود کردے تاکہ ہمارا خرمن ہستی برباد ہوجائے اور ہم آپ کو بھول جائیں ۔

(۲) ترجمہ ۔ ہم نے جب اپنے دل اور آنکھ کو طوفان بلا کے سپرد کردیا ہے ۔ تو غم کو سیلاب آنے دو تاکہ وہ گھر کو بنیاد سے اکھاڑ کر لیجائے ۔ مطلب یہ ہے کہ ہمارے دل میں غم عشق ہے اور آنکھوں سے طوفان اشک جاری ہے ۔ یہی حالت رہی تو یہ ویرانہ ہستی کو یہ سیلاب بنیاد سے بہا کر لیجائے گا ۔

یوں ہی گردد تا رہا غالب تو اے اہل جہاں		دیکھنا ان بستیوں کو تم کہ ویران ہوگئیں ۔

(۳) ترجمہ ۔ اے خام طمع دل اس بات کو یاد سے بھلا دے کہ افسوس اس کی جو خام جیسی زلف کیا خوشبو دیتی ہے ۔ پہلے مصرعہ ثانی اور پہر مصرعہ اول کا ترجمہ کیا گیا ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ تیری آرزو بیفائدہ ہے ۔ زلف معشوق کو خوشبو

تجھے کب نصیب ہو سکتی ہے۔ اس خیال کو چھوڑ۔

(۴) ترجمہ۔ سینہ کو کہو کہ آتشکدۂ پارس کے شعلہ کو بجھا دے۔ آنکھ کو کہو کہ دجلۂ بغداد کی چہرہ کی آبرو کو بچائے۔

آتشکدۂ پارس۔ پارسیوں کا آتشکدہ جس میں ہمیشہ آگ جلتی رہتی ہے اور شب و روز سالہا سال سے اسی طرح جلتی ہے۔ **دجلۂ بغداد**۔ دریائے دجلہ جسکے کنارہ پر شہر بغداد واقع ہے۔ مجاز آ ہر ایک دریا کو دجلہ کہتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ عاشق کو سینہ کی آگ ایسی ہونی چاہیئے کہ پارسیوں کا آتشکدہ بھی اسکے سامنے کچھ حقیقت نہ رکھتا ہو۔ اور آنکھوں سے اسقدر سیلاب اشک جاری ہوں کہ دریائے دجلہ بھی ان کے سامنے خشک رو نظر آئے۔ آتش و آب اور پارس و بغداد کا مقابلہ ظاہر۔

(۵) ترجمہ۔ کوشش کے بغیر اس رستہ میں منزل تک نہیں پہنچیگا۔ اگر توصلہ چاہتا ہے تو استاد کی خدمت کر

مطلب یہ ہے کہ بغیر سعی کے تو منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکیگا۔ لیس للانسان الا ما سعی۔ خواجہ صاحب اگرچہ جبری خیالات کے ہیں مگر سعی اور کوشش کو ضروری سمجھتے ہیں۔ انکا عقیدہ یہ ہے کہ نتیجہ خدا کے ہاتھ میں ہے لیکن انسان کو کوشش ضرور کرنی چاہیئے۔ کوشش کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔

گفت پیغمبر با واز بلند	با توکل زانوئے اشتر ببند
رمز الکاسب حبیب اللہ شنو	از توکل در سبب کاہل مشو
رو توکل کن تو در کسبے عمو	جہد میکن کسب مسکین مو بمو
جہد کن جد نما تا وارہی	ور تو از جدش بانی واری

(۶) ترجمہ۔ کل وہ کہتا تھا کہ میں مژگان دراز سے تجھ کو قتل کرونگا۔ اے خدا اسکے دل سے اس ظلم کا خیال دور کر۔

(۷) ترجمہ۔ میری موت کو دن تھوڑی دیر کے لئے دیدار کا وعدہ دے۔ پھر تو قبر تک مجھ سے فارغ اور آزاد لے جا۔

یعنے اگر مرتے وقت بھی تو مجھ دیدار کا وعدہ دیگا تو میری موت آسان ہو جائیگی اور میں قبر میں بھی خوش رہونگا

(۸) ترجمہ۔ پیر مغاں کی دولت ہمیشہ رہے اکیونکہ باقی آسان ہے۔ دوسرا کوئی جاتا ہے تو جائے اور میرا نام بھی بھلا دے

یعنے ہم پیر مغاں کی دولت کے بقا کے لئے دعا کرتے ہیں۔ اور کسی کی ضرورت نہیں۔ باقی سب معمولی باتیں ہیں کوئی جائے نہ جائے ہمیں بھول جائے یا یاد رکھے ہمیں اس سے کچھ سروکار نہیں۔

(۹) ترجمہ۔ اسکے بعد میرا زرد چہرہ ہوگا اور در معشوق کی خاک شراب۔ اور میرا غم ایک بھی نغمہ بھلا دے۔

(۱۰) ترجمہ:- اے حافظ معشوق کی نازک مزاجی کا خیال کر۔ چلا جا اور اسکی درگاہ پر یہ نالہ و فریاد نہ کر
سینے۔ اپنے نالہ و فریاد سے اسکی نازک طبیعت کو پریشان نہ کر۔

غزل (۱۱)

ساقیا مایۂ شباب بیار	۱	یک دو ساغر شراب ناب بیار
دارو درد عشق یعنی مے	۲	کوست دریاں شیخ و شاب بیار
آفتاب ست و ماہ بادہ و جام	۳	درمیاں مہ آفتاب بیار
غم دوراں مخور کہ رفت و نرفت	۴	نغمۂ بربط و رباب بیار
می کند عقل سرکشی تمام	۵	گردنش را زمی طناب بیار
بزن ایں آتش مرا آبی	۶	یعنی آں آتش چو آب بیار
گل اگر رفت گو بشادی رو	۷	بادۂ ناب چوں گلاب بیار
خلخل قمری ار نماند روست	۸	قلقل شیشۂ شراب بیار
یا صواب ست یا خطا خوردن	۹	گر خطاہست و گر صواب بیار
وصل و حجر بخواب توان دید	۱۰	داروی کوست مصل خواب بیار
گرچہ ستم سہ چار جام دگر	۱۱	تا بکلی شوم خراب بیار

(۱۳)	یک دو رطل گراں بہ حافظ دہ گر گناہ است و گر ثواب بیار	(۱۲)

غزل کا مضمون مسلسل ہے۔ تمام اشعار میں طلب شراب ہے

(۱) ترجمہ:- اے ساقی جوانی کا سرمایہ لا۔ شراب خالص کے ایک دو پیالے لا۔

مایۂ شباب سے مراد شراب

(۲) ترجمہ:- درد عشق کی دوا یعنے شراب جو بوڑھے اور جوان کا علاج ہے لا۔

(۳) ترجمہ۔ شراب اور پیالہ چاند اور سورج ہیں۔ مہتاب میں آفتاب لا۔

آفتاب، ماہ اور بادہ و جام میں لف و نشر مرتب ہے۔ شراب کو آفتاب اور بادہ کو مہتاب کہا۔ مطلب یہ ہے کہ پیالہ میں شراب لا۔

ساقی قدح شراب دیدے		مہتاب میں آفتاب دیدے	

لفظ آفتاب فارسی محاورہ میں بمعنی شراب بھی آتا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ زمانہ کا غم نہ کہا کہ یہ ہوا وہ نہ ہوا۔ بربط و رباب کا نغمہ لا۔

یعنے زمانہ کے واقعات کے ہونے نہ ہونے کا غم نہ کھا نغمہ بربط و رباب سے دل خوش کر۔

(۵) ترجمہ۔ عقل سرکشی کرتی ہے اسکی گردن میں شراب سے رسی ڈال

عقل اور شراب کے لئے دیکھو شعر الف ۱ وغیرہ۔

(۶) ترجمہ۔ میری اس آگ پر پانی ڈال۔ یعنے وہ پانی جیسی آگ لا۔

آتش چو آب سے مراد شراب سرخ۔ مطلب یہ ہے کہ میری آتش شوق کو شراب سے فرو کر۔

(۷) ترجمہ۔ پہول اگر گیا ہے تو کہو کہ خوشی سے جائے۔ گلاب کی طرح خالص شراب لا۔

مطلب یہ ہے کہ موسم گل اگر گزر چکا ہے تو کچھ پرواہ نہیں۔ گلاب کی طرح خوشبودار شراب پہول کا نعم البدل ہے۔

(۸) ترجمہ۔ قمری کا غلغل اگر نہیں رہا تو نہ سہی۔ صراحی شراب کی قلقل لا۔

یعنے قلقل صراحی غلغل قمری سے زیادہ خوش آیند آواز ہے۔

(۹) ترجمہ۔ شراب پینا یا صواب ہے یا گناہ۔ خواہ گناہ ہے خواہ صواب شراب لا۔

یعنے شراب پینا یا صواب ہوگا یا گناہ۔ تیسری صورت تو کوئی ہو نہیں سکتی۔ پس ان دو نو صورتوں میں کوئی صورت ہو میں شراب پینے پر تیار ہوں۔ شراب لا۔ صواب و گناہ کا مجھ کو کوئی خیال نہیں۔

(۱۰) ترجمہ۔ اسکا اصل خواب کے بغیر نہیں دیکھ سکتے۔ وہ دو اجو نیند کی اصل ہے لا۔

یعنے شراب چونکہ نیند لاتی ہے اس لئے میں اسے پیتا ہوں۔ تاکہ خواب میں معشوق کا دیدار کر سکوں۔ خواب کے بغیر اسے دیکھنا تو محال ہے۔

محبوب حقیقی کا مشاہدہ بھی بغیر شراب عشق پی کر بے خود ہونے کے حاصل نہیں ہوتا۔

(۱۱) ترجمہ۔ اگرچہ میں مست ہوں تاہم تین چار پیالے اور لا تاکہ میں بالکل مست ہو جاؤں۔

(۱۲) ترجمہ۔ ایک دو بڑے پیالے حافظ کو دے۔ خواہ عذاب ہو یا ثواب شراب لا۔

غزل (۱۲)

شب وصل است وطے شد نامۂ ہجر	۱	سلام ہی حتے مطلع الفجر	
دلا در عاشقی ثابت قدم باش	۲	کہ در این رہ نباشد کار بی اجر	
من از رندی نخواہم کرد توبہ	۳	ولو اُدعیٰ بالجبر والقہر	
دلم رفت و ندیدم روی دلدار	۴	فغاں از این قطاع الطریق زجر	
برآ ای صبح روشندل خدارا	۵	کہ بس تاریک می بینم شب ہجر	
(۶)	وفا خواہی جفا کش باش حافظ فان الربح والخسران فی التجر		(۶)

(۱) ترجمہ۔ وصل کی رات ہے اور ہجر کا نامہ طے ہو گیا طلوع فجر تک اس میں سلامتی ہے۔

ہَجر۔ بالفتح مصدر ہی بمعنے جدائی کردن مثلاً۔ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا (مزمل)

(۲) ہِجر۔ بالکسر اسم مصدر ہی بمعنے جدائی۔ اس شعر میں ہجر بالفتح آیا ہے۔

ہجر اور ہِجر کا لطیفہ

ایک دن نواب سعادت علی خان اور جان بیلی صاحب ریزیڈنٹ اودھ کے درمیان علمی مضامین پر گفتگو ہو رہی تھی۔ اسی دوران میں نواب نے کہا کہ ہجر بالفتح ہی درست ہے جان بیلی صاحب نے کہا کہ خلاف محاورہ ہے۔ سعادت علی خان بولے کہ خیر لغت کے اعتبار سے جب درست ہے، تو استعمال میں کیا مضائقہ۔ اتنے میں سید انشا آ گئے۔ ریزیڈنٹ صاحب نے پوچھا کہ کیوں سید صاحب لفظ ہجر ہے یا ہِجر۔ سید صاحب کو یہاں کی خبر نہ تھی کہدیا کہ ہِجر بالکسر۔ مگر ساتھ ہی سعادت علیخاں کی تیوری تاڑ گئے۔ اور فوراً بولے۔ حضور! جب ہی تو خواجہ حافظ فرماتے ہیں۔

شب وصل است وطے شد نامۂ ہجر	سلام ہی حتے مطلع الفجر

یہ سنتے ہی سعادت علیخاں گفتہ ہو گئے اور اہل دربار ہنس پڑے۔ (آب حیات)

سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝ یہ آیت سورہ القدر میں ہے اور لیلۃ القدر کے متعلق ہے۔
مطلب یہ ہے کہ یہ رات طلوع فجر کے وقت تک محض سلامتی ہے۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ شب وصل ہے اور ہجر کا زمانہ گزر چکا ہے۔ یہ رات صبح تک عین سلامتی ہے۔

(۲) ترجمہ ۔ اے دل عاشقی میں نہایت قدم رہو۔ کیونکہ اس راستہ میں کوئی کام بغیر اجر کے نہیں۔
یعنے راہِ عشق کی تمام تکلیفوں کا اجر عاشق کو مل جاتا ہے۔

(۳) ترجمہ ۔ میں رندی سے توبہ نہیں کرونگا۔ خواہ تو مجھے باز داشت سے (یا پتھر سے) اور ہجر سے تکلیف دے۔
حَجْر ۔ حِجْر ۔ حُجْر ۔ یعنے حرام۔ کسی کو تصرف سے روکنا۔ باز داشت۔ حَجَر یعنے پتھر۔ ہَجر ۔ یعنے جدائی کرنا
(۴) ہذیان ۔ ناسزا کہنا۔ گالی دینا۔
بعض دیوانوں میں با الہجر و الہجر ہے۔ بعض میں با الحجر و الہجر ہے اور بعض میں با الہجر و الحجر ہے ناظرین ان الفاظ کے مختلف لفظ و معانی کا خیال کر کے حسب منشا تقدیم و تاخیر کر سکتے ہیں۔
شعر کا مطلب یہ ہے کہ کسی تکلیف اور اذیت سے ڈر کر میں عاشقی نہیں چھوڑونگا۔

(۴) ترجمہ ۔ میرا دل چلا گیا اور میں نے معشوق کا چہرہ بھی نہ دیکھا۔ اس ظلم اور اس تعدی سے فریاد ہے

(۵) ترجمہ ۔ اے روشن دل صبح خدا کیلئے نکل۔ کیونکہ میں فراق کی رات کو بہت تاریک پاتا ہوں
یعنے ہجر کی رات بہت تار و تاریک ہے خدا کرے کہ صبح صادق کا طلوع ہو۔

(۶) ترجمہ ۔ اے حافظ اگر تو وفا چاہتا ہے تو جاکش بن۔ کیونکہ تجارت میں نفع بھی ہوتا ہے نقصان بھی۔
رِبح بالکسر ۔ نفع جو تجارت سے حاصل ہو۔ خُسران بضم ۔ زیان ۔ نقصان ۔ تِجر تجارت ۔
مطلب یہ ہے کہ جسطرح تجارت میں بغیر نقصان کے نفع حاصل نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح عشق میں بھی جفا برداشت کرنے کے بغیر وفا کی امید فضول ہے۔

؎ متاعِ درد و در بازارِ جان انداختہ	گہر ہر سو و در جیب زیاں انداختہ	(عرفی)

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

شرط است جفا کشیدن از یار خرمست و خمار و گلبن و خار

غزل (۱۳)

صبا بمنزل جاناں گذر دریغ مدار	۱	وز و بعاشقِ مسکیں خبر دریغ مدار
بشکرانہ کہ شکفتے بکام دل ای گل	۲	نسیم وصل ز مرغ سحر دریغ مدار
مراد ما ہمہ موقوف یک کرشمہ تست	۳	ز دوستان قدیم این قدر دریغ مدار
حریف بزم تو بودم چو ماہ نو بودی	۴	کنوں کہ ماہ تمامی نظر دریغ مدار
جہاں و ہر چہ پر و ہست سہل و مختصرست	۵	ز اہل معرفت این مختصر دریغ مدار
مکارم تو بآفاق مے برد شاعر	۶	از و وظیفہ و زادِ سفر دریغ مدار
چو ذکر خیر طلب میکنی سخن این است	۷	کہ در بہای سخن سیم و زر دریغ مدار
کنوں کہ چشمہ نوش ست و نقل شیرینیت	۸	سخن بگوی و ز طوطی شکر دریغ مدار

(۹)	غبار غم برد از حال ہر شود حافظ	(۹)
	تو آب دیدہ ازیں رہگذر دریغ مدار	

(۱) ترجمہ:- اے صبا منزلِ جاناں کی طرف جانے سے دریغ نہ کر اور معشوق کیطرف سے مسکین عاشق کی پاس خیر لانے سے دریغ نہ کر

یعنے منزلِ جاناں کیطرف جا اور وہاں سے کوئی پیغام عاشق کو لا کر سنا۔

(۲) ترجمہ:- اے پھول اس بات کے شکریہ میں کہ تو اپنے دل کی مراد کے مطابق شگفتہ ہوا۔ وصل کی خوشبو بلبل کو پہنچانے سے دریغ نہ کر

اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر (۳)

(۳) ترجمہ:- ہماری تمام مراد تیرے ایک کرشمہ پر موقوف ہے۔ پرانے دوستوں کے ساتھ اس ذرا سی بات سے تو دریغ نہ کر

مطلب یہ ہے کہ جب ایک اشارہ سے تو ہماری تمام آرزوئیں پوری کر سکتا ہے۔ تو ہم نیازمندانِ قدیم کی مقصد براری سے کیوں دریغ کرتا ہے۔

(۴) ترجمہ:- جب تو ماہِ نو (ہلال) کیطرح تھا تو میں تیری مجلس کا ہمنشین تھا۔ اب جبکہ تو ماہ کامل (بدر) ہو گیا ہے ہماری طرف ایک نظر دیکھنے سے دریغ نہ کر۔

(۵) ترجمہ۔ جہاں اور جو کچھ اسمیں ہے معمولی اور مختصر چیز ہے۔ اہل معرفت کو یہ مختصر سی چیز دینے سے دریغ نہ کر۔ یعنے دنیا اور مافیہا ایک تھوڑی سی حقیر چیز ہے۔ اگر اہل معرفت کو یہ مل جائے تو کیا ہرج ہے۔

(۶) ترجمہ۔ شاعر تیری مہربانیوں کو تمام جہان میں مشہور کریگا۔ اس کو وظیفہ اور زادِ سفر دینے سے دریغ نہ کر اس شعر میں مخاطب ممدوح ہے اور صلہ کی درخواست ہے۔

(۷) ترجمہ۔ اگر تو نیکنامی چاہتا ہے تو اصل بات یہ ہے کہ شعر کی قیمت میں سونے چاندی سے دریغ نہ کر۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تو نیکنامی چاہتا ہے۔ تو شعر کے صلہ میں فیاضی سے کام لے۔

(۸) ترجمہ۔ اب کہ تیرے لب شیریں شہد کا چشمہ ہیں۔ بات کر اور طوطی سے شکر دریغ نہ رکھ معشوق کے لب شیریں کو شکرستان اسکی باتوں کو شکر اور عاشق کو طوطی کہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اپنی شیریں کلامی سے عاشق کو محظوظ کر۔

(۹) ترجمہ۔ غم کا غبار دور ہو جائیگا اور حالت اچھی ہو جائیگی۔ اے حافظ تو اس رستہ میں آنسو بہانے سے دریغ نہ کر۔

جسطرح چھڑکاؤ سے رستہ کی گرد بیٹھ جاتی ہے۔ اسی طرح راہِ عشق میں غبارِ غم کو بٹھانے کے لئے ضروری ہے۔ کہ اشکباری کی جائے۔

غزل ۱۴

عیدست و موسم گل و یاراں در انتظار	۱	ساقی بروی شاہ ببیں ماہ و می بیار
دل بر گرفتہ بودم از ایام گل ولے	۲	کاری نکرد ہمت پاکاں روزگار
گر فوت شد سحر چہ نقصان صبوح ہست	۳	از می کنند روزہ کشا طالبان یار
جز نقد جان بدست ندارم شراب کو	۴	کان نیز ریزہ ایست کہ ساقی کنم نثار
خوش دولیست خرم و خوش خسرو کریم	۵	یارب ز چشم زخم زمانش نگاہ دار
می خور شعر بندہ کہ زیبد گر دہد	۶	جام مرصع تو بدین دُر شاہوار
دل در جہان مبند و ز مستے سوال کن	۷	از فیض جام و قصہ جمشید کامگار

ای دل جناب عشق بلندست همتی	۸	نیکو شنو حدیث و تو این قصه گوشدار
زانجا که پرده پوشی لطف عمیم تست	۹	بر نقد ما بپوش که قلبی ست کم عیار
ترسم که روز حشر عنان بر عنان رود	۱۰	تسبیح شیخ و خرقه رند شراب خوار

حافظ چو رفت روزه و گل نیز میرود
ناچار باده نوش که از دست رفت کار

(۱۱) (۱۲)

(۱) ترجمہ۔ عید ہے موسم بہار ہے اور یار لوگ انتظار میں ہیں۔ ساقی بادشاہ کا چہرہ چاند دیکھ اور شراب لا۔ قاعدہ ہے کہ جب لوگ نیا چاند دیکھتے ہیں تو کسی نہایت ہی عزیز چیز یا عزیز آدمی کو دیکھتے ہیں۔ یہاں ماہ سے مراد ہلال عید ہے۔

(۲) ترجمہ۔ میں موسم بہار سے دل برداشتہ تھا لیکن زمانہ کی پاک لوگوں کی ہمت نے کچھ کام نہ کیا۔

مطلب یہ ہے کہ میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ موسم بہار میں شراب نہیں پیونگا۔ یعنی میں نے توبہ کر لی تھی لیکن میں اس ارادہ پر قائم نہ رہ سکا اور زمانہ کے پاک لوگوں کی دعا اور ہمت بھی میری توبہ کو مضبوط نہ رکھ سکی۔ چنانچہ میں نے بہار آتے ہی شراب نوشی شروع کر دی۔

بعض قلمی دیوانوں میں یہ شعر اس طرح ہے۔

دل برگرفتم از مے و از فصل گل دمے	کارے بکرد ہمت پاکان روزہ دار

یعنی میں بوجہ رمضان کے شراب اور بہار سے دل برداشتہ تھا لیکن روزہ داروں کے یمن و برکت سے آخر رمضان گذر ہی گیا۔

(۳) ترجمہ۔ اگر سحری نہیں ملی تو کیا نقصان ہے شراب صبح تو باقی ہے معشوق کو طالب شراب سے روزہ کہو لیتے ہیں سحور۔ رمضان میں سحر کھی کا کھانا۔

مطلب یہ ہے کہ رمضان میں سحری اور افطاری دونو شراب سے کرنی چاہئیں۔

(۴) ترجمہ۔ شراب کے طرح کا نقد جان کے علاوہ میرے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں اور اسکو بھی ساقی کی گرشمہ پر نثار کرتا ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ ایک جان ہے جسے ساقی کی گرشمہ پر قربان کرتا ہوں اسکے علاوہ میرے پاس کیا ہے جسکو عوض شراب لوں

(۵) ترجمہ۔ فیاض مہربان بادشاہ خوش نصیب ہے اور خوش و خرم ہے۔ اے خدا اسکو زمانہ کی نظر بد سے محفوظ رکھ

ممدوح کی طرف اشارہ ہے معشوق کی طرف بھی ہو سکتا ہے۔

(۶) ترجمہ ۔ میرے شعر کے ساتھ شراب پی کیونکہ تیرا جڑاؤ پیالہ اس شاہوار موتی کے ساتھ عجیب لطف دیگا۔

در شاہوار ۔ وہ موتی جو بادشاہوں کے لایق ہو۔

خواجہ صاحب نے اپنے شعر کو در شاہوار کہا ہے مطلب یہ ہے کہ اگر تو شراب پیتے وقت میرے شعر پڑھیگا۔ تو شراب پینے کا لطف دوبالا ہو جائیگا۔

(۷) ترجمہ ۔ دنیا سے دل نہ لگا اور پیالہ کی فیض اور جمشید کامگار کے قصہ کے متعلق کسی مست سے پوچھ

مطلب یہ ہے کہ دنیا ناپائدار ہے دل لگانے کے لایق نہیں جمشید صیبی کامگار بادشاہ اور اس کے مشہور جام کی اب حکائتیں باقی ہیں ۔ وہ نہیں رہا۔

(۸) ترجمہ ۔ اے دل عشق کی درگاہ بہت بلند ہے ہمت کر اس بات کو اچھی طرح سن اور اس قصہ کو کان دیکر سن

مطلب یہ ہے کہ عشق کی درگاہ بہت بلند ہے ۔ وہاں تک پہنچنے کے لئے بڑی ہمت درکار ہے ۔ عالی ہمتی اور بلند حوصلگی کے بغیر یہاں کچھ نہیں بن سکتا۔

(۹) ترجمہ ۔ چونکہ تیرا لطف عام پردہ پوشی کرتا ہے ۔ ہمارے نقد کی بھی پردہ پوشی کر کیونکہ یہ نہایت ہی خالص اور کھوٹا سکہ ہے۔

یعنے ہمارے نقد اعمال کی پردہ پوشی کر کیونکہ ہمارے اعمال محک امتحان کے لایق نہیں۔

یارب بلطف خویش گناہان ما بپوشں	روزی کہ راز ہا فتد از پردہ بر ملا (سعدی)

(۱۰) ترجمہ ۔ مجھ کو ڈر ہے کہ قیامت کا دن برابر برابر ہوگا۔ شیخ کی تسبیح اور شراب خوار رند کا خرقہ ۔

مطلب یہ ہے کہ شیخ کی ریا آمیز پرہیزگاری اور رندوں کی علانیہ میخواری قیامت کے دن برابر سمجھی جائیگی ۔ مزید تشریح کے لئے دیکھو شعر الف ۴

(۱۱) ترجمہ ۔ اے حافظ جب رمضان گذر گیا ہے اور موسم بہار بھی گذر رہا ہے ۔ تو ناچار شراب پی کہ موقع ہاتھ سے نکل رہا ہے ۔

مطلب یہ ہے ۔ کہ موسم بہار جا رہا ہے ۔ پھر یہ موقع ہاتھ نہیں آئیگا۔ رمضان بھی گذر چکا ہے ۔ اب ضرور شراب پینی چاہیئے ۔

غزل ۱۵

عاشق یارم مرا با کفر و با ایمان چہ کار	۱	تشنۂ دردم مرا با وصل و با ہجراں چہ کار
از لب جاناں نمی یابم نشاں زندگی	۲	پس مرا ای جاں من با جان و با جاناں چہ کار
کشتۂ عشقم مرا از شحنۂ دوراں چہ غم	۳	مفلس عورم مرا با زمرۂ دیواں چہ کار
قبلہ و محراب من ابروی دلدار است و بس	۴	این دل شوریدہ را با این چہ و با آں چہ کار
چونکہ اندر ہر دو عالم یار مے باید مرا	۵	با بہشت و دوزخ و با حور و با غلماں چہ کار
ہر کہ از خود شد مجرد در طریق عاشقی	۶	از غم و درد ش چہ آگاہی و با درماں چہ کار
صورت مرداں چہ خواہی سیرت مرداں گزیں	۷	مرد عاشق پیشہ را با صورت ایواں چہ کار

حافظا گر عاشق و مستی دگر رہ باز گوی
عاشق یارم مرا با کفر و با ایماں چہ کار

(۸) (۸)

(۱) ترجمہ۔ میں یار کا عاشق ہوں مجھ کو کفر اور ایماں سے کیا کام۔ میں درد (یا دُرد) کا پیاسہ ہوں مجھ وصل اور ہجر سے کیا کام۔

مطلب یہ ہے کہ میں عاشق ہوں اور میرا مذہب عشق ہے کفر ایماں سے میرا کچھ واسطہ نہیں۔

ملتِ عشق از ہمہ دینہا جداست		عاشقاں را مذہب و ملت خداست	

دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ میں دردِ عشق کا طالب ہوں۔ میں وصل و ہجر کو نہیں سمجھتا۔ اسی خواہش میں مستغرق ہوں کہ دردِ عشق بڑھتا جائے

(۲) ترجمہ۔ معشوق کے لب سے میں زندگی کا نشاں نہیں پاتا۔ پس اے میری جان مجھ جان و جاناں سے کیا غرض

یعنے معشوق جب مجھ اپنے لب کے بوسہ سے زندگی نہیں بخشتا۔ تو مجھ جان و جاناں سے کیا کام ہے۔

(۳) ترجمہ۔ میں عشق کا کشتہ ہوں مجھ زمانہ کی کوتوال سے کیا غم میں مفلس اور برہنہ ہوں میرا اہل فتر سے کیا کام

عور۔ برہنہ۔ ننگا۔

(۴) ترجمہ۔ میرا قبلہ اور محراب معشوق کا ابرو ہی اور بس۔ اس شوریدہ دل کو اس سے اور اس سے کیا کام۔

یعنے میرے شوریدہ دل کو قبلہ و محراب سے کیا کام ہے میرا قبلہ اور محراب معشوق کا طاقِ ابرو ہے

قبلۂ اہلِ نظر خرِ رخ جاناں نبود		ہر کہ رو تا ابد ازیں قبلہ مسلماں نبود	

(۵) ترجمہ۔ چونکہ دونو جہانوں میں مجھے معشوق چاہیئے اس لئے بہشت اور دوزخ۔ حور و غلمان سے میرا کچھ واسطہ نہیں۔

یعنے دین و دنیا میں میرا مطلوب صرف معشوق ہے نہ بہشت کی خواہش ہے نہ دوزخ کا ڈر۔

اگر تو طالب یاری وصالِ دوست طلب		بہشت و حور مجو کاں تصور خواہد کرد	(معین الدین)

اسی مضمون پر ہے۔

نہ جنت خواہم و نے حور نے انہار میخواہم		ز تو ار زانی اے زاہد ہمہ من یار میخواہم	

اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر الف ۱ (کو الف بہشت)

(۶) ترجمہ۔ جو شخص طریقِ عاشقی میں اپنے آپ سے علیحدہ ہو گیا درد کی غم کو نہیں جانتا اور نہ اسی درماں سے کچھ سروکار ہوتا ہے۔

یعنے جس عاشق نے خودی چھوڑ دی اسکو درد و درماں کی کچھ پرواہ نہیں رہتی۔

(۷) ترجمہ۔ مردوں کی صورت کیا مانگتا ہے۔ ان کی سیرت اختیار کر۔ عاشق پیشہ مرد کو محل کی تصویر سے کیا کام۔

مطلب یہ ہے کہ سیرت کے بغیر صورت ایسی ہی ہے جیسی دیوار پر کی تصویر۔

سیرت کے ہم غلام ہیں صورت ہوئی تو کیا		سرخ و سفید مٹی کی مورت ہوئی تو کیا	

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ اگر تو عاشق اور مست ہے تو دوبارہ کہو کہ "میں یار کا عاشق ہوں" مجھے کفر و ایمان سے کیا سروکار۔

مقطع کا مصرعہ ثانی وہی ہے جو مطلع کا مصرعہ اول ہے۔

چونکہ مصرعہ ذرا تیز ہے اس لئے خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر تو عاشق و مست ہے تو اس مصرعہ کو دوبارہ کہہ۔ مطلب یہ ہے کہ خواہ لوگ کچھ کہیں۔ میں اس خیال کو ظاہر کرنے سے نہیں ڈرتا۔

غزل ۱۶

گر رود عمرم بمیخانہ روم بار دگر	۱	بجز از خدمت رندان نکنم کار دگر
خرم آن روز کہ با دیدۂ گریاں بروم	۲	تا زنم آب در میکدہ یکبار دگر
معرفت نیست دریں قوم خدایا مددی	۳	تا برم گوہر خود را بخریدار دگر
عافیت مے طلبد خاطرم ار بگذارند	۴	غمزۂ شوخش و آن طرۂ طرار دگر
گر مساعد شودم دائرۂ چرخ کبود	۵	ہم بچرخ آورمش باز ببر گار دگر
راز سربستہ ما بین کہ بدستان گفتند	۶	ہر زماں باد دنی بر سر بازار دگر
یار اگر رفت و حق صحبت دیرین نشناخت	۷	حاش للہ کہ روم من ز پئ یار دگر
ہر دم از درد بنالم کہ فلک ہر ساعت	۸	کندم قصد دل زار بآزار دگر

(۹) بازگویم نہ دریں واقعہ حافظ تنہاست
غرقہ گشتند دریں بادیہ بسیار دگر (۹)

(۱) ترجمہ۔ اگر زندگی ہوئی تو میخانہ میں پھر جاؤنگا۔ رندوں کی خدمت کے بغیر اور کوئی کام نہیں کرونگا۔

(۲) ترجمہ۔ وہ دن مبارک ہوگا۔ جب میں دیدہ گریاں کے ساتھ جاؤنگا اور میخانہ کے دروازہ پر اکیدفعہ پھر آبپاشی کرونگا۔

یعنے آنسوؤں سے درِ میخانہ پر چھڑکاؤ کرونگا۔

(۳) ترجمہ۔ اس قوم میں معرفت نہیں ای خدا مدد کر تا کہ میں اپنا جوہر کسی اور خریدار کے پاس لے جاؤں

یعنے اس قوم میں قدرشناسی نہیں خدا کرے کہ کسی اور جگہ جاکر اپنے کمال کی داد لوں

(۴) ترجمہ۔ میری طبیعت آرام ڈھونڈ رہی ہے۔ بشرطیکہ اسکا شوخ غمزہ اور طرار زلف اسے آرام کرنے دیں

(۵) ترجمہ۔ اگر چرخ کبود کا دائرہ میرا مددگار ہوا۔ تو کسی اور پرکار سے میں اسے دائرہ میں لاؤں گا۔

دائرہ چرخ کبود سے مراد چرخ نیلی یعنے آسمان۔ مطلب یہ ہو کہ اگر آسمان نے میری مدد کی یعنے اگر نصیب یاور ہوئے تو میں کسی نہ کسی تجویز سے معشوق کو اپنے قابو میں لاؤنگا۔ چرخ اور چرخ میں صنعت تجنیس۔ دائرہ و پرکار کی رعایت ظاہر۔

(۶) ترجمہ۔ دیکھ کہ ہمارے مخفی بھید کو داستان کیطرح۔ دف و نے کساتھ ہر وقت سر بازار بیان کرتے ہیں

مطلب یہ ہو کہ ہمارے عشق کے سربستہ اسرار ہر وقت سر بازار بیان کئے جاتے ہیں حقیقت یہی ہو کہ جو معمولی باتیں لوگ افسانہ کے طور پر سر بازار بیان کرتے ہیں۔ یا جو کچھ دف و نے سے گاتے ہیں وہ عشق کے مخفی بھید ہوتے ہیں ہر ایک عاشق کے دل میں وہ کیفیت موجود ہوتی ہے۔ سننا ہے اور حیران ہوتا ہے کہ یہ راز جو میرے سینہ میں تہا ظاہر کسطرح ہوا۔

(۷) ترجمہ۔ معشوق اگرچہ چلا گیا ہو اور دیرینہ صحبت کا حق نہیں پہچانا۔ تاہم میں ہرگز ہرگز دوسرے معشوق کے پیچھے نہیں جاؤنگا۔

حاش للہ یا حاشا للہ۔ خدا کو اس کام سے پاکی اور دوری ہے۔ ایسا ہرگز نہ ہوگا ہرگز نہیں

(۸) ترجمہ۔ میں ہر وقت درد سے روتا ہوں کہ آسمان ہر گھڑی میرے دلِ زار کو نئے نئے آزار دینے کا قصد کرتا ہے۔

(۹) ترجمہ۔ میں پھر کہتا ہوں کہ اس واقعہ میں صرف حافظ ہی مبتلا نہیں۔ اس صحرا میں اور کئی لوگ بھی تباہ ہو گئے۔

اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر ۱۰/۲

نہ من خام طمع عشق تو میورزم و بس		کہ چو من سوختہ در خیل تو بسیارے ہست	(سعدی)

غزل ۱

نصیحتے کنمت بشنو و بہانہ مگیر	۱	ہر انچہ ناصح مشفق بگویدت بپذیر	
ز وصل روے جواناں متنے بردار	۲	کہ در کمینگہ عمرست مکر عالم پیر	

نعیم ہر دو جہاں پیش عاشقاں بدو جو	۳	کہ ایں متاع قلیل ست و آں بہای حقیر
معاشری خوش و رودی بساز میخواہم	۴	کہ در خویش نگویم بنالہ بم وزیر
براں سرم کہ ننوشم مے و کنہ نکنم	۵	اگر موافق تدبیر من شود تقدیر
دل رمیدہ ما را کہ پیش میگیرد	۶	خبر دہید ز مجنوں حبستہ از زنجیر
چو قسمت ازلی بی حضور ما کردند	۷	گر اندکی نہ بوفق رضاست خوردہ مگیر
بعزم توبہ نہادم قدح ز کف صد بار	۸	ولی کرشمہ ساقی نمیکند تقصیر
چو لالہ در قدحم ریز ساقیا می ناب	۹	کہ نقش خال نگارم نمے رود ز ضمیر
مے دو سالہ و محبوب چار دہ سالہ	۱۰	ہمیں بس ست مرا صحبت صغیر و کبیر
نگفتمت کہ حذر کن ز زلف ادای دل	۱۱	کہ میکنند دراں حلقہ باد در زنجیر
بیار ساغر یاقوت و فیض در خوشاب	۱۲	حسود گو کرم آ صفے ببیں و بمیر
بنوش بادہ و عزم وصال جانان کن	۱۳	سخن شنو کہ زنندت ز بام عرش صفیر
حدیث توبہ دریں بزمگہ مگو و اعظ	۱۴	کہ ساقیان کمان ابروت زنند بہ تیر

(۱۵) چہ جای گفتہ خاجو و شعر سلمان ست — کہ شعر حافظ شیراز بہ ز شعر ظہیر (۱۵)

(۱) ترجمہ۔ میں تجھ کو نصیحت کرتا ہوں سن اور بہانہ نہ کر۔ جو کچھ تجھے مہربان ناصح کہے اسے مان لے

(۲) ترجمہ۔ جوانوں کے چہرہ کے دیدار سے بہرہ اندوز ہو۔ کیونکہ بوڑھا ہے زمانہ کا کہ عمر کی گھات میں ہے مطلب یہ ہے کہ کہن سال آسمان ہر وقت تیری عمر کی گھات میں ہے اور زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں اس لئے تجھے چاہیئے کہ حسینوں کے دیدار سے مستفیض ہوئے اب وقت ہے۔

(۳) ترجمہ۔ دونو جہانوں کی نعمتیں عاشقوں کی نزدیک دو جو کی قیمت کے ہیں۔ کیونکہ یہ تھوڑی متاع ہے اور وہ حقیر چیز ہے۔

مطلب یہ ہے کہ عاشقوں کے نزدیک دنیا و عاقبت کی کچھ قدر و قیمت نہیں۔

اہل عقبے اسود برد و طالب دنیا زیاں	معین الدین	گر مئی باز ار او سود و زیاں من بسوخت

(۴) ترجمہ۔ میں چاہتا ہوں کہ ہم نشیں خوش و خرم ہو اور رود ساز میں ہو۔ تاکہ میں اپنے درد کو زیر و بم کے نالہ کے ساتھ بیان کروں۔

رود۔ ایک ساز کا نام ہے۔ زیر۔ گانے میں دھیمی اور باریک آواز کا نام۔ بم بلند اور پُر آواز جو نقارہ و رود سے نکلتی ہے۔ مقابل زیر۔

مطلب یہ ہے کہ مجلس میں یار بھی ہو اور رود و چنگ بھی تاکہ اپنے دردِ دل کا قصہ زیر و بم میں بیان کروں۔

(۵) ترجمہ۔ میرا ارادہ ہے کہ شراب نہ پیوں اور گناہ نہ کروں بشرطیکہ تقدیر میری تدبیر کے موافق ہو۔

یہاں خواجہ صاحب نے پھر مسئلہ جبر و قدر پر اپنی رائے بیان کی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بغیر تائید ایزدی کے آدمی خود بخود گناہوں سے توبہ نہیں کر سکتا۔ دیکھو شعر الف ۳ ت ۱۸

(۶) ترجمہ۔ ہمارے بھاگے ہوئے دل کو کون سامنے سے آکر روکتا ہے۔ زنجیر سے نکلے ہوئے مجنوں کی خبر دو۔

پیش گرفتن۔ کسی شخص کو سامنے سے آکر روک لینا۔ بھاگتے ہوئے آدمی کو مقابل سے آ کر پکڑ لینا۔ حائل ہونا۔ حاجب ہونا۔ (بہار عجم)

خواجہ صاحب نے اپنے دلِ رمیدہ کو مجنونِ جستہ از زنجیر کہا ہے۔ یعنے وہ ایک دیوانہ ہے جو زنجیر سے نکل کر بھاگ گیا ہے۔

شعر کا مطلب یہ ہے۔ کہ ہمارا دیوانہ دل اختیار سے باہر ہو کر بھاگ گیا ہے۔ اب ہمیں اس کا کچھ پتا نہیں۔ کوئی ایسا شخص ہے؟ جو اس دیوانہ کو سامنے سے آکر روک لے اور ہمیں اسکی کچھ خبر آکر دے۔ یا یہ کہ اس مجنوں کے بھاگ جانے کی لوگوں کو خبر کر دو تاکہ کوئی شخص اسکو پکڑ لے۔

(۷) ترجمہ۔ جب قسمتِ ازلی ہماری غیر حاضری میں ہوئی ہے تو اگر تھوڑے بہت کام رضا کے موافق نہیں تو عیب جوئی نہ کر۔

مطلب یہ ہے کہ جب خدا نے ازل کے دن ہماری قسمت ہماری غیر حاضری میں مقرر کی ہے اور اس تقسیم میں ہماری رائے اور خواہش کو کچھ دخل نہیں دیا گیا۔ تو ظاہر ہے۔ کہ ہم اس نوشتہ قسمت

کے ذمہ از نہیں ہم وہی کام کرتے ہیں جو ہماری قسمت میں روز ازل سے لکھا ہے۔ اس لئے اگر ہمارا کوئی کام تجھے نامناسب نظر آئے تو ہم پر عیب نہ لگا۔

مرزا غالب اپنی سیکدوشی کی ایک اور وجہ بیان کرتے ہیں۔

بچھڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق	آدمی کوئی ہمارا دم تحریر بھی تھا

(۸) ترجمہ۔ توبہ کے ارادہ پر میں نے سو دفعہ پیالہ ہاتھ سے رکھا لیکن ساقی کا کرشمہ (توبہ شکنی میں) کوئی کسر باقی نہیں چھوڑتا۔

یعنے میں تو توبہ کا ارادہ کرتا ہوں اور جام مے ہاتھ میں لیکر چھوڑ دیتا ہوں لیکن ساقی کا کرشمہ توبہ نہیں کرنے دیتا۔

(۹) ترجمہ۔ اے ساقی لالہ کیطرح میرے پیالہ میں خالص شراب ڈال۔ کیونکہ معشوق کے خال کی تصویر میرے دل سے دور نہیں ہوتی گل لالہ پیالہ کا ہمشکل ہوتا ہے اور اسکے اندر ایک داغ بھی ہوتا ہے جسکی وجہ سے اُسے داغدار دل سے تشبیہ دیتے ہیں۔ لہذا لالہ۔ قدح اور خال کی رعایت ظاہر۔

(۱۰) ترجمہ۔ دو سالہ شراب اور چودہ سالہ معشوق۔ میرے لئے صغیر و کبیر کی یہی صحبت کافی ہے۔

ظاہری مطلب ظاہر ہے۔ بڑوں میں سے دو سال کی پرانی شراب اور چھوٹوں میں سے چودہ سال کا کم سن معشوق میرے لئے کافی ہیں۔ اور کسی چھوٹے بڑے کی مجھے ضرورت نہیں۔ حقیقی معانی کے شائق مے دو سالہ سے مراد قرآن مجید لیں۔ باعتبار نزولہ مرتین و ثمولہ مرتین۔ قرآن مجید دو دفعہ نازل ہوا۔ ایکدفعہ تو تمام قرآن شریف یکبارگی ماہ رمضان میں شبقدر کو بارگاہ احدیت و لوح محفوظ سے دنیا کے آسمان پر نازل ہوا۔ اور دوسری دفعہ وہاں سے ۲۳ سال کے عرصہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نجماً نجماً نازل ہوا۔ تیرہ سال مکہ معظمہ میں اور دس سال مدینہ منورہ میں۔ علاوہ ازیں ایکدفعہ تمام قرآن شریف کا علم یکبارگی خدائے تعالے نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل عرش منزل کو عطا فرمایا۔ چنانچہ ابتدائے بعثت میں جب جبرئیل امین وحی لاتے تھے جناب رسالتمآب پوری وحی ادا ہونے سے پہلے تلاوت شروع کر دیتے تھے۔ اس پر ارشاد ربانی ہوا کہ لا تعجل بالقرآن من قبل ان یقضی الیک وحیہ۔ یعنے قرآن شریف کے پڑھنے میں جلدی نہ کر پیشتر اسکے کہ اسکی وحی پوری نازل ہو۔ دوسری دفعہ قرآن شریف بلدیعہ وحی نجماً نجماً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔

معشوق چارده سالہ کا اس صورت میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہوگا۔ چارده سالہ یعنے ۱۴×۴۰ = ۵۶۰ سالہ۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چالیس سال کی عمر میں نبوت عطا کی گئی تھی۔

(۱۱) ترجمہ ۔ اے دل کیا میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ اسکی زلف سے ڈر تا رہ۔ کیونکہ اس حلقہ میں ہوا کو بھی (پابزنجیر) قید کر لیتے ہیں۔

یعنی اسکی زلف کے حلقہ میں ہوا جیسی لطیف چیز بھی اسیر ہو سکتی ہے۔ تو دل کا اسیر ہونا تو معمولی بات ہے۔ اے دل تو نے میرا کہنا نہ مانا اسکی زلف کی طرف گیا اور وہاں قید ہوا۔

(۱۲) ترجمہ ۔ یاقوتی پیالہ لا اور خوش آب موتی کا فیض۔ حاسد کو کہو کہ آصف کی فیاضی دیکھ اور مر

خوشاب ۔ خوش آب یعنی اچھی آب والا۔ **در** ۔ موتی۔ جواہر۔ در خوشاب سے مراد شراب خوشرنگ اور بعض نے کہا ہے۔ کہ اشعار آبدار

آصف ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر کا نام۔ یہاں مراد **عماد الدین محمود** سے ہے جو سلطان قطب الدین والئی اصفہان کا وزیر تھا۔ خواجہ صاحب اسی اکثر آصف اور آصفِ عہد کہکر یاد کرتے ہیں۔ چنانچہ دیکھو شعر د ۱۱۸/۹

(۱۳) ترجمہ ۔ شراب پی اور معشوق کے وصال کا ارادہ کر۔ بات سن کہ بام عرش سے تجھے آواز دیتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ عرش سے جس شراب اور جس معشوق کے لئے آواز آتی ہو وہ شراب کونسی ہو اور وہ معشوق کون ہے

(۱۴) ترجمہ ۔ اے واعظ اس بزم میں توبہ کی بات نہ کر۔ ورنہ کمان ابرو ساقی تجھ تیر سے مار یگا۔

تیر سے مراد تیر غمزہ یا تیر مژگان

(۱۵) ترجمہ ۔ خواجو کا کلام اور سلمان کے شعر تو کس شمار میں ہیں۔ حافظ شیراز کے شعر ظہیر کے شعروں سے بھی اچھے ہیں۔

معمولی شاعرانہ فخریہ شعر ہے۔ شاعری میں اسے جائز سمجھا جاتا ہے۔

خواجو ۔ کے لئے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۸ سو انجمن **سلمان** ساوجی خواجہ صاحب کے وقت کا ایک شاعر۔ **ظہیر** ۔ فاریابی۔ ایک مشہور شاعر سن وفات ۵۵۸ھ

بعض پرانے قلمی دیوانوں میں یہ شعر نہیں ہے۔ ان دیوانوں میں غزل کا مقطع شعر (۱۴) ہے جسمیں بجائے واعظ کے لفظ حافظ لکھا ہے۔

غزل ۱۸

یوسف گم گشته باز آید بکنعان غم مخور	۱	کلبهٔ احزان شود روزی گلستان غم مخور
این دل غمدیده حالش به شود دل بد مکن	۲	وین سر شوریده باز آید بسامان غم مخور
دور گردون گر دو روزی بر مراد ما نگشت	۳	دایما یکسان نماند کار دوران غم مخور
گر بهار عمر باشد باز بر تخت چمن	۴	چتر گل بر سر کشی ای مرغ خوشخوان غم مخور
هان مشو نومید چون واقف نه ای از سر غیب	۵	باشد اندر پرده بازیهای پنهان غم مخور
هر که سر گردان بعالم گشت و غمخواری نیافت	۶	آخر الامر او بغمخواری رسدها ن غم مخور
در بیابان گر بشوق کعبه خواهی زد قدم	۷	سرزنشها گر کند خار مغیلان غم مخور
حال ما در فرقت جانان و ابرام رقیب	۸	جمله میداند خدای حال گردان غم مخور
ای دل ار سیل فنا بنیاد هستی برکند	۹	چون ترا نوح است کشتیبان ز طوفان غم مخور
گرچه منزل بس خطرناک ست و مقصد ناپدید	۱۰	هیچ راهی نیست کو را نیست پایان غم مخور

(۱۱) **حافظا در کنج فقر و خلوت شبهای تار** (۱۱)

تا بود وردت دعا و درس قرآن غم مخور

یہ غزل آیہ کریمہ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا کی بہت اچھی تفسیر ہے اور غمدیدہ دلوں کی تسکین کی نہایت اعلیٰ تدبیر ہے۔

(۱) ترجمہ۔ گم گشتہ یوسف پھر کنعان میں واپس آئیگا غم نہ کھا۔ غم کا مقام ایک روز باغ ہو جائیگا۔ غم نہ کھا۔

(۲) ترجمہ۔ اس غم دیدہ دل کی حالت اچھی ہو جائیگی بد دل نہ ہو۔ اور یہ پریشان (دیوانہ) دماغ پھر بامر و سامان ہو جائیگا غم نہ کھا۔

(۳) ترجمہ۔ زمانہ کا دور اگر ایک روز ہماری مراد کے مطابق نہیں ہوا۔ تو زمانہ ہمیشہ ایک طرح نہیں رہتا۔ غم نہ کھا۔

ز رنج و راحت گیتی مرنجان دل مشو خندان	که آئین جهان گاهی چنین گاهی چنان باشد

اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر د ۵۹

(۴) ترجمہ۔ اگر عمر کی بہار رہی (یعنے زندگانی ہوئی) تو پھر تختۂ چمن پر پھول کا تاج تو سر پر رکھے گا۔ غم نہ کھا۔ یعنے اے بلبل اگر زندگانی نے وفا کی تو پھر باغ میں بہار آئیگی اور تجھ وصلِ گل نصیب ہوگا۔

(۵) ترجمہ۔ جب تو غیب کے بھید نہیں واقف نہیں ہے۔ تو ہرگز نومید نہ ہو۔ پردہ کے اندر پوشیدہ بازیاں ہونگی غم نہ کھا۔

مطلب یہ ہے کہ جب تو غیب کے اسرار سے واقف نہیں۔ تو ظاہری چند روزہ تکلیف پر غمگین کیوں ہوتا ہے۔ کیونکہ پردۂ غیب میں تیرے حسبِ مراد کئی کام ہو رہے ہیں جو آخر کار ہونگے۔ اور تیری موجودہ تکلیفیں آنے والی عظیم الشان خوش حالی کا پیش خیمہ ہیں۔

(۶) ترجمہ۔ جو شخص جہاں میں سرگردان پھرتا ہے اور کوئی غمخوار اسے نہیں ملتا۔ اخر الامر اسی بھی ضرور کوئی غمخوار مل جائیگا۔ غم نہ کھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں

اذا اشتملت علی الیاس القلوب	وضاق لما بہ الصدر الرحیب
واوطنت المکارہ والھمات	وارست فی اماکنھا الکروب
ولم یر لانکشاف الضر وجہ	ولا اغنی بحیلتہ الاریب
اتاک علی قنوط منک غوث	یمن بہ اللطیف المستجیب
وکل الحادثِ اذا تناھت	فموصولٌ بہ فرجٌ قریب

یعنے جب دل ناامید ہو جائیں اور سینے تنگ۔ غم و محنت جاگزیں ہو جائیں۔ اور اس تکلیف سے رہائی کی تجویز کسی عاقل کو نہ سوجھتی ہو۔ تو تیری اس ناامیدی کے بعد ایک فریادرس آئیگا جو لطف و مہربانی کریگا تمام حوادث کا جب وقت اخیر ہوتا ہے۔ تو اسکے ساتھ ہی خوشی نصیب ہوتی ہے۔

(۷) ترجمہ۔ اگر کعبہ کے شوق میں تو بیابان میں قدم رکھنا چاہتا ہے۔ تو اگر ببول کے کانٹے سرزنش کریں تو غم نہ کھا۔

مغیلاں۔ درخت ببول۔ کیکر۔ دراصل یہ لفظ اُمّ غیلان ہے۔ یعنی دیووں کی ماں۔ آم بمعنے مادر و غیلان جمع غول بمعنے دیو۔ پس مغیلاں جمع مغیل کی نہیں جیسا کہ بعض کا خیال ہے۔ قاموس میں لکھا ہے کہ مغیلان

درخت سمرہ کا نام ہے۔ جسکو طلح بھی کہتے ہیں اور یہ بڑے بڑے خاردار درخت ہیں جو ریگستان عرب میں پائے جاتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ اگر تجھے حج کا شوق ہو تو رستے کی تکالیف کا سامنا فراخ حوصلگی سے کرنا چاہیئے۔ دنیا میں کوئی کام بغیر سعی۔ کوشش اور تکلیف کے نہیں ہو سکتا۔ سفر حجاز میں کانٹوں سے ڈرنا۔ موتیوں کی تلاش میں موجوں سے خطرہ بزدلوں کا کام ہے۔ خواجہ صاحب جابجا اپنے کلام میں اس بات پر زور دیا ہے۔ کہ بغیر جد وجہد کے دین و دنیا کے مقاصد کا حاصل کرنا ناممکن ہے۔

(۸) ترجمہ۔ معشوق کو فراق اور رقیب کی رنج دہی سے جو کچھ ہمارا حال ہے۔ وہ حالت تبدیل کرنے والا خدا سب جانتا ہے۔ غم نہ کھا۔

ابرام۔ استوار کرنا۔ غمگین کرنا۔ غول کرنا۔

مطلب یہ ہے کہ خدا جو حالتوں کو تبدیل کرنے والا ہے۔ ہماری حالت سے واقف ہے۔ ضرور ہماری اس بدحالی کو خوشحالی میں تبدیل کر دیگا۔

(۹) ترجمہ۔ اے دل اگرچہ فنا کا سیلاب ہستی کی بنیاد کو اکھاڑ دیتا ہے لیکن جب نوح تیرا کشتیبان ہے تو طوفان سے نہ ڈر

مطلب یہ ہے کہ جب نوح سا مددگار ہو تو طوفان سے نہیں ڈرنا چاہیئے۔ اسی طرح جبکہ خداوند تعالیٰ تمہارا والی و مددگار ہے تو تم کو حوادث سے بالکل بیفکر رہنا چاہیئے اور چند روزہ عارضی تکلیف سے بیدل نہیں ہونا چاہیئے۔

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا نعتیہ شعر ہے۔

چہ غم دیوار امت را چو باشد چون تو پشتیباں	چہ باک از موج بحراں را کہ باشد نوح کشتیباں

(۱۰) ترجمہ۔ اگرچہ منزل بہت خطرناک ہے اور مقصد کا پتہ بھی نہیں لیکن کوئی ایسا رستہ نہیں جسکا انجام نہ ہو غم نہ کھا

مطلب یہ ہے کہ اگرچہ منزل بہت خطرناک ہے۔ رستہ دشوار گذار ہے۔ چپہ چپہ پر جان کا ڈر ہے اور منزل مقصود کا بھی کچھ پتہ نہیں۔ کہ کہاں ہے اور کتنی دور ہے۔ تاہم تجھ کو ہمت نہیں ہارنی چاہیئے۔ مردوں کیطرح رستہ کو طے کرتا جا اور تمام مصیبتوں کو برداشت کرتا جا۔ آخر کار تو ضرور منزل مقصود پر پہنچ جائیگا

نہایت زریں اصول ہے۔ مردانِ راہ کے لئے نہایت جرأت آموز سبق ہے۔ اور ذوقِ عمل و سعی کی نہایت پاکیزہ تعلیم ہے۔

(۱۱) ترجمہ۔ اے حافظ فکر کے گوشۂ اور سیاہ راتوں کی خلوت میں جب تک دعا اور قرآن کا درس تیرا ورد ہوگا۔ تجھے

کچھ ڈر نہیں۔

خواجہ صاحب کی سوانحعمری پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی تمام عمر درسِ قرآن میں گذری۔ آپ بڑے درجے کے شب بیدار اور سحر خیز عابد تھے۔ فرماتے ہیں کہ جب تک دعا اور درسِ قرآن تیرا ورد ہے۔ تجھے کچھ خطرہ نہیں۔ سعادت دارین تجھ کو حاصل ہوگی۔

ہر ایک مسلمان کو نصیحت گوشِ ہوش سے سننی چاہیئے۔ کہ مسلمانوں کی دینی اور دنیوی بہبودی قرآن کریم سے وابستہ ہے۔

ردیف ز

غزل (۱)

ای سروِ ناز و حُسن کہ خوش میروی بناز	۱	عشاق را بناز تو ہر لحظہ صد نیاز	
فرخندہ باد خلعتِ نازت کہ در ازل	۲	بریدہ اند بر قدِ سرو قبای ناز	
آں را کہ بوی عنبرِ زلفِ تو آرزوست	۳	چوں عود گو بر آتشِ سوزاں بسوز و ساز	
از طعنِ رقیب نگردد عیار کم	۴	چوں زر اگر بریزندش در دہانِ گاز	
پروانہ را ز شمع بود سوز دل ولے	۵	بی شمع عارضِ تو دلم را بود گداز	
دل کز طوافِ کعبۂ کویت وقوف یافت	۶	از شوق آں حریم ندارد سرِ حجاز	
ہر دم بخوں دیدہ چہ حاصل وضو چو نیست	۷	بی طاقِ ابرو تو نمازم را جواز	
صوفی ما کہ توبہ ز مے کردہ بود دوش	۸	بشکست عہد چوں در میخانہ دید باز	

چوں بادہ مست بر سرِ خم رقص زنان
حافظ کہ دوش از لبِ ما عزم شنید راز

(۹) (۹)

(۱) ترجمہ۔ تیرا ناز حسن کی سروقدی سے خوشخرامی کرتا ہے۔ عاشقوں کو تیرے ناز پر ہر وقت سو نیاز ہیں۔

یعنے تیرے ایک ایک ناز پر عاشق سو سو نیاز ظاہر کرتے ہیں۔

(۲) ترجمہ۔ تجھ ناز کی خلعت مبارک ہو کہ ازل کے دن ہی تیرے سرو جیسے قد پر ناز کا لباس قطع کیا گیا۔

یعنے روز ازل سے ہی تجھ ناز دیا گیا۔ لہذا تجھ ناز مبارک ہو۔

(۳) ترجمہ۔ جس شخص کو تیری زلف عنبریں کی خوشبو کی آرزو ہے۔ اسے چاہئے کہ جلتی ہوئی آگ پر عود کی طرح جلے اور اس سوزش سے موافقت پیدا کرے۔

عود۔ ایک لکڑی جو آگ پر جلانے سے خوشبو دیتی ہے۔ نیز ایک باجہ کا نام ہے۔

ساز۔ از مصدر ساختن۔ موافق ہونا۔ کسی حالت کو ساتھ طبیعت کو مانوس کر لینا۔ رنج و غم اور تکلیف کی حالت کا عادی ہو جانا اور اسکی ساتھ موافقت پیدا کر لینا۔ نیز بمعنے باجہ لہذا عود و ساز کی رعائت ظاہر مطلب یہ ہے۔ کہ بغیر جد و جہد اور کامل ایثار کے گوہر مقصود ہاتھ نہیں آتا۔

بعض قلمی دیوانوں میں آتش سوزاں کی بجائے آتش سودا ہے۔ یعنے آتش شوق۔ اور یہ نسخہ زیادہ موزوں نظر آتا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ رقیب کے طعنوں سے میرا عیار کم نہیں ہوتا۔ خواہ سونے کیطرح مجھ مقراض کو منہ سے کاٹیں۔

عیار۔ کھرا پن۔ خالص ہونا۔ کھرائی۔ خلوص۔ **گاز**۔ دانت۔ مقراض جس سے کپڑا کاغذ یا سونا چاندی کاٹتے ہیں۔ سونے کو اگر دہن مقراض سے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر ڈالیں۔ تو بھی سونا خالص ہی رہتا ہے۔ اسی طرح اگر رقیب مقراض دہن سے مجھے کاٹے یعنے مجھ پر طعن کرے تو اس سے میرے خلوص اور اخلاص میں کمی واقع نہ ہوگی۔

(۵) ترجمہ۔ پروانے کا دل تو شمع کی موجودگی سے جلتا ہے۔ لیکن میرا دل تیرے رخسار کے شمع کی موجودگی سے گھلا جاتا ہے۔

ظاہر ہے۔ کہ پروانہ تو شمع کے سامنے جلتا ہے لیکن عاشق کا دل معشوق کے سامنے نہ ہونے سے جلتا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ جو دل تیرے کوچہ کے کعبہ کے طواف سے واقف ہو گیا۔ وہ اس حرم کے شوق میں حجاز کا خیال چھوڑ دیتا ہے۔

یعنے جو دل کوئی معشوق کا ایک دفعہ ہو آیا وہ اس حریم حرم کا ایسا دلدادہ ہو جاتا ہے کہ حریم کعبہ کا دل سے خیال ہی

جاتا رہتا ہے۔

(۷) ترجمہ۔ ہر وقت لہو کے آنسوؤں سے وضو کرنے کا کیا فائدہ۔ جب کہ تیرے محراب ابرو کو بغیر میری نماز ہی جائز نہیں یعنی تیرے محراب ابرو کے بغیر میری نماز جائز نہیں۔ اور جب یہ محراب ہی میرے سامنے نہیں۔ تو ہر وقت خونِ دل سے وضو کرنیکا کیا فائدہ۔ مطلب یہ ہے کہ تیرے ہجر میں خون رونے سے کیا حاصل۔

(۸) ترجمہ۔ ہمارے صوفی نے کل شراب سے توبہ کی تھی۔ جب پھر میخانہ کا دروازہ دیکھا۔ تو توبہ کا عہد توڑ دیا

(۹) ترجمہ۔ حافظ جام سے کیطرح مست اور جوش کرتا ہوا خم کے پاس گیا۔ کیونکہ کل اسنے لب ساغر سے راز کی بات سنی تھی۔

بادہ۔ (۱) شراب (۲) شراب کا پیالہ۔ **کف** (۱) ہتھیلی (۲) جھاگ۔ کف زناں سے مراد بحالتِ جوش یعنے حافظ چونکہ کل شراب پی کر اسرار سے واقف ہو گیا تھا۔ اس لئے پھر جوش و مستی کی حالت میں خم کے پاس پہنچا۔ تاکہ اور شراب پیئے۔

غزل (۲)

براہ میکدہ عشاق را ست در تگ و تاز	۱	ہماں نیاز کہ حجاج را براہ حجاز
چہ گویمت کہ ز سوز دروں چہ می بینم	۲	ز اشتیاق بپرس حکایت کہ من نیم غماز
غرض کرشمہ حسن ست و رنہ حاجت نیست	۳	جمال دولت خسرو را بزلف ایاز
صبح دزدم بعد ازیں ز حضرت دوست	۴	چو کعبہ یافتم آیم زبت پرستی باز
شبی چنیں بسحر گہ ز بخت میخواہم	۵	کہ با تو شرح سر انجام خود کنم آغاز
تنم ز ہجر تو چشم از جہاں فرو میدوخت	۶	امید دولت وصل تو داد جانم باز
چہ حلقہ ہا کہ زدم بر در دل از سر سوز	۷	ببوی روز وصال تو در شبان دراز
چو غنچہ سر نہفتہ نہاں کجا ماند	۸	دل مرا کہ نسیم صبا ست محرم راز

(۹) زشوق مجلس آں ماہ خرگہی حافظ
گرت چو شمع جفائی رسد بسوز و بساز

(۱) ترجمہ۔ میکدہ کی راہ میں عاشق اسی نیاز سے تگ و تاز کرتے ہیں۔ جس سے حاجی حجاز کے رستہ میں۔ یعنے جس نیاز سے حاجی راہ حجاز کو طے کرتے ہیں۔ اسی نیاز سے عاشق شراب خانہ کے رستے کو طے کرتے ہیں

(۲) ترجمہ۔ میں تجھ کیا کہوں کہ دل کی سوز سے میری کیا حالت ہے۔ یہ بات آنسوؤں سے پوچھ۔ میں چغل نہیں ہوں مطلب یہ ہے کہ میرا سوز دروں میری آشکاری سے ظاہر ہو رہا ہے میرے بیان کرنے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی غماز ہوں کہ رازِ عشق کا افشا کروں۔ آنسوؤں کی غمازی کے لئے دیکھو شعر د ۱۰۲/۲

(۳) ترجمہ۔ حسن کا کرشمہ ظاہر کرنے سے مراد تھی ورنہ محمود کے جمالِ دولت کو زلفِ ایاز کی کیا ضرورت تھی۔ مطلب یہ ہے کہ محمود کو جو ایک عظیم الشان بادشاہ اور فاتح تھا اپنے ایک ادنے سے غلام ایاز پر عاشق ہونے کی کیا ضرورت تھی۔ ایاز سے بڑھکر حسین اور بہت تھے۔ لیکن خدا کو حسن کا یہ کرشمہ حسن کی طاقت اور اسکا یہ اعجاز ظاہر کرنا منظور تھا۔ کہ ایک بادشاہ بھی اپنے غلام پر عاشق ہو سکتا ہے۔ یعنی حسن اگر غلام میں بھی ہو تو بادشاہ اسکا غلام ہو جاتا ہے۔

محمودِ غزنوی کہ ہزاراں غلام داشت	عشقش چناں گرفت غلامِ غلام شد

(۴) ترجمہ۔ دوست کی درگاہ کو چھوڑ کر اب میں کسی دروازہ پر نہیں جاؤنگا۔ جب میں نے کعبہ پالیا تو بت پرستی سے باز آجاؤنگا۔

(۵) ترجمہ۔ میں سحر کے وقت اپنے بخت سے ایسی رات مانگونگا۔ کہ اپنی سرگذشت کا بیان تجھ سے شروع کرونگا۔ دعائے سحر عموماً قبول ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں سحر کے وقت دعا کرونگا۔ کہ مجھکو کوئی ایسی رات نصیب ہو کہ تو میرے پاس ہوتا کہ میں اپنا حال تجھ سے عرض کروں۔

(۶) ترجمہ۔ میرا جسم تیرے فراق میں دنیا سے آنکھیں بند کرنا چاہتا تھا کہ تیرے وصل کی دولت کی امید نے مجھے از سرِ نو جان دی۔

یعنے میں تیرے ہجر میں مر چکا تھا لیکن وصال کی امید نے از سرِ نو زندگی بخشی۔

(۷) ترجمہ۔ لمبی ہجر کی راتوں میں وصال کے دن کی امید پر سوز سے میں نے دل کے دروازے پر بہت زنجیر کھٹکھٹائے

حلقہ بر درِ زدن۔ دروازے کا کنڈا کھٹکھٹانا۔ دروازہ کھلوانا۔ گھر والے کو دروازہ کھولنے کے لئے بلانا۔ مطلب یہ ہے کہ ہجر کی لمبی راتوں میں میں اپنے دل کو روزِ وصال کی امید دلایا کرتا تھا۔

(۸) ترجمہ ۔ غنچہ کی طرح میرے دل کا چھپا ہوا بھید کب پوشیدہ رہ سکتا ہے ۔ جب کہ نسیم صبا اس کی محرم راز ہے جسطرح نسیم صبا غنچہ کو شگفتہ کر دیتی ہے اور اسکی خوشبو ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجاتی ہے اسی طرح عاشق کو دل کے راز سینے راز عشق کو بھی نسیم صبا افشا کر دیتی ہے ۔ صبا کی مجازی کے لئے دیکھو شعر ۱۰/۲

(۹) ترجمہ ۔ اے حافظ اگر اس ماہ خرگہی کی مجلس کے شوق میں شمع کیطرح تجھ پر کوئی ظلم ہو تو جل اور اس جلنے کو گوارا کر لے

ماہ خرگہی ۔ وہ چاند جسکے گرد ہالہ ہو ۔ بہوش معشوق ۔ کیونکہ اسکے چاند جیسے چہرہ کے گرد زلف کا ہالہ ہوتا ہے ۔ **ساز** ۔ دیکھو شعر ۱/۱

شمع اندھیری رات میں جلتی ہے ۔ گویا چاند کی صحبت کے شوق میں جل رہی ہے ۔ اسی طرح اگر تو بھی اپنے معشوق کے چاند جیسے چہرہ کے دیدار کے شوق میں جلتا ہے تو اس جلنے سے موافقت پیدا کر اور اس سوز کو گوارا کر

غزل (۳)

برنیامد از تمنائے لبت کامم ہنوز	۱	برنیامد جام لعلت در دلآشامم ہنوز
روز اول رفت دینم در سر زلفین تو	۲	تا چہ خواہد شد درین سودا سرانجامم ہنوز
از خطا گفتم بشبہ موی ترا مشک ختن	۳	میزند ہر لحظہ تیرے مو بر اندامم ہنوز
نام من رفتہ است روزی بر لب جانان بسہو	۴	اہل دل را بوی جان می آید از نامم ہنوز
پرتو روی ترا در جام دیدم آفتاب	۵	میدود چوں سایہ ہر دم بر لب بامم ہنوز
دادہ ام دل را بساقی لعل لبت	۶	جرعہ جامی کہ من سرگرم آن جامم ہنوز
ساقیا یکجرعہ دہ زان آب آتشگون کہ من	۷	در میان پختگان عشق او خامم ہنوز
ای کہ گفتی جاں بدہ تا باشدت آرام دل	۸	جاں بغمہایش سپردم نیست آرامم ہنوز

(۹) در قلم آورد حافظ قصہ لعل لبش — آب حیوان میرود ہر دم ز اقلامم ہنوز (۹)

(۱) ترجمہ ۔ تیرے لب کی تمنا میں اب تک میرا مقصد پورا نہ ہوا تیری سرخ شراب کے جام کی امید میں اب تک درد

نوش ہوں۔

یعنے اب تک آرزو میں رہا تیرے لبکا بوسہ نصیب ہوا۔ اور اب تک درد پی رہا ہوں شراب بخ نصیب ہوئی

(۲) ترجمہ۔ میرا دین پہلے روز ہی تیری زلفوں کے خیال میں صرف ہو گیا۔ ابھی دیکھو کہ اس سودا میں میرا انجام کیا ہوتا ہے

زلفیں۔ عربی دان فارسیوں نے زلف کا تثنیہ بنا یا ہے۔ یعنے دائیں بائیں کی دو زلفیں۔ **زلف**۔ دراصل زُلَف ہے جمع زلفہ کی۔ رات کا ایک حصہ۔ فارسیوں نے تصرف کر کے زُلف کہنا شروع کر دیا اور مجازاً معشوق کے بالوں کا جو کانوں کے پاس ہوتے ہیں۔ بوجہ غائت سیاہی زلف کہدیا۔ بعض کے نزدیک زُلف مخفف زُلفین کا ہے یعنے زنجیر۔ معشوق کے بالوں کے پیچ در پیچ اور حلقہ در حلقہ ہونے کی وجہ سے زلفیں اور بعدہٗ زُلف کہنے لگ گئے۔

(۳) ترجمہ۔ غلطی سے ایک تیر میں نے تیرے بالوں کو مشکِ ختن کہدیا اس لئے تیرے بال ہر لحظہ میرے جسم پر تیر مارتی ہیں۔ یعنے اس غلطی کی سزا میں کہ میں نے تیرے بالوں کو مشکِ ختن جیسی ایک حقیر چیز سے کیوں تشبیہ دی۔ اب تک تیرے بال مجھ پر تیر مار رہے ہیں۔ خطا و ختن میں صنعت ایہام ہے۔

(۴) ترجمہ۔ ایک دن معشوق کے لب پر میرا نام بھولے سے آگیا۔ اسلئے اب اہل دل لوگوں کو میرے نام سے جان کی خوشبو آتی ہے

یعنے معشوق کے جان بخش لب پر آنے سے میرے نام میں یہ تاثیر پیدا ہو گئی ہے کہ اب تک عاشقوں کو میرے نام سے جان کی خوشبو آتی ہے۔

(۵) ترجمہ۔ آفتاب نے تیرے چہرے کے پرتو کو میری خلوت میں دیکھا۔ اس لئے اب تک سایہ کیطرح ہر وقت تیرے لب بام پر دوڑتا پھرتا ہے۔

آفتاب کا لب بام آنا ایک معمولی روزمرہ کی بات ہے۔ خواجہ صاحب اسکی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ آفتاب نے میری خلوت گاہ میں میرے معشوق کے چہرہ کا نور کہیں دیکھ لیا ہے اب ہر وقت اسی شوق میں ادھر آتا جاتا ہے۔ صنعت حسن تعلیل ہے آفتاب کو روئے معشوق کے پرتو کے مقابلہ میں سایہ کہا ہے۔ جب آفتاب غروب ہونے لگتا ہے تو سایہ دیوار در دوڑ کر مکان پر چڑھ جاتا ہے۔ تاکہ آفتاب کو دیکھ سکے۔ اسی طرح آفتاب تیرے معشوق کو میری خلوت میں دیکھنے کے لئے سایہ کیطرح لب بام پر آجاتا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ ازل میں تیرے لب لعل کو ساقی نے ہم کو ایک ایسے ساغر سے گھونٹ پلایا کہ میں اب تک اس جام کا مست ہوں۔

یعنے روز ازل تیری محبت کا جام ہم نے پیا اور اب تک اسی جام سے مست ہیں "الست بربکم قالو بلیٰ" کی طرف اشارہ ہے۔

الست از ازل ہمچناں شان بگوش	بفریاد قالو بلی در خروش

(۷) ترجمہ:۔ اے ساقی اس آب آتشگوں سے ایک گھونٹ دے کیونکہ میں اسکے عشق کے پختہ دماغوں میں سے ابھی خام ہوں

آب آتشگوں سے مراد شراب سرخ۔

(۸) ترجمہ:۔ اے مخاطب تو کہتا ہے کہ جان دیدے۔ تاکہ تجھ کو دل کا آرام حاصل ہو۔ میں نے اپنی جان اسکے غموں کے حوالہ کردی۔ لیکن اب تک آرام نصیب نہیں ہوا۔

(۹) ترجمہ:۔ حافظ نے اسکے لب لعل کا قصہ قلم سے لکھا۔ اس لئے میرے قلموں سے اب تک آب حیات بہتا ہے معشوق کے لبوں کو آب حیات کے چشمہ سے تشبیہ دیا کرتے ہیں اس لئے لب لعل کی تعریف لکھنے سے قلم بھی چشمۂ حیوان ہوگیا۔

غزل (۴)

صبا بمقدم گل راح روح بخش بیار	۱	کجاست بلبل خوشگوی کو برآرد آواز
دلا ز ہجر مکن نالہ زانکہ در عالم	۲	غمست و شادی و خار و گل و نشیب و فراز
دو تا شدم چو کمان از غم و نمی گویم	۳	ہنوز ترک کمان ابروان تیر انداز
حکایت شب ہجراں بدشمناں مگنید	۴	کہ نیست سینہ ارباب کینہ محرم راز
ز طرہ تو پریشانی دلم شد فاش	۵	ز مشک نیست غریب آری ار بود غماز
ہزار دیدہ بروی تو ناظر ند و تو خود	۶	نظر بروی کسے بر نمیکنی از ناز
اگر بسوزدت ای دل ز درد نالہ مکن	۷	دم از محبت او میزن و بدرد بساز

(۸) مشو ز خاطر ما چشم خصم کور کند / تو رخ بخاک ندای حافظ از مقام نیاز (۸)

(۱) ترجمہ۔ صبا پھول کے خیر مقدم میں ہر روح کو خوشی بخش رہی ہے۔ خوش گفتار بلبل کہاں ہے کہو کہ آواز لگائے۔
راح روح۔ (۱) روح کی خوشی۔ روح کی تازگی۔ (۲) باربد کے تیس لحن میں سے ایک کا نام۔
مطلب یہ ہے کہ موسم بہار آگیا ہے۔ بادِ صبا اپنی خوشبو سے دماغوں کو تازہ کر رہی ہے۔ بلبل کو کہو کہ نغمہ سرائی کرکے راح روح اور آواز میں صنعت ایہام۔

(۲) ترجمہ۔ اے دل ہجر سے فریاد نہ کر کیونکہ جہاں میں غم اور خوشی۔ کانٹا اور پھول پستی اور بلندی لازم ملزوم ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ میں غم سے کمان کیطرح جھک گیا ہوں لیکن اب بھی میں کمان ابرو اور تیر انداز معشوقوں کو ترک نہیں کرتا۔

(۴) ترجمہ۔ شب ہجر کے قصے دشمنوں سے بیان نہ کر کیونکہ ارباب کینہ کا سینہ محرم راز نہیں ہوتا

(۵) ترجمہ۔ تیرے طرہ سے میرے دل کی پریشانی ظاہر ہوگئی۔ ہاں مشک ہی کیا عجب ہے اگر غمازی کرے۔
مشک (کستوری) کا خاصہ ہے کہ اگر پردے میں بھی ہو تو اپنی خوشبو ہر طرف پھیلا دیتی ہے۔ گویا رازِ دل پردہ کو فاش کرتی ہے اور غمازی کرتی ہے معشوق کی زلف کو بوجہ خوشبو کے مشک سے تشبیہ دیتے ہیں مذلف معشوق کی پریشانی سے عاشق کا دل بھی پریشان ہو جاتا ہے اور رازِ عشق افشا ہو جاتا ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ تیری زلف مشکیں نے میرے دل کی پریشانی کو ظاہر کر دیا۔ کیونکہ نہ ہو۔ مشک ہمیشہ غماز (چغل) ہوتی ہے۔

(۶) ترجمہ۔ ہزارہا آنکھیں تیرے چہرہ کو دیکھ رہی ہیں اور تو خود ناز کی وجہ سے کسی کے چہرہ کیطرف نہیں دیکھتا۔

(۷) ترجمہ۔ اے دل اگر درد تجھے جلائے تو درد سے نالہ و فریاد نہ کر۔ اس کے عشق کا دم مار اور درد سے موافقت پیدا کر۔
یعنے عشق میں درد کو گوارا کر۔ اور نالہ و فریاد نہ کر۔

(۸) ترجمہ۔ ہمارے دل کا غبار دشمن کی آنکھ کو اندھا کرتا ہے۔ اے حافظ تو نیازی کی وجہ سے خاک پر منہ رکھ۔
مطلب یہ ہے کہ ہمیں خاکساری اختیار کرنی چاہیے اور نیازی کی وجہ سے سر خاک پر رکھنا چاہیے کیونکہ خاکساروں کے دل کی کدورت دشمنوں کو اندھا کرتی ہے۔ غبارِ چشم اور خاک کی رعایت ظاہر

غزل (۵)

منم غریب و یار و توئی غریب نواز	۱	دمی بحال غریب دیار خود پرداز
بهر کمند که خواهی بگیر و بازم بند	۲	بشرط آنکه ز کارم نظر نگیری باز
بر آستین خیال تو میدهم بوسه	۳	بر آستان وصالت چو نیست دست نیاز
ز دست زمان من شوریده دل نهادم روی	۴	بر آستان تو کاندر ازل نهادم باز
ولا امان ز شامی که صبح در پی اوست	۵	که نیش و نوش بهم باشد و نشیب و فراز
گرم چو خاک زمین خوار میکنی هل ست	۶	حرام میکنم و بر خاک سایه می اندازم
درون سینه دلم چون کبوتران بطپید	۷	چه آتشی ست که بر جان ما نهادی باز
خیال قد بلند تو میکند دل من	۸	تو دست کوته من بین و آستین مدراز

(۹) حدیث درد من ای مدعی نه امروزست — که حافظ از ازل اورند بود و شاهد باز (۹)

(۱) ترجمہ۔ میں غریب الوطن ہوں اور تو غریب نواز ہے۔ اپنے شہر کے مسافر کے حال پر تھوڑی دیر کے لئے توجہ کر۔

(۲) ترجمہ۔ جس کمند سے تو چاہے مجھے پکڑ اور پھر باندھ۔ لیکن شرط یہ ہے کہ تو میرے کام کو نظر انداز نہ کرے۔ یعنے بشرطیکہ تو میری طرف ہمیشہ متوجہ رہے۔ اور میرے مدعا کو پورا کرے جسطرح چاہے تو مجھے پکڑ اور باندھ سکتا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ میں تیرے خیال کی آستین پر ہی بوسہ دیتا ہوں۔ جب کہ میرا دستِ نیاز تیرے آستانِ وصال پر نہیں پہنچ سکتا۔

مطلب یہ ہے کہ جب تیرا وصال ممکن نہیں۔ تو صرف خیال میں ہی تیری تصویر کو بوسے دیتا ہوں۔

آستین خیال اور آستانِ وصال کا لفظی کا اور معنوی مقابلہ بہت لطیف ہے۔

(۴) ترجمہ۔ تیری آستانہ پر مجھ شوریدہ دل نے اسوقت سر نہیں رکھا۔ بلکہ روزِ ازل سے ہی میں نے وہاں سر رکھا ہے۔

یعنے میں روزِ ازل سے ہی عاشق ہوں اور اِس آستانہ پر سر رکھا ہے۔ آج عاشق نہیں ہوا

(۵) ترجمہ۔ اے دل اس شام سے نہ رو جسکے پیچھے صبح لگی ہوئی ہو۔ کیونکہ ڈنگ اور تریاق بلندی اور پستی باہم ہوتے ہیں۔

نیش ۔ نوک کی تیزی۔ جیسے چھری کی نوک۔ بچھو یا سانپ کا ڈنگ۔ **نوش**۔ شہد شیریں گوارا۔ آبِ حیات۔ تریاق۔ زندگی

یعنی شامِ ہجر کی مصیبتوں پر رونا نہیں چاہیئے۔ کیونکہ اُسکے بعد صبحِ وصال آنے والی ہے پر بستی کے بعد بلندی ہے اور ہر تلخی کے بعد شیرینی۔ اس لئے کسی حالت میں مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔

(۶) ترجمہ۔ اگر تو مجھ زمین کی خاک کیطرح ہی خوار کرے تو کچھ بات نہیں لیکن تو ناز سے چل اور میری خاک پر سایہ ڈال۔

مطلب یہ ہے کہ اگر تو مجھے خاکِ راہ ہی بنا دے تو منظور ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ تو اس خاک پر اپنا سایہ ڈالے اور اُدھر سے ہو کر گذرے۔

(۷) ترجمہ۔ میرا دل سینہ کے اندر کبوتروں کیطرح تڑپتا ہے۔ یہ کیسی آگ ہے کہ تو نے ہماری جان میں لگا دی ہے۔

(۸) ترجمہ۔ میرا دل تیرے بلند قد کا خیال کرتا ہے۔ تو میرا چھوٹا تہہ اور لمبی آستین دیکھ

یعنے میں کہاں اور تیرا قدِ بلند کہاں۔ میری وہاں تک کسطرح رسائی ہو سکتی ہے۔ لیکن پھر بھی میرا دل تیرے قد کا خیال کرتا ہے دیکھ کہ میری بساط کیا ہے اور آرزوئیں کتنی بڑی ہیں۔

(۹) ترجمہ۔ اے مدعی میرے درد کی حکایت آج ہی نہیں۔ حافظ تو روزِ ازل سے ہی رند اور شاہد باز ہے۔

اسی مضمون کے لئے دیکھو د ۲۵/۴ ت ۷۸/۸ ت ۷۲/۴ د ۳۳/۶ ت ۲/۱ د ۵۴/۱

غزل (۶۱)

منم کہ دیدہ بدیدار دوست کردم باز	۱	چہ شکر گویمت اے کارساز بندہ نواز
نیاز مند بلا گو رخ از غبار مشوے	۲	کہ کیمیای مرادست خاک کوی نیاز
بیک دو قطرہ کہ ایثار کردی ای خواجہ	۳	بسا کہ در رخ دولت کنی کرشمہ و ناز
طہارت ار نہ بخوں جگر کند عاشق	۴	بقول مفتی عشقش درست نیست نماز
ز مشکلات طریقت عنان متاب اے دل	۵	کہ مرد راہ نیندیشد از نشیب و فراز
دریں مقام مجازی بجز پیالہ مگیر	۶	دریں سراچہ باز یچہ غیر عشق مباز
من از نسیم سخن چیں چہ طرف بربندم	۷	چو سر و راست دریں باغ نیست محرم راز
اگرچہ حسن تو از عشق غیر مستغنی ست	۸	من آں نیم کہ ازیں عشقبازی آیم باز

(۹) غزل سرائی ناہید صرفہ نبرد (۹)
دراں مقام کہ **حافظ** برآورد آواز

(۱) ترجمہ ۔ میں نے معشوق کو دیدار پر آنکھیں کھولی ہیں ۔ اے بندہ نواز کارساز تیرا شکر کہاں تک ادا کروں ۔

(۲) ترجمہ ۔ نیاز مند عشق کو کہو کہ چہرہ سے غبار نہ دھو ۔ کیونکہ کوچہ نیاز کی خاک کیمیا تے مراد ہے

مطلب یہ ہے کہ خاکساری سے تمام مرادیں حاصل ہو جاتی ہیں اس لئے چاہیئے کہ انسان اپنے چہرہ سے غبار نیاز کو دور نہ کرے ۔

(۳) ترجمہ ۔ اے خواجہ ان ایک دو قطروں کی دولت جو تو نے قربان کئے ۔ دولت کے چہرہ پر تو بہت کرشمہ و ناز کرے گا یعنی ایک دو قطرے آنسوؤں کے جو تو نے انتظار میں بہائے ۔ ان کی برکت سے تجھے دولتِ دیدار نصیب ہو گی ۔

(۴) ترجمہ ۔ اگر عاشق خونِ جگر سے وضو نہ کرے ۔ تو مفتی عشق کے فتوی کے مطابق اسکی نماز جائز نہیں

اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر د ۱۱/۳ د ۱۳/۴

ہمارے مذہبِ عشق و محبت کا یہ فتویٰ ہے		نمازِ عشق میں خونِ جگر کا وضو لازم	

(۵) ترجمہ۔ اے دل طریقت کی مشکلات سے باگ نہ موڑ۔ کیونکہ مسافر رستے کی بلندی اور پستی سے نہیں ڈرتا۔
مطلب یہ ہے کہ سالک کو راہِ عشق کی تمام مشکلات کا مردانگی سے مقابلہ کرنا چاہیئے۔ ہمت نہیں ہارنی چاہیئے

(۶) ترجمہ۔ اس مقامِ مجازی میں پیالہ کے سوا اور کچھ نہ لے۔ اس بازی گاہ میں بازیٔ عشق کے سوا اور کوئی بازی نہ کھیل۔

مقامِ مجازی اور **سراچہ بازیچہ** سے مراد دنیا۔ قرآن کریم میں ہے۔ وما الحیٰوۃ الدنیا الا لعب ولھو۔

مطلب یہ ہے کہ دنیا مقامِ مجازی ہے اور ہر وقت خطرہ ہے کہ انسان حقیقت سے دور جا پڑے اس لئے چاہیئے کہ شرابِ عشق کے پیالہ کے بغیر انسان اور کچھ چیز ہاتھ میں نہ لے۔ کیونکہ باقی تمام چیزیں مجاز کے ساتھ وابستگی پیدا کرتی ہیں اور حقیقت سے ناآشنا کرتی ہیں۔ صرف جامِ مے ایک ایسی چیز ہے۔ جو حقیقت کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ دنیا ایک بازیچہ اطفال ہے بازیٔ عشق کے سوا اور کوئی بازی یہاں نہیں کھیلنی چاہیئے۔ ورنہ بچوں کی طرح تمام عمر ضائع کر دو گے اور کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

(۷) ترجمہ۔ مجھے بخت چین نسیم سے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ جب کہ سروِ راست قد یہاں اس باغ میں محرمِ راز نہیں ہے
مطلب یہ ہے کہ سروِ راست قد باوجود اپنی راستی کے جب محرمِ راز نہیں تو نسیم جو کہ مشہور غماز ہے اور زلفِ جاناں کی خوشبو کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتی ہے کس اعتبار کے قابل ہو سکتی ہے اور اس پر رازِ عشق کے پوشیدہ رکھنے کی کس طرح امید ہو سکتی ہے۔

(۸) ترجمہ اگرچہ تیرا حسن غیر کے عشق کے مستغنی ہے لیکن میں وہ نہیں ہوں جو اس عشقبازی سے باز آؤں۔
مطلب یہ ہے کہ اگرچہ تجھے ہمارے عشق کی ضرورت نہیں لیکن ہم کسی صورت میں عشقبازی سے باز نہیں آ سکتے کیونکہ ہمیں تجھ جیسا اور کوئی حسین نہیں ملتا

ترا بندہ از من بہ افتد بسے		مرا چوں تو دیگر نیفتد کسے	

(۹) ترجمہ۔ ناہید کی غزل سرائی اس جگہ کبھی غالب نہیں ہو سکتی۔ جہاں حافظ آواز نکالے۔
ناہید۔ زہرہ ستارہ جو تیسرے آسمان پر ہے۔ اسے مطربِ فلک بھی کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ مطربِ فلک بھی حافظ کی غزل سرائی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

غزل (۷)

ہزار شکر کہ دیدم بکام خویشت باز	۱	ترا بکام خود و با تو خویش را دمساز
روندگانِ حقیقت رہِ بلا سپرند	۲	رفیق عشق چہ غم دارد از نشیب و فراز
غم حبیب نہان بہ ز جستجوی رقیب	۳	کہ نیست سینۂ ارباب کینہ محرم راز
چہ فتنہ بود کہ مشاطۂ قضا انگیخت	۴	کہ کرد نرگس مستش سیہ بسرمۂ ناز
بدیں سپاس کہ مجلس منورست بدوست	۵	گرت چو شمع جفائی رسد بسوز و بساز
ملامتی کہ بروی من آمد از غم عشق	۶	ز اشک پرس حکایت کہ من نیم غماز
امید قد تو میداشتم ز بخت بلند	۷	نسیم زلف تو میخواستم ز عمر دراز
بہ نیم بوسہ دعائی بخرز اہل دلے	۸	کہ کید دشمنت از جان و جسم دارد باز

(۹) فگند زمزمۂ عشق در حجاز و عراق — نوای بانگ غزلہای حافظ شیراز (۹)

(۱) ترجمہ۔ ہزار شکر ہو کہ میں نے تجھے پھر اپنے مقصود کے ساتھ دیکھا ہو۔ تجھ کو اپنے مقصود کے ساتھ اور اپنے آپ کو تیرے ساتھ موافق دیکھا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ راہِ حقیقت کے چلنے والے بلا کی راہ طے کرتے ہیں۔ عشق کا سالک بلندی پستی سے نہیں ڈرتا۔

وہی مضمون ہو جو شعر نمبر ۶ کا ہے۔ دوسرا مصرعہ بھی اسی شعر سے لیا گیا ہو۔

(۳) ترجمہ۔ رقیب کی دریافت پر معشوق کا غم پوشیدہ رکھنا ہی اچھا ہے۔ کیونکہ اہل کینہ کا سینہ محرم راز نہیں ہوتا۔

مطلب یہ ہو کہ رقیب سے اپنا عشق پوشیدہ رکھنا چاہیئے۔ دوسرا مصرعہ وہی ہو جو شعر نمبر ۴ میں ہے۔

(۴) ترجمہ۔ قضا کی مشاطہ نے کیا فتنہ اٹھایا کہ اسکی مست آنکھ کو سرمۂ ناز سے سیاہ کر دیا ہے۔

مشاطہ۔ وہ عورت جسکا پیشہ دوسری عورتوں کو بنانے سنوارنے کا ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہو کہ عاملانِ

قضا و قدر نے اسکی مست آنکھوں کو سرمۂ ناز سے سیاہ کرکے ایک جہاں کو فتنہ میں مبتلا کیا ہے جو اسکی سیاہ اور مست آنکھوں کو دیکھتا ہے مبتلا ہو جاتا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ اس شکر یہ میں کہ محلس معشوق رونق افروز ہے۔ اگر تجھ پر شمع کیطرح کوئی جفا ہو تو جل اور اس جلنے سے موافقت کر۔

مطلب یہ ہے کہ جسطرح شمع محفل دوست میں جلتی ہے۔ تو بھی جل۔ دوسرا مصرعہ وہی ہے جو شعر نمبر ۲ کا ہے۔ مضمون بھی قریباً وہی ہے۔

(۶) ترجمہ۔ غم عشق سے جو علامت میرے چہرہ پر ہوئی۔ اسکا قصہ میرے آنسوؤں سے پوچھ کیونکہ میں غمل نہیں ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ غم عشق میں (رو رو کر) جو حال میرے چہرہ کا ہوا ہے۔ وہ آنسوؤں سے پوچھ۔ دوسرا مصرعہ وہی ہے جو شعر نمبر ۲ میں ہے۔ مضمون بھی وہی ہے۔

(۷) ترجمہ۔ میں اپنے بلند بخت سے تیرے قد کی امید رکھتا تھا اور لمبی عمر سے تیری زلف کی خوشبو چاہتا تھا۔

مطلب یہ ہے کہ مجھے اپنے نصیب سے صرف یہی سوال ہے کہ تیرے قد بلند کو دیکھ لوں اور اپنی لمبی عمر سے صرف یہی چاہتا ہوں کہ ایکدفعہ اپنی عمر میں تیری زلف کی خوشبو سونگھ لوں۔ قد اور بخت بلند۔ زلف اور عمر دراز کی رعایت ظاہر۔

(۸) ترجمہ۔ آ ہی بوسہ پر کسی اہل دل کی دعا خرید لے۔ تاکہ دشمن کے مکر سے تیرے جسم اور جان کو محفوظ رکھے۔

مطلب یہ ہے کہ ایک بوسہ دیکر کسی اہل دل کی دعا لے لے تاکہ دشمنوں کے مکر و فریب سے محفوظ رہے۔

(۹) ترجمہ۔ حافظ شیراز کی غزلوں کی آواز نے۔ حجاز اور عراق میں عشق کا زمزمہ ڈال دیا۔

مطلب یہ ہے کہ حافظ شیراز کی غزلیں حجاز اور عراق میں پہنچکر لوگوں میں عشق کا جوش اور چرچا پیدا کر رہی ہیں۔ (نہ صرف حجاز و عراق بلکہ تمام دنیا میں حافظ کی غزلوں نے عشق کا چرچا پھیلایا)

غزل (۸)

بیا و کشتی ما در شط شراب انداز	۱	غریو و ولوله در جان شیخ و شاب انداز

مرا بکشتہ بادہ در افگن ای ساقی	۲	کہ گفتہ اند نکوئے کن و در آب انداز
زکوی میکدہ برگشتہ ام ز راہ خطا	۳	مرادگر زکرم در رہِ صواب انداز
بیار ازاں می گلرنگ مشکبو جامے	۴	شرار رشک و حسد در دل گلاب انداز
اگرچہ مست و خرابم تو نیز لطفے کن	۵	نظر بریں دل برگشتہ خراب انداز
بہ نیم شب اگرت آفتاب میباید	۶	زروی دختر گلچہر رز نقاب انداز
مہل کہ روز وفاتم بخاک بسپارند	۷	مرا بمیکدہ بر درخم شراب انداز

(۸) گرازتو یک سر موبسر کشد دل حافظ (۸)
بگیر و در خم زلفش بہ پیچ و تاب انداز

(۱) ترجمہ۔ آ اور ہماری کشتی کو شراب کے دریا میں ڈال۔ بوڑھا اور جوان کی جان میں جوش و خروش پیدا کردے

شط۔ رود۔ کنارہ دریا۔ نہر۔ کشتی۔ علاوہ معنی معروف۔ ایک قسم کا شراب کا پیالہ

(۲) ترجمہ۔ اے ساقی مجھ شراب کی کشتی میں ڈال دی۔ مثل مشہور ہے کہ نیکی کر اور دریا میں ڈال۔

بے شک مثل مشہور ہے کہ نیکی کر اور دریا میں ڈال مگر اسکا مطلب یہ ہے کہ نیکی کر اور بھول جا یا بغیر توقع مزد نیکی کر لیکن خواجہ صاحب اس سے عجیب معنے لیتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ تو نیکی کر کہ مجھے شراب کے دریا میں ڈال دی

(۳) ترجمہ۔ میں غلطی سے میکدہ کے دروازہ سے پھر گیا ہوں۔ مجھے پھر مہربانی کر کے صحیح رستہ میں ڈال۔

یعنے پھر شراب خانہ کا رستہ بتا میری غلطی تھی۔ کہ میں نے اس رستہ سے رو گردانی کی۔

(۴) ترجمہ۔ اس پھول کو رنگ والے اور مشک کی خوشبو والے شراب سے ایک پیالہ لا۔ اور گلاب کے دل میں رشک و حسد کی آگ لگا دے۔

یعنے گلاب بھی شراب کے رنگ و بو پر حسد کرے۔

(۵) ترجمہ۔ اگرچہ مست اور خراب ہوں تو بھی مہربانی کر اور اس خراب برگشتہ دل پر ایک نظر ڈال۔

(۶) ترجمہ۔ آدھی رات کے وقت اگر تجھ آفتاب چاہئے تو شراب گلرنگ کے چہرہ سے پردہ اٹھا۔

دختر گلچہر رز یعنے سرخ شراب

یعنے شراب سرخ آدھی رات کے وقت بھی سورج کیطرح چمکتی ہے۔

(۷) ترجمہ۔ ایسا نہ ہونے دی کہ مرنے پر مجھ خاک کو سپرد کریں۔ مجھ شراب خانہ میں لیجا اور شراب کے مٹکے میں ڈال دے یعنے بجائے دفن کرنے کے مجھے خم شراب میں غرق کر دو۔

(۸) ترجمہ۔ اگر حافظ کا دل بال برابر بھی تجھ سے سرکشی کرے۔ تو اسکو اپنی زلف کے خم میں گرفتار کر کے پیچ و تاب میں ڈال۔ مو اور زلف کی رعایت ظاہر۔

غزل (۹)

حال خونین دلاں کہ گوید باز	۱	وز فلک خون جم کہ جوید باز
جز فلاطون خم نشین شراب	۲	سر حکمت بما کہ گوید باز
نرگس مست اگر بروید باز	۳	نرگسش از چشم مے پرستان باد
زیں جفا رخ بخوں بشوید باز	۴	ہر کہ چوں لالہ کاسہ گرداں شد
ببرش موے تا نمویدباز	۵	بسکہ در پردہ چنگ گفت سخن
سا غر لالہ گوں بپوید باز	۶	بکشاید دلم چو غنچہ اگر

(۷) گرد بیت الحرام خم حافظ (۸) گر تواند بسر بپوید باز

(۱) ترجمہ۔ خونین دلوں کا حال کون بیان کرے۔ آسمان سے جمشید کے خون کا کون بدلہ لے

مطلب یہ ہے کہ زمانہ نے کئی دلوں کا خون کیا ہے کون انکے قصے بیان کرے اور جمشید جیسے ہزاروں کا آسمان نے خون کیا ہے۔ کون انتقام لے جمشید جام اور مجلس کے لئے مشہور تھا۔

(۲) ترجمہ۔ شراب کے خم نشین افلاطون کے سوا حکمت کے راز ہم کو کون بتائے۔

افلاطون۔ ایک مشہور یونانی فلاسوفر جو سقراط کا شاگرد اور ارسطو کا استاد تھا۔ حکمائے شراقیہ میں سب سے زیادہ مشہور گذرا ہے۔ کہتے ہیں کہ اسکے زمین کے اندر مٹکے دفن کئے ہوئے تھے جن میں بیٹھکر اسرار و رموز حقائق و معرفت معلوم کرتا تھا اور شاگردوں کو تعلیم دیتا تھا۔

یہاں خواجہ صاحب نے شراب کو افلاطونِ خم نشیں کہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ صرف شراب ہی اسرارِ حکمت بیان کر سکتی ہے۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر ۵۶/۳ تا ۴۔

(۳) ترجمہ۔ نرگس مست اگر پہر پیدا ہو تو اسے مے پرستوں کی آنکھ سے شرم کرنی چاہیئے۔

مطلب یہ ہے کہ مے پرستوں کی مست آنکھوں کی موجودگی میں نرگسِ مست کو ظاہر نہیں ہونا چاہیئے۔

(۴) ترجمہ۔ جو شخص لالہ کیطرح کاسہ گرداں ہوا۔ وہ اِس ظلم کی وجہ سے خوں سے منہ دھوئیگا۔

گل لالہ ہمشکل پیالہ ہوتا ہے اور سرخ رنگ کا ہوتا ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ گلِ لالہ کیطرح جو شخص کاسہ گرداں ہوگا یعنے سائل بنے گا وہ غم و غصہ میں مبتلا ہوگا۔

(۵) ترجمہ۔ چونکہ چنگ نے پردہ میں بہت سی باتیں کہی ہیں۔ اسکے بال کاٹ دو۔ تاکہ پہر نہ بولے۔

موئید۔ از مصدر مویدن۔ رونا۔ مردہ پر رونا۔ نوحہ کرنا۔ آواز۔ لحن۔

مطلب یہ ہے کہ چونکہ چنگ نے پردہ کی باتیں کی ہیں اسلئے اس کی تار کاٹ دو تاکہ پہر نہ بول سکے۔

پردہ بمعنے پردہ ساز و معنے معروف۔

(۶) ترجمہ۔ اگر لالہ گوں (سرخ) ساغر کی خوشبو پائے تو میرا دل غنچہ کیطرح شگفتہ ہوجاتا ہے۔

یعنے جس طرح غنچہ بادِ صبا سے شگفتہ ہوتا ہے۔ میرا دل بھی شراب سرخ کی خوشبو سے شگفتہ ہوجاتا ہے۔

(۷) ترجمہ۔ خُم کے بیت الحرام کے گرد اگر ہو سکا تو حافظ سر کے بل پھر گیا۔

بیت الحرام ۔ حرمت کی جگہ۔ عزت و حرمت کا وہ گھر جس میں بعض مباحات سے منع کیا گیا ہے۔ خانہ کعبہ۔

یہاں خم مے شراب کے مٹکے کو خواجہ صاحب نے بیت الحرام کہا ہے۔ لطف یہ ہے کہ ایک تو خُم مے مینوشوں کے لئے بمنزلہ کعبہ کے ہے اور دوسرا یہ کہ خم میں شراب ہوتی ہے جو حرام ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حافظ خم مے کے گرد طواف کریگا۔ کیونکہ اسکا کعبہ یہی ہے۔

غزل (۱۰)

خیز و در کاسۂ زر آب طرب ناک انداز	۱	پیش از انی کہ شود کاسۂ سر خاک انداز
عاقبت منزل ما وادیٔ خاموشاں ست	۲	حالیا غلغلہ در گنبد افلاک انداز
ملک ایں مزرعہ دانی کہ نباتی نکند	۳	آتشے از جگرِ جام در افلاک انداز

بسر سبز تو ای سرو کہ چوں خاک شوم	۴	ناز از سر نبہ و سایہ بر اں خاک انداز	
دل ما را کہ ز مار سر زلف تو نجست	۵	از لب خود بشفاخانۂ تریاک انداز	
غسل در اشک زدم کاہل طریقت گویند	۶	پاک شو اول و پس دیدہ بر اں پاک انداز	
یارب آں زاہد خود بیں کہ بجز عیب ندید	۷	دود آہیش در آئینۂ ادراک انداز	
چشم آلودہ نظر از رخ جاناں دور ست	۸	بر رخ او نظر از آئینۂ پاک انداز	

(۹) چوں گل از نکہت او جامہ قبا کن حافظ (۹)

آن قبا در رہ آن قامت چالاک انداز

(۱) ترجمہ۔ اٹھہ اور سونے کے پیالہ میں شراب ڈال پیشتر اسکے کہ سر کا پیالہ خاک میں مل جائے۔

آب طربناک۔ سے مراد شراب ہوتی ہے۔ خاک انداز یعنے در خاک انداختہ شدہ مٹی میں ملا ہوا

(۲) ترجمہ۔ آخر کار ہمارا مقام قبرستان ہے اسوقت تو گنبد افلاک میں شور و غلغلہ ڈال دے۔

وادی خاموشاں۔ یا شہر خموشاں۔ قبرستان۔

مطلب یہ ہے کہ اب وقت ہے جو کچھ کرنا ہے کرلے۔ انجام کار خاموشی ہے۔ اب منہ میں زبان ہے اپنی خوش کلامی سے غلغلہ ڈال دے۔ یہ وقت پھر ہاتھ نہیں آئیگا۔

عاقبت در شہر خاموشاں روی		از خودی بیگانہ و بیخود شوی	
از عمل معزول اعضائے تو سرد		روئے تو چوں عامل معزول زرد	
حالیا دستت رسد کاری بکن		غلغلہ اندازد رچرخ کہن	(مولف)

یہ شعر خواجہ صاحب کے مشہور ترین اشعار میں سے ہے۔

(۳) ترجمہ۔ تو جانتا ہے کہ اس کھیتی کو ملک کو ثبات نہیں۔ ساغر کے جگر سے آسمانوں میں آگ لگا دے۔

مطلب یہ ہے کہ دنیا ناپائدار ہے۔ شراب کا پیالہ پی اور مستی عشق میں زمین و آسمان کو بھول جا۔

(۴) ترجمہ۔ اے سرو تجھے اپنی سرسبزی کی قسم ہے کہ جب میں خاک ہو جاؤں ناز کو سر سے اتار اور اس خاک پر سایہ ڈال

یعنے جب میں مر جاؤں تو تھوڑی دیر کے لئے تو غرور چھوڑ کر میری قبر پر آ۔

(۵) ترجمہ۔ ہمارے دل کو جسے تیری زلف کے سانپ نے کاٹا ہے اپنے لب سے شفاخانۂ تریاک میں ڈال۔

تریاک ۔ یا تریاق ۔ زہر مہرہ ۔ زہر کی دوا

مطلب یہ ہو کہ میرے دل کو جسی تیری زلف نے پریشان کردیا ہو۔ لب لعل کی ایک بوسہ سے اطمینان بخش ۔

(۶) ترجمہ ۔ میں نے آنسوؤں سے غسل کیا۔ کیونکہ اہل طریقت کہتے ہیں کہ پہلے خود پاک ہو اور پھر اس پاک کو دیکھو ۔ لوگ تو پانی سے نہاتے ہیں عاشق آنسوؤں سے غسل کرتے ہیں ۔

(۷) ترجمہ ۔ اے خدا وہ خود بین زاہد جو سوائے عیب کے اور کچھ نہیں دیکھتا۔ اس کی عقل کی آئینہ پر آہ کا دھواں ڈال ظاہر ہے کہ سانس اور آہ سے آئینہ پر کدورت آجاتی ہو مطلب یہ ہے کہ مغرور زاہد جو ہمیشہ عیب جوئی اور نکتہ چینی ہی کرتا رہتا ہو خدا کرے کہ اسکی عقل کی آئینہ پر آہ کے دھوئیں سے کدورت آجائے ۔ یعنے کسی مظلوم کی بد دعا سے اسکو فہم ادراک پر پردہ آجائے ۔

(۸) ترجمہ ۔ آلودہ نظر کو چہرہ معشوق کی چہرہ سے دور ہوتی ہے ۔ اسکے چہرہ پر پاک آئینہ سے نظر ڈال ۔ یعنے معشوق کو پاک آنکھوں سے دیکھنا چاہیئے ۔ ناپاک آنکھیں اسکی چہرہ کو نہیں دیکھ سکتیں ۔ محبوب حقیقی کی مشاہدہ کے لئے ضروری ہے کہ آئینہ دل ہر قسم کی کدورتوں سے پاک اور صاف ہو اور خیالات ماسوا سے آلودہ نہ ہو ۔

(۹) ترجمہ ۔ اے حافظ پھول کیطرح اسکی خوشبو سے جامہ چاک کردے اور اس جامہ کو اس چالاک قد کی راہ میں ڈال دے جسطرح باد صبا کی نکہت سے پھول شگفتہ ہوتے ہیں اور اپنا جامہ چاک کرتے ہیں ۔ اور آخر کار پھول کی پنکھڑیاں باد صبا کی راہ میں گر جاتی ہیں ۔ اسی طرح عاشق کو بھی چاہیئے کہ معشوق کی آمد کی خبر میں اپنا جامہ چاک کرے اور اسکی راہ میں فنا ہوجائے ۔

غزل (۱۱)

دلم ربودہ لولی وشیست شور انگیز	۱	درغ وعدہ وقتال وضع ورنگ آمیز
قدای پیرہن چاک ماہرویاں باد	۲	ہزار جامہ تقوی وخرقہ پرہیز
فرشتہ عشق نداند کہ چیست اے ساقی	۳	بیار جام وشراب بنخاک آدم ریز
غلام آں کلماتم کہ آتش افروزد	۴	نہ آب سرد زند در سخن برآتش تیز
فقیر وخستہ بدرگاہت آمدم رحمے	۵	کہ جز ولای تو ام نیست ہیچ دستاویز

بیا کہ ہاتف میخانہ دوش با من گفت	۶	کہ در مقام رضا باش و از قضا نگریز	
پیالہ در کفنم بند تا سحر گہ حشر	۷	بمی زدل ببرم ہول روز رستاخیز	
(۸)	میان عاشق و معشوق ہیچ حائل نیست تو خود حجاب خودی حافظ از میان برخیز		(۸)

(۱) ترجمہ۔ میرا دل ایک لولی وش جو فتنہ انگیز، دروغ وعدہ قتال وضع اور رنگ آمیز ہے لے گیا ہے۔

لولی۔ تحقیق لغوی کے لئے دیکھو شعر الف ۶/۳

شور انگیز۔ دروغ وعدہ۔ قتال وضع اور رنگ آمیز صفتیں ہیں۔ لولی وش موصوف

(۲) ترجمہ۔ معشوقوں کی پیرہن چاک پر فدا ہوں۔ ہزار حجاب تقویٰ کے اور ہزار خرقے پرہیزگاری کے

مطلب یہ ہے کہ حجاب تقویٰ اور خرقہ پرہیز سے معشوق کا پیرہن چاک بدرجہا بہتر ہے۔ یعنی زہد خشک سے عشق بہت افضل ہے۔

(۳) ترجمہ۔ ساقی فرشتہ نہیں جانتا کہ عشق کیا ہے [illegible] آدم کی خاک پر شراب گرا۔

ساقی میخانہ عشق کو مخاطب کرکے خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ فرشتوں کو معلوم نہیں کہ عشق کیا چیز ہے۔ یہ نعمت انسان کے حصہ میں ہی آئی ہے۔ اس لئے شراب صرف آدم کی خاک پر ہی گرانی چاہیئے۔ پہلے کئی بار لکھا جا چکا ہے کہ رابطہ عشق صرف خدا اور انسان کو درمیان ہے خدا اور فرشتوں کے درمیان نہیں عشق کی شراب صرف آدم کی مٹی میں ہی ملائی گئی۔ چنانچہ دیکھو شعر د ۵۴ نیز دیکھو شعر الف ۱

(۴) ترجمہ۔ میں ان کلمات کا غلام ہوں جو آگ بھڑکائیں۔ نہ یہ کہ تیز آگ پر باتوں میں سرد پانی ڈالا جائے۔

یعنے میں ایسے کلام کو پسند کرتا ہوں جس سے آتش عشق تیز تر ہو۔ نہ یہ کہ آتش عشق پر ٹھنڈا پانی ڈالے۔ مطلب یہ ہے کہ میں عاشقانہ کلام کا شائق ہوں فلسفیانہ بحثیں دل کو ٹھنڈا کر دیتی ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ میں تیری درگاہ میں فقیر اور خستہ حال آیا ہوں رحم کر۔ کیونکہ تیری محبت کے سوا میرا کوئی سہارا نہیں

دستاویز۔ سند جس سے اپنا مطلب ثابت کریں۔ کوئی چیز جسکا سہارا ہو۔ مکتب زوست دآویزد از مصدر آویختن۔)

(۶) ترجمہ۔ آکر شراب خانہ کے ہاتف نے مجھ کہا کہ رضا کے مقام میں رہ اور قضا سے نہ بھاگ۔

ہاتف ۔ آواز دینے والا ۔ وہ فرشتہ جو غیب سے آواز دے ۔ مطلب یہ ہے کہ شراب خانہ میں آ اور شراب پی کیونکہ شراب تجھے رضا و تسلیم کی تعلیم دے گی اور تجھے بتائے گی کہ تمنا سے بھاگنا بے سود ہے ۔

(۷) ترجمہ ۔ میرے کفن میں پیالہ باندھ تاکہ حشر کی صبح کو دل ہی دل میں قیامت کے ڈر کو شراب کے ذریعہ دور کروں

مطلب یہ ہے کہ میرے کفن میں شراب کا ایک پیالہ بھی رکھ دو تاکہ حشر کے دن اسی پی کر ہنگامۂ رستاخیز کے ڈر سے اپنے دل کو بچاؤں ۔ غم اور شراب کے لئے دیکھو شعر الف ۱ الف ۱/۳ ت ۱/۳ ت ۱۲/۳ ت ۱۷/۱ ت ۴۵/۴ ت ۴۵/۱۱ ت ۵۰/۱ ت ۶۲/۳ ت ۸۲/۵ د ۶/۱ د ۲۹/۳ د ۵۸/۱ د ۶۸/۱ د ۸۶/۱ د ۱۲۸/۴ غالباً اسی شعر سے ناراض ہو کر ڈاکٹر اقبال نے خواجہ صاحب کے متعلق اپنی مثنوی اسرار خودی میں کہا ہے کہ

رہن ساقی خرقۂ پرہیز او		مے علاج ہول رستاخیز او	

لیکن خواجہ صاحب نے خود اپنے کلام میں اپنی شراب اور مستی کی وضاحت اور تشریح کر دی ہے ۔ لہٰذا اس قسم کے اعتراضوں کی قدر و قیمت معلوم ۔ ظاہر ہے کہ شراب شیطان تو ہول رستاخیز کا علاج نہیں ہو سکتی ۔ یہ کوئی اور ہی شراب ہو گی ۔

(۸) ترجمہ ۔ عاشق اور معشوق کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ۔ اے حافظ اپنا پردہ تو آپ ہے ۔ خود درمیان سے اٹھ جا ۔ یعنی تیرے اور محبوب حقیقی کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ۔ البتہ تیری خودی کا پردہ درمیان میں حائل ہے ۔ اسی اٹھا دے اور مشاہدۂ محبوب حاصل کر ۔ خواجہ معین الدین اجمیری قدس سرہٗ فرماتے ہیں ۔

گفتمش تا چند در پردہ نہاں خواہی شدن		وقت آن آمد کہ دیگر رو نپوشانی زما	
گفت من بے پردہ ام گر پردہ بینی آں توئی		تا تو ہستی در ہزاراں پردہ پنہانی زما	

اسی مضمون پر ہے ۔

نقاب ہستی خود را تو از میاں بردار		دگر ببیں کہ جمال کہ مے شود پیدا	(معین الدین)
ہست مارا بت کنج جمالش اے نیاید		گنج مے آید بدست ار گشتہ گرد مارا	

غزل ۱۲

روز عیش و طرب و ماہ صیام ست امروز		کام دل حاصل و ایام بکام ست امروز	

گو عروس فلکی رخ ننمای از مشرق	۲	کہ مراد دیدن آن ماہ تمام ست امروز
زاہدی را کہ نبودی چو صوامع جائی	۳	بیں کہ در کنج خرابات مقام ست امروز
صبحدم بلبل مست از چہ سبب می نالد	۴	کار او چوں ز بہاراں نبظام ست امروز
محتسب بیہدہ گوید مدہ رنداں را	۵	کانکہ با شاہد و می نیست کدام ست امروز

گو بگویند خلائق کہ ہمی حافظ را

(۶) (۶)

چشم بر روی نگار و لب جام ست امروز

یہ غزل کتب پرانے قلمی دیوانوں میں نہیں ہے ممکن ہے الحاقی ہو۔ واللہ اعلم۔

(۱) ترجمہ۔ آج عیش و طرب کا دن ہے اور ماہ رمضان ہے۔ آج دل کی مراد حاصل اور زمانہ حسب مراد ہے۔

عیش و طرب اور رمضان کے لئے دیکھو شعرت ۳ دسمبر ش ۳

(۲) ترجمہ۔ عروس فلک کو کہو کہ آج مشرق سے چہرہ نہ دکھائے۔ کیونکہ آج میں نے اس ماہ تمام کو دیکھنا ہے۔

عروس فلک۔ آفتاب۔ ماہ تمام پورا چاند۔ چودہویں کا چاند۔ مراد معشوق مطلب یہ ہے کہ منیر معشوق کے سامنے آفتاب کی روشنی کی بھی کچھ حقیقت نہیں۔

(۳) ترجمہ۔ زاہد جسکا نزدیک عبادتگاہوں کے برابر اور کوئی جگہ ہی نہ تھی۔ دیکھ کہ آج اسکا مقام کنج خرابات ہے۔

(۴) ترجمہ۔ صبح کے وقت مست بلبل کس لئے روتی ہے جب کہ اسکا کام بہار کی وجہ سے درست ہو گیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ موسم بہار ہے اور باغ میں پھول شگفتہ ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ آج کل ہی بلبل روتی ہے اس سوال کا جواب خواجہ صاحب بلبل کی زبانی پہلے دے چکے ہیں۔ چنانچہ دیکھو شعرت ۵۹/۳۔

(۵) ترجمہ۔ محتسب کو کہو کہ رندوں کو بیہودہ پند و نصیحت نہ کرے۔ کیونکہ آج ایسا کون آدمی ہے جسکے پاس معشوق اور شراب نہ ہو۔

یعنے موسم بہار ہے۔ آج کل تمام لوگ مے و معشوق کے شغل میں ہیں۔ محتسب رندوں کی شاہد بازی اور میخواری سے کیوں منع کرتا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ لوگ بے شک کہیں کہ آج حافظ کی آنکھ معشوق کے چہرہ پر اور اسکے لب پر ہے۔

یعنے لوگوں کو کہو کہ وہ بیشک ایسا کہیں۔ مجھ کسی کے طعنوں کی پرواہ نہیں۔

غزل ۱۳

زلعبین سیہ خم بخم اندر زدہ باز	۱	وقت من شوریدہ بہم برزدہ باز
زاں روی نکو چشم بداں دور کہ امروز	۲	بر سنبلہ طعنہ و بر خور زدہ باز
بر ساغر عیشم زدہ سنگ و لبکن	۳	با تو چہ تواں گفت کہ ساغر زدہ باز
از دود دل خستہ ام ای دوست حذر کن	۴	کاتش بمن سوختہ دل برزدہ باز
من سر چو قلم بر سر سودای تو دارم	۵	با آنکہ من سر زدہ را سر زدہ باز
نقد سرہ قلب کہ پالودہ ام از چشم	۶	بر سکہ رویم ہمہ بر زر زدہ باز
از غالیہ بر هم زدہ خوش شکر و قند	۷	امروز ہمہ بر گل و شکر زدہ باز

شہباز غمت ہست کبوتر دل حافظ (۸) (۸)

ہشدار کہ بر صید کبوتر زدہ باز

یہ غزل بھی بعض پرانے قلمی دیوانوں میں نہیں ہے۔ غالباً الحاقی ہے

(۱) ترجمہ۔ تو نے پھر اپنی دو سیاہ زلفوں کو پیچ در پیچ کیا ہے اور مجھ شوریدہ دل کو وقت کو پھر پریشان کیا ہے

یعنی اپنی زلفوں کو پیچ و تاب سے میرے دل کو پریشان کیا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ اے خوبصورت چہرہ سے بدلوں کی آنکھ دور ہو (یا چشم بد دور) کہ آج تو نے چاند پر طعنہ مارا ہے اور پھر خورشید پر بھی طعنہ زنی کی ہے۔

یعنی تیرے چہرہ کی روشنی چاند اور سورج کی روشنی کو مات کرتی ہے چشم بد دور ہو

(۳) ترجمہ۔ تو نے میری عیش کے پیالہ پر پتھر مارا ہے لیکن تجھ کو کیا کہہ سکتا ہوں۔ کہ تو نے شراب پی ہے۔

یعنی تو نے میرے ساغر عیش کو توڑ دیا ہے۔ لیکن تو نے یہ کام مستی میں کیا ہے۔ تجھے کچھ کہہ نہیں سکتے۔

(۴) ترجمہ۔ اے دوست میرے خستہ دل کو دھوئیں (آہ) سے پرہیز کر۔ کیونکہ مجھ دل جلے کو تو نے پھر آگ لگا دی۔

مطلب یہ ہے کہ میرے دل کو تو نے جلا دیا۔ اس آگ کے دھوئیں یعنی میری آہوں سے ڈر۔

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دعا کردن		اجابت از درِ حق بہر استقبال مے آید	(سعدی)

(۵) ترجمہ۔ میں نے قلم کیطرح تیرے سودا پر سر رکھا ہوا ہے۔ باوجودیکہ تو نے مجھ بیخبر کا سر کاٹ دیا۔

سودا۔ عشق۔ دیوانگی جسم انسان کی چار خلطوں میں سے ایک کا نام ہے جسکا رنگ سیاہ ہوتا ہے۔ سیاہ رنگ عورت کو بھی کہتے ہیں۔ سرزدہ۔ بے خبر۔ سرزدہ۔ از مصدر سرزدن۔ گردن مارنا سر کاٹ کر علیحدہ کرنا۔

ظاہر ہے کہ قلم کا سر ہمیشہ کاٹا جاتا ہے لیکن باوجود اسکے وہ کاتب کے ہاتھ میں سرنگوں ہوتا ہے اور ہمیشہ سیاہ حروف پر سر رکھے رہتا ہے۔ اسی طرح عاشق کا سر بھی اگرچہ معشوق کاٹتا ہے لیکن عاشق پھر بھی اسکے عشق سے باز نہیں آتا اور سر جھکائے رہتا ہے لفظ سودا (بوجہ سیاہی) اور قلم کی رعایت ظاہر۔

(۶) ترجمہ۔ دل کا کھرا نقد جسے میں نے آنکھوں سے صاف کیا ہے۔ میرے چہرہ کے سکہ پر تو نے اسی پہر سونے پر مارا ہے

مطلب یہ ہے کہ میں نے رو رو کر اپنے دل کے نقد کو صاف کر دیا ہے یعنی آنکھوں کے پانی سے اسے دھوتا رہا ہوں نتیجہ یہ ہوا ہے کہ میرا چہرہ سونے کیطرح زرد ہو گیا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ خونِ دل رو رو کر اب نقدِ دل تو باقی نہیں رہا البتہ اسکی بجائے چہرہ سنہری ہو گیا ہے یعنے زرد ہو گیا ہے۔

(۷) ترجمہ۔ تو نے غالیہ سے شکر اور قند کو خوب برہم کیا ہے۔ آج تو نے گل اور شکر پر حملہ کیا ہے۔

غالیہ۔ مشہور خوشبو ہے مشک۔ عنبر۔ کافور وغیرہ سے مرکب ہے۔

مطلب یہ ہے کہ تیرا غالیہ گل و شکر سے بڑھ کر ہے۔ اسکے سامنے گل و شکر کچھ چیز نہیں۔

(۸) ترجمہ۔ تیرے عشق کے شہباز کے لئے حافظ کا دل کبوتر ہے ہشیار رہ کہ تو نے کبوتر کے شکار پر باز چھوڑا ہے

مطلب یہ ہے کہ تیرا عشق باز ہے اور حافظ کا دل کبوتر۔ ڈر ہے کہ یہ کبوتر اس باز سے جانبر نہ ہو سکیگا۔ اس لئے تجھے چاہیئے کہ اس کبوتر کی جان کا خیال رکھے۔

غزل ۱۴

درآ کہ در دلِ خستہ تواں در آید باز	۱	بیا کہ در دلِ مردہ رواں دمے آید باز
بیا کہ فرقت تو چشمِ من چناں بربست	۲	کہ فتح باب وصالت مگر کشاید باز

بہ پیش آئینۂ دل ہر آنچہ میدارم	۳	بجز خیال جمالت نمی دہد باز
غمی کہ چون سپہ زنگ ملک دل بگرفت	۴	ز خیل شادی روم رخت زداید باز
ز خوف باد بیدل بد مکن بنبد احرام	۵	کہ مرد راہ نیندیشد آنچہ نماید باز
بداں مثل کہ شب آبستن است دور از تو	۶	ستارہ می شمرم تا کہ شب چہ زاید باز

(۷) بیا کہ بلبل مطبوع خاطر حافظ (۷)
ببوی گلشن وصل تو نی سرایدباز

(۱) ترجمہ۔ اگر میری خستہ دل میں پھر طاقت آجائے۔ اگر میرے مردہ دل میں پھر جان پڑ جائے۔

(۲) ترجمہ۔ اگر تیری فراق نے میری آنکھیں اسطرح بند کی ہیں کہ تیرے وصل کی دروازی کے کھلنے پر ہی شاید کھلیں یعنے میری آنکھیں بند ہوگئی ہیں۔ اب صرف تیرے آنے پر ہی کھل سکتی ہیں مطلب یہ ہی کہ صرف تیرے دیدار سے ہی اب آنکھیں روشن ہوسکتی ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ دل کی آئینہ کے سامنے جو کچھ میں رکھتا ہوں۔ تیرے جمال کے خیال کی سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔ مطلب یہ ہی کہ ذرات عالم میں تیری ہی ذات اور صفات کا پرتو دیکھتا ہوں۔ کوئی چیز ایسی نہیں۔ جس میں تیری ہی جمال کا نقشہ نہ ہو۔

اے نہاں در کنج غیب از دیدہ ابصار ما		نیست جز تو کس عیاں در کوچہ و بازار ما

(۴) ترجمہ وہ غم جس نے زنگی لشکر کیطرح ملک دل پر قبضہ کر لیا ہی۔ تیرے چہرہ کے روم کی خوشی کی لشکر ہی ہی تباہ ہوسکتا ہی۔

زنگ۔ زنگبار۔ براعظم افریقہ کا ایک مشہور ملک۔ **زداید**۔ از مصدر زدائیدن۔ زدودن۔ زدودن۔ صاف کرنا۔ زنگ دور کرنا۔ صیقل کرنا۔

غم ہجر کو لشکر زنگ سے تشبیہ دی ہی۔ دیدار کی خوشی کو روم کا لشکر کہا ہی مطلب یہ ہی کہ جسطرح لشکر زنگ کو روم کی فوج شکست دیسکتی ہی اسی طرح غم ہجر کو دیدار کی خوشی ہی دور کرسکتی ہی۔ زنگ اور زداید کی رعایت ظاہر۔ روم کے لوگ چونکہ سرخ و سفید ہوتے ہیں اس لئے معشوق کے چہرہ کو روم کہا ہی۔

(۵) ترجمہ۔ بیابان کے خوف سے دل نہ ہوا احرام باندھ کیونکہ مرد راہ نہیں ڈرتا اگرچہ وہ واپس نہ آئے۔

احرام مقررہ مقامونسے زیارت کعبہ سے پہلے کچھ نوں بعض حلال ومباح چیزوں کا اپنے اوپر حرام ٹھرا لینا حرم میں جانا قصد ونیت۔ **احرام بستن** حج سے پہلے مقررہ رسوم اسلامی کا ادا کرنا قصد ونیت کرنا مطلب یہ ہے کہ مسافر کو دلیر ہونا چاہئے۔ اور راہ کی مشکلات سے بددل نہیں ہونا چاہیئے۔ خواہ درستہ ایسا دشوار گذار ہو کہ وہاں سے واپسی کی بھی امید نہ ہو لیکن مرد راہ اس بات سے ہرگز نہیں ڈرتا۔

طلب میں تری نکل گئے جو نہ جھجکے دریائے پرخطر سے		گئے وہ کود آنکھ بند کر کے نہ وار دیکھا نہ پار دیکھا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اگرچ حج اور زیارت کعبہ کا شوق ہے۔ تو بیابان حجاز کی مشکلات سے نہ ڈرو کمر ہمت باندھو اور بڑھے چلو۔ دیکھو شعر ۱۲ ذوق عمل اور ایثار کی تعلیم ہے۔

(۶) **ترجمہ**۔ اس مثل کے مطابق کہ رات حاملہ ہے۔ خدا اسے تجھ سے دور رکھے۔ میں (رات بھر) ستارے گنتا رہتا ہوں کہ رات کیا جنتی ہے۔

دور از تو حباد عایئہ معترضہ ہے۔ اسے چھوڑ کر شعر کا مطلب یہ ہے کہ مثل مشہور ہے کہ رات واقعات اور حادثات کی حاملہ ہے یعنی رات سے حوادث پیدا ہوتے ہیں اس لئے تمام رات ستارے گنتا رہتا ہوں یعنی جاگتا رہتا ہوں یا علم نجوم کے ذریعہ معلوم کرتا رہتا ہوں کہ رات کیسے واقعات پیدا کرتی ہے۔ اور کل کیا پیش آتا ہے۔

ستارہ شمردن یعنی رات بھر جاگتے رہنا محاورہ ہے۔ رات کے حاملۂ حوادث ہونیکے متعلق مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

شب آبستن بود آندم کہ آید		بر آں عاشقاں اندوہ زائد
چو آرد از شبیہ بچہ بیروں		بجائے شیر از دل ہا مکدخوں
ازاں نادر کہ برخوردار باشد؟		کز ینساں بچہ اش خونخوار باشد

(۷) **ترجمہ**۔ اے حافظ کے فکر کی پسندیدہ بلبل تیرے وصل کے باغ کی خوشبو سے پھر نغمہ سرائی کرے (یا کرتی ہے)

خواجہ صاحب نے اپنی طبیعت کو بلبل خوش گفتار کہا ہے۔

ردیف س

غزل (۱)

ای صبا گر بگذری بر ساحل رود ارس	۱	بوسه زن بر خاک آن وادی و مشکین کن نفس
منزل سلمیٰ که باد ش هر دم از ما صد سلام	۲	بر صدای ساربان بنهی و آهنگ جرس
محمل جانان بپوس ار نگه بزاری عرضه دار	۳	کز فراقت شوخ چشم ای مهربان فریاد رس
عشرت شبگیر کن می نوش کامد راه عشق	۴	شب روان را آشنایی هاست با میر عسس
دل بر غربت مده سیار جان بخشیم مست یار	۵	گرچه هشیاران ندادند اختیار خود بکس
منکه قول ناصحان را خواندمی بانگ رباب	۶	گوشمالی خوردم از هجران که انیم پند بس
طوطیان در شکرستان کامرانی می کنند	۷	ور تحسر دست بر سر میزنند مگسیں منگس
عشقبازی کار بازی نیست ای زاهد برو	۸	تا نگوئی عشق نتوان زد بچوگان هوس

(۹) نام حافظ گر برآید بر زبان کلک دوست — از جناب حضرت شاهم بس ست این ملتمس (۹)

(۱) ترجمہ:- اے صبا اگر تو نہر ارس کے کنارے سے گذرے تو اس وادی کی خاک کو بوسہ دے اور اپنے نفس (سانس) کو خوشبودار کر۔

ارس۔ بفتحتین۔ (۱) ایک شہر کا نام (۲) ایک نہر کا نام جو آذربیجان کے کنارہ پر ہے۔ (آذربائیجان ایران کی شمال مغربی حد میں ایک مشہور علاقہ کا نام ہے۔ جسکا دارالخلافہ تبریز ہے)

خواجہ صاحب اکثر اپنے کلام میں سلطان احمد بن اویس والی بغداد کو جو اُن کا قدردان تھا۔ یاد

کرتے ہیں۔ ممکن ہے اس غزل میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہو اور یہ غزل اُسی کو لکھکر بھیجی ہو۔ دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۲۱-۲۲ سوانحعمری

(۲) ترجمہ سلمیٰ جس پر ہماری طرف سے ہر دم سو سلام ہوں اسکی منزل کو صدائے ساربان اور آواز جرس (جب) تو دیکھو۔

(۳) ترجمہ پہلے معشوق کی محل کو بوسہ دو اور پھر زاری سے عرض کرو کہ اے مہربان میں تیرے فراق سے جل گیا ہوں میری فریاد سن۔

یہ دونو شعر قطعہ بند ہیں۔ سلمیٰ۔ عرب کی ایک معشوقہ کا نام۔ اب ہر ایک معشوق کے واسطے بولتے ہیں۔

دونو شعروں کا مطلب یہ ہے کہ جب تو بانگ جرس اور صدائے ساربان سنکر میرے معشوق کی منزل پر پہنچے۔ پہلے اس محل کو جس میں معشوق ہو بوسہ دے اور پھر عرض کر کہ میں تیری حسرت میں جل گیا ہوں میری فریاد سن

(۴) ترجمہ۔ رات کو وقت حشرت کر اور شراب پی کیونکہ راہ عشق میں شب رو لوگوں کو کوتوال سے آشنائی ہوتی ہے۔

شبگیر (۱) رات سحرگاہ (۲) رات کو سفر کرنا (۳) ایک پرندہ جو سحر کے وقت غمگین آواز کرتا ہے۔ (۴) وہ آدمی جو آخر شب عبادت کیلئے اٹھے۔ شبرو۔ وہ چور جو رات کے وقت چوری کرنے جائے۔ (۲) اہل اللہ لوگ جو رات کو عبادت کرتے ہیں عسس تفتیش۔ وہ شخص جو رات کو وقت شہر کی محافظت کرنے کے لئے پھرتا رہے۔ عسس جمع عاس کی ہے بمعنے شحنہ شب۔ چوکیدار۔ یہ استعمال فارسی میں یہ لفظ بمعنی مفرد استعمال ہوتا ہے۔

میر عسس۔ چوکیداروں کا امیر یعنے کوتوال۔ میر شبگیر بھی کہتے ہیں۔

شعر کا مطلب ظاہری یہ کہ رات کو شراب پی اور عشرت کر اور کوتوال سے نہ ڈر کیونکہ کوتوال ہمیشہ چوروں کا دوست ہوتا ہے حقیقی معنے یہ کہ شب بیدار رہو اور رات کو عبادت کر کیونکہ خدا شب بیدار و نسی دوستی رکھتا ہے شبگیر۔ شبرو اور عسس کی رعایت ظاہر۔

(۵) ترجمہ۔ میرا دل خوشی سے جان کو معشوق کی مست آنکھ کے حوالے کرتا ہے اگرچہ ہشیار لوگ اپنا اختیار کسی کو نہیں دیتے۔

مطلب یہ ہے کہ اگرچہ زمام اختیار دوسرے کو دینا ہوشیاری اور دانائی نہیں لیکن میرا دل رضا و رغبت سے جان کو معشوق کی چشم مست کے حوالے کرتا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ میں تو واعظوں کی بات کو رباب کی آواز جانتا تھا لیکن ہجر نے ایسا کان مروڑا کہ اب یہی نصیحت کافی ہے

مطلب یہ ہے کہ میں پہلے واعظوں کی بات کو رباب کی آواز سمجھتا تھا یعنی جیسے مجھے عشق سے منع کرتے ہے تو اُن کی بات کو بیہودہ اور لغو جانتا تھا لیکن ہجر نے ایسی تنبیہ دی ہے کہ اب ان ہو گئی ہیں۔ رعایت ظاہر

(۷) ترجمہ۔ طوطی شکرستان میں کامیابی کے مزے اڑا رہی ہیں۔ اور مسکین مگس حسرت سے سر پر ہاتھ مارتی ہے۔ مگس کو دیکھو تو اکثر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سر پر ہاتھ مارتی ہے۔ گویا افسوس کرتی ہے مطلب یہ ہے کہ رقیب عیش و عشرت کر رہے ہیں اور میں ہجر میں کفِ افسوس مل رہا ہوں۔

(۸) ترجمہ۔ اے دل عشقبازی کھیل نہیں ہے۔ سر ہار دے۔ کیونکہ عشق کی گیند کو ہوس کے بلے سے نہیں مارتے۔

جاں آب سا محیطِ عشق ہے جو پار اترتے ہیں	گزر جاتے ہیں پہلے سر سے پیچھے پاؤں دھرتے ہیں

(۹) ترجمہ۔ اگر معشوق کے قلم کی زبان پر حافظ کا نام آجائے۔ تو حضرتِ شاہ کی درگاہ سے میری یہی التماس ہے اور بس

ملتمس ۔ بفتح میم ثانی۔ التماس۔ عرض۔ خواہش۔ مطلب یہ ہے کہ میری آرزو بس یہی ہے کہ وہ میری طرف ایک خط لکھ دے۔

غزل (۲)

جاناں ترا کہ گفت کہ احوال ما مپرس	۱	بیگانہ گرد و قصۂ ہیچ آشنا مپرس
زانجا کہ لطف شاملِ خلق کریم تست	۲	جرم گذشتہ عفو کن و ماجرا مپرس
خواہی کہ روشنت شود احوال سوز عشق	۳	از شمع پرس قصہ زباد صبا مپرس
ہیچ آگہی ز عالم درویشیش نبود	۴	انگس کہ بانو گفت کہ درویش را مپرس
از دلق پوش صومعہ نقد طرب مجوے	۵	یعنی ز مفلساں سخن کیمیا مپرس
درد فقد طبیب خرد باب عشق نیست	۶	ای دل بدرد خو کن و نام دوا مپرس
نقش حقوق خدمت و اخلاص و بندگی	۷	از لوح سینہ محو کن و نام ما مپرس
ناقصہ سکندر و دارا نخواندہ ایم	۸	از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

(۹) **حافظ** رسید موسم گل معرفت مخواں — (۹)

در باب نقد عمر و زچون و چرا مپرس

(۱) ترجمہ۔ جانِ من! تجھ کو کس نے کہہ دیا ہے کہ ہمارا حال نہ پوچھ۔ بیگانہ ہو جا۔ اور کسی آشنا کی بات نہ پوچھ۔

(۲) ترجمہ۔ چونکہ تیرا لطف شاملِ حال اور خلق کریم ہے۔ گذشتہ جرموں کو معاف کردے اور ماجرا نہ پوچھ۔

لطفِ شامل۔ لطفِ عام۔ لطف جو ہر کسی کے شاملِ حال ہو۔ **خلقِ کریم**۔ کرم کی عادت

بعض قلمی دیوانوں میں "جرمِ گذشتہ" کی بجائے "جرمِ نکردہ" ہے یعنی ہمارے جرم کرنے سے پہلے ہی ہمارا جرم معاف کردے۔

(۳) ترجمہ۔ اگر تو چاہتا ہے کہ سوزِ عشق کا حال تجھ پر ظاہر ہو جائے۔ تو شمع سے یہ بات پوچھ باد صبا سے نہ پوچھ۔

مطلب یہ ہے کہ شمع عاشق صادق ہے سرتاپا جل جاتی ہے لیکن استقلال کو ہاتھ سے نہیں دیتی۔ بے صبری اور بیقراری کا اظہار نہیں کرتی۔ برعکس اسکے باد صبا ہر جائی ہے عشق کے مصائب سے ناآشنا ہے اور مزید براں شمع کے پاس سے ہو کر گذرے تو اس کو بھی بجھا دیتی ہے اس لئے اگر تو سوزِ عشق کو حال سے آگاہی حاصل کرنا چاہتا ہے تو شمع سے جا کر حاصل کر وہ اس سوز سے آشنا ہے۔ باد صبا اس سوز سے بیگانہ ہے۔

(۴) ترجمہ۔ اس شخص کو عالمِ درویشی سے بالکل واقفیت نہیں ہے جس نے تجھے کہا کہ درویش کا حال نہ پوچھ۔

(۵) ترجمہ۔ عبادت گاہ کے خرقہ پوش (زاہد) سے نقدِ عیش نہ ڈھونڈھ۔ یعنی مفلسوں سے کیمیا کی باتیں نہ پوچھ۔

مطلب یہ ہے کہ مفلس لوگ علم کیمیا نہیں جانتے (ورنہ مفلس کیوں رہتے) اس لئے ان سے کیمیا کی باتیں نہیں پوچھنی چاہئیں۔ اسی طرح زاہدوں سے عیش و طرب کی طلب نکرو وہ خود اس نعمت سے محروم ہیں تجھے کیا دینگے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ زاہدانِ خشک اسرارِ حقائق و معارف سے ناآشنا ہوتے ہیں۔ یہ باتیں کسی عارف سے پوچھ۔

(۶) ترجمہ۔ طبیبِ عقل کی کتاب میں عشق کا باب ہی نہیں۔ اے دل درد کا عادی ہو جا اور دوا کا نام نہ پوچھ۔

مطلب یہ ہے کہ طبیبِ عقل درد عشق کی دوا نہیں جانتا۔ اس لئے دوا کا نام نہ لے اور درد برداشت کرنے کی عادت ڈال عقل و عشق کے لئے دیکھو ۶/۱ د ۵/۲ د ۱۵/۱ ر ۱/۱ ل ۸/۵

عاشقی پیدا است از زاری دل		نیست بیماری چو بیماری دل	
علتِ عاشق ز علت ها جداست		عشق اصطرلاب اسرارِ خداست	
عقل در شرحش چو خر در گل بخفت		شرحِ عشق و عاشقی هم عشق گفت	(مولانا روم)

(۷) ترجمہ۔ حقوقِ خدمت۔ اخلاص اور بندگی کا نقش کو لوحِ سینہ سے مٹا دے اور ہمارا نام نہ پوچھ۔

یعنے ہمارے اخلاص۔ بندگی اور حق خدمت کو بھول جا اور ہمارا نام بھی نہ پوچھ۔ اگر یہ شعر مطلع کے ساتھ ہوتا اور اسکے ساتھ قطعہ بند ہوتا۔ تو زیادہ موزون تھا۔

(۸) ترجمہ۔ ہم نے سکندر اور دارا کا قصہ نہیں پڑھا۔ ہم سے مہر و وفا کی حکایت کے بغیر اور کچھ نہ پوچھ۔

یعنے ہم عشق کے قصے جانتے ہیں۔ بادشاہوں کے قصے ہمیں یاد نہیں۔

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ بہار کا موسم آگیا ہے معرفت کی باتیں چھوڑ۔ قدر عمر کو حاصل کر اور چوں وچرا نہ پوچھ۔

معرفت مخواں۔ یعنے معرفت کے قصے بیان نہ کر۔ حاصل کلام یہ ہے کہ موسم بہار ہے زندگی کا لطف حاصل کر

ان معرفت کی باتوں کو چھوڑ۔ چوں وچرا سے کیا فائدہ۔ وہی مضمون ہے جو شعر ۴ میں ہے۔

غزل (۳)

وارم از زلف سیاهت گله چندان که مپرس	۱	که چنان زار و شده ام بیسر و سامان که مپرس
کس بامید وفا ترک دل و دین مکناد	۲	که چنانم همه از بیدلی و کرده پشیمان که مپرس
بهر کاری چه عه که آزار کسش در پی نیست	۳	زحمتی می کشم از مردم نادان که مپرس
گوشه گیری و سلامت هوسم بود ولے	۴	فتنه میکند آن نرگس فتان که مپرس
زاهد از ما بسلامت بگذر کاں می لعل	۵	دل و دین می برد از دست بدین سان که مپرس
گفتم از گوی فلک صورت حالی پرسم	۶	گفت آں می کشم اندر خم چوگان که مپرس
گفتمش زلف بکیں گه کشاد می گفتا	(۷)	(۷)
حافظ این قصه دراز است بتفصیل که مپرس		

(۱) ترجمہ۔ مجھے تیری زلف سیاہ سے اتنی شکایتیں ہیں کہ کچھ نہ پوچھ۔ کیونکہ میں اس سے اتنا پریشان حال ہو گیا ہوں کہ کچھ نہ پوچھ۔

(۲) ترجمہ۔ کوئی شخص وفا کی امید پر دل و دین کو نہ چھوڑ دے۔ کیونکہ میں یہ کام کر کے اتنا پشیمان ہوا ہوں کہ کچھ نہ پوچھ۔

یعنے میں نے اس امید پر دل و دین کو چھوڑ دیا کہ معشوق مجھ سے وفا کریگا لیکن آخر میں اس فعل پر پشیمان ہوا اس لئے آئندہ کوئی شخص معشوقوں کی وفا کی امید پر دل و دین نہ ہارے۔ کیونکہ حسین کبھی وفادار نہیں ہوتے۔

(۳) ترجمہ۔ ایک گھونٹ (شراب) کی لئے کسی کو اس سے آزار نہیں پہنچتا۔ نادان لوگوں سے میں اتنی تکلیفیں برداشت کر رہا ہوں کہ نہ پوچھ

(۴) ترجمہ ۔ میگوں شیشی اور سلامتی کی آرزو تھی لیکن وہ فتنہ انگیز انکھ اتنے فتنے بپا کرتی ہو کہ کچھ نہ پوچھو۔

سلامتی سے مراد دل و دین کی سلامتی۔

(۵) ترجمہ ۔ اے زاہد ہمارے پاس سے سلامتی سے چلا جا کیونکہ وہ سرخ شراب دل اور دین کو اسطرح تاہ سی لیجاتی ہو کہ کچھ نہ پوچھو۔

یعنے اگر ہماری مجلس شرب میں کچھ دیر بیٹھا تو شراب سرخ ہماری طرح تمہارے دل و دین کو بھی سلامت نہیں چھوڑیگی۔ کیونکہ جو شخص اسکا ایکدفعہ دیکھ لیتا ہو اس پر شیدا ہو جاتا ہو۔ اس لیے اگر تمھیں دل و دین کی سلامتی چاہیئے۔ تو رندوں کی بزم میں مت آ۔

(۶) ترجمہ ۔ میں نے کہا کہ آسمان کی گیند سی میں صورت حال پوچھتا ہوں اس نے کہا کہ میں آسمان کو اپنے خم چوگان سے اسطرح کھینچتا ہوں کہ کچھ نہ پوچھو۔

دوسرا مصرعہ مقولہ معشوق ہو مطلب یہ ہو کہ آسمان ایک گیند ہو جو میرے بلے کی مطیع ہو۔ اسکی کیا حقیقت ہو کہ اس سے صورت حال پوچھتا ہے۔ سب کچھ میرے اختیار میں ہو۔

چرخ کو کب یہ لیاقت ہو ستمگاری میں		کو تم معشوق ہو اس پر ستمگاری میں	

(۷) ترجمہ ۔ میں نے اسی کہا کہ کس کے کینہ کو لئے تو نے زلف کہو لی ہو اس نے جواب دیا کہ اے حافظ قرآن کی قسم کہ یہ قصہ بہت لمبا ہو کچھ نہ پوچھو

میں نے پوچھا کہ کس کی شامت آئی ہو کہ آپ اسطرح زلفیں پریشان کئے بیٹھے ہیں۔ جواب دیا کہ یہ قصہ بہت دراز ہو قابل بیان نہیں۔ دراز اور زلف کی رعایت ظاہر۔ مطلب یہ ہو کہ کس کس کا نام لوں ہزاروں کے دل اس زلف پریشان کو دیکھکر پریشان ہو جائینگے۔ اصطلاح تصوف میں زلف کو عالم کثرت سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اسصورت میں یہ مطلب ہوگا کہ خدا نے کائنات کو جو عالم کثرت ہو۔ پیدا کرکے ہزاروں لاکھوں عاشقوں کے دلوں کو فریفتہ کیا اور یہ سلسلہ تا طویل ہو کہ معرض بیان میں نہیں آسکتا۔

ز ذرات جہاں آئینہ ہا ساخت		ز رو ئے خود بہر یک عکس انداخت		
رخ خود شمع زاں آتش برافروخت		بہر کاشانہ صد پروانہ را سوخت		(اجامی)

غزل (۴)

درد عشقے کشیدہ ام کہ مپرس	۱	زہر ہجری چشیدہ ام کہ مپرس	

گشتہ ام در جہاں و آخر کار	۲	دلبرے برگزیدہ ام کہ مپرس
آں چناں در ہوائے خاک درش	۳	می رود آب دیدہ ام کہ مپرس
بے تو در کلبہ نہانے خویش	۴	رنجہائی کشیدہ ام کہ مپرس
من بگوش خود از دہانش دوش	۵	سخنانی شنیدہ ام کہ مپرس
سوی من لب چہ میگزی کہ بگوے	۶	لب لعلی گزیدہ ام کہ مپرس

(۷) حافظ غریب در رہ عشق — (۷)

بمقامی رسیدہ ام کہ مپرس

(۱) ترجمہ۔ میں نے عشق کا وہ درد برداشت کیا ہے کہ کچھ نہ پوچھ۔ ہجر کی ایسی زہر ناکی ہے کہ کچھ نہ پوچھ۔

یعنے عشق اور ہجر میں وہ تکلیفیں برداشت کی ہیں کہ قابل بیان نہیں۔

(۲) ترجمہ۔ تمام جہان پھرا ہوں اور آخر کار ایسا معشوق انتخاب کیا ہے کہ کچھ نہ پوچھ

یعنے ایک لاثانی معشوق ڈھونڈ نکالا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ اُس کے دروازے کی آرزو میں میری آنکھوں سے اتنا پانی جاتا ہے کہ کچھ نہ پوچھ

یعنے درِ معشوق کی خاکبوسی کی آرزو میں اسقدر رو رہا ہوں کہ بیان سے باہر ہے۔ خاک اور آب کا مقابلہ اور ہوا کی رعایت ظاہر

(۴) ترجمہ۔ اپنے گوشۂ تنہائی میں تیرے بغیر۔ اسقدر تکلیفیں اٹھائی ہیں کہ کچھ نہ پوچھ

(۵) ترجمہ۔ میں نے اپنے کانوں سے کل اسکے منہ سے ایسی باتیں سنی ہیں کہ ناقابلِ بیان ہیں۔

خدا جانے خواجہ حافظ نے اپنے شرح صدر کی کسی کیفیت کا ذکر کیا ہے یا عہدِ میثاق کی گفتگو کیطرف اشارہ ہے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ سورۂ نجم کی آیت ذیل کے مضمون کیطرف اشارہ ہو۔ فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی

یعنے وحی کیا خدا نے اپنے بندے کیطرف جو کچھ کہ وحی کیا۔ مطلب یہ ہے کہ جو باتیں خدا تعالےٰ نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بذریعہ وحی معراج کے وقت کہیں وہ بیان نہیں ہو سکتیں۔

(۶) ترجمہ۔ تو میری طرح کیا ہونٹ کاٹتا ہے کہ نہ بول۔ میں نے ایسے لبِ لعل کاٹے ہیں کہ کچھ نہ پوچھ

قاعدہ ہے کہ جب کوئی آدمی ناگفتنی بات کہتا ہے تو دوسرا آدمی اسکو اشارہ سے منع کرتا ہے اور اپنے نچلے ہونٹ کو دانتوں سے دباتا ہے۔ گویا ایک طرح سمجھاتا ہے کہ منہ بند کرو۔ خاموش ہو جاؤ۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نہایت

شیریں اور سرخ لبوں کی بوسے لئے ہیں۔ اور اب انکا ذکر کر رہا ہوں۔ تو ہونٹ کاٹ کاٹ کر مجھو کیا منع کرتا ہے۔ میں ضرور انکا ذکر کرونگا۔

(۷) ترجمہ۔ راہ عشق میں مسافر حافظ کیطرح میں ایسے مقام پر پہنچ گیا ہوں کہ کچھ نہ پوچھ یعنے اعلے مقامات پر پہنچ گیا ہوں۔

غزل (۵)

در ضمیر ما نمیگنجد بغیر از دوست کس	۱	ہر دو عالم را بدشمن دہ کہ ما را دوست بس
یار گندم گوں ما گر میل کردی نیم جو	۲	ہر دو عالم پیش چشم ما نمودی یکعدس
میروی چوں شمع وجمعی از پس و پیشت دواں	۳	نی غلط گفتم نباشد شمع را خود پیش و پس
عاقل ست آں کو بہ شمشیر از تو می پیچد عناں	۴	قدر الذت مگر نیکو نمیداند مگس
خاطرم وقتی ہوس کردی کہ بینم چیزہا	۵	تا ترا دیدم نکردم جز بدیدارت ہوس
مردماں را از عدس شب گر خیالی در سرست	۶	من چنانم کز خیالم باز نشناسد عدس
گویت از شکم چو دریا گشت و می برسم کہ باز	۷	بر سر آید این قیباں سبکسارت چو خس

(۸) حافظا این رہ بپای لاشہ لنگ تو نیست — بعد ازیں بنشیں کہ گردی بر نخیزد زیں فرس (۸)

(۱) ترجمہ۔ ہمارے دل میں سوائے معشوق کے کچھ نہیں سماتا۔ دونو جہاں دشمن کو دیدو کیونکہ ہمیں معشوق کافی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہمارے دل میں ماسوا اللہ کی گنجایش نہیں۔ دنیا و عاقبت ہمیں نہیں چاہئے ہمارے لئے ہمارا دوست کافی ہے

تسبیح ملک را و صفا رضواں را		دوزخ بدرا و بہشت مزنگیاں را
دنیا جم را و قیصر خاقاں را		جانان ما را و جان ما جانان را

(ابو سعید ابو الخیر)

(۲) ترجمہ۔ ہمارا گندمی رنگ معشوق اگر نصف جو کے برابر بھی ہماری طرف رغبت کرتا۔ تو دونو جہاں ہماری آنکھوں میں مسور کا دانہ نظر آتے۔

گندم - جو اور عدس کی رعایت ظاہر۔

(۳) ترجمہ۔ تو شمع کی مانند جارہا ہے اور لوگ تیرے آگے پیچھے دوڑ رہے ہیں۔ نہیں نہیں! میں نے غلط کہا ہے شمع کا پس و پیش تو ہوتا ہی نہیں۔

یعنے شمع کی روشنی چار دانگ طرف ہوتی ہے اس لئے اسکا پس و پیش کوئی نہیں ہوتا۔

(۴) ترجمہ۔ وہ شخص غافل ہے جو تلوار کو ڈنڈے سے منہ موڑتا ہے۔ شاید کبھی قند کی لذت کو اچھی طرح نہیں جانتی۔

مطلب یہ ہے کہ جو شخص درد عشق کو برداشت نہ کرکے عشق سے باز آتا ہے وہ گویا معشوق کے حسن و شیرینی سے ناواقف ہے

(۵) ترجمہ۔ ایک وقت تھا کہ میرا دل ہر وقت پیروں کو بوسہ دینے کی آرزو کرتا تھا جب سے تجھ کو دیکھا ہے تیرے دیدار کے سوا اور کسی چیز کی ہوس نہیں رہی۔

جب سے پڑی ہے آنکھ کسی روئے صاف پر		ہیں مہر و ماہ دونو نظر سے گرے ہوئے۔ (امیر مینائی)

(۶) ترجمہ۔ لوگوں کو رات کے وقت کوتوال کا کچھ خیال (ڈر) ہوگا میرا تو حال ہے کہ کوتوال میرے خیالات کی تہ تک پہنچ ہی نہیں سکتا۔

یا یہ کہ مجھ میں اور ایک خیالی تصویر میں امتیاز ہی نہیں کرسکتا۔ پھر مجھے کیا کہے گا۔

(۷) ترجمہ۔ تیرا کوچہ میری آنسوؤں سے دریا کیطرح ہوگیا ہے اور مجھے ڈر ہے کہ تیرے سبکسار رقیب تنکے کیطرح اوپر نہ چڑھ آئیں۔

ظاہر ہے کہ تنکا غرق نہیں ہوتا۔ پانی کے اوپر تیرتا ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگرچہ میں نے تیرے کوچہ کو آنسوؤں سے دریا کیطرح کردیا لیکن پھر بھی مجھے ڈر ہے کہ رقیب جو خس و خاشاک کیطرح ہیں غرق نہیں ہونگے بلکہ تیر کر اوپر آجائینگے۔

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ یہ رستہ تیرے اسپ لنگ کے پاؤں کے لائق نہیں۔ اسکے بعد بیٹھ جا کہ یہ گھوڑا ہلاک نہ ہوجائے۔

لاشہ زبون۔ لاغر۔ دبلا ضعیف۔ کمزور خواہ انسان ہو خواہ حیوان۔ اور اکثر یہ صفت گھوڑے اور گدھے کی بولی جاتی ہے اور گدھے کے معنے میں بھی آتا ہے۔ **گردبر خاستن** از چیزے۔ پامال ہونا تباہ اور برباد ہونا ہلاک ہونا۔

مطلب یہ ہے کہ یہ رستہ نہایت دشوار گذار اور خطرناک ہے ضعیف اور لنگڑے گھوڑوں سے طے نہیں ہوسکتا اس رستہ میں قدم نہ رکھ ہلاکت کا ڈر ہے۔ اس راہ سے مراد راہ عشق۔

غزل (۶)

دلا رفیق سفر نخبت نیک خواہت بس	۱	نسیم روضۂ شیراز پیک راہت بس
وگر منزل جاناں سفر مکن درویش	۲	کہ سیر معنوی و کنج خانقاہت بس
بصدر مصطبہ بنشین و ساغری نوش	۳	کہ اینقدر ز جہاں کسب جاہ و جاہت بس
زیادتی مطلب کار بر خود آساں کن	۴	کہ شیشہ صاف و بت چو ماہت بس
فلک بمردم نادان دہد زمام مراد	۵	تو اہل دانش و فضلی ہمیں گناہت بس
وگر کمیں بکشاید غمی بہ کشور دل	۶	حریم درگہ پیر مغاں پناہت بس
ہوای مسکن مالوف و عہد یار قدیم	۷	ز رہروان سفر کردہ عذر خواہت بس
بمنت دگراں خو مکن کہ در دو جہاں	۸	رضای ایزد و انعام پادشاہت بس

(۹) بہیچ ورد دگر نیست حاجت ای حافظ (۹)

دعای نیم شب و ورد صبحگاہت بس

(۱) ترجمہ۔ اے دل تیرا رفیق سفر تیرا نیک خواہ بخت کافی ہی اور باغ شیراز کی نسیم تیرے لئے کافی پیک راہ ہے

روضہ۔ باغ۔ مرغزار۔ سبزہ زار۔ پیک۔ قاصد۔ بدرقہ

(۲) ترجمہ۔ اے درویش منزل معشوق سے سفر نہ کر کیونکہ معنوی سیر اور کنج خانقاہ تیرے لئے کافی ہے

معنوی سیر سے مراد روحانی سیر ہی مطلب یہ ہی کہ سالک کنج خانقاہ میں ہی بیٹھ کر تمام عالم بلکہ ہر دو عالم کی سیر کر سکتا ہی۔ لہذا منزل معشوق میں ہی مقیم رہنا چاہیے۔

خیال نامحرم گریبان دوا ندارا بکوہ و صحرا		چہ سازد آوارۂ دردِ دل کہ رود بدیر و حرم نگیرد (ابدال)

(۳) ترجمہ۔ میخانہ کی صدر پر بیٹھ اور شراب کا پیالہ پی کیونکہ تیرے لئے دنیا میں یہی کہ پال جاہ کافی ہے۔

مصطبہ۔ شراب خانہ۔ قاموس میں لکھا ہی کہ مسطبہ مصطبہ اور مضطبہ ہر طرح درست ہی

مطلب یہ ہی کہ میخانہ کی صدر پر بیٹھنا کافی مرتبہ اور شراب پینا کافی دولت ہی۔ زیادہ جاہ و مال کی ضرورت نہیں

(۴) ترجمہ۔ زیادہ نہ مانگ اپنے لئے کام آسان کر۔ کیونکہ شرابِ صاف کا شیشہ اور چاند جیسا معشوق تیرے لئے کافی ہے یعنے مے و معشوق پر اکتفا کر۔ اس سے زیادہ ہوس نہ کر۔ اور اپنے آپ کو مشکلات میں نہ ڈال۔

سبکسار مردم سبکتر روند		حق عنایت صاحبدلاں شنوند	

(۵) ترجمہ۔ آسمان ناداں لوگوں کی ہاتھ میں مراد کی باگ دیتا ہے۔ تو دانا اور اہلِ فضل ہے تیرا یہی گناہ کافی ہے۔

قاعدہ ہے کہ دانا ہمیشہ تنگ حال اور ناداں ہمیشہ بامراد ہوتے ہیں۔ اہلِ کمال ناسازیٔ زمانہ کو شاکی رہتے ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ چونکہ آسمان ہمیشہ ناداں لوگوں کو بامراد کرتا ہے اس لئے تیری دانائی اور فضیلت ہی تیرے لئے موجب حرمان ہے۔ تشریح کے لئے دیکھو شعر د۱۲۶ د۱۲۰ ق ۱۴۱ اور غزل (۱۲۱) ردیف دال۔

احمقاں سرور شدستند و زبیم		عاقلاں سر بہ کشیدہ در گلیم	(مولانا روم)

(۶) ترجمہ۔ اگر ملکِ دل پر کوئی غم گھات لگائے۔ تو پیرِ مغاں کی درگاہ کی حریم تیری لئے کافی پناہ ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی غم تیرے دل کی نزدیک آئے۔ تو پیرِ مغاں کے پاس جا کر شراب پی اور غم کو دور کر۔

(۷) ترجمہ۔ وطنِ مالوف کی محبت اور یارِ قدیم کا عہد سدِ راہِ مسافر کے پاس تیری صدر خواہی کرنے کے لئے کافی ہے یعنے تیرے دوست سفر پر چلے گئے اور تو ان کے ساتھ نہ گیا۔ اُن کی شکایت کا تیرے پاس یہ کافی جواب ہے کہ وطنِ مالوف کی محبت اور یارانِ قدیم کا حق صحبت دامن گیر ہے۔

(۸) ترجمہ۔ دوسروں کے احسان کا عادی نہ ہو کیونکہ دونو جہانوں میں۔ خدا کی رضا اور بادشاہ کا انعام تیرے لئے کافی ہے۔

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ تجھ کسی اور ورد کی ضرورت نہیں۔ آدھی رات کی دعا اور صبح کا ورد تیرے لئے کافی ہے

خواجہ صاحب جا بجا اپنے کلام میں شب بیداری سحر خیزی کے فوائد بیان کرتے ہیں۔ وہ خود شب بیدار تھے

غزل (۷)

گلعذاری ز گلستاں جہاں را بس	۱	زیں چمن سایۂ آں سرو روان ما را بس
من و ہمصحبتیٔ اہل ریا دورم باد	۲	از گرانانِ جہاں رطل گراں ما را بس
قصر فردوس بپاداش عمل می بخشند	۳	ما کہ رندیم و گدا دیر مغاں ما را بس

بنشین بر لب جوی و گذر عمر ببین	۴	کاین اشارت ز جهان گذران ما را بس
نقد بازار جهان جمله فسون است و فسوس	۵	گر شمارا نه بس این سود و زیان ما را بس
یار با ماست چه حاجت که زیارت طلبیم	۶	دولت صحبت آن مونس جان ما را بس
از در خویش خدارا به بهشتم مفرست	۷	که سر کوی تو از کون و مکان ما را بس
نیست ما را بجز از وصل تو در سر هوسی	۸	وین تجارت ز متاع دو جهان ما را بس

حافظ از مشرب قسمت گلهٔ بی انصاف مست

(۹) (۹)

طمع چون آب کن غزلهای رواں ما را بس

(۱) ترجمہ۔ دنیا کو باغ سو ایک گلمذار ہمارے لئے کافی ہی اس چمن میں اس سرو رواں کا سایہ ہمارے لئے کافی ہی۔

سرو رواں سی مراد معشوق راست قد

(۲) ترجمہ۔ میرا اور اہل ریا کی صحبت ابد الجھی اس سی دور رکھی۔ دنیا کی بڑی چیزوں میں سی میرے لئے شراب کا بڑا پیالا کافی ہی

(۳) ترجمہ۔ بہشت کے محل تو عمل کی بدلے میں دیتے ہیں۔ ہم رند اور گدا ہیں ہمارے لئے دیر مغاں ہی کافی ہی۔

اپنی کم بضاعتی کا اعتراف ہی فرماتی ہیں کہ بہشت کی محل تو اعمال کی عوض دیے جاتی ہیں ہمارے پاس نقد عمل تو نہیں ہی اور نہ ہم اس بیع و شری کی قائل ہیں۔ ہم گدا ہیں ہمارے لئے شراب خانہ ہی بہشت کی محلوں کی برابر ہی مطلب یہ ہی کہ ہم عاشق ہیں عابد نہیں ہیں کہ عبادت پر بھروسہ ہو۔

(۴) ترجمہ۔ نہر کی کنارے بیٹھیے جا اور عمر کی روانی دیکھ۔ کیونکہ گذرنی والے جہان کا یہی اشارہ ہمارے لئے کافی ہی۔

مطلب یہ ہی کہ جسطرح نہر کا پانی بہ رہا ہی اسی طرح عمر بھی گذر رہی ہی۔

(۵) ترجمہ۔ بازار جہان کی نقد اور جہان کی آزار دیکھ۔ اگر تیرے لئے یہ سود و زیاں کافی نہیں تو ہمارے لئے تو کافی ہی

مطلب یہ ہی کہ بازار جہان میں ذرا سی فائدہ اور آرام کی لئے ہزاروں تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ہیں گویا نفع کم ہی اور نقصان زیادہ اگر تیرے لئے یہ سود و زیاں عبرت آموز نہیں تو ہمارے لئے تو یہ کافی عبرت ہی۔

(۶) ترجمہ۔ یار ہمارے ساتھ ہی کیا ضرورت ہی کہ زیادہ مانگیں۔ اس مونس جان کی صحبت کی دولت ہمارے لئے کافی ہے

یعنی ہمارے لئے معشوق کی صحبت کافی ہے اور کسی چیز کی ضرورت نہیں۔

(۷) ترجمہ۔ خدا کی لئے اپنے دروازہ سی مجھی بہشت کی طرف نہ بھیج۔ کیونکہ کون و مکاں میں میرے لئے تیرا کوچہ کافی ہی۔

اگر تو طالب یار و وصال دوست طلب		بہشت و حور مجو کاں تصور خواہد کرد	

(۸) ترجمہ ۔ تیرے وصل کے سوا اے جگر میں اور کوئی ہوس نہیں ۔ دونو جہانوں کے متاع سے ہمارے لئے یہی تجارت کافی ہے

اہل عقبیٰ سود بردند و طالب دنیا زیاں		گرمئی بازار اد سود و زیان من بسوخت	(معین الدین)
خلافلاں در کار خویش و عاقلاں در کار دوست	معین الدین	عاشقان زیں ہر دو فارغ محو دیدار دوست	

(۹) ترجمہ ۔ حافظ قسمت کے طریق پر گلہ کرنا بے انصافی ہے پانی کیطرح روان طبیعت اور پانی کی طرح رواں غزلیں ہمارے لئے کافی ہیں ۔

یعنے قسمت کا گلہ کرنا کہ ہم کو کچھ نہیں ملا ۔ بے انصافی میں شامل ہے ۔ کیا طبیعت کی روانی اور یہ رواں غزلیں جو ہمارے حصہ میں آئی ہیں ۔ کافی دولت نہیں ؟

ردیف ش

غزل (۱)

اگر رفیق شفیقے درست پیماں باش	۱	حریف جرعہ و گرمابہ و گلستاں باش
شکنج زلف پریشاں بدست باد مدہ	۲	مگو کہ خاطر عشاق گو پریشاں باش
گرت ہواست کہ با خضر ہمنشیں باشی	۳	نہاں ز چشم سکندر چو آب حیواں باش
رموز عشق نوازی نہ کار ہر مرغیست	۴	بیا و نوگل این بلبل غزل خواں باش
طریق خدمت و آئین بندگی کردن	۵	خدای را کہ رہا کن بیا و سلطاں باش
دگر بسید جرم تیغ بر کش ز نہار	۶	از انچہ با دل ما کردہ پشیماں باش
تو شمع انجمنے یک زبان و یک دل شو	۷	خیال کوش پروانہ بیں و خنداں باش

کمال دلبری و حسن در نظر بازیست	۸	بشیوۂ نظر از ناظراں دوراں باش
(۹)	خموش حافظ و از جور یار نالہ مکن ترا کہ گفت کہ بر روی خوب حیراں باش	(۹)

(۱) ترجمہ۔ اگر تو مشفق رفیق ہی تو وعدہ کا پکا ہو۔ حجرہ۔ گرمابہ اور باغ کا ساتھی بن
گرمابہ یا گرمادہ۔ حمام غسلخانہ۔ مطلب یہ ہی کہ کسی وقت ساتھ نہ چھوڑ۔ گھر میں باغ میں صحرا میں حمام میں ہر وقت پاس رہ۔

(۲) ترجمہ۔ زلفِ پریشاں کے شکن کو ہوا کی تہمت نہ دی۔ یہ نہ کہو کہ عاشقوں کا دل بیشک پریشان ہو۔
معشوق کی زلف کی پریشانی سی عاشق کا دل پریشان ہوتا ہی۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اپنی زلف کو ہوا سے پریشان نہ ہونے دو۔ اور یہ نہ کہو کہ عاشقوں کا دل پریشاں ہوتا ہی تو ہونے دو۔

(۳) ترجمہ۔ اگر تجھ یہ آرزو ہی کہ تو خضر کے ساتھ ہمنشیں ہو تو آبِ حیات کی طرح سکندر کی آنکھ سی پوشیدہ رہ۔
مطلب یہ ہی کہ اگر تجھی حیاتِ جاوداں کی خواہش ہی تو اہلِ دنیا سی اپنے آپ کو پوشیدہ رکھ۔ خضر اور خضرو دونوطرح درست ہی۔ یہاں خضر ہے۔

(۴) ترجمہ۔ رموزِ عشق کی نغمہ سرائی ہر پرندہ کا کام نہیں۔ آ اور اس بلبل غزلخواں کا تازہ پھول بن
یعنے ہر پرندہ رموزِ عشق سی واقف نہیں۔ یہ بلبل کا ہی کام ہی۔ اس لئے آ اور بلبل کا معشوق بن۔ این بلبلِ غزلخواں سی مراد خود خواجہ حافظ

(۵) ترجمہ۔ خدمت کا طریقہ اور بندگی کرنے کا قاعدہ خدا کے لئے چھوڑ آ اور بادشاہ بن
یعنے غلامانہ زندگی بسر کرنا اچھا نہیں۔ خود بادشاہ بن۔ مطلب یہ ہی کہ آزاد خیال ہو اور دل کا بادشاہ بن جا اغیار کی خدمت اور بندگی کو چھوڑ (علوِ ہمت اور آزاد منشی کی تعلیم ہے)

(۶) ترجمہ۔ صیدِ حرم پر خبردار پھر تلوار نہ کھینچ۔ جو کچھ ہمارے دل کو ساتھ تو نے کیا ہی اسی سی پشیمان ہو۔
حرم کعبہ میں جو چیز داخل ہو جاتی ہی انسان یا پرندوں وغیرہ کا قتل کرنا یا شکار کرنا اس جگہ منع ہی۔ شاعر عموماً عاشق کے دل کو صیدِ حرم کہتے ہیں۔ کیونکہ خانہ کعبہ کی طرح دل کو بھی خانہ خدا کہا گیا ہی۔ چنانچہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

خونِ صاحب نظراں ریختنی ای کعبۂ حسن		خونِ ایناں کہ روا داشت کہ صیدِ حرام اند	

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ جو کچھ تو نے میرے دل کے ساتھ کیا ہے۔ اسی سے پشیمان ہو اور آئندہ عاشقوں کے دلوں پر تیغ ستم نہ کھینچ۔

(۸) ترجمہ۔ دلبری اور حسن کا کمال نظر بازی میں ہے۔ شیوۂ نظر میں زمانہ کے نظر بازوں سے ہو۔

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ چپ رہ اور معشوق کی جور سے فریاد نہ کر تجھ کس نے کہا تھا کہ خوبصورت چہرہ پر عاشق بن؟

دوسرے مصرعہ میں استفہام انکاری ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تجھ عاشق بننے کے لئے کس نے کہا تھا۔ کہ اب فریاد کرتا ہے۔ جب خود بخود عاشق ہوا ہے تو معشوق کی جور و ستم کو بھی برداشت کر۔

غزل (۲)

ای دل غلام شاہ جہاں باش و شاہ باش	۱	پیوستہ در حمایت لطف الٰہ باش
از خارجی ہزار بیک جو نمی خرند	۲	گو کوہ تا بکوہ منافق پناہ باش
چوں احمد شفیع بود روز رستخیز	۳	گو ایں تن بلاکش من پر گناہ باش
آں را کہ دوستی علی نیست کافرست	۴	گو زاہد زمانہ و گو شیخ راہ باش
امروز زندہ ام بولای تو یا علی	۵	فردا بروح پاک امامان گواہ باش
قرآن ہشتم سلطان ہیں رضا	۶	از جاں بہوس و بر در آں بارگاہ باش
دستت نمیرسد کہ بچینی گلی ز شاخ	۷	باری بپای گلبن ایشاں گیاہ باش
مرد خدا کہ زاہد تقوی طلب بود	۸	خواہی سفید جامہ و خواہی سیاہ باش

(۹) حافظ طریق بندگی شاہ پیشہ کن — (۹)
وانگاہ در طریق چو مرداں راہ باش

یہ غزل الحاقی ہے تفصیل کے لئے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۳۸۰ - ۳۹۰ سوانحعمری نمبر ۱۹۰ مگر آئینہ تعلیمی لیوان میں بھی یہ

غزل نہیں۔

(۱) ترجمہ۔ اے دل جہاں کے بادشاہ کا غلام ہو اور بادشاہ بن ہمیشہ لطفِ خدا کی حمایت میں ہو۔
شاہ جہاں سے مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ یا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(۲) ترجمہ۔ ہزار خارجی کو ایک جو کے بدلے نہیں خریدتے۔ اگرچہ وہ پہاڑ سے لیکر پہاڑ تک منافق پناہ ہو۔
خارجی۔ اہل اسلام کا ایک فرقہ جو راضیوں کے مخالف ہے اصحاب ثلاثہ یعنی حضرت ابوبکر۔ عمر۔ اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اچھا کہتے ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو نہیں مانتے۔ چونکہ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر خروج کیا لہٰذا یہ نام پایا
دوسرے مصرعہ کی ترکیب کی مشتبہ ہے مطلب یہ ہے کہ اگر خارجی کو تمام دنیا کی پناہ ہو تو بھی ایک جو کی قیمت کا نہیں۔

(۳) ترجمہ۔ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے روز میرے شفیع ہونگے تو یہ میرا بلا کش وجود سر سے گناہوں پر ہو تو بھی کچھ پرواہ نہیں

(۴) ترجمہ۔ جس شخص کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی دوستی نہیں وہ کافر ہے۔ اگرچہ وہ زمانہ کا زاہد اور شیخ طریقت ہو۔

(۵) ترجمہ۔ یا علی آج میں تیری محبت سے زندہ ہوں کل اماموں کے سردار پاک کے طفیل تو میرا گواہ بن کل سے مراد روز قیامت

(۶) ترجمہ۔ امام ہشتم سلطان دین علی موسیٰ رضا کی قبر کو جان سے بوسہ دے اور اسی بارگاہ کو دروازہ پر مقیم ہو۔

(۷) ترجمہ۔ تیرا ہاتھ نہیں پہنچتا کہ شاخ سے تو پھول چنے۔ البتہ تو ان (دوازہ امام) کی گلبن کے نیچے گھاس بن جا۔
گلبن۔ درختِ گل سرخ۔ گلاب کا پیڑ۔

(۸) ترجمہ۔ مرد خدا جو زاہد اور تقویٰ طلب ہو۔ وہ خواہ سفید جامہ ہو۔ خواہ سیاہ لباس ہو۔

در عمل کوش و ہرچہ خواہی پوش		تاج بر سر نہ و علم بر دوش	
ترک دنیا و شہوت و ہوس		پارسائی نہ ترک جامہ و بس	(سعدی)

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ شاہ کی بندگی کا طریقہ اختیار کر۔ پھر طریقت میں مردانِ راہ کیطرح ہو جا۔
شاہ سے مراد حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ مطابق مطلع غزل۔

غزل (۳)

باز آئی دل تنگ مرا مونس جاں باش	۱	وین سوختہ را محرم اسرار نہاں باش	
زاں بادہ کہ در مصطبۂ عشق فروشند	۲	ما را دو سہ ساغر بدہ و گو رمضاں باش	

درخرقہ چو آتش زدہای عارف سالک	۳	بہدی کن و سرحلقۂ رنداں جہاں باش
آں یار کہ گفتا بتوام دل نگراں ست	۴	گو میرسم اکنوں بسلامت نگراں باش
خوں شد دلم از حسرت آں لعل روان بخش	۵	آں درج محبت بہماں مہر و نشاں باش
تا بر دلش از غصہ غباری ننشیند	۶	ای سیل سرشک از عقب نامہ رواں باش

(۷) حافظ کہ ہوس میکند از جام جہاں بیں
گو در نظر آصف جمشید مکاں باش

(۱) ترجمہ۔ واپس آ اور میرے تنگدل کا مونس جان بن اور اس سوختہ دل کی پوشیدہ اسرار کا محرم بن
یعنے آ اور میرا مونس جان اور محرم راز بن۔

(۲) ترجمہ۔ اس شعر سے عشق کی شراب خانہ میں بکتی ہے مجھکو دو تین پیالے دو خواہ رمضان ہی ہو
ظاہر ہے کہ شراب عشق کے لئے رمضان و شعبان کی کوئی تمیز نہیں۔ رمضان و شراب کے لئے دیکھو ۲ ۱۳ ۱۲

(۳) ترجمہ۔ اے عارف سالک جب تو نے خرقہ کو آگ لگادی ہے تو کوشش کر اور جہاں کے رندوں کا سرگروہ بن

(۴) ترجمہ۔ وہ یار جس نے کہا ہے کہ تیرے لئے میرا دل منتظر ہے اسی کہو کہ میں آتا ہوں سلامتی سے منتظر رہے۔

(۵) ترجمہ۔ اس جان بخش لب کی حسرت سے میرا دل خون ہوگیا اور وہ محبت کی ڈبیہ اسی مہر و نشان کے ساتھ ہے
درج محبت سے مراد معشوق کا منہ۔ درج جواہرات اور زیورات کی ڈبیہ مطلب یہ ہے کہ میرا دل لب لعل کو بوسہ کی آرزو میں خون ہوگیا اور معشوق نے اپنے درج دہن کو اسی طرح بامہر و نشان بند رکھا ہوا ہے اور مجھ بیدل کو بوسہ سے محروم رکھا ہے درج اور لعل کی رعایت ظاہر۔

(۶) ترجمہ۔ تاکہ اسکا دل غصہ سے غبار نہ بیٹھے۔ اے آنسوؤں کے سیلاب خط کے پیچھے تو بھی روانہ ہوجا
یعنے اگر میرے خط کو دیکھکر معشوق کی طبیعت پر غبار ملال آجائے تو اسکو دھونے کے لئے سیل اشک روانہ کرتا ہوں مطلب یہ ہے کہ میں اس خیال میں رو رہا ہوں کہ معشوق میرے خط کو دیکھکر ناراض نہ ہوجائے۔

(۷) ترجمہ۔ حافظ چونکہ جام جہان بیں کی ہوس رکھتا ہے اسی کہدو کہ آصف جمشید مکان کی نظر میں رہے۔
آصف جمشید مکان سے مراد عماد بن محمود وزیر سلطان قطب الدین دیکھو لسان الغیب جلد ۱ و صفحہ ۱۲ سو اسمیں مطلب یہ ہے کہ اگرچہ میرا ممدوح وزیر ہے لیکن جمشید کا مرتبہ رکھتا ہے اس لئے اگر جام کی خواہش ہے تو اسی سے درخواست کرنی چاہئے۔

غزل (۴)

باغباں گر پنج روزی صحبت گل بایدش	۱	بر جفای خار ہجراں صبر بلبل بایدش
ای دل اندر بند زلفش از پریشانی منال	۲	مرغ زیرک چوں بدام افتد تحمل بایدش
با چنین زلف و رخی با دش نظر بازی حرام	۳	ہر کہ روی یاسمین و جعد سنبل بایدش
رند عالم سوز را با مصلحت بینی چہ کار	۴	کار ملک ست آنکہ تدبیر و تامل بایدش
تکیہ بر تقوی و دانش در طریقت کافریست	۵	راہرو گر صد ہنر دارد توکل بایدش
ناز ہا زیں نرگس مستانہ می باید کشید	۶	ایں دل شوریدہ گر آن زلف و کاکل بایدش
ساقیا در گردش ساغر تعلل تا بچند	۷	دور چوں با عاشقان افتد تسلسل بایدش

(۸) کیت حافظ تا نوشد بادہ بی آواز چنگ
عاشق مسکیں چرا چندیں تجمل بایدش (۸)

(۱) ترجمہ۔ اگر باغباں کو چند روزہ پھول کی صحبت چاہیے۔ تو خارِ ہجر کی جفا پر اسے بلبل کیطرح صبر کرنا چاہیے۔

(۲) ترجمہ۔ اے دل اس کی زلف کی قید میں پریشانی سے نہ رو۔ دانا پرندہ جب جال میں پھنس جائے تو اسے تحمل کرنا چاہیے۔

مرغ زیرک ۔ یا مرغ زیرک سانہ دانا پرندہ۔ ایک پرندہ کا نام ہے جسے مرغِ شب آویز بھی کہتے ہیں وہ کسی ٹہنی کے ساتھ ایک ہی پاؤں سے لٹک جاتا ہے اور برابر حق حق بولے جاتا ہے بعض کے نزدیک طلی بعض کے نزدیک روت ماروت بعض شیطان سے بھی مراد لیتے ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ ایسی زلف و رخ کے باوجود جو شخص چنبیلی کے چہرہ اور سنبل کی زلف کی آرزو رکھتا ہے اس پر نظر بازی حرام ہے۔

چنین زلف و رخ سے مراد زلف و رخ معشوق۔ مطلب یہ ہے کہ معشوق کے چہرے اور زلف کے مقابلہ میں جو شخص سمن و سنبل کو دیکھنے کی خواہش رکھتا ہے۔ اس پر عاشقی حرام ہے۔

(۴) ترجمہ۔ عالم سوز رند کو مصلحت بینی سے کیا کام ہے۔ تدبیر و تامل سے کام لینا بادشاہوں کا کام ہے۔

مطلب یہ ہے کہ رندوں کو سراپا شوق ہونا چاہیے۔ انہیں مصلحت اور تدبیر سے کیا کام؟

(۵) ترجمہ۔ تقویٰ اور دانائی پر بھروسہ کرنا طریقت میں کافری ہے۔ مسافر اگر سو ہنر بھی رکھتا ہو تو بھی اسے توکل چاہئے۔
مطلب یہ ہے کہ سالک کو صرف اپنے تقویٰ اور دانش پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے۔ باوجود اپنے تقویٰ کو خدا پر توکل کہنا چاہئے اور باوجود تدبیر کے تقدیر کا قائل رہنا چاہئے۔ ساحب جبر و اختیار پر خواجہ صاحب کا مذہب عین تعلیم اسلامی کے مطابق ہے۔ دیکھو شعر

الف ت ت د

گفت پیمبر باواز بلند		بر توکل زانوئے اشتر بہ بند (مولانا روم)

اسی مضمون پر شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

کس ایخیز طاعتِ خویش اعتماد نیست		آں بے بصر بود کہ کند تکیہ بر عصا

(۶) ترجمہ۔ اس شوریدہ دل کو اس نرگس مست کی ناز برداشت کرنے چاہئیں اگر اسی دہ زلف وکاکل چاہئیں
مطلب یہ ہے کہ اگر دل کو معشوق کی زلف وکاکل کا شوق ہے تو اسکی چشم مست کی ناز بھی برداشت کرنے ہونگے۔

(۷) ترجمہ۔ اے ساقی ساغر کی گردش میں تو کب تک بیت و بعل کریگا۔ جب جاشنوں تک دور جام پہنچے تو اسی متواتر جاری رکھنا چاہئے

تعلل۔ علت انگیزی سبب پوچھنا۔ تاخیر۔ بہانہ جوئی۔ دیر۔ درنگ۔ اصطلاح الصبا میں کسی چیز کا تھوڑا تھوڑا کھانا

(۸) ترجمہ۔ حافظ کون ہے جو آواز چنگ بغیر شراب پیئے۔ مسکین عاشق کو اتنی شان و شوکت کیوں چاہئے۔
یعنے حافظ کی کیا حیثیت ہے کہ وہ بغیر چنگ و رباب کے سرود و سماع کو شراب نہ پیئے مسکین آدمی کو اتنا تجمل نہیں چاہئے اگر مطرب نہیں تو نہ سہی۔ صرف شراب ہی مل جائے تو غنیمت سمجھے۔

غزل (۵)

ببر از من قرار و طاقت و ہوش	۱	بت سنگیں دل سیمین بناگوش
نگاری چابکی شوخی پریوش	۲	حریفی مہوشی ترکی قبا پوش
ز تاب آتش سودای عشقش	۳	بسان دیگ دائم میزنم جوش
چو پیراہن شوم آسودہ خاطر	۴	گرت ہمچوں قبا گیرم در آغوش
اگر بوسیدہ گردد استخوانم	۵	نگردد مہرش از جانم فراموش
دل و دینم دل و دینم ببردہ است	۶	برو دوش برو دوش بر دو دوش

(۷)	دوا ے تو دوا ے تست حافظ لب نوشش لب نوشش لب نوشش	(۷)

(۱) ترجمہ۔ سنگین دل اور سیمیں بناگوش معشوق۔ مجھ سے قرار طاقت اور ہوش لیگیا۔

بناگوش۔ زمرگوش۔ کان کی لو۔ کان کا نیچے کا حصہ جو نرم ہوتا ہے۔ سیمین چاندی کی طرح صاف اور سفید۔

سنگین دل اور سیمین بناگوش معشوق کی صفتیں ہیں۔ سنگ و سیم کا مقابلہ لطیف ہے۔

(۲) ترجمہ۔ حسین چالاک شوخ ادو پریرو۔ حریف مہوش ترک اور قبا پوش۔

پچھلے شعر سے قطعہ بند ہے یہ تمام صفتیں ہیں بت کی۔

(۳) ترجمہ۔ اس کے عشق کی سودا کی آگ کی تپش سے۔ دیگ کیطرح ہمیشہ جوش کھاتا رہتا ہوں۔

(۴) ترجمہ۔ پیراہن کیطرح میں آسودہ خاطر ہو جاؤنگا۔ اگر تجھ قبا کی طرح بغل میں لے لوں

پیراہن ڈھیلا اور کھلا جامہ ہے۔ قبا تنگ اور جسم کے ساتھ ملی ہوتی ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر قبا کیطرح تجھکو بغل میں تنگ بھینچ لوں۔ تو پیراہن کیطرح آسودہ خاطر (فراخ) ہو جاؤنگا۔

(۵) ترجمہ۔ اگر میری ہڈیاں بوسیدہ بھی ہو جائیں۔ تو بھی اسکی محبت میری جاں سے فراموش نہیں ہو سکتی۔

سر و سامان چو دم شرر عشق بسوخت		زیر خاکستر دل سوز نہانم باقیست	(نیاز)

(۶) ترجمہ۔ میرا دل اور دین میرا دل دین لیگیا۔ اسکا سینہ اور کندہا اسکا سینہ اور کندہا سینہ اور کندہا

تکرار الفاظ تحسین کلام اور تاکید کے لئے ہے

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ تیری دوا ہی تیری دوا ہے اسکا لب شیریں اسکا لب شیریں۔ لب شیریں۔

نوش۔ شہد۔ شیریں۔ گوارا۔ آب حیات۔ تریاق۔ لفظ دوا اور نوش کی رعایت ظاہر۔

غزل (۶)

بجد و جہد چو کار نمیرود از پیش	۱	بکرد گار رہا کردہ بہ مصالح خویش
بیا دشاہے عالم فرو نیارد سر	۲	اگر ز سر قناعت جہر شود درویش

ز سنگ تفرقہ خواہی کہ منحنی نشوی	۳	مشو بسان ترازو تو در پئے کم و بیش	
ریای زاہد سالوس جان من فرسود	۴	قدح بیار و بزن مرہمی بریں دل ریش	
بنوش بادہ کہ قسام صنع قسمت کرد	۵	در آفرینش از انواع نوشدارو نیش	
ریا حلال شمارند و جام بادہ حرام	۶	زہی طریقت و ملت زہی شریعت و کیش	
بدر ابائی اگر خود سر آمدی چہ عجب	۷	کہ نور حسن تو بودا ز اساس عالم پیش	

(۸) وہان تنگ تو دلخواہ جان حافظ شد — (۸)
بجان بود خطرم زیں دل محال اندیش

(۱) ترجمہ۔ جب جد و جہد سے کام نہیں چلتا۔ تو بہتر یہی ہے کہ اپنی مصلحت کو خدا پر چھوڑ جائے۔

مطلب یہ ہے کہ صرف جد و جہد کافی نہیں خدا پر توکل کرنا بھی ضروری ہے اسی مضمون کیلئے دیکھو شعر ۵ ش ۴ اور ۱۲ الف ۳

جملہ افتادند از تدبیر و کار		ماند کار و حکمہائے کردگار	(مولانا روم)

(۲) ترجمہ۔ جہاں کی بادشاہی کیلئے یہی سر نہ جھکاؤ۔ اگر درویش قناعت کے بھید سے واقف ہو جائے۔

حقیقت بھی یہی ہے کہ اگر قناعت کی دولت مل جائے۔ تو پھر بادشاہی بھی کچھ چیز نہیں۔

قناعت کن اے نفس برا ندکے		کہ سلطان و درویش بینی یکے	
چہ حاجت خسرو بخواہش روی		چو یکسو نہادی طمع خسروی	(سعدی)

(۳) ترجمہ۔ اگر تو چاہتا ہے کہ سنگ تفرقہ سے خمیدہ نہ ہو جائے۔ تو ترازو کیطرح کم و بیش کے درپے نہ ہو۔

منحنی ۔ خمیدہ۔ کوزہ پشت۔ جھکا ہوا۔ مجازاً ضعیف۔ ناتواں۔ لاغر۔ **سنگ تفرقہ** ۔ (۱) پالنگ۔ وہ پتھر جو ترازو کو برابر کرنے کی خاطر اسکی ایک پلڑی میں باندھتے ہیں (۲) تفرقہ کی تکلیف۔ وہ تکلیف جو سود و زیاں کے خیال سے ہوتی ہے۔ سنگ تفرقہ۔ ترازو۔ کم و بیش کی رعایت ظاہر

ترازو کی ایک پلڑی میں اگر ذرا بھر بھی چیز زیادہ ہو۔ تو ادھر جھک جاتا ہے اسی طرح دو پلڑوں میں وزن کی کمی بیشی سے ترازو ادھر ادھر جھکتا رہتا ہے خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر تو چاہتا ہے کہ تو سیدھا رہے اور خمیدہ قد نہ ہو۔ تو کم و بیش کا فکر چھوڑ دے کیونکہ اگر تو کم و بیش کے درپے ہوگا۔ تو ضرور ہے کہ ترازو کیطرح تجھے جھکنا پڑیگا۔ مطلب یہ ہے کہ انسان کو اگر راستی

منظور ہو تو صبر اختیار کرے۔

(۴) ترجمہ۔ مکار زاہد کے ریا نے میری جان گھلا دی۔ پیالہ لا اور اس زخمی دل پر مرہم لگا۔

مطلب یہ ہے کہ زاہدانِ ریاکار کے طرزِ عمل سے میں تنگ آگیا ہوں اور میرا دل زخمی ہو گیا ہے جام شراب لا کیونکہ وہ میرے زخمی دل کے لئے بمنزلہ مرہم کے ہے۔

(۵) ترجمہ۔ شراب پی کیونکہ قسام قدرت نے ابتدائے آفرینش میں مختلف قسم کے نوشدارو اور نیش لوگوں میں تقسیم کئے ہیں۔

قسام صنعت۔ قسام قدرت۔ قسام ازل یعنی خدا۔ قسام یعنی حصہ کرنے والا تقسیم کرنے والا۔ بانٹنے والا قسمت کرنے والا۔ **قسمت** تقسیم کرنا۔ بانٹنا۔ حصہ مقرر کرنا۔ **نوشدارو**۔ تریاق۔ زہر کا علاج مومیائی۔ ایک مفرح اور مقوی معجون کا نام۔ مجازاً بمعنے شراب۔ **نیش**۔ نوک کی نیزی۔ بچھو یا سانپ کا ڈنگ۔ زہر۔

مطلب یہ ہے کہ قسامِ ازل نے دنیا میں مختلف قسم کی نیش اور انکے مقابلہ میں مختلف قسم کی نوشدارو لوگوں کے حصہ میں کئے ہیں ہمارے حصہ میں شراب آئی ہے جو ایک قسم کی نوشدارو ہے اور کسی قسم کی نیشوں کا علاج ہے۔ نوش اور نیش میں صنعت ایہام ہے۔

(۶) ترجمہ۔ ریا کو حلال جانتے ہیں اور شراب کے پیالہ کو حرام کہتے ہیں ان لوگوں کی طریقت، ملت اور شریعت و مذہب ہے یعنے زاہد کا عجیب مذہب ہے کہ شراب کو تو حرام کہتے ہیں اور ریاکاری کو حلال سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ریاکاری شراب خواری سے بدرجہا زیادہ گناہ ہے۔ تشریح کے لئے دیکھو شعر الف ۲۴ ت ۳۴ ت ۳۵

(۷) ترجمہ۔ اگر تو دلربائی میں سب کا سردار ہے تو کیا عجب۔ کیونکہ تیرے حسن کا نور جہان کی بنیاد سے پہلے کا ہے۔

یہ شعر نعتیہ معلوم ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ اگر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام کے سردار ہیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ ان کا نور ابتدائے آفرینش عالم سے ہی پہلا کا ہے اور چونکہ وہ سب سے مقدم ہیں اس لئے سب سے افضل بھی ہیں حدیث ہے۔ کنت نبیاً وآدم بین الماء والطین۔ یعنی میں نبی تھا جب آدم مٹی اور پانی میں تھے نظامی گنجوی کا شعر ہے

کنت نبیاً کہ علم پیش برد		ختم نبوت بہ محمد سپرد	

عارف جامی نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کی پیدائش کو کلک قدرت کی جنبش اول کہتے ہیں۔

جنبشِ اول ز محیط قدم		سلسلۂ جنبانِ وجود از عدم	
کلکِ عنایت چو رقم ساز کرد		از ہمہ پیش این رقم آغاز کرد	

عرفی نے اسی مضمون پر کہا ہے۔

تا کونین ترا اصلِ مہمات نخواندند		نشنید قضا ترجمۂ لفظِ اہم را	

تا مجمع امکان و وجوب ننوشتند		مورد متعین نشد اطلاق اعم را	
تقدیر بیک ناقہ نشاید دو محمل		سلمائے حدث در تو دلیلائے قدم را	

حدیث ہے۔ اول ما خلق اللہ نوری۔ یعنی جو چیز خدا نے سب سے پہلے پیدا کی وہ میرا نور تھا۔

(۸) ترجمہ۔ حافظ کی جان تیری تنگ دہن کو دل ہی چاہتی ہے۔ مجھ کو اپنے محال اندیش دل سے جان کا خطرہ ہو گیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ میرا دل تیرے دہن کا طالب ہے اور چونکہ تیرا دہن ایک معدوم اور محال (ناممکن الوجود) چیز ہے اور قاعدہ ہے کہ ناممکن چیز کا طالب کو ہمیشہ جان کا خطرہ رہتا ہے اس لئے میرا دل گویا میری جان کا دشمن ہے۔

غزل (۷)

بدور لالہ قدح گیر و بی ریا می باش	۱	ببوی گل نفسے ہمدم صبا می باش	
نگویمت کہ ہمہ سال می پرستی کن	۲	سہ ماہ می خور و نہ ماہ پارسا می باش	
چو پیر سالک عشقت بمی حوالہ کند	۳	بنوش و منتظر رحمت خدا می باش	
گرت ہواست کہ چون جم بسر غیب رسی	۴	بیا و ہمدم جام جہاں نما می باش	
چو غنچہ گرچہ فرو بستگیست کار جہاں	۵	تو ہمچو باد بہاری گرہ کشا می باش	
وفا مجوی ز کس ور سخن نمی شنوی	۶	بہر زہ طالب سیمرغ و کیمیا می باش	
(۷)	مرید طاعت بیگانگاں مشو حافظ ولی معاشر رندان آشنا می باش		(۷)

(۱) ترجمہ۔ لالہ کے موسم میں پیالہ لے اور بے ریا بن کر رہ۔ پھول کی خوشبو کیلئے کچھ دیر صبا کا ہمدم ہو جا۔

مطلب یہ ہے کہ موسم بہار میں شراب پی اور ریاکاری چھوڑ۔ باغ میں جاکر پھول کی خوشبو اور باد صبا سے مشام جان کو معطر کر۔

(۲) ترجمہ۔ میں تجھ سے یہ نہیں کہتا کہ تمام سال شراب پیا کر۔ تین مہینے شراب پی اور نو مہینے پارسا بنا رہ چہ خوب فرماتے ہیں کہ بارہ مہینے شراب پینے کو کون کہتا ہے۔ صرف بہار کے تین مہینے شراب پی اور باقی نو

ہمینے پارسا بن کر لوگوں کو اپنی زہد و تقوی کا معتقد بنا تا رہ۔ بادہ و بہار کے لئے دیکھو شعر ۲۲

(۴) ترجمہ۔ جب عشق کا پیر سالک تجھ شراب کے حوالے کرے۔ تو پی لے اور خدا کی رحمت کا منتظر رہ

وہی مضمون ہے جو شعر الف ۱ میں ہے شرابِ عشق پی کر خدا کی رحمت کا منتظر رہنا کوئی عجیب بات نہیں علاوہ بریں

	رحمت سے تیری ہو گئی میخوار اجنبی		سارے گناہ دھو دئے جام شراب نے

(۴) ترجمہ۔ اگر تجھ کو یہ آرزو ہے کہ جم کیطرح تو غیب کے رازوں کو پہنچ جائے۔ تو آ اور جام جہاں نما کا ہمدم بن جا

یعنے جام مے تجھے اسرارِ غیب سے واقف کر دیگا۔ دیکھو شعر ۵۲ ش ۱۵

(۵) ترجمہ۔ اگرچہ جہاں کا کام غنچہ کیطرح فروبستگی ہے لیکن تو بادِ بہاری کیطرح گرہ کشا بن جا۔

غنچہ گرہ کیطرح بند ہوتا ہے۔ بادِ بہاری اگر گرہ کشائی کرتی ہے اور اسکو شگفتہ کرتی ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ جہاں کا کام تو غنچہ کیطرح گرہ لگائی ہے لیکن تو بادِ بہاری کیطرح گرہ کشا بن جا یعنی اگر زمانہ فروبستگی پیدا کرتا ہے تو اپنے تئیں کوشش کار پیدا کر۔

(۶) ترجمہ۔ کسی سے وفا نہ ڈھونڈھ اور اگر تو میری بات نہیں سنتا تو فضول سیمرغ اور کیمیا کو ڈھونڈھتا رہ

مطلب یہ ہے کہ سیمرغ اور کیمیا کیطرح وفا کا بھی نام ہی نام ہے ورنہ دنیا میں اسکا وجود نہیں اسلئے تو کسی سے وفا کی امید نہ رکھ اگر رکھتا ہے تو یہی سمجھ کہ سیمرغ اور کیمیا کو ڈھونڈھ رہا ہے جو کبھی نہیں ملیگے۔ سیمرغ یا عنقا اور کیمیا مجہول الجسم اور معروف الاسم چیزیں ہیں۔

	یوں وفا اٹھ گئی زمانے سے		گویا اس جہاں میں تھی ہی نہیں

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ اغیار کی بندگی کا مرید نہ ہو۔ بلکہ رندانِ آشنا کا ہمصحبت بن

مطلب یہ ہے کہ غیروں یعنی زاہدوں کی طاعت کا معتقد نہ ہو بلکہ رندانِ بادہ خوار کا ہم نشین بن۔ یا یہ کہ اغیار کی اطاعت نہ کر بلکہ اپنے ہمشرب رندوں کی صحبت میں رہ۔

غزل (۸)

من خرابم ز غم یار خراباتی خویش	۱	میسزند غمزۂ ناوک غم بر دل ریش	
با تو پیوستم و از غیر تو دل بر بریدم	۲	آشنای تو ندارد سر بیگانہ و خویش	

بعنایت نظری کن کہ من دل شدہ را	۳	نرود بی مدد لطف تو کاری از پیش
آخرای پادشہ حسن و ملاحت چہ شود	۴	گر لب لعل تو ریزد نمکی بر دل ریش
خرمن صبر من سوختہ دل باد بباد	۵	چشم مست تو کہ بگشاد کمین از پس و پیش
گر چلیپای سر زلف ز ہم بگشاید	۶	بس مسلماں کہ شود کشتہ آں کافر کیش
پس زانو منشیں و غم بیہودہ مخور	۷	کہ ز غم خوردں تو رزق نگردد کم و بیش
چونکہ ایں کوشش بیفائدہ سودی ندہد	۸	پس میازار دل خود زغم ای دور اندیش
پرسش حال دل سوختہ کن بہر خدا	۹	نیست از شاہ عجب گر بنوازد درویش

(۱۰) حافظ از نوش لب لعل تو کامی نگرفت (۱۰)

کہ نزد بر دل ریشش دو ہزاراں سر نیش

(۱) ترجمہ۔ میں اپنے خرابات نشیں معشوق کی عشق میں مست خراب ہوں۔ اسکا غمزہ میرے زخمی دل پر غم کا تیر مارتا ہی۔

(۲) ترجمہ۔ میں تجھ سے دل گیا اور تیرے سوا تمام چیزوں سے دل ہٹا لیا تیرا آشنا اپنے پرائے کسی کو نہیں جانتا۔

(۳) ترجمہ۔ مہربانی سے نظر کر کیونکہ مجھ بیدل کا کوئی کام تیری مہربانی کی مدد کے بغیر نہیں چل سکتا۔

(۴) ترجمہ۔ اے حسن و ملاحت کے بادشاہ آخر کیا ہو جائیگا۔ اگر تیرا لب لعل زخمی دل پر نمک چھڑک دے۔

عاشق اپنے زخمی دل کے لئے مرہم کی نہیں بلکہ نمک کی درخواست کرتا ہی۔

نمک چھڑکو نمک چھڑکو مزا اس میں ہی آتا ہی		قسم لے لو نہیں عادت میرے زخمو نکو مرہم کی	

ملاحت اور نمک کی رعایت ظاہر

(۵) ترجمہ۔ تیری مست آنکھ نے پس و پیش سے گھات لگا کر۔ مجھ سوختہ دل کا صبر کے خرمن کو برباد کر دیا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ تیری مست آنکھوں نے مجھ بیصبر اور بیقرار کر دیا ہی۔ (دوسرے مصرعہ کا ترجمہ پہلے کیا گیا ہی)

(۶) ترجمہ۔ اگر وہ زلف کے خم کو کھولے تو بہت سے مسلمان اس کافر کیش کے کشتے ہو جائینگے۔

چلیپا۔ (۱) صلیب (+) (۲) مجازاً ہر ایک کج دار اور پر خم چیز کو کہتے ہیں مطلب یہ ہی کہ اگر معشوق زلف کو کھولے تو بہت سے مسلمان اس بت کافر پر عاشق ہو جائینگے۔ چلیپا۔ کافر۔ مسلمان۔ اور کشتہ کی رعایت ظاہر

(۷) ترجمہ۔ فکر میں نہ بیٹھ اور بیہودہ غم نہ کھا۔ کیونکہ تیرے غم کھانے سے رزق کم و بیش نہیں ہو سکتا۔

پس زانو نشستن ۔ سوچ میں پڑنا ۔ تامل کرنا (محاورہ ہے)

مطلب یہ ہے کہ رزق کے لئے غم نہ کھا۔ کیونکہ تیرے غم کھانے سے رزق بڑھ نہیں سکتا۔

چوں رزق تو آنچہ عدل قسمت فرمود	یک ذرہ نہ کم شود نہ خواہد افزود
آسودہ زہر چہ نیست مے باید شد	وآزادہ زہر چہ ہست مے باید بود

(۸) ترجمہ ۔ جب یہ بے سود کوشش تجھ کو کوئی فائدہ نہیں دیتی ۔ تو اے دور اندیش! اپنے دل کو غم سے آزردہ نہ کر۔

پچھلے شعر کے ساتھ مضمون مسلسل ہے

(۹) ترجمہ ۔ خدا کے لئے مجھ جلے ہوئے کے دل کا حال پوچھ ۔ بادشاہ کو کسی کو تعجب کی بات نہیں کہنی گدا پر نوازش کرے۔

(۱۰) ترجمہ ۔ حافظ نے تیرے لب لعل کو تریاق سمجھ کر کبھی مقصد حاصل نہ کیا جب تک کہ اسکے زخمی دل پر وہ ہزار ٹوکنے لگے

یعنی تیرے ہجراں میں ہزار ہا زخم دل پر کھانے کے بغیر کبھی لب لعل کا بوسہ نصیب نہ ہوا۔

غزل (۹)

چو بر شکست صبا زلف عنبر افشانش	۱	بہر شکستہ کہ پیوست تازہ شد جانش
کجاست ہمنفسی تا کہ شرح غصہ دہم	۲	کہ دل چہ میکشد از روزگار ہجرانش
نسیم صبح وفا نامہ کہ برد بدوست	۳	زخوں دیدہ ما بود مہر عنوانش
زمانہ از ورق گل مثال روی تو بست	۴	ولی زشرم تو در غنچہ کرد پنہانش
بسی شدیم ونشد عشق را کرا نہ پدید	۵	تبارک اللہ ازین رہ کہ نیست پایانش
جمال کعبہ مگر عذر رہروان خواہد	۶	کہ جان نہ دہ دلاں سوخت در بیابانش
ولم کہ مہر تو از غیر تو نہاں میداشت	۷	ببیں کہ دیدہ کند فاش پیش یارانش
بدیں شکستہ بیت الحزن کہ می آرد	۸	نشان یوسف دل از چہ زنخدانش
بگیرم آن سر زلف و بدست خواجہ دہم	۹	کہ دادمن بستاند مگر زدستانش

(۱۰)

سحر ز طرف چمن می شنیدم از بلبل
نوای حافظ خوش لہجہ غزل خوانش

(۱۰)

(۱) ترجمہ۔ جب صبا نے اسکی عنبر افشاں زلف کو پریشان کیا تو جس شکستہ دل کو ساتھ جا کر وہ ملی اسکی جان تازہ ہو گئی۔

یعنے بادِ صبا اسکی زلف معنبر کی خوشبو لیجا کر عاشقوں کے دلِ شکستہ کو از سرِ نو تازہ زندگی دیتی ہے جسطرح معشوق کی زلف کی خوشبو عاشق کو تازہ دم کرتی ہے اسی طرح نفس الرحمن کی خوشبو سے سالک کو فرحت اور نور ایمان حاصل ہوتا ہے

اگر زلفش شکیں بر فشاند	بعالم در یکے کافر نماند
گلِ آدم شد آں لحظہ مخمر	کہ داد ش بوئے آں زلفِ معطر

(محمود تبریزی)

(۲) ترجمہ۔ ایسا محرم راز کہاں ہے جس سے غم کا بیان کروں کہ اسکی ہجر کا زمانہ دل پر کیا کیا ظلم کرتا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ نسیم صبح جو وفا نامہ میری طرف سے معشوق کے پاس لیگئی اسکے عنوان پر ہماری آنکھوں کے خون کی مہر تھی۔

مطلب یہ ہے کہ نسیم صبح ہمارے خون رونے کی خبر معشوق تک پہنچاتی ہے۔

(۴) ترجمہ۔ زمانہ نے پھول کی پنکھڑی سے تیرے چہرہ کا نقش بنایا لیکن تیرے شرم سے اسی غنچہ میں پوشیدہ کر دیا

مطلب یہ ہے کہ قدرت نے تیرے چہرہ کو ورقِ گل کے نمونہ پر بنایا لیکن تیرا چہرہ پھول سے بھی زیادہ خوبصورت تیار ہوا۔ اس شرم سے پھول کی پنکھڑیوں کو قدرت تیرے چہرے کے مقابلہ میں ظاہر نہ کر سکی اور انکو غنچہ میں پوشیدہ کر دیا (ظاہر ہے کہ پھول کی پنکھڑیاں غنچہ کی صورت میں مالبستہ اور پوشیدہ ہوتی ہیں شگفتہ ہو کر ظاہر ہوتی ہیں) حسنِ تعلیل ہے۔

(۵) ترجمہ۔ ہم بہت دور تک گئے لیکن تیرے عشق کا کوئی کنارہ ظاہر نہ ہوا تبارک اللہ کہ اس رستہ کی کوئی انتہا نہیں

تبارک اللہ کلمہ تحسین و تعجب مطلب یہ ہے کہ راہِ عشق کی کوئی انتہا نہیں جتنا آگے جاؤ منزلِ مقصود اتنی ہی دور ہوتی جاتی ہے۔

نگردد قطع ہرگز جادۂ عشق از دویدنہا	کہ می بالد بخود ایں راہ چوں تاک از بریدنہا

(اضنیت)

(۶) ترجمہ۔ کعبہ کا جمال شاید مسافروں کا عذر خواہ ہوگا۔ کیونکہ زندہ دلوں کی جان اسکی بیاباں میں جل گئی۔

مطلب یہ ہے کہ مسافرانِ حجاز کو بیابانِ عرب کی جسقدر تکلیفیں ہوتی ہیں کعبہ کی زیارت اُن سب تکلیفوں کی تلافی کر دیتی ہے اسی طرح امید ہے کہ راہِ عشق میں عاشقوں کو جتنی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان سب کی تلافی معشوق کو وصال سے ہو جائیگی

(۷) ترجمہ۔ میرا دل تیری محبت کو اغیار سے پوشیدہ رکھتا تھا۔ دیکھ کہ آنکھ نے اسکو یار دوں کے سامنے ظاہر کر دیا ہے۔

یعنے میرا دل تو رازِ عشق کو چھپاتا ہے مگر چشم گریاں غمازی کرتی ہے۔ آنکھ کی غمازی کیلئے دیکھو شعر د ۱۰/۱۲ د ۱۱/۱۲ ۴/۵

(۸) ترجمہ۔ اس بیت الحزن کے شکستہ دل کے پاس معشوق کے چاہ زنخداں سے یوسفِ دل کا کون پتہ لائے۔

بیت الحزن (۱) غم کدہ۔ غم کا گھر (۲) غریبوں بے کسوں کا گھر (۳) وہ گھر جس میں یعقوب علیہ السلام یوسف علیہ السلام

مفارقت پر غم کیا کرتے ہیں شکستہ بیت الحزن سے مراد عاشق مطلب یہ ہے کہ عاشق کا دل معشوق کی چاہ زنخدان میں اسیر ہے۔ اسکا پتہ کون لگائے۔ ؟ بیت الحزن۔ یوسف اور چاہ کی رعایت لطیف ہے۔

(۹) ترجمہ۔ میں اسکے سر زلف کو لیکر خواجہ کے ہاتھ میں دونگا۔ شاید وہ اسکے ہاتھوں سے میرا انصاف لے۔

یعنے میں معشوق کی زلف کے ہاتھ سے ظلم اٹھا رہا ہوں اسکی زلف کو بادشاہ کے حوالہ کرونگا کہ وہ اسکے ہاتھوں سے چھڑا کے اور میرا انصاف کرے۔ دستاں جمع دست۔ ہاتھ۔

(۱۰) ترجمہ۔ کل میں باغ کے گوشہ میں بلبل سے اسکی غزل خواں اور خوش لہجہ حافظ کے آواز سنتا تھا۔

ضمیر ش۔ راجع بسوئے معشوق مطلب یہ ہے کہ حافظ اپنے معشوق کا خوش لہجہ غزل خوان ہے بلبلیں بھی باغ میں حافظ کی غزلیں گاتی ہیں معمولی شاعرانہ فخریہ شعر ہے۔

غزل (۱۰)

چو جام لعل تو نوشم کجا بماند ہوش	۱	چو چشم مست تو بینم بجا نماند گوش
منم غلام تو ورزانکہ از من آزادی	۲	مرا بکوزہ فروش شراب خانہ فروش
ببوے آنکہ ز میخانہ کوزہ یابم	۳	روم سبوی خرابا تیاں کشم بردوش
مرا مگوی کہ خاموش باش و دم درکش	۴	کہ در چمن نتواں یافت مرغ را خاموش
اگر نشان تو جویم کدام صبر و قرار	۵	وگر حدیث تو گویم کدام طاقت و ہوش
شراب پختہ بجامان دل فسردہ مدہ	۶	کہ بادہ آتش تیزست و پختگاں در جوش
نعیم روضۂ جنت بذوق آں نرسد	۷	کہ یار نوش کند بادہ و تو گوئی نوش

(۸)	مرا چو خلعت سلطان عشق میدادند نداز دند کہ حافظ خموش باش خموش	(۸)

یہ غزل اکثر قلمی دیوانوں میں نہیں ہے ممکن ہے الحاقی ہو۔ واللہ اعلم

(۱) ترجمہ۔ جب میں تیرا جام سرخ پیوں تو ہوش کہاں رہے۔ جب تیری مست آنکھ دیکھتا ہوں تو کان اپنی جگہ پر نہیں رہتے

جام لعل سے مراد مئے سرخ کا پیالہ۔ یا لب لعل کا بوسہ۔ بیجا نما گوش سے مراد یہ ہے کہ کان اپنی جگہ پر نہیں رہتے بلکہ آنکھوں کی جگہ آنا چاہتے ہیں کہ وہ بھی تیری مست آنکھوں کو دیکھ سکیں۔

(۲) ترجمہ۔ میں تیرا غلام ہوں اگرچہ تو مجھ سے آزاد ہے مجھ کو شراب خانہ کو کوزہ فروش کے پاس بیچ دے اس غلامی میں بھی فائدہ ہے۔ کوزہ فروش کو پاس بک کر شراب تو مل سکیگی۔

(۳) ترجمہ۔ اس امید پر کہ شراب خانہ سے مجھ کو کوزہ شراب ملیگا۔ جاتا ہوں اور شراب فروشوں کی گھڑی کو گندہوں پر اٹھاتا ہوں

(۴) ترجمہ۔ مجھ سے نہ کہو کہ بات نہ کر اور چپ رہ۔ کیونکہ باغ میں بلبل خاموش نہیں رہ سکتی۔

(۵) ترجمہ۔ مجھ کو صبر و قرار کہاں ہے کہ تیرا پتہ نکالوں۔ طاقت اور ہوش کہاں ہے کہ تیری باتیں کروں

(۶) ترجمہ۔ پرانی شراب دل خام مزاجوں کو نہ دے۔ کیونکہ شراب تیز آگ ہے اور پختہ مزاج لوگ جوش میں ہیں۔ یعنے پختہ مغز لوگ شراب کے لئے جوش کر رہے ہیں۔ خام مزاجوں کو نہیں دینی چاہیئے۔

(۷) ترجمہ۔ باغ بہشت کی ہوا کا اتنا لطف نہیں۔ جتنا اس بات میں کہ یار شراب پیئے اور تو کہو کہ پی۔ یعنے عاشق کے لئے نسیم بہشت سے زیادہ پر لطف یہ بات ہے کہ وہ شراب پیئے اور تو کہو کہ ہاں پی۔

(۸) ترجمہ۔ جب سلطانِ عشق کی خلعت مجھ کو دی گئی۔ تو کہا گیا کہ اے حافظ چپ رہ چپ۔ یعنے جب عالمِ قضا و قدر نے مجھ کو خلعتِ عشق پہنائی تو کہا کہ رازِ عشق افشا نہ کرنا۔

غزل (۱۱)

خوشا شیراز و وضع بیمثالش	۱	خداوندا نگهدار از زوالش
زر کنا باد ما صد نوحش اللہ	۲	که عمر خضری بخشند زلالش
میان جعفر آباد و مصلی	۳	عبیر آمیز میآید شمالش
بشیراز آی و فیض روح قدسی	۴	بخواه از مردم صاحب کمالش
که نام قند مصری برد آنجا	۵	که شیرینان نداند انعنالش
صبا زان لولی شنگول سرمست	۶	چه داری آگهی چون ست حالش
مکن بیدار ازین خوابم خدارا	۷	که دارم عشرتی خوش با خیالش

گر آں شیریں پسر خونم بریزد (۸)		دلا چوں شیر مادر کن حلالش
(۹)	چرا حافظ چو می ترسیدی از ہجر نکردی شکر ایام وصالش	(۹)

خواجہ صاحب کے دل میں حبِ وطن بہت زیادہ تھی اور اسی محبت نے انہیں شیراز سے باہر نہ نکلنے دیا۔ حالانکہ ممالک غیر کے قدردان خواجہ کو ہمیشہ بلاتے رہے۔ یہ غزل خواجہ صاحب نے شہر شیراز نہر رکنا باد مصلے اور اللہ اکبر کی تعریف میں لکھی ہے۔

(۱) ترجمہ۔ شیراز اور اسکی بے نظیر وضع بہت اچھی ہے۔ آخدا اسکو زوال سے محفوظ رکھے۔

(۲) ترجمہ۔ ہمارے رکنا باد پر سو وحش اللہ ہو۔ کیونکہ اسکا صاف پانی خضر کی زندگی بخشتا ہے۔

لو حش اللہ۔ اصل میں "لا اوحشہ اللہ" تھا یعنی خدا اسے وحشت نہ دے۔ خدا اسے پریشان نہ کرے۔ خدا اسے محفوظ رکھے۔ فارسی محاورہ میں تعظیم و استعجاب کے موقع پر خواہش و تحسین کے معنے میں استعمال کرتے ہیں۔ رکنا باد کے لئے دیکھو شعر الف ۲

(۳) ترجمہ جعفر آباد اور مصلی کے درمیان۔ اسکی ہوا خوشبودار آتی ہے۔

گذشتہ شعر سے قطعہ بند ہے یعنے رکنا باد کی ہوا **مصلی** کے لئے دیکھو شعر الف ۲

جعفر آباد۔ نام مقام

(۴) ترجمہ۔ شیراز میں آ اور اسکے اہل کمال لوگوں سے فیض روح القدس حاصل کر۔

(۵) ترجمہ۔ قندِ مصری کا نام شیراز میں کون لیتا ہے کہ اسکے شیریں اسکو شرمندہ نہیں کرتے۔

یعنے شیراز کے شیریں لب معشوقوں کے سامنے قندِ مصری کا نام لینے سے شرم آتی ہے۔

(۶) ترجمہ۔ آصبا اس سرمست عیار معشوق کی تجھ کچھ خبر ہے کہ اسکا کیا حال ہے۔

لولی۔ تحقیق لغوی کے لئے دیکھو شعر الف ۲/۳ **شنگول** یا شنگل۔ شوخ۔ عیار۔ زیبا۔ رہزن

(۷) ترجمہ۔ خدا کرے مجھے اس غرض اب سے نہ جگا۔ کیونکہ میں اسکے خیال (یا خیالی تصویر) کو اتنہ خوب عیش کر رہا ہوں ضمیرش راجع بسوئے لولی شنگولِ سرمست۔ در شعرِ گذشتہ

(۸) ترجمہ۔ اگر وہ شیریں دہن معشوق میرا خون بہی کرائے۔ تو اسے دل اسکے لئے شیر مادر کیطرح میرا خون حلال کر۔

(۹) ترجمہ۔ جب حافظ ہجر سے ڈرتا تھا۔ تو اسکو وصال کو دنوں کا شکر کیوں نہیں کرتا۔
مطلب یہ ہے کہ غم ہجر میں شکر وصال کرنا چاہیئے۔

غزل ۱۲

در عہد پادشاہ خطا بخش جرم پوش	۱	حافظ قرابہ کش شد و مفتی پیالہ نوش	
صوفی ز کنج صومعہ در پائی خم نشست	۲	تا دید محتسب کہ سبو می کشد بدوش	
احوال شیخ و قاضی و شرب الیہود شاں	۳	اکردم سوال صبحدم از پیر می فروش	
گفتا نہ گفتنیست سخن گرچہ محرمی	ق ۴	در کش زبان و پردہ نگہدار و می بنوش	
ساقی بہار میرسد و وجہ می نماند	۵	فکری بکن کہ خون دل آمد ز غم بجوش	
عشق ست و مفلسی و جوانی و نوبہار	۶	عذرم بپذیر و جرم بہ بذل کرم بپوش	
ای پادشاہ صورت و معنی کہ مثل تو۔	۷	نادیدہ ہیچ دیدہ و نشنیدہ ہیچ گوش	
چندان بماں کہ خرقہ ازرق کند قبول	ق ۸	بخت جوانت از فلک پیر ژندہ پوش	
تا چند ہمچو سمع زباں آوری کنے	۹	پروانہ مراد رسید ای محب خموش	

(۱۰) وی شب ندا ز غیب بگوش دلم رسید — حافظ تو غصہ کم خور و بنشیں و می بنوش (۱۰)

اس غزل میں "پادشاہ" سے مراد شاہ شجاع ہے جو امیر مبارز الدین محمد بن مظفر کا بیٹا تھا امیر مبارز الدین کے حکم سے مینا۔ نے بند کئے گئے تھے۔ شاہ شجاع نے اس حکم کو منسوخ کر دیا۔ چنانچہ اس غزل میں اور غزل (۱۴) ردیف ہذا میں اسی واقعہ کیطرف اشارہ ہے تفصیلی حالات کے لئے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۴۔۱۵ سوانحعمری۔ اس غزل کے متعلق ایک لطیفہ بھی مشہور ہے۔ دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۵ سوانحعمری۔

(۱) ترجمہ جرم پوش اور خطا بخش بادشاہ کے عہد میں۔ حافظ قرابہ کش ہوگیا اور مفتی پیالہ نوش ہوگیا
قرابہ یا قرابہ شراب رکھنے کا شیشہ صراحی مطلب یہ ہے کہ شاہ شجاع کے عہد میں حافظ اور مفتی تمام شراب نوش ہوگئے۔

(۲) ترجمہ۔ صوفی عبادت خانہ کا گوشہ چھوڑ کر خم شراب کے پاس جا بیٹھا۔ جب سے اس نے دیکھا ہے کہ محتسب کا کڑا کنہ ہو پر لپٹا ہے

یعنے اس عہد میں جب محتسب ہی شراب پیتا ہے تو صوفی نے خود شراب خانہ میں جانا تھا۔

(۳) ترجمہ۔ شیخ اور قاضی کو چھپ کر شراب پینے کا حال میں نے صبح کے وقت پیر مغبچہ وش سے پوچھا۔

(۴) ترجمہ۔ اسنے جواب دیا کہ اگرچہ تو محرم ہے لیکن بات کہنے کی نہیں۔ چپ۔ پردہ کا خیال رکھ اور شراب پیتا جا

یہ دونو شعر قطعہ بند ہیں۔ **شرب الیہود**۔ چھپ کر شراب پینا لغوی معنی میں یہودیوں کا شراب پینا۔ چونکہ یہودی مسلمانوں کی ڈر سے شراب چھپ کر پیتے تھے۔ اس لئے پوشیدہ طور پر شراب پینے کا یہی نام ہوا۔ دونو شعروں کا مطلب یہ ہے کہ شیخ اور قاضی کے شرب الیہود کے متعلق جب میں نے پیر مغبچہ وش سے سوال کیا تو اسنے کہا کہ چپ۔ تو بھی پردہ میں شراب پیتا رہ

(۵) ترجمہ۔ ساقی موسم بہار آگیا ہے اور شراب خریدنے کی استطاعت نہیں ہے۔ فکر کر کر دل کا خون غم سے جوش میں آگیا۔

(۶) ترجمہ۔ عشق ہے اور مفلسی۔ جوانی ہے اور نوبہار میرا عذر قبول کر اور جرم کو بخشش کے دامن سے ڈھانپ لے۔

مطلب یہ ہے کہ موسم بہار ہے جوانی کا زمانہ ہے دل میں عشق بھی ہے لیکن ظلم یہ ہے کہ ساتھ ہی افلاس بھی ہے کچھ کر نہیں سکتے تیری مہربانی اور بخشش پر ہی بھروسہ ہے۔

(۷) ترجمہ۔ صورۃً و معنیً کی بادشاہ کہ تیری مثال نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہے اور نہ کسی کان نے سنی ہے۔

(۸) ترجمہ۔ اتنی دیر زندہ رہ کہ تیرا جوان بخت دلق پوش بوڑھے آسمان سے کبودی خرقہ قبول کرے۔

یہ شعر دعائیہ ہے اور گذشتہ شعر کے ساتھ قطعہ بند ہے۔

ازرق۔ نیلا۔ کبودی۔ **ژندہ**۔ دلق مرقع۔ گدڑی۔ کہتے ہیں کہ ایران کے بادشاہوں میں یہ رواج تھا کہ جب بادشاہ تخت نشیں ہوتا تھا۔ تو ایک کبودی خرقہ پہن کر مسند شاہی پر بیٹھتے تھے۔ اور جب بہت بوڑھے اور ضعیف ہو جاتے تھے۔ تو یہ خرقہ کبودی اپنے جانشین ولیعہد کو دیکر خود ایک دلق پہنکر گوشہ نشینی اختیار کر لیتے تھے شعر کا مطلب یہ ہے کہ اے میرے جوان بخت ممدوح خدا تجھکو اتنی لمبی عمر عطا کرے کہ دلق پوش بوڑھا آسمان ضعیف ہونے کی وجہ سے خود دنیا کی سلطنت سے معزول ہو کر اپنا خرقہ کبودی تجھے پہنا دے۔ یعنی اپنا قائم مقام تجھے بنا دے۔

(۹) ترجمہ۔ شمع کیطرح کب تک تو زبان آوری کریگا۔ اے دوست مراد کا پروانہ آگیا ہے۔ خاموش ہو جا۔

زبان آوری۔ زیادہ گفتگو کرنا۔ شمع۔ زبان اور پروانہ کی رعائت ظاہر۔

(۱۰) ترجمہ۔ کل رات غیب سے میرے دل کے کان میں آواز آئی۔ کہ اے حافظ غم نہ کھا بیٹھ اور شراب

پی۔

غزل ۱۳

دلم رمیده شد و غافلم من درویش	۱	که آن نگاری سرگشته را چه آمد پیش
چو بید بر سر ایمان خویش میلرزم	۲	که دل بدست کمان ابروی کافر کیش
خیال حوصلهٔ بحری بزم مهیات	۳	چهاست بر سر این قطرهٔ محال اندیش
بکوی میکده گریان و سرفگنده روم	۴	چرا که شرم همی آیدم ز حاصل خویش
نه عمر خضر بماند نه ملک اسکندر	۵	نزاع بر سر دنیای دون مکن درویش
بنازم آن مژهٔ شوخ عافیت کش را	۶	که موج میزندش آب نوش بر سر نیش
ز آستین طبیبان هزار خون بچکد	۷	گر م تجربه دستی نهند بر دل ریش
تو بندهٔ گله از پادشه مکن اے دل	۸	که شرط عشق نباشد شکایت از کم و بیش

(۹) بداں کمر نرسد دست هر گدا حافظ (۹)
خزینه بکف آور ز گنج قارون بیش

(۱) ترجمہ۔ میرا دل بہاگ گیا اور میں درویش ابھی غافل ہوں۔ (معلوم نہیں کہ) اس سرگشتہ نگاری کو کیا پیش آئی ہے۔
نگاری سرگشتہ سے مراد دل۔

(۲) ترجمہ۔ بید کیطرح میں ایمان کیلئے کانپ رہا ہوں۔ کیونکہ میرا دل ایک کافر مذہب کمان ابرو کے پاس ہے۔
یعنی چونکہ میرا دل ایک بت کافر کے قبضہ میں ہے اس لئے میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ایمان بھی ضائع نہ ہو جائے۔
بید سے مراد بید لرزاں۔

(۳) ترجمہ۔ میں سمندر کی فراخی کا خیال بگھار رہا ہوں افسوس کہ اس محال اندیش قطرے کو کیا ہو گیا
طلب یہ ہے کہ میرا دل ایک قطرہ کی مثال ہے اور عشق ایک بحر بے پایاں ہے۔ قطرہ کی کیا بساط ہے کہ سمندر کی وسعت حاصل کرے۔ یہ ایک محال یعنی ناممکن بات ہے

غم عشقت فراوان است و من یک غنچه دل دارم		چه سان در شیشه ساعت کنم ریگ بیابان را

(۴) ترجمہ۔ شراب نہ کو کوچہ میں روتے ہوئے اور سر نیچے ڈالے ہوئے جاؤنگا۔ کیونکہ مجھ کو اپنی بضاعت سے شرم آتی ہے یعنی میری بضاعت اعمال بہت تھوڑی ہے۔ قیامت کے دن صاحب میزان کے پاس شرمندہ اور سرنگوں جاؤنگا۔ شاید وہ مجھ کو اپنی آغوش رحمت میں لے لے۔

(۵) ترجمہ۔ نہ خضر کی عمر ہمیشہ رہیگی اور نہ سکندر کا ملک ہمیشہ رہا۔ اے درویش اس کمینہ دنیا پر جھگڑا نہ کر۔ مطلب یہ ہے کہ جب خضر کی عمر کا سلسلہ بھی باوجود استوار ہونے کے آخر کار منقطع ہو جائیگا اور سکندر اعظم جیسے عظیم الشان بادشاہوں کی سلطنت بھی باقی نہیں ہے۔ تو عمر اور دولت کا کیا بھروسہ ہے اس لئے اس دنیائے دوں کے لئے نزاع و جنگ جائز نہیں۔

اے سکندر نہ رہی تیری بھی عالمگیری	آپ کے روز جیا کس نے دارا را

(۶) ترجمہ۔ میرا ان شوخ عافیت کش مژگان پر ناز ہوں۔ جن کی نوک پر آب حیات لہریں مارتا ہے۔ یعنے اگرچہ میرے معشوق کے تیر مژگان دل کو زخمی کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی ان کی نوک پر آب حیات یا تریاق ہے۔ جو اس زخم کو اچھا کر دیتا ہے۔

(۷) ترجمہ طبیبوں کی آستینوں سے نثار ہا نظر کہ خون کے ٹپکیدار گرد ہ تجربہ کرنے میرے زخمی دل پر ہاتھ رکھیں۔

نہ میری نبضوں پہ ہاتھ رکھو بلا سے گر مسیحا حکیم صاحب	مجھے یہ ڈر ہے جو نصیب اعدا کہیں نہ تم کو بخار آئے

(۸) ترجمہ۔ اے دل تو غلام ہے بادشاہ کی شکایت نہ کر۔ کیونکہ کم دولت پر شکایت کرنا عاشقوں کا کام نہیں۔

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ اس کمر پر ہرگز کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا۔ گنج قارون تو ہی پڑا خزانہ نہ ہو یا کر۔

یعنی معشوق کی کمر پر ہاتھ پہنچانے کے لئے گنج قارون سے بھی زیادہ خزانہ پاس ہونا چاہئے مفلس فقیر کو یہ بات حاصل نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح مشاہدۂ ذات کے لئے بھی اعمال صالح کا بہت بڑا سرمایہ ضروری ہے۔

غزل ۱۴

سحر ز ہاتف غیبم رسید مژدہ بگوش	۱	کہ دور شاہ شجاع ست می دلیر بنوش
شد آنکہ اہل نظر بر کنارہ میر فتند	۲ ق	ہزار گونہ سخن بر لب و لب خاموش
بیا نگ چنگ بگویم آں حکایتہا	۳	کہ از نہفتن او دیگ سینہ میزد جوش

شراب خانگی از بیم محتسب خوردن	۴	بروی یار بنوشیم و بانگ نوشانوش
زکوی میکدہ دوشش بدوش می بردند	۵	امام شہر کہ سجادہ میکشید بدوش
دلا دلالت خیرت کنم براہ نجات	۶	مکن بفسق مباہات و زہد ہم مفروش
محل نور تجلیست رای انور شاہ	۷	چو قرب او طلبی در صفای نیت کوش
بجز ثنای جلالش مساز ورد ضمیر	۸	کہ ہست گوش دلش محرم پیام سروش

(۹) رموز مصلحت ملک خسرواں دانند — گدای گوشہ نشینی تو حافظا مخروش (۹)

اس غزل کو لئے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۴۔ ۱۵۔ سوانحعمری۔

(۱) ترجمہ۔ صبح کے وقت ہاتف غیب نے یہ خوشخبری سحر کانوں میں پہنچائی کہ شاہ شجاع کا زمانہ ہے۔ لہٰذا سے شراب پی

(۲) ترجمہ۔ وہ زمانہ گیا کہ اہل نظر علیحدگی اختیار کرتے تھے۔ منہ میں ہزاروں باتیں ہوتی تھیں اور لب خاموش ہوتے تھے۔

(۳) ترجمہ۔ اب چنگ کی آواز کے ساتھ ہم وہی باتیں کہتے ہیں۔ جن کے چھپانے سے سینہ کی دیگ جوش کھاتی تھی۔

یہ دو نو شعر قطعہ بند میں مطلب یہ ہے کہ اب شاہ شجاع کا زمانہ ہے اور ہر طرح سے آزادی ہے۔ علانیہ شراب پیتے ہیں اور جو دل میں آتی ہے کہتے ہیں۔ امیر مبارز الدین کا وقت گیا۔

(۴) ترجمہ۔ محتسب کے ڈر سے گھر میں ہی شراب پیا کرتے تھے۔ اب معشوق کے سامنے اور "پیو اپیو" کی آواز کے ساتھ شراب پیتے ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ امام شہر جو نماز کو کندہ ہونپر لئے پھرتا تھا۔ کل اسی شراب خانہ کی کو سے کندہ ہونپر اٹھا کر لئے جاتے تھے۔

مطلب یہ ہے کہ زاہد جو ہر وقت سجادہ کندہ ہونپر لئے پھرتا تھا اور اپنے زہد کی نمائش کرتا تھا۔ کل شراب خانہ میں شراب پی کر اتنا مست ہو گیا کہ گھر تک چل کر نہ جا سکا۔ لوگ کندہ ہونپر اٹھا کر اسے لے گئے۔ دوش اور دوش میں صنعت تجنیس ہے۔

(۶) ترجمہ۔ اے دل میں تجھے نجات کا رستہ کی نیک رہبری کرتا ہوں۔ فسق پر فخر نہ کر اور زہد فروشی بھی نہ کر۔

فسق۔ خدا کے حکم سے باہر نکلنا۔ گناہ کرنا۔ بدکاری۔ گناہگاری۔ مباہات۔ فخر کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے زہد کی نمائش بھی نہیں کرنی چاہیے اور گناہگاری پر فخر بھی نہیں کرنا چاہیے۔

(۷) ترجمہ۔ بادشاہ کی روشن رائے نور تجلی کا مقام ہے۔ اگر تو اسکا قرب چاہتا ہے تو نیت کو صاف کرنے کی کوشش کر۔

مطلب یہ ہی کہ روشن ضمیر بادشاہ کا دل نورِ علی کا مقام ہی۔ اگر تو اسکا قرب چاہتا ہی تو تو بھی آئینہ دل کو صاف کر

(۸) ترجمہ یہ اسکے جمال کی تعریف کے سوا اور کوئی ورد دل کیلئے نہ بنا۔ کیونکہ اسکے دل کا کان فرشتہ غیب کے پیام کا محرم ہے یعنے ہمیشہ اسکے جمال کی تعریف ہی دل میں کرتا رہ۔ کیونکہ اسکا دل پیام غیبی کا محرم ہے۔

(۹) ترجمہ یہ بادشاہ اپنے ملک کی مصلحت کو راز کو خود جانتے ہیں۔ اے حافظ تو ایک گوشہ نشین گدا گر ہی شور نہ کر۔

مطلب یہ ہی کہ بادشاہ اپنے ملک اور اپنی سلطنت کی بہبودی کے راز کے خود محرم ہیں اور انکو ہم سے زیادہ اپنے ملک کی مصلحت کا خیال ہی تو ایک گوشہ نشین مسکین آدمی ہی ملکی معاملات میں کیوں شور شر پیدا کرتا ہی۔ ایسا معلوم ہوتا ہی کہ خواجہ حافظ نے یہ غزل اور اسطرح کی باقی تمام غزلیں شاہ شجاع کی مخالفانہ کھلوا دینے پر طنزاً لکھی ہیں۔ یہ شعر اور گذشتہ دو اشعار گویا ایک قسم کی معذرت ہی کہ بادشاہ ناراض نہ ہو جائے۔ اس شعر کے متعلق دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۲۰۰ و ۲۰۱

غزل ۱۵

شراب تلخ میخواہم کہ مرد افگن بود زورش	۱	کہ تا یکدم بیاسایم ز دنیا و شر و شورش
بیاوردی کہ نتواں شد ز مکر آسمانی ایمن	۲	بلعب زہرہ چنگی و بہرام سلحشورش
کمند صید بہرامی بیفگن جام جم بردار	۳	کہ من پیمودم ایں صحرا نہ بہرام ست و نہ گورش
نظر کردن بدرویشاں منافی بزرگی نیست	۴	سلیمان با چنان حشمت نظرہا بود با مورش
بیا تا در می صافیت ز دہر بنمایم	۵	بشرط آنکہ ننمائی بکج طبعان دل کورش
شراب لعل میخوشم من از جام زمردگوں	۶	کہ زاہد ظاہر بینی ست میسازم ازیں کورش
بہا طرف چمن و آں مرغ زار و شہد آسائش	۷	مذاق چشم و آرامی دل بشوی از تلخ و از شورش

(۸) گمان اوبری جاناں نمی بیجد پسر از حافظ
ولیکن خندہ می آید بریں بازی پر زورش (۸)

(۱) ترجمہ یہ میں تلخ شراب مانگتا ہوں کیونکہ اسکا زور مرد افگن ہی۔ تاکہ تھوڑی سی کیلئے دنیا اور اسکے شور و شر سے آسودہ ہو جاؤں شراب کو مرد افگن اسواسطے کہا ہی کہ جوان آدمی بھی شراب پی کر مست ہو جاتا ہی اور گر جاتا ہی

(۲) ترجمہ۔ شراب لا کیونکہ آسمان کا مکر محفوظ نہیں ہو سکتا۔ زہرہ چنگی کی کھیل اور اسکا سلحشور بہرام کی وجہ سے۔
زہرہ۔ ایک ستارہ کا نام ہے۔ جسے رقاصۂ فلک۔ مطرب فلک وغیرہ بھی کہتے ہیں۔ دنیا میں رقص و سرود اسی کے اثر سے ہے۔ زہرہ کو زہرہ چنگی بھی اسی رعایت سے کہا ہے۔ بہرام سے یہاں مراد ستارۂ مریخ۔ دنیا میں خوں ریزی۔ لڑائی شجاعت اسی کے اثر سے ہے۔ سلحشور۔ ہتھیار والا سپاہی۔ مرکب ہے سلح اور شور سے۔ سلح مخفف سلاح بمعنی ہتھیار اور شور از مصدر شوریدن بمعنی زیادہ ہتھیار استعمال کرنے والا۔ مطلب یہ ہے کہ آسمان زہرہ و مریخ وغیرہ سیارگان کی وجہ سے جو مکر کرتا ہے اس سے امن نہیں ہو سکتا۔ بغیر اسکے کہ شراب پئیں اور اسکی برکت سے مکر آسمان سے محفوظ ہو جائیں

(۳) ترجمہ۔ بہرامی شکار کیلئے کمند ڈال اور جام مے لے۔ کیونکہ میں اس صحرا میں بہت پھرا ہوں نہ بہرام دیکھا نہ اسکا گور
بہرام۔ عراق کا ایک بادشاہ کا نام جو بہت عادل اور سخی تھا۔ چونکہ اکثر گورخر کا شکار کرتا تھا اسلئے بہرام گور کہتے ہیں
مطلب یہ ہے کہ دنیا فانی ہے نہ بہرام رہا ہے نہ اسکا گور اس لئے بہرام بننے کی کوشش کر جام شراب اور پی۔

نوشت است بر گور بہرام گور	کہ دست کرم بہ ز یازوے زور
اگر تیغ عالم بری در زور	ولیکن نبردیم با خود بگور

(۴) ترجمہ۔ درویشوں پر مہربانی کر تا بزرگی کے منافی نہیں۔ سلیمان باوجود اتنی جاہ و حشمت کے چیونٹیوں کا بھی خیال رکھتا تھا۔

(۵) ترجمہ۔ آ تا کہ تجھے صاف شراب میں زمانہ کا راز دکھاؤں بشرطیکہ تو وہ راز کو رد دل کج طبع لوگوں کو نہ بتائے۔
شراب کے کاشفِ رازِ دہر ہونے کے متعلق دیکھو شعر الف ۳۵ ت ۳۶ ش ۴۔

(۶) ترجمہ۔ میں زمرد کے رنگ کا پیالہ اسی شراب سے بھرا ہوا پیتا ہوں کیونکہ زاہد زمانہ کا سانپ ہے اسکو اس کے سامنے لانے سے سانپ اندھا ہو جاتا ہے۔
زمرد۔ ایک سبز رنگ جوہر ہے۔ کہتے ہیں کہ اسکو سامنے لانے سے سانپ اندھا ہو جاتا ہے۔

(۷) ترجمہ۔ کمینہ پرور زمانہ کو دسترخوان پر آرام کا شہد نہیں ہے۔ اول حرص اور لالچ کا مذاق اسکی کڑواہٹ اور نمکینی کو دھو ڈال۔

سماط۔ دسترخوان۔ مذاق۔ ذائقہ کا مقام یعنی منہ۔ زبان حلق وغیرہ۔ مطلب یہ ہے کہ زمانہ کے دسترخوان پر آرام کی شیرینی موجود نہیں ہے۔ صرف رنج و تعب کی کڑواہٹ اور نمکینی ہے۔ حرص و آز کو منہ میں بھی کڑواہٹ ڈال۔ حاصل کلام یہ ہے کہ زمانہ سے آسودگی کی امید نہ رکھ۔

(۸) ترجمہ۔ معشوق کے ابرو کی کمان حافظ سے سر نہیں پھیرتی۔ لیکن مجھ سے اسکو اس طاقت و بازو پر ہنسی آتی ہے۔

ہنسی اس بات پر آتی ہے کہ ایسی پُر زور چیز کو حافظ جیسے کمزور آدمی پر استعمال کرتا ہے۔ دیکھو شعر ۱۲۲

غزل ۱۶

صوفی گلی بچین و مرقع بخار بخش ۔	۱	وین زہد خشک را بمی خوشگوار بخش
طامات و زرق و درہ آہنگ چنگ بخش	۲	تسبیح و طیلسان بمی و میگسار بخش
زہدگراں کہ ساقی و شاہد نمی خرند	۳	در حلقۂ چمن بہ نسیم بہار بخش
راہم شراب لعل زدای میر عاشقاں	۴	خون مرا بچاہ زنخدان یار بخش
یارب بوقت گل گنہ بندہ عفو کن	۵	وین ماجرا بسرو لب جویبار بخش
ای آنکہ رہ بمشرب مقصود بردہ	۶	زین بحر قطرہ بمن خاکسار بخش
شکرانہ کہ روی ترا چشم بد ندید	۷	ما را بعفو و لطف خداوندگار بخش

(۸) ساقی چو شاہ نوش کند بادہ صبوح
گو جام زر بحافظ شب زندہ دار بخش (۸)

(۱) ترجمہ ۔ اے صوفی پھول چن اور خرقہ کو کانٹوں کے حوالہ کر دے اور اس خشک زہد کو خوشگوار شراب پر قربان کر دے۔ ظاہر ہے کہ پھول چنتے وقت کپڑے کانٹوں کے حوالہ کرنے پڑتے ہیں یعنی کپڑے پھٹ جاتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ زہد خشک چھوڑ کر عشق اختیار کر اور گوہر مقصود حاصل کرنے میں تکلیفیں برداشت کر۔

(۲) ترجمہ ۔ لاف گزاف اور ریاکاری کو آواز چنگ کر رستہ میں ڈال دے تسبیح اور چادر کو شراب اور شراب فروش کے حوالہ کر دے

طیلسان تالسان کا معرب ہے۔ ایک قسم کی چادر جو قاضی و خطیب پہنتے ہیں۔ یہ لفظ طیلسان طیلسن ہر طرح درست ہے۔

(۳) ترجمہ ۔ زہدگراں کو جسے ساقی اور معشوق نہیں خریدتے چمن کی حلقہ میں نسیم بہار کے حوالہ کر دے۔

زہدگراں سے مراد زہد ریا آمیز جس پر فخر کیا جائے مطلب یہ ہے کہ ایسے زہد کی معشوق اور یار میں کچھ قدر و قیمت نہیں ہے۔ اس زہد کو چھوڑ اور باغ میں جا کر صنعت کردگار دیکھ اور اسکی تعریف کر۔

(۴) ترجمہ۔ اے عاشقوں کی مزار شراب سے خوش (امیر المومنین) غازی کے دیا معشوق کی چاہ زنخداں کو میرا خون بخشدے۔
یعنے معشوق کی چاہ زنخداں میں اگر میری جان جاتی ہو تو مواخذہ نہ کر۔

(۵) ترجمہ۔ اے خدا موسم بہار میں بندی کی گناہ کو معاف کردی۔ اور یہ ماجرا لب نہر کے سرو کے طفیل بخشدے۔
مطلب یہ ہو کہ موسم بہار میں اگر سرو لب جوئے بیٹھکر عاشق شراب پیوے۔ تو وہ قابل معافی ہو۔ کیونکہ موسم بہار میں باغ کا نظارہ تو پیش کن ہوتا ہو۔

(۶) ترجمہ۔ اے مخاطب تو مشرب مقصود پر پہنچ گیا ہو۔ اس بحر سے ایک قطرہ مجھ خاکسار کو بھی عطا کر
مشرب پینے کی جگہ لہذا مشرب و بحر کی رعایت اور قطرہ و خاک کا مقابلہ لطیف ہو مطلب یہ ہو کہ تو گوہر مقصود حاصل کر چکا ہو۔ میری بھی مدد کر۔

(۷) ترجمہ۔ اس بات کا شکریہ میں کہ تجھ پر چشم بد نے نہیں دیکھا ہم خدا کے عفو و لطف کے طفیل معاف کردی۔

(۸) ترجمہ۔ اے ساقی صبوحی وقت بادشاہ شراب صبوح پیئے۔ تو اسی کہ کہ ایک زرین پیالہ شب بیدار حافظ کو بھی عطا کر
صبوح و شب کا مقابلہ لطیف ہو۔ اپنی شب بیداری کی طفیل ساقی کوثر سے ایک پیالہ شراب طہور کی درخواست کرتے ہیں

غزل (۱)

فکر بلبل ہمہ آنست کہ گل شد یارش	۱	گل در اندیشہ کہ چوں عشوہ کند در کارش
دلربائی ہمہ آں نیست کہ عاشق بکشند	۲	خواجہ آنست کہ باشد غم خدمتگارش
جای آنست کہ خون موج زند در دل لعل	۳	زیں تغابن کہ خزف می شکند بازارش
بلبل از فیض گل آموخت سخن ورنہ نبود	۴	ایں ہمہ قول و غزل تعبیہ در منقارش
آں سفر کردہ کہ صد قافلہ دل ہمراہ اوست	۵	ہر کجا ہست خدایا بسلامت دارش
اگر از وسوسہ نفس و ہوا دور شدے	۶	بیشکی رہ ببرے در حرم دیدارش
ای کہ از کوچہ معشوقہ ما میگذری	۷	بگہر باش کہ سر می شکند دیوارش
صحبت عافیتت گرچہ خوش افتادای دل	۸	جانب عشق عزیزست فرو گذارش
صوفی ار سر خوش ازنیست کہ کج کرد کلاہ	۹	بدجام دگر آشفتہ شود دستارش

(۱۰) دل حافظ کہ بدیدار تو خوگر شدہ است (۱۰)

نازپرورد وصال ست مجو آزارش

(۱) ترجمہ۔ بلبل کا خیال صرف یہی ہو کہ پھول اسکا دوست ہوگیا۔ پھول اس خیال میں ہو کہ اس پر عاشق کس طرح کرے۔ یعنے عاشق اس خیال میں ہو کہ معشوق اس پر مہربان ہوگیا اور معشوق اس خیال میں ہو کہ کسطرح عاشق پر مشق ستم کرے

(۲) ترجمہ معشوق کا صرف یہی کام نہیں کہ عاشقوں کو قتل کرے۔ آقا وہی ہوتا ہی جسوا اپنے نوکر کا خیال بھی ہو۔

دلم بردی و دلداری نہ کردی		غمم دادی و غم خواری نہ کردی	
غم دیا اپنا اگر پروائے غمخواری نہ کی		دلستانی آپنے فرمائی دلداری نہ کی	(اکبر)

(۳) ترجمہ۔ جائز ہے اگر بلبل کا دل میں خون ہوجیں سے۔ اس افسوس ہو کہ ٹھیکری کی آگ بازار کو سرد کر رہی ہو

تغابن۔ ایکدوسرے کا نقصان کرنا۔ زیانکاری۔ مجازاً یعنے افسوس مطلب یہ ہو کہ اس زمانہ میں نااہل آرام و تنعم میں ہیں اور اہل کمال ہزار طرح کی تکلیفیں برداشت کرتے ہیں اسلیو اگر اہل کمال کا دل اس افسوس سے خون ہو جائے۔ تو کوئی عجیب بات نہیں۔ اسی مضمون کے لیے دیکھو شعر ۳۵

(۴) ترجمہ۔ بلبل نے پھول کا فیض سے یہ نغمہ سنجی۔ سیکھا ہو ورنہ یہ قول غزل اسکی چونچ میں بات نہیں تھی۔ یعنے بلبل کو یہ دلکش نغمہ سرائی پھول کے عشق نے سکھائی ہو ورنہ یہ غزل گوئی فطرتاً اسکی چونچ میں نہ تھی۔ شاعر کے دل میں بھی جب تک درد عشق نہ ہو۔ موثر اور دلپذیر غزلیں نہیں کہہ سکتا۔

بسا مرغانِ خوشلحاں کہ ہستند		کہ خلق از ذکر ایشاں لب نہ بستند	
چو اہل دل ز عشق افسانہ گویند		حدیث بلبل و پروانہ گویند	(جامی)

(۵) ترجمہ۔ وہ سفر پر گیا ہو اگر جسکے ساتھ لوگوں کے سو قافلے ہیں۔ آخر اے جہاں کہیں بھی وہ ہو اسکو سلامت رکھ

اس شعر میں کسی خاص عزیز کیطرف اشارہ ہو جو سفر پر گیا ہوا ہوگا۔

(۶) ترجمہ۔ اگر نفس و ہوا کو وسوسہ سے دور رہوتا۔ تو بیشک اسکی حرم دیدار میں اسے بار یابی ہوتی

یعنے ہوا و ہوس کی مطابعت چھوڑنے سے مشاہدہ معشوق ہوسکتا ہی۔

(۷) ترجمہ۔ وہ شخص جو ہمارے معشوق کو کچھ سوگند تا ہی۔ خبردار رہ کہ اسکی دیوار میں سر توڑ دیتی ہیں۔ مطلب یہ ہو کہ کوئی معشوق سوائے دین کو سلامت لیجانا محال ہی۔

(۸) ترجمہ ۔ دل اگرچہ آرام کی صحبت تجھ سے اچھی معلوم ہوتی ہے لیکن عشق کا پہلو ہی عزیز ہے اسے نہ چھوڑ۔
یعنے عشق نہ کرنے میں آرام تو بیشک ہے لیکن عشق میں ہی ایک عجیب لطف ہے اسے نہیں چھوڑنا چاہیئے۔

(۹) ترجمہ ۔ صوفی اگر اسی بات پر خوش ہے کہ اس نے ٹوپی ٹیڑھی ہی رکھی تو ایک دو پیالے اور پی کر اسکی پگڑی بھی کھل جائیگی
یعنے مغرور صوفی کی مستی ہی شراب کی مستی کا مقابلہ نہ کر سکیگی۔

(۱۰) ترجمہ ۔ حافظ کا دل جو تیرے دیدار کا عادی ہو گیا ہے۔ وصال کا ناز پروردہ ہے اسکو تکلیف نہ دے۔
یعنے اپنے ہجر کی تکلیف اسے نہ دے۔

غزل (۱۸)

کنار آب و پای بید و طبع شعر و یار خوش	۱	معاشر لب شیریں و ساقی گلعذار خوش
الا ای دولت طالع کہ قدر وقت میدانے	۲	گوارا بادت این عشرت کہ داری روزگار خوش
عروس طبع را زیور ز فکر بکر می بندم	۳	بود کز نقش ما هم بدست افتد نگار خوش
شب صحبت غنیمت دان و داد خوشدلی بستان	۴	کہ مهتاب آل فروزست و طرف لاله زار خوش
چه می در کاسه چشم ست ساقی را بنام ایزد	۵	کہ مستی میکند با عقل و می آرد خمار خوش
هزاران نکته را کز خاطر عشق دلبری بارست	۶	سپندی گو بر آتش نه کہ داری کار و بار خوش

(۷) بغفلت عمر شد حافظ بیا با میخانه (۷)
کہ کنگولان سر مست بیاموزند کار خوش

(۱) ترجمہ ۔ پانی کا کنارہ بید کا سایہ طبیعت موزون اور حسین معشوق ۔ ہمصحبت شیریں لب اور ساقی ایک خوبصورت گلرو۔

مطلب یہ ہے کہ خوبی قسمت سے یہ تمام نعمتیں حاصل ہیں اور عجیب لطف کی مجلس ہے۔

(۲) ترجمہ ۔ ہاں اے بخت بیدار وقت کی قدر کر۔ یہ عیش تجھ نصیب ہو کہ تو اچھا وقت رکھتا ہے۔

(۳) ترجمہ ۔ طبیعت کی عروس کو تازہ خیالات کا زیور پہناتا ہوں ۔ شاید کہ زمانہ کی مساعدت سے کوئی خوبصورت

معشوق مل جائے

یعنے نئے نئے خیالات منظوم کرتا ہوں۔ تاکہ اس طریقہ سے کوئی معشوق ہاتھ آجائے۔ یا کوئی قدردان مل جائے۔

(۴) ترجمہ۔ صحبت کی رات کو غنیمت جان اور اچھی طرح سے خوشدلی کرے۔ کیونکہ چاندنی دل افروز ہے اور باغ کا گوشہ خوش نما ہے۔

(۵) ترجمہ۔ ساقی کی آنکھوں کے پیالہ میں مدام خدا کیسی شراب ہے کہ عقل کو ساتھ مستی کرتی ہے اور اسکو اچھا خمار لاتی ہے بنام ایزد۔ نام خدا۔ کلمہ تحسین و تعجب۔ مطلب یہ ہے کہ معشوق کی مست آنکھیں ہوش ربا ہیں۔

بخیالِ چشم کہ میزند قدحِ جنوں دلِ تنگِ ما	(ایضاً)	کہ ہزار میکدہ دود بر کاب گردشِ رنگِ ما	
مے حاجت نیست مستیم را		در چشمِ تو تا خمار باشد	(امیر خسرو)

(۶) ترجمہ۔ جس شخص کے دل پر کسی دلبر کے عشق کا بوجھ ہے۔ اسی کہو کہ آگ پر سپند جلائے کہ وہ بہت اچھا کاروبار رکھتا ہے یعنے جس شخص کے دل میں غم عشق ہو وہ بہت خوش نصیب ہے۔ اسلئے اسکو چاہئے کہ آگ پر سپند ڈالتا کہ نظر بد سے محفوظ رہے۔

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ تیری عمر غفلت میں گذر گئی ہمارے ساتھ شراب خانہ میں آ کہ مست شوخ معشوق تجھکو کوئی اچھا کام سکھلا دیں شنگول کے لئے دیکھو شعر ش ۱۱/۴ مطلب یہ ہے کہ عمر غفلت میں گذری شرابخانہ میں چل تاکہ تجھ کو کاروبار عشق کی تعلیم دیں۔

غزل ۱۹

ما آزموده ایم دریں شہر بخت خویش	۱	باید بروں کشید ازیں ورطہ رخت خویش	
از بسکہ دست می گزدم و آہ می کشم	۲	آتش زدم چو گل بتن لخت لخت خویش	
دوشم ز بلبلی چہ خوش آمد کہ می سرود	۳	گل گوش سخن کردہ ز شاخ درخت خویش	
کای دل صبور باش کہ آن یار تند خوی	۴ ق	بسیار تند خوی نشنید ز بخت خویش	
گر موج خیز حادثہ سر بر فلک زند	۵	عارف بآب نکند رخت بخت خویش	
خواہی کہ سخت و سست جہاں بر تو نگذرد	۶	بگذر ز عہد سست و سخنہای سخت خویش	

(۱)	ای حافظ ار مراد میسر شدی مدام جمشید نیز دور نماندی ز نخبت خویش	(۷)

(۱) ترجمہ۔ ہم نے اس شہر میں اپنا بخت آزمایا ہوا اس گرداب سے اپنا اسباب باہر لیجانا چاہیے۔

یعنے اس شہر میں تو ہمیں آرام نصیب نہ ہوا۔ اب کسی اور جگہ جانا چاہیے۔ اس شہر سے شہر شیراز سمجھیے یا یہ دار فانی۔ خواجہ صاحب کو ہر جا اہل شیراز سے گلہ رہتا تھا۔ مگر کنار باد کے پانی اور مصلی کی خاک نے انہیں اور کہیں کا نہ چھوڑا

(۲) ترجمہ۔ از بسکہ میں ماتھہ کا مارا ہوں اور آہیں کھینچتا ہوں۔ پھول کی طرح میں نے اپنی پارہ پارہ جسم میں آگ لگا دی ہے۔

پھول سرخ آتشیں رنگ ہوتا ہے اور مختلف پنکھڑیوں کا مجموعہ ہوتا ہے گویا اسکو تن لخت لخت میں آگ لگی ہے۔

دست گزیدن سے مراد دست حسرت گزیدن۔

(۳) ترجمہ۔ کل مجھے بہت اچھا معلوم ہوا کہ بلبل گاتی تھی اور پھول نے اپنے پودے کی شاخ سے کان کھولے تھے۔

(۴) ترجمہ۔ ز اے دل صبر کر کہ وہ تند خو معشوق اپنے بخت کی وجہ سے اسقدر تند خو بیٹھا ہے۔

یہ دونو شعر قطعہ بند ہیں۔ دوسرا شعر بلبل کا مقولہ ہے مطلب یہ ہے کہ کل بلبل کہتی تھی اور پھول سنتا تھا کہ اے دل صبر کر کیونکہ معشوق کی تند خوئی اپنے بخت کی وجہ سے ہے۔ پھول کی بہار چونکہ چند روزہ ہوتی ہے۔ اس لئے وہ خود اپنی ناپائداری پر تند بیٹھا ہے۔ بلبل کی دل آزاری مطلوب نہیں۔

بہار گل تو تو ہنستا ہے ہماری ناشادی پر		تبارونی ہے کس کی ہستی موہوم پر شبنم	

اسی مضمون پر دیکھو شعر ۵۱/۲۱۲

(۵) ترجمہ۔ اگر حوادث کی تند موج آسمان تک بھی پہنچ جائے۔ تو عارف اپنے بخت کے اسباب کو پانی سے تر نہیں ہونے دیتا

حوادث دہر کو پانی کی موج سے تشبیہ دی ہے مطلب یہ ہے کہ اگر حوادث کی موج آسمان تک بھی چڑھ جائے اور زمین و آسمان کے اندر حوادث کی ہی موج پھیل جائے۔ تو بھی عارف اس موج سے اپنا دامن تر نہیں ہونے دیگا یعنی عارف کے دل پر حوادث کا کچھ اثر نہ ہوگا۔

پختہ طبعوں پر حوادث کا نہیں ہوتا اثر		کوہساروں میں نشان نقش پا ملتا نہیں	(اکبر)

(۶) ترجمہ۔ اگر تو چاہتا ہے کہ جہاں کی سختی کا تجھ پر اثر نہ ہو۔ تو اپنے دست (کچ) و عدل اور سخت باتونسے باز آجا۔

یعنے معشوقوں جیسے ٹیڑے وعدے اور سخت کلامی نہ کر تا کہ جہاں کی سختی نرمی کا تجھ پر اثر نہ ہو۔ سخت دست اور سست و

سخت کا مقابلہ لطیف ہے

(۷) ترجمہ ۔ حافظ اگر دانائی مراد حاصل ہوتی ۔ تو جمشید بھی اپنے بخت کو دور نہ ہوتا ۔

یعنے جب جمشید کی بزم عشرت ہی نہیں رہی ۔ تو اور کس کو دانائی مراد حاصل ہوسکتی ہو دنیا کی ناپائداری بتائی ہے

غزل (۲۰)

مجمع خوبی ولطف ست خدارا چہ عجب	۱	لیکنش مہر و وفا نیست خدایا مپسند ۔
دلبرم شاہد و طفل ست ببازی روزے	۲	بکشد زارم و در شرع نباشد گنہش ۔
چاردہ سالہ بتی چابک و شیریں دارم	۳	کہ بجان حلقہ بگوش ست مہ چاردہ ہش ۔
من ہماں بہ کہ از و نیک نگہدارم دل	۴	کہ بد و نیک ندیدہ است وندارد نگہش
بوی شیر از لب ہمچوں شکرش مے آید	۵	گرچہ خوں میچکد از شیوہ چشم سیہش
در پی آن گل نورستہ دل ما یارب	۶	خود کجا شد کہ ندیدیم دریں چند گہش
یار دلدار من ار قلب بدینساں شکند	۷	بر زود بہ سر داری خود پادشہش ۔

(۸) جاں بشکرانہ کنم صرف گر آن انہ در — صدف دیدۂ حافظ شود آرام گہش (۸)

(۱) ترجمہ ۔ اسکا چاند جیسا چہرہ خوبی ولطف کا مجموعہ ہے لیکن اس میں مہر و وفا نہیں خدایا اسمیں مہر و وفا بھی دے ۔

(۲) ترجمہ ۔ میرا دلبر معشوق ہے اور لڑکا ہے کسی دن کھیل کھیل میں مجھ بیرحمی سے مار ڈالے گا اور شرع میں اس سے باز پرس نہیں ہوگی قانون اور شرع میں طفل نابالغ کا فعل قابل مواخذہ نہیں ہوتا اور کھیل میں تو ارادۂ قتل بھی نہیں ہوتا ۔

(۳) ترجمہ ۔ میں چودہ سالہ عیار اور شیریں معشوق رکھتا ہوں ۔ کہ چودھویں کا چاند بھی دل وجان سے اسکا حلقہ بگوش ہے ۔

(۴) ترجمہ ۔ یہی بہتر ہے کہ میں اپنے دل کو اس سے اچھی طرح بچا کر رکھوں ۔ کیونکہ اس نے نیک و بد کبھی نہیں دیکھا ہے اور میرے دل کی نگہداشت نہیں کریگا یعنے ناتجربہ کار دلدار میرے دل جیسی نازک چیز کو محفوظ نہیں رکھ سکے گا ۔ اسلئے بہتر یہی ہے کہ میں اپنے دل کی خود نگہداشت کروں اور اسکے حوالے نہ کروں ۔

(۵) ترجمہ۔ اس کے شکر جیسے لبوں سے اب تک دودھ کی بو آتی ہے۔ اگرچہ اسکی سیاہ آنکھوں کے شیوہ سے خون ٹپکتا ہے۔
مطلب یہ ہے کہ اگرچہ اسکی سیاہ آنکھیں خونخوار ہیں لیکن ابھی تک وہ بچہ ہے۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر ۳۱/۴ شیر اور شکر کی رعایت ظاہر۔

(۶) ترجمہ۔ یا خدا اس گل نورستہ کو ہمارا دل کدھر چلا گیا کہ ہم نے اتنے دنوں سے اسے نہیں دیکھا۔

(۷) ترجمہ۔ میرا دل (معشوق اگر اسی طرح سے قلب شکنی کریگا۔ تو بادشاہ جلدی ہی اسے اپنی سرداری میں لیگا۔
قلب۔ (۱) دل (۲) لشکر کا درمیانی حصہ۔ یہاں دونو معنوں کیطرف اشارہ ہے۔ صنعت ایہام ہے۔
مطلب یہ ہے کہ اگر میرا معشوق اسی طرح قلب شکنی (دل شکنی) کرتا رہا تو بادشاہ اسی فوج کا سپہ سالار بنا دیگا۔ تاکہ دشمنوں کے لشکر کے قلب کو شکست دے۔

(۸) ترجمہ۔ میں جان شکرانہ میں قربان کردونگا اگر حافظ کی آنکھوں کی صدف اس موتی کی دانہ کی آرام گاہ ہوجائے۔
مطلب یہ ہے کہ اگر معشوق حافظ کی آنکھوں میں منزل بنالے تو حافظ اس شکرانہ میں جان قربان کردیگا یعنی اگر مشاہدۂ ذات نصیب ہو تو جان قربان کردوں اور ظاہر ہے کہ جان قربان کرنے کے بغیر مشاہدہ نصیب بھی نہیں ہوتا

غزل ۲۱

مرا کاریست مشکل با دلِ خویش	۱	کہ گفتن می نیارم مشکل خویش
خیالت راند و جان من از غم	۲	کہ ہر شب در چہ کارم با دل خویش
زوا پس ماندگان ما دی کن آخر	۳	چہ رانی تند یار اَلحمل خویش
بسے گشتم چو مجنوں کوہ و صحرا	۴	مگر یابم سراغ از منزل خویش
مرا در اول منزل رہ افتاد	۵	کم آمد کشتیم در ساحل خویش
چہ فرصتہا کہ گم کردم دریں راہ	۶	ز بخت خوابناک غافل خویش
مکن از جولانے خسرو رہِ ما	(۷)	چو حافظ خاک کرد آب و گل خویش (۸)

(۱) ترجمہ۔ مجھ اپنے دل کے ساتھ ایک مشکل کام ہے کہ جس مشکل کو میں بیان بھی نہیں کر سکتا۔

(۲) ترجمہ۔ تیرا خیال جانتا ہے اور میری جان کہ غم کی وجہ سے ہر رات مجھ اپنے دل کے ساتھ کیا ماجرا ہوتا ہے۔

یعنے تیرے خیال میں رات بھر دل و جان غم سے بسر کرتے ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ جو پیچھے رہ گئے ہیں انکو بھی آخر یاد کر اے دوست تو اپنے محمل کو کیوں تیز لئے جاتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ سفر میں ارکو اپنے پیادہ ہمراہیوں کا بھی خیال رکھنا چاہیے اس طرح سفر دنیا میں طاقت ور لوگوں کو کمزوروں کی نگہداشت کرنی چاہیئے۔ اسی مضمون پر شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

اے قافلہ سالار جنیبت تندچہ رانی		آہستہ کہ در کوہ و گریوا نشنند	

(۴) ترجمہ۔ میں مجنوں کی طرح کوہ و صحرا میں بہت پھرا۔ تاکہ شاید اپنی منزل کا کوئی سراغ ملے۔ لیکن نہ ملا۔

(۵) ترجمہ۔ میں پہلی ہی منزل میں لوٹا گیا میری کشتی کہیں اپنے ساحل پر نہ لگی۔

راہ افتادن۔ ڈاکہ پڑنا۔ رستہ کا لٹنا۔ نقصان پہنچنا۔ (محاورہ ہے) کم بمعنے نفی۔ بعض دیوانوں میں "کم" کی بجائے "گم" ہے۔ اسصورت میں مطلب یہ ہوگا۔ کہ میری کشتی اپنے ساحل پر ہی گم ہوگئی یعنی چلنے سے پہلے ہی غرق ہوگئی۔

(۶) ترجمہ۔ میں نے کتنے فرصت کے موقع ضائع کر دیئے اپنے غافل خوابناک بخت کی وجہ سے۔

یعنے اپنی بدبختی اور غفلت سے کئی موقع ہاتھ سے جاتے رہے۔ اور ہم نے کچھ نہ کیا۔

(۷) ترجمہ۔ آخر ہمارے رستہ میں تیز روی تھوڑی کر وجہ حافظ نے اپنے جسم کو خاک کر دیا ہے۔

آب و گل سے مراد جسم تن۔ وجود مطلب یہ ہے کہ حافظ نے اپنے وجود کو خاک کر کے راہ میں ڈال دیا ہے۔ اس لئے تو اس رستہ میں اتنی تندرانی اور جولانی نہ کر۔

غزل (۲۲)

ہاتفے از گوشۂ میخانہ دوش	۱	گفت بیخبشد گنہ می بنوش	
عفو الٰہی بکند کار خویش	۲	مژدہ رحمت برساند سروش	
ایں خرد خام بمیخانہ بر	۳	تا می لعل آورد خوں بجوش	

عفو خدا بیشتر از جرم ماست	۴	نکته سربسته چه گوئی خموش	
گرچه صالش بکوشش دهند	۵	هر قدر ای دل که توانی بکوش	
گوش من و حلقه گیسوے یار	۶	روی من و خاک در میفروش	
داور دین شاه شجاع آنکه کرد	۷	روح قدس حلقه امرش بگوش	
ای ملک العرش مرادش بده	۸	وز خطر چشم بدش دار گوش	

(۱) رندی حافظ نه گناهیست صعب (۹)
باکرم پادشه عیب پوش

(۱) ترجمہ۔ میخانہ کے گوشہ سے کل ایک ہاتفِ غیب نے آواز دی کہ گناہ بخش دینگے شراب پیو۔

(۲) ترجمہ۔ غیب کا خوشخبری سنانیوالا رحمت کی یہ خوشخبری سناتا ہو کہ خدا کی بخشش اپنا کام کریگی۔

(۳) ترجمہ۔ اس کمبخت عقل کو شراب خانہ میں لیجا۔ تاکہ سرخ شراب اسکے خون کو جوش میں لائے۔

یعنے شراب عقلِ خام کو پختہ کردیتی ہے۔

(۴) ترجمہ۔ خدا کی بخشش ہمارے جرم سے زیادہ ہو۔ یہ پوشیدہ راز ہو۔ کیوں بتاتا ہو۔ خاموش رہ۔

فی الحقیقت خدا کی بخشش اور عفو ہمارے گناہ سے بہت زیادہ ہو لیکن یہ نکتہ ہر نا اہل کے کانوں تک نہیں پہنچانا چاہیے کیونکہ اسکا اثر ایسے لوگوں کے دلوں پر برا ہوتا ہے۔

اے آنکہ بدیدگشتم از قدرت تو		پروردہ شدم بناز و نعمت تو	
صد سال بامتحان گنہ خواہم کرد		یا جرم من است بیش یا رحمت تو	(عمر خیام)

(۵) ترجمہ۔ اگرچہ اسکا وصال کوشش سے نہیں ملتا۔ لیکن اے دل جہاں تک ہو سکتا ہو تو کوشش کر۔

یہاں خواجہ صاحب نے پھر مسئلہ جبر و اختیار پر اپنی میانہ روی کا ثبوت دیا ہو جو عین تعلیم اسلامی کے مطابق ہو۔ خواجہ صاحب جابجا جدوجہد اور سعی و عمل کی تعلیم دیتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی بتا جاتے ہیں کہ ہماری کوششوں کا نتیجہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ دیکھو شعر د ۵۰ ش ۴۵ ش ۶۰

(۶) ترجمہ۔ میرا کان ہو اور گیسوے یار کا حلقہ۔ میرا چہرہ ہو اور در میفروش کی خاک

یعنے میں زلفِ معشوق کا اسیر ہوں اور میفروش کے دروازہ کی خاک پر سر رکھا ہے۔

(۷) ترجمہ ۔ دین کا حاکم شاہ شجاع جس کے حکم کا حلقہ روح الامین کے کان میں ہے
یعنے روح الامین بھی شاہ شجاع کا حلقہ بگوش ہے۔
(۸) ترجمہ ۔ اے عرش کے بادشاہ اسکی مراد پوری کر۔ اور چشم بد کے خطرے سے اسے محفوظ رکھ۔
ملک العرش سے مراد خدا۔ گوش داشتن ۔ متوجہ ہونا۔ محافظت کرنا۔ نگاہ رکھنا۔ بچانا۔ سنبھالے رکھنا۔ شاہ شجاع کے حق میں دعا ہے۔
(۹) ترجمہ ۔ حافظ کی رندی عیب پوشی بادشاہ کی بخشش کے مقابلہ میں کوئی بڑا گناہ نہیں۔
یعنے بخشی جائیگی۔

غزل ۲۳

یارب آن نوگل خنداں کہ سپردی بمنش ۔	۱	می سپارم بتو از چشم حسود چمنش
ہمرہ اوست دلم باد بہر جا کہ رود	۲	ہمت اہل کرم بدرقہ جان وتنش
گر بسر منزل سلمے رسی ای باد صبا	۳	چشم دارم کہ سلامی برسانی زمنش
باد با ناوکشائی کن ازان زلف سیاہ	۴	جای دلہای عزیزست بہم برمزنش
چون دلم حق وفا با خط وخالش دارد	۵	محترم دار دراں طرۂ عنبر شکنش
گرچہ از کوی وفا گشت بصد مرحلہ دور	۶	دور باد آفت دور فلک از جان وتنش ۔
در مقامیکہ بیاد لب او می نوشند ۔	۷	غلغل آں مست کہ باشد خبر از خویشتنش
عرض ومال از در میخانہ نشاید اندوخت	۸	ہر کہ این آب خورد رخت بدریا فگنش
ہر کہ ترسد ز ملال اندہ عشقش نہ حلال	۹	سر ما وقدمش یا لب ما دہنش ۔

(۱۰) شرح حافظ ہمہ بیت الغزل معرفت — آفریں نفس دلکش ولطف سخنش (۱۰)

(۱) ترجمہ ۔ اے خدا وہ نوشگفتہ پھول جسے تو نے میرے حوالہ کیا۔ باغ کے حاسدوں کی آنکھ سے میں اسے تیری حوالہ کرتا ہوں

یعنے اُسے چشمِ حاسد سے محفوظ رکھہ۔

(۲) ترجمہ۔ میرا دل اسکے ہمراہ ہے۔ جہاں کہیں وہ جائے۔ اہلِ کرم کی دعا اُسکی جان و تن کی محافظ ہو۔

(۳) ترجمہ۔ اے بادِ صبا اگر تو سلمیٰ کی منزل پر پہنچے۔ مجھے امید ہے کہ تو میرا سلام اُسے پہنچائیگی۔

سلمےٰ عرب کی ایک معشوقہ کا نام۔ مجازاً ہر معشوق کو کہتے ہیں۔

(۴) ترجمہ۔ اس زلفِ سیاہ کی نافہ کشائی ادب سے کر۔ کئی عزیز دلوں کی وہاں جگہ ہے اسکو درہم برہم نہ کر۔

یعنے زلفِ معشوق میں کئی دل اسیر ہیں اسلئے اسکو آرام اور ادب سے کھول اور خوشبو حاصل کر اس شعر میں بھی مخاطب بادِ صبا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ چونکہ میرا دل کو اسکے خط و خال پر حقِ وفا ہے۔ اسلئے اسکی اس زلفِ معنبر میں محترم رکھہ۔

یہاں بھی بادِ صبا مخاطب ہے۔

(۶) ترجمہ۔ اگرچہ وہ وفا کو چھوڑ کر کئی سو منزلیں دور ہو گیا۔ تاہم خدا کرے کہ اس کی جان و تن گردشِ فلک کی آفت سے دور رہے

یعنے اگرچہ میرا معشوق بے وفا ہے تاہم میری دعا ہے کہ خدا اُسے آفتِ دہر سے بچائے رکھے۔

(۷) ترجمہ۔ جس جگہ اسکی لب کی یاد میں شراب پیئیں۔ وہاں اگر کسی مست کو اپنی خبر رہے۔ تو وہ کمینہ ہے۔

یعنے جس عاشق کو مئے عشق پی کر بھی اپنے آپ کی خبر رہے وہ عاشقِ صادق نہیں۔

(۸) ترجمہ۔ شراب خانہ کے دروازے سے مال و متاع جمع نہیں کرنا چاہئے۔ جو شخص یہ پانی (شراب) پیئے اسکو اسباب کو دریا میں ڈال دو۔

عرض۔ گہر کا مال و متاع۔ اسباب مطلب یہ ہے کہ شرابِ عشق پی کر مال و متاعِ دنیا کی ہوس نہیں رہنی چاہئے۔

(۹) ترجمہ۔ جو شخص تکلیف سے ڈرتا ہے اس پر خمِ عشق حرام ہے۔ ہمارا سر ہے اور اسکے قدم یا ہمارے لب ہیں اور اسکا منہ۔

لب و دہن سے مراد بوسہ

(۱۰) ترجمہ۔ حافظ کے شعر معرفت کے نہایت اچھے بیت ہیں۔ اسکو لکشِ نفس اور لطفِ سخن پر آفریں ہو

بیت الغزل۔ منتخب اور بہتر شعر۔

معمولی شاعرانہ فخریہ شعر ہے۔

غزل ۲۴

ای ہمہ شکل تو مطبوع و ہمہ جا بی تو خوش	۱	دلم از عشوہ شیریں شکر خای تو خوش
ہمچو گلبرگ تری ہست وجود تو لطیف	۲	ہمچو سرو چمنی ہست سراپای تو خوش
ہم گلستان خیالم ز تو پرنقش و نگار	۳	ہم مشام دلم از زلف سمنسای تو خوش
شیوہ ناز تو شیریں خط و خال تو ملیح	۴	چشم و ابروی تو زیبا قد بالای تو خوش
پیش چشم تو بمیرم کہ بداں بیماری	۵	میکند در دمرا از رخ زیبای تو خوش
در رہ عشق کہ از سیل وفانیست گذار	۶	می کنم خاطر خود را بتمنای تو خوش

(۷)	در بیابان فنا گرچہ زہر سو خطر است میرود حافظ بیدل بتولای تو خوش	(۷)

(۱) ترجمہ۔ کہ تیری تمام شکل دلپذیر اور تیرے تمام اعضا خوشنما ہیں میرا دل تیری شیریں شکر خا عشوہ سے خوش ہے۔

(۲) ترجمہ۔ پھول کی تر و تازہ پنکھڑی کی طرح تیرا جسم لطیف ہے۔ اور سرو چمنی کیطرح تیرے تمام اعضا خوش شکل ہیں۔ سراپا۔ معشوق کے تمام اعضا۔ معشوق کے تمام اعضا کی تعریف۔

(۳) ترجمہ۔ میرے خیالات کا باغ بھی تجھ سے پرنقش و نگار ہے اور میرے دل کا مشام بھی تیری سمن بو زلف سے معطر ہے۔

(۴) ترجمہ۔ تیری ناز کا شیوہ شیریں ہے اور تیرے خط و خال ملیح ہیں۔ تیری آنکھ اور ابرو زیبا ہیں اور تیرا قد بالا خوشنما ہے۔ ملیح۔ نمکین۔ سبز رنگ۔ گندمی رنگ۔

(۵) ترجمہ۔ میں تیری آنکھوں کے سامنے مرجاؤں کیونکہ اس بیماری سے میرے درد کو تیرے خوبصورت چہرہ کا ذریعہ اچھا کرتی ہے۔ معشوق کی مست آنکھ کو بیمار کہتے ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں چاہتا ہوں کہ تیری چشم بیمار کے سامنے ہی مروں کیونکہ تیری آنکھ اپنی بیماری (مستی) کے باوجود تیرے خوبصورت چہرے کے سامنے میرے درد کو اچھا کرتی ہے۔

(۶) ترجمہ۔ عشق کی راہ میں جہاں سیلاب فنا ہے گذرنا مشکل ہے۔ میں تو دل کو تیری تمنا میں خوش کہتا ہوں۔ یعنے عشق کا راستہ اگرچہ خطرناک ہے اور سیلاب فنا سے سلامت نکل جانا محال ہے۔ تاہم میں تیرے شوق میں اپنے دل کو خوش کہتا ہوں۔

(۷) ترجمہ ۔ بیابانِ قناعت اگرچہ چاروں طرف سے خطرہ ہے۔ لیکن حافظِ بیدل تیری محبت میں خوش جا رہا ہے۔
وہی مضمون ہے جو گزشتہ شعر میں بیان ہوا۔

غزل ۲۵

دوش بامن گفت پنہاں راز دانی تیز ہوش	ق ۱	کز شما پنہاں نشاید داشت راز می فروش
گفت آساں گیر بر خود کار ہا کز روی طبع	۲	سخت می گیرد جہاں بر مردماں سخت کوش
وانگہم در داد جامی کز فروغش بر فلک	۳	زہرہ در رقص آمد و بربط زناں میگفت نوش
تا نگردی آشنا زیں پردہ بوئی نشنوی	۴	گوش نامحرم نباشد جای پیغام سروش
در حریم عشق نتواں زد دم از گفت و شنید	۵	زانکہ آنجا جملہ اعضا چشم باید بود و گوش
در بساط نکتہ داناں خود فروشی شرط نیست	۶	یا سخن دانستہ گو اے مرد ہنر یا خموش
بادلِ خونیں لب خنداں بیا و رہمچو جام	۷	تی گرت زخمی رسد آئی چو نی اندر خروش
گوش کن پندای پسر از بہر دنیا غم مخور	۸	گفتمت چوں در حدیثے گر توانی دار گوش

(۹) ساقیا می دہ کہ رندیہای حافظ عفو کرد (۹)
خسرو صاحبقراں جرم بخش عیب پوش

(۱) ترجمہ ۔ ایک تیز ہوش راز دان نے کل خفیہ طور پر مجھ کو کہا کہ تجھ سے میفروش کا راز پوشیدہ نہیں رکھ سکتے ۔

(۲) ترجمہ ۔ کہا کہ اپنے اوپر کام کو آسان لے کیونکہ طبعاً جہان سخت کوشش کرنے والے آدمیوں کو سخت پکڑتا ہے۔

یہ دونو شعر قطعہ بند ہیں مطلب یہ ہے کہ کل مجھ کو ایک رازدان نے کہا کہ تجھ سے راز کی بات پوشیدہ نہیں رکھ سکتے اس لئے بنا دیں کہ دنیا میں مختصر گیری اور سہل گیری اختیار کرو۔ کیونکہ تم جتنی کوشش کرینگے زمانہ اتنی سختی تم سے کریگا ظاہر ہے۔ کہ اگر ایک شخص قانع ہو کر بیٹھ جائے اور کم و بیش کو سے اپنے دل کو غم میں مبتلا نہ کرے تو اسکی زندگی بڑی آسانی اور آرام سے گذر جائیگی اور اگر چار و نظر ہاتھ پاؤں پھیلانے کی کوشش کریگا۔ تو زمانہ اسکو ہمیشہ رنج و تعب میں رکھیگا۔ جہاں تک ممکن ہو طبیعت کو تعلقات سے آزاد رکھنا چاہیئے۔ ع ہر چہ ضروریست بداں شغل گیر۔

پر عمل کرنا چاہیئے۔ نہ دنیاوی سود پر خوشی کرنی چاہیئے اور نہ ایسے زیاں پر افسوس۔ ورنہ زمانہ ہمیشہ طبیعت کو پریشاں رکھے گا اور اطمینان قلب کبھی حاصل نہیں ہوگا۔

	سبکسار مردم سبکتر روند		حق ایں ست صاحبدلاں بشنوند

(۳) ترجمہ۔ پہر اس نے مجھ کو ایک پیالہ دیا جسکے نور سے آسمان پر زہرہ رقص کرنے لگی اور بلند آواز سے کہا کہ پیو۔

درداد کا فاعل راز دانے تیز ہوش

(۴) ترجمہ۔ جب تک تو آشنا نہیں ہوگا اس پردہ کے کچھ نہیں سمجھ سکیگا کیونکہ نامحرموں کے کان پیغام سروش غیبی کے سننے کے قابل نہیں ہوتے۔

مطلب یہ ہے کہ پردۂ معرفت کا راز جب تک تو محرم نہ ہوگا تجھ کو معلوم نہیں ہو سکے گا۔

(۵) ترجمہ۔ حریم عشق میں گفت و شنید کا دم نہیں مار سکتے۔ کیونکہ اس جگہ ہمہ تن آنکھ اور کان ہو جانا چاہیئے۔

یعنے حریم عشق میں جا کر ہمہ تن آنکھ ہو کر محو دیدار ہو جانا چاہیئے اور ہمہ تن کان ہو کر گفتار معشوق کے سننے میں مصروف ہو جانا چاہیئے وہاں گفتگو کے لئے زبان کھولنا بے محل ہے۔ مرزا بیدل نے اسی محویت اور مصروفیت کا ذکر کیا ہے۔

	نزاکتہاست بیک آغوش میناخانۂ حیرت		مژہ بریہم مزن تا نشکنی رنگ تماشا را

(۶) ترجمہ۔ نکتہ دانوں کی بساط پر خود فروشی جائز نہیں۔ اے دانا آدمی یا بات سوچ سمجھ کر کہہ یا خاموش رہ

خود فروشی۔ اپنی لیاقت وغیرہ کی نمائش کرنا۔ لوگوں کے سامنے اپنی اور اپنے باپ کی تعریف کرنا۔

(۷) ترجمہ۔ جام کیطرح خونین دل کی باوجود لب کے خنداں رکھ۔ یہ نہیں کہ اگر تجھ کو ایک زخم بھی پہنچے تو تو نے کیطرح فریاد کرنے لگ جائے۔

پیالہ میں چونکہ سرخ شراب ہوتی ہے اس لئے وہ خونین دل ہے اور چونکہ لب جام کو ہمیشہ خندہ سے تشبیہ دیتے ہیں اسلئے کہا ہے کہ جام کیطرح باوجود دل کو خونین ہونے کے تجھ کو چاہیئے کہ چہرہ کو بشاش اور خنداں رکھو۔ یعنے اگر مصیبتوں اور تکلیفوں سے تیرا دل خون بھی ہو گیا ہو۔ تو بھی بشاش اور خنداں رہنے کی کوشش کرنی چاہیئے یہ نہیں کہ ذرا سی صدمہ پر نے کیطرح فریاد کرنے لگ جائے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ انسان کے لئے استقلال صبر تحمل اور حوصلہ ضروری ہے۔

(۸) ترجمہ۔ اے بیٹے نصیحت سن دنیا کے لئے غم نہ کھا میں نے تجھے موتی دیئے بات کہہ اگر ہو سکے تو کان ہر کسی کے سن۔

در اور گوش کی رعایت ظاہر

(۹) ترجمہ۔ اے ساقی شراب دے کیونکہ عیب پوش جرم بخش اور صاحبقراں بادشاہ (حافظ کی رندی کو معاف کر دیا ہے۔

صاحب قران - وہ شخص جسکی ولادت کے وقت زحل اور مشتری کا قران ہو۔ ایسا شخص نہایت ہی اقبال مند ہوتا ہے اور اسکی سلطنت دیرپا ہوتی ہے۔

ردیف (ص)

غزل (۱)

از رقیبت دلم نیافت خلاص	۱	زانکہ القاص لایحب القاص	
محتسب خشم شکست و من سراو	۲	سن بالسن والجروح قصاص	
مطرب ما رہی بزد کہ بچرخ	۳	مشتری ہمچو زہرہ شد رقاص	
گوہر از بحر کے برون آرد	۴	ترک سرتانی کند خواص	
نقدی از عشق جوی نہ از عقل	۵	تا کہ خالص شوی چو در خلاص	

(۶) حافظ اول ز مصحف رخ دوست — خواند الحمد و سورہ اخلاص (۶)

(۱) ترجمہ - تیرے رقیب سے میرے دل نے کبھی خلاصی نہ پائی۔ کیونکہ قصہ خواں قصہ خواں کو دوست نہیں رکھتا۔

قاص - قصہ خواں۔ واعظ۔ کسی کے پیچھے آنے والا۔ خبر دینے والا مطلب یہ ہے کہ میرا دل رقیب کیطرف سے ہمیشہ آزردہ رہتا ہے کیونکہ ع بودیم پیشہ باہم پیشہ دشمن

(۲) ترجمہ - محتسب نے خم توڑا اور میں نے اسکا سر۔ دانت کے بدلے دانت اور زخم کا قصاص۔

دوسرا مصرعہ ایک قرانی آیت کا حصہ ہے۔ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ

(المائدہ) ہم نے اُن پر لازم کیا کہ آدمی کے بدلے آدمی کے بدلے۔ آنکھ آنکھ کے بدلے ناک ناک کے بدلے کان

کان کے بدلے دانت دانت کے بدلے اور زخموں کا قصاص۔ مطلب یہ ہے کہ جس نے شراب کا مٹکا توڑا میں نے اسکے بدلے میں اسکا سر توڑا۔ اور یہی حکم ہے۔

(۳) ترجمہ۔ ستارہ مشتری ایسا سعد ہوگا یا کہ آسمان پر نہ ہوگا کوئی نحس ستارہ بھی ناچنے لگا۔

زہرہ قوال فلک مشتری ہے مشتری جو قاضی فلک کہلاتا ہے وہ بھی ہمارے مطرب کے سر و پا ناچنے لگا۔

(۴) ترجمہ۔ سمندر سے موتی کب نکل سکتا ہے۔ جب تک غوطہ زن سر کو ہتھیلی پر نہ رکھے۔

مطلب یہ ہے کہ بغیر ایثار کامل اور جد و جہد کے گوہر مقصود کبھی ہاتھ نہیں آتا۔ ذوقِ عمل کی تعلیم ہے۔

(۵) ترجمہ۔ نقد عشق ہو ڈھونڈھ نہ کہ عقل ہو تاکہ خالص سونے کی طرح تو خالص ہو جائے۔

خلاص۔ خالص۔ برگزیدہ۔ سنار کی کٹھالی۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تو خالص ہونا چاہتا ہے تو عشق کو اپنا راہبر بنا نہ کہ عقل کو۔ تشریح کے لئے دیکھو شعر ۲ ۱/۲ د ۵ د ۱۵/۱ ل ۵ ر ۱/۲ س ۲/۱

(۶) ترجمہ۔ حافظ نے سب سے پہلے معشوق کے چہرہ کی کتاب الحمد اور سورہ اخلاص پڑھی۔

الحمد سے مراد سورہ فاتحہ اور **اخلاص** سے مراد سورۂ اخلاص یعنی قل ہو اللہ احد۔ الآیۃ

زجبریلِ امیں ترساں بہ پیغامے نمے خوانم	ہمہ گفتارِ معشوقست قرآنے کہ من دارم

غزل ۴

نیست کس را ز کمند سر زلف تو خلاص	۱	بیکشی عاشق مسکیں و نترسی قصاص
عاشق شوریدہ دل تا بہ بیابان فنا	۲	نرود در حرم دل نشود خاص الخاص
جان نہادم بمیان شمع صفت از سر شوق	۳	گرم ایثار تر خویش زردی اخلاص
آتشے در دل دیوانہ ما در زدہ	۴	گرچہ دودیم ہمیشہ بہوایت رقاص
کیمیای غم عشق تو تن خاکے را	۵	زر خالص کند ار چند بود ہیچ رصاص
بہواداری آں شمع چو پروانہ وجود	۶	تا نسوزی نشوی از خطر عشق خلاص
ناوک غمزہ او دست بہر دو ز دستم	۷	[illegible] برد گرو از دو قاص

(۸) قیمت درگرانمایہ چہ داند عوام (۸)
حافظا گوہر یکدانہ مدہ جز بخواص

(۱) ترجمہ۔ تیری زلف کمند سے کسی شخص کو خلاصی نہیں ہوتی۔ کمین عاشق کو تو قتل کرتا ہے اور قصاص سے نہیں ڈرتا۔

(۲) ترجمہ۔ سوختہ دل عاشق جب تک بیابان فنا میں نہیں پہنچتا۔ حرم دل میں خاص الخاص نہیں ہوتا۔
مطلب یہ ہے کہ جب تک عاشق فنافی المعشوق نہیں ہوتا حریم حرم عشق میں باریاب نہیں ہوسکتا۔

بے فنا خود میسر نیست دیدار شما | مے فروشد خویش را اول خریدار شما

(۳) ترجمہ۔ شمع کی طرح شوق سوز میں جان درمیان رکھدی اور اخلاص سے اپنے وجود کو قربان کردیا۔

(۴) ترجمہ۔ ہمارے دیوانہ دل میں تو نے ایسی آگ لگائی ہے کہ ہم تیری آرزو میں دھوئیں کی طرح ہمیشہ چکر لگاتے رہتے ہیں

(۵) ترجمہ۔ تیرے عشق کے غم کی کیمیا خاکی جسم کو سونے کی طرح کردیتی ہے اگرچہ وہ رانگ کی طرح ہی ہو۔
رصاص۔ قلعی۔ رانگ۔ مطلب یہ ہے کہ عشق الٰہی کی برکت سے خاکی وجود زر خالص کی طرح قیمتی ہوجاتا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ اس شمع کی آرزو میں جب تک پروانہ کی طرح تو اپنے وجود کو نہیں جلائیگا عشق کا خلعت سے خلاصی نہیں پائے گا۔

(۷) ترجمہ۔ اس کے غمزہ کا تیر رستم پر غالب آگیا۔ اور اسکا ابرو کا چوبدار قاص سے بڑھ گیا
حاجب۔ دربان۔ پردہ دار۔ چوبدار۔ ابرو۔ قاص۔ گردن توڑنے والا جنگجو۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک اصحابی کا نام جو فن تیراندازی میں ماہر کامل تھا۔ مطلب یہ ہے کہ اس کے غمزہ کا تیر رستم کو شکست دیتا ہے اور اسکا ابرو قاص سے زیادہ تیرانداز ہیں۔

(۸) ترجمہ۔ گرانمایہ موتی کی قیمت عوام الناس کیا جانتے ہیں۔ اے حافظ گوہر یکدانہ سوا خاص خاص آدمیوں کے کسی کو نہ دے
گوہر یکدانہ۔ یعنی دُرِ یتیم۔ وہ موتی جو صدف میں صرف ایک ہی ہو۔ ایسا موتی بہت بڑا۔ آبدار اور قیمتی ہوتا ہے۔
مطلب یہ ہے کہ رموز عشق ہر کس و ناکس کو نہیں بتانے چاہئیں۔

ردیف ض

غزل (۱)

بیا کہ می شنوم بوی جاں ازاں عارض	۱	کہ یافتم دل خود را نشاں ازاں عارض
بگل بماندہ قد سرو ناز ازاں قامت	۲	خجل شدہ است گل گلستاں ازاں عارض
معانیی کہ زحوراں بہ شرح میگویند	۳	زحسن و لطف بپرس این بیاں ازاں عارض
گرفتہ نافہ چیں بوی مشک ازاں گیسو	۴	گلاب یافتہ بوی چناں ازاں عارض
بشرم رفتہ تن یاسمین ازاں اندام	۵	نگون نشستہ گل ارغواں ازاں عارض
زمہر روی تو خورشید گشتہ غرق عرق	۶	نزار ماندہ مہ آسماں ازاں عارض
زنظم دلکش حافظ چکید آب حیات چنانکہ خوی شدہ جاناں بپکاں ازاں عارض	(۷)	(۷)

(۱) ترجمہ۔ آکہ میں اس چہرہ سے جان کی خوشبو سونگھتا ہوں۔ اور مجھو اپنے دل کا پتا اسی رخسار سے ملا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ اس قد کے شرم سے سرو ناز کا قد خاک میں گڑ گیا۔ اور باغ کا پھول اس رخسار سے شرمندہ ہو گیا ہے۔

سرو یا بہ گل ہوتا ہے صنعت حسن تعلیل ہے۔

کدام گل کہ بروئے تو اند اندر باغ	کدام سرو کہ با قامت سر فراز آید	(سعدی)

(۳) ترجمہ۔ وہ معانی جو حوروں سے شرح و تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ ان کا بیان حسن و لطف کے ساتھ اس عارض سے پوچھ۔

مطلب یہ ہے کہ حسن و لطف جو اس عارض میں ہے۔ حوروں میں بھی نہیں۔

(۴) ترجمہ۔ نافہ چین کو اسی زلف سے کستوری کی خوشبو ملی ہے اور اسی رخسار سے گلاب کو ایسی اچھی خوشبو حاصل ہوئی ہے

(۵) ترجمہ۔ چنبیلی کا جسم اسکے اعضا سے شرمندہ ہے اور ارغوان کا پھول اسی رخسار سے خون میں بیٹھا ہے۔

یعنے گل ارغوان عارض معشوق کو رشک سے خون ہو گیا (ارغوان نہایت سرخ رنگ ہوتا ہے لہذا خون)

(۶) ترجمہ۔ تیرے چہرہ کی محبت سے یا تیرے چہرہ کے آفتاب سے سورج بھی پسینہ میں غرق ہے اور آسمان کا چاند اس رخسار سے عاجز ہو گیا ہے۔

مہر اور خورشید میں صنعت ایہام ہے۔

(۷) ترجمہ۔ حافظ کی دلکش نظم سے آب حیات ٹپکتا ہے جسطرح کہ اسی معشوق اس رخسار سے پسینہ ٹپکتا ہے

شاعرانہ فخریہ شعر ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح عارض جاناں سے پسینہ کے قطرے ٹپکتے ہیں اور آب حیات کا حکم رکھتے ہیں۔ اسی طرح حافظ کے شعروں سے آب حیات ٹپکتا ہے۔

غزل (۲)

حسن و جمال تو جہاں جملہ گرفت طول و عرض	۱	شمس فلک خجل شد از رخ خوب ماہ ارض
از رخ تست مقتبس خور زچہارم آسماں	۲	ہمچو زمین مقیمین ماندہ بزیر بار قرض
دیدن حسن روی تو بر ہمہ خلق واجبست	۳	سجدہ درگہ تو شد بر ہمہ شاہ ارض فرض
گر لب روح پرورت گلشکری نبخشدم	۴	کی تن دردمند من رستہ شود ازیں مرض

بوسہ بجا کہا مل و دست کجا دہد ترا
قصہ شوق حافظا خود کہ رساندش بعرض

(۱) ترجمہ۔ تیرے حسن و جمال نے تمام جہاں کے طول و عرض پر قبضہ کر لیا ہے۔ آسمان کا سورج زمین کو چاند کو چہرہ سے شرمندہ ہے مطلب یہ ہے کہ تیرے حسن و جمال کا شہرہ تمام عالم میں ہے اور کوئی شے ایسی حسین نہیں آفتاب بھی تیرے رخسار کے نور سے شرمندہ ہے۔ ماہ ارض سے مراد معشوق۔

(۲) ترجمہ۔ چوتھا آسمان کا آفتاب تیرے چہرہ کے نور عاریتاً حاصل کرتا ہے۔ ساتویں زمین کیطرح اس قرض کا زیر بار ہے۔

مقتبس۔ ضم میم و کسر باء۔ آگ لینے والا۔ روشنی لینے والا (مادہ قبس)

(۳) ترجمہ۔ تیرے چہرہ کے حسن کو دیکھنا تمام خلقت پر واجب ہے۔ اور تیری درگاہ کا سجدہ زمین کے تمام بادشاہوں پر فرض ہے۔

فرض و واجب کا مقابلہ لطیف۔

(۴) ترجمہ۔ اگر تیرا روح پرور لب مجھے گلقند نہ دے۔ تو میرا دردمند جسم اس مرض سے کب شفایاب ہو سکتا ہے

یعنے درد عشق کا علاج صرف تیرے لب لعل کا بوسہ ہے۔ یہ شعر الحاقی معلوم ہوتا ہے۔ اکثر پرانے قلمی دیوانوں میں نہیں ہے۔ اور نہ ہی از ض۔ قرض۔ فرض کے مقابلہ میں لفظ مرض (بفتحتین) درست قافیہ ہو سکتا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ اسکی خاک پا کا بوسہ تجھ کو کیا حاصل ہو سکتا ہے۔ اے حافظ ہمارے شوق کا قصہ اسکے پاس جا کر کون بیان کرے؟

ردیف ط

غزل (۱)

گرد عذار یار من تا بنوشت خط	۱	ماہ ز مہر روی او راست فتادہ در غلط
از ہوس لبش کہ آن ز آب حیات خوشتر است	۲	گشت روان ز دیدہ ام چشمہ آب ہمچو شط
خال سیاہ را بران عارض سیمرنگ بیں	۳	راست ز مشک مانده آں بر رخ ماہ یک نقط
موی کشادہ کردہ خوی تا بچمن در آمدے	۴	شد رخ گل چو زعفراں مشک و گلاب شد سقط
گر بہواش میدہم گرد مثال جان و دل	۵	گاہ بآب میکشم آتش عشق ہمچو بط
گر بغلامی خودم شاہ قبول میکند	۶	تا ببارگی دہم بندہ بہ بندگیش خط

(۷) آب حیات را نقطہ گشت خجل ز نظم تو
کیست ہوای عشق او شعر نگفتہ زیں نمط

(۸)

(۱) ترجمہ۔ میرے معشوق کے گال کے گرد جو سبز خط لکھا ہے۔ چاند اس کے چہرہ کو آفتاب سے بالکل غلطی میں پڑ گیا۔

مطلب یہ ہے کہ میرے معشوق کا چہرہ سبزہ خط کے اُگنے پر پیش از پیش روشن اور منور ہو گیا حتی کہ چاند اس غلطی سے اسے آفتاب سمجھا بعض نسخوں میں "نوشت" کی بجائے "نوشت" ہے یعنی جب تک سبزہ خط نہ اُگا تھا چاند عارض یار کو آفتاب سمجھتا رہا۔ راست اور غلط کی ترکیب لطیف ہے۔

(۲) ترجمہ۔ اسکے لب کی آرزو میں جو آب حیات دیکھنا چاہے میری آنکھوں سے دریا کی طرح پانی کا چشمہ بہ رہا ہے

(۳) ترجمہ۔ اس چاندی کے رنگ کے رخسار پر سیاہ تل کو دیکھ۔ بالکل اسطرح ہے جیسے چاند کے چہرہ پر کستوری کا ایک نقطہ پڑ گیا ہے۔

معشوق کے لب عارض پر خال سیاہ کو شاعروں نے کئی مختلف تشبیہیں دی ہیں مثلاً

(۱)	اے کہ خال سیاہ جا کردہ بر کنج لب عیش		تو کو ئی بر لب آب بقا نشستہ بینی	(ظہیر فاریابی)
(۲)	خالے کہ بعارض فتادہ		زنگی بچہ روئے چین نہادہ	(حسن)
(۳)	اے خال رخ یار تجھے خوب بناتے		جا چھوڑ دیا حافظ قرآن سمجھ کے	
(۴)	آتشیں رخ پر ترے خال کا آنا کیسا		قائم النار یہ بارود کا دانہ کیسا۔	
(۵)	مصحف روئے ترا خال سیہ جاں شدہ است		ایں غلام حبشی حافظ قرآن شدہ است	(مخفی)

(۴) ترجمہ۔ بال کہولے ہو کر پسینہ میں ترجیب باغ میں آیا۔ پھول کا چہرہ زعفران کیطرح زرد ہو گیا اور مشک کا گلاب زنگی ہو گیا یعنی پھول تیرے چہرہ کا رشک ہو کر مشک تیری بالوں کے رشک کو زبون اور گلاب تیرے پسینے کے رشک سے چور ہو گیا۔

(۵) ترجمہ۔ کبھی جان و دل کو اسکی آرزو میں گرو کی طرح برباد کرتا ہوں اور کبھی صراحی کی طرح آتش عشق کو پانی سے فرو کرتا ہوں۔

یعنی صراحی کیطرح آتش عشق کو شراب سے فرو کرتا ہوں **بط** شراب کی صراحی۔ ہوا۔ گرو۔ آب و آتش چہار عناصر کو خوب جمع کیا ہے۔ اگر بط سے مراد بطخ لی جائے۔ تو مطلب یہ ہو گا کہ جس طرح بطخ اپنی گرمی کو پانی میں تیر کر فرو کرتی ہے اسی طرح میں آتش عشق کو رو رو کر آنسوؤں کے پانی سے فرو کرتا ہوں۔

(۶) ترجمہ۔ اگر بادشاہ مجھ کو اپنی غلامی میں قبول کرے۔ تو اس مبارک خبر کے شکریہ میں بندہ اسے خط بندگی لکھکر دے دے گا۔

یعنے میں غلامی کا اقرار نامہ لکھ دونگا۔

(۷) ترجمہ ۔ اے حافظ تیری نظم سے آب حیات بھی شرمندہ ہو گیا ہے کسی نے اس کے عشق کی آرزو میں ایسے شعر نہیں کہے۔ یعنے تیرے شعر آب حیات سے بھی زیادہ جان بخش ہیں۔ کیونکہ یہ محبوب کے عشق میں کہے گئے ہیں۔

ردیف ظ

غزل (۱)

۱	که کرد جمله نکوئی بجاے ما حافظ	۱ بر چشم بد رخ خوب تر اخدا حافظ
۲	بکام دل زلبش بوسه خونبها حافظ	۲ اگرچه خون دلت خورد لعل او بستان
۳	اگر بجستے ازین بند و این بلا حافظ	۳ بزلف و خال بتان دل مبند دیگر بار
۴	که با تو نیست مرا جنگ و ماجرا حافظ	۴ بیا که نوبت صلح ست و دوستی و صفا
۵	بدامنش نرسد دست هر گدا حافظ	۵ تو از کجا و امید وصال او از کجا
۶	مراست تحفه جان بخش غمزدا حافظ	۶ چه ذوق یافت دل من وصل آن محبوب

(۸) بیا بخوان غزل خوب و طرفه پرسوز (۷)
که شعر تست فرح بخش و جانفزا حافظ

(۱) ترجمہ ۔ تیری خوبصورت بہو کا چشم بد سے خدا حافظ ہو۔ کیونکہ اے حافظ اس نے ہمارے ساتھ تمام نیکیاں کی ہیں۔
پہلے مصرعہ میں مخاطب معشوق ہے اور دوسرے مصرع میں حافظ خود مخاطب ہے معشوق کا ذکر بطور صیغہ غائب کے ہے۔

(۲) ترجمہ ۔ اگرچہ اسکے لب لعل نے تیرے دل کا خون پیا ہے۔ لیکن تو بھی اے حافظ خون بہا کے طور پر اسکے لب سے بوسہ دل کی خواہش کے مطابق لے لے۔

(۳) ترجمہ ۔ اے حافظ اگر ایک بار اس قید اور بلا سے تو رہائی پائے تو دوسری دفعہ معشوقوں کی زلف اور خال میں دل کو

گرفتار نہ کرنا۔

(۴) ترجمہ۔ آ کہ صلح دوستی اور صفائی کی باری ہے۔ کیونکہ اے حافظ تجھ سے میری لڑائی اور ماجرا نہیں ہے۔

(۵) ترجمہ۔ تو کہاں اور اسکی وصال کی امید کہاں ہے اے حافظ اُس کے دامن تک ہر گدا کا ہاتھ نہیں پہنچتا۔

(۶) ترجمہ۔ اس محبوب کے وصل سے میرے دل نے کیا لذت پائی۔ کہ اے حافظ میرے لئے وہ جان فزا اور غم ربا تحفہ بن گیا ہے

(۷) ترجمہ۔ آ اور خوب طرز پُرسوز غزل پڑھ۔ کیونکہ اے حافظ تیری شعر فرحت بخش اور جانفزا ہیں۔

ردیف ع

غزل ۱

قسم بہ حشمت جاہ و جلال شاہ شجاع	۱	کہ نیست باکسم از بہر مال و جاہ نزاع
بہ فیض جرعہ جام تو تشنہ ایم و لی	۲	نمی کنیم دلیلے نمید ہیم صداع
خدائرا بہ میم شست و شوئی خرقہ کنید	۳	کہ من نمی شنوم بوی خیر ازیں اوضاع
بہ بیں کہ رقص کنان میروند بانالہ چنگ	۴	کسی کہ اذن نمیدادی استماع سماع
بعاشقان نظری کن بشکرانہ نعمت	۵	کہ من غلام مطیعم تو بادشا مطاع
برو ادیب و نصیحت مگو کہ دیگر تو	۶	نہ نبیم پس ازیں ہیچگہ بکنج بقاع
ز زہد خشک ملالت شدم و ملول حافظ	(۷)	بساز رود و غزل گوی بر سرود و سماع

فقیہ عماد کی کرامت کا ایک غزل میں طنز اً ذکر کرنے کی وجہ سے خواجہ صاحب پر شاہ شجاع کو درمیان کچھ رنجش ہو گئی تھی جسکے تفصیلی حالات لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۶ سے سو اسمعمری پر درج ہیں اور قابل ملاحظہ ہیں اس غزل میں بھی اس

واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

(۱) ترجمہ۔ شاہ شجاع کے جاہ و جلال اور حشمت کی قسم ہے کہ میرا مال و جاہ کی وجہ سے کسی کے ساتھ نزاع نہیں ہے۔

یعنے فقیہ عماد سے میرا کوئی تنازعہ اس لئے نہیں ہے کہ وہ صاحب مال و جاہ ہے اور بادشاہ کا منظورِ نظر ہے۔

(۲) ترجمہ۔ تیرے پیالے کے ایک گھونٹ کے فیض کے پیاسے ہیں لیکن لیری نہیں کرتے اور تکلیف نہیں دیتے۔

یعنے مانگنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔

(۳) ترجمہ۔ خدا کے لئے میرے خرقہ کو شراب سے دھو ڈالو۔ کیونکہ اس طریقہ سے مجھ کو خیر کی بو نہیں آتی۔

یعنی زمانہ کی موجودہ وضع ریا کی ہے اور اس وضع سے خیر کی امید نہیں۔ اس سے تو رندی ہی بہتر ہے۔ غالباً اس شعر میں بھی فقیہ عماد کی زہد ریا آمیز کی طرف اشارہ ہے۔

(۴) ترجمہ۔ دیکھ کہ چنگ کی آواز کے ساتھ ناچتا ہوا جا رہا ہے وہ شخص جو پہلے سرود سننے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔

استماع سننا۔ سماع بفتح سننا بکسر۔ گانا سننا۔ مجازاً بمعنے سرود و نغمہ۔ یہاں یہ لفظ بمعنے سرود استعمال ہوا ہے۔ اور اسی شعر کی سند پر اکثر نعت نویس اس لفظ کے معنے سرود کرتے ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ اس نعمت کے شکریہ میں عاشقوں پر نظرِ عنایت کر۔ کہ میں فرماں بردار غلام ہوں اور تو فرمانروا بادشاہ ہے۔

(۶) ترجمہ۔ اے ناصح جا اور نصیحت نہ کر کہ پھر تو مجھ کو اس کے بعد کبھی مکانوں کی گوشہ میں نہ دیکھیگا۔

یعنے اب میں گوشہ نشینی ترک کر کے رندی اختیار کرتا ہوں۔

(۷) ترجمہ۔ حافظ کے زہد اور اس کی لاف و گزاف سے میں ملول ہوں۔ رود بجا اور سرود و سماع پر غزل کہہ۔

یعنے اس زہد ریا آمیز سے میں بیزار ہوں۔ سرود و سماع شروع کرنا چاہئے۔ غالباً اس شعر میں بھی خواجہ عماد کے زہد پر حملہ ہے۔

غزل (۲)

بفر دولت گیتی فروز شاہ شجاع	۱	کہ ہست در نظرِ من جہاں حقیر متاع
صراحی و حریفی خوشم زد نیا بس	۲	کہ غیر ازیں ہمہ اسباب تفرقہ است و صداع
ز مسجد م بخرابات میفرستد عشق	۳	بسر ہمیشہ ہم ای جان نمیکنیم نزاع

بس ست رد شبانہ می مغانہ بیار	۴	حریف بادہ رسید ای رفیق توبہ وداع
ہنر مرا خرد ایام وغیر از ایں نیست	۵	کجا روم بتجارت باین کساد متاع
بیار می کہ چو خورشید مشعل افروزد	۶	رسد بکلبۂ درویش نیز فیض شعاع

(۱)	جبین و چہرۂ حافظ خدا سیہ نکناد ز خاک بارگہ کبریائے شاہ شجاع	(۷)

(۱) ترجمہ۔ شاہ شجاع کا جہاں افروز دولت کی حشمت کی قسم ہے کہ میری نظر میں دنیا ایک حقیر متاع ہے۔

(۲) ترجمہ۔ دنیا کی دولت سے مجھ شراب کی صراحی اور ایک حسین معشوق کافی ہے۔ کیونکہ اس کے علاوہ سب چیزیں تفرقہ اور تکلیف کا موجب ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ عشق مجھ سے سیہ خرابات کی طرف بھیجتا ہے۔ آجہاں میں سر و چشم سے جاتا ہوں بھگڑا نہ کیجئے۔

(۴) ترجمہ۔ رات کا ادراک کافی ہے۔ پیر مغاں کی شراب لا شراب کا حریف پہنچ گیا ہے تو بہ کر رفیق خدا حافظ!

مطلب یہ ہے کہ رات کی عبادت کافی ہے۔ اب شراب کا وقت ہے شراب لا جب شراب آتی ہے تو زہد رخصت ہو جاتی ہے۔

(۵) ترجمہ۔ زمانہ ہنر کی قدر نہیں کرتا اور ہنر کے بغیر میرے پاس اور کچھ بھی نہیں۔ اس کھوٹے مال کے ساتھ میں کہاں تجارت کرنے جاؤں۔

یعنے اس زمانہ میں متاع ہنر کا کوئی خریدار نہیں اور میرے پاس متاع ہنر کے سوا اور کوئی متاع بھی نہیں کہ کروں۔ ہنر کو متاع کساد اس لئے کہا ہے۔ کہ اسکی قدر نہیں۔ اہل ہنر کو نا قدر دانی کی ہمیشہ شکایت رہتی ہے۔

قدر دانی کی کیفیت معلوم		عیب کیا ہے اگر ہنر نہ ہوتا

(۶) ترجمہ۔ شراب لا کیونکہ جب سورج مشعل روشن کرتا ہے۔ تو درویش کی جھونپڑی میں بھی شعاعوں کا فیض پہنچ جاتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ خدا کی رحمت عمل پر ہی منحصر نہیں۔ جب بحر کرم موجزن ہوتا ہے۔ تو گناہگار بیگناہ سب فیض یاب ہو جاتے ہیں۔ اس لئے رحمت پر بھروسہ کر اور شراب لا۔ خدا بخشنے والا ہے

صلۂ دمزد میندیش کہ در ریز شِ عام	لالہ از داغ و گل از چاک بہ شبنم نرسد	(غالب)

(۷) ترجمہ۔ حافظ کے ماتھے اور چہرے کو خدا شاہ شجاع کی بلند بارگاہ کی خاک سے کبھی جدا نہ کرے

غزل (۳)

بامداد ار کنی رخ سوئے گلخانۂ کاخ ابداع	۱ ق ۱	شاہ خاور منگر بہ ہمہ اطراف شعاع
برکشد آینہ از جیب افق چرخ زنال	۲ ق ۲	بنماید رخ گیتی ہزاراں انواع
ور زہ ایام کند بر سر خانۂ جمشید فلک	۳ ق ۳	ارغوان ساز کند زہرہ بآہنگ سماع
چنگ در غلغلہ آید کہ کجا شد منکر	۴	جام در قہقہہ آید کہ کجا شد مناع
وضع دوراں بنگر ساغر عشرت بر گیر	۵	کہ بہر حال ہمیں ست بہیں او ضاع
طرۂ شاہد دنیا ہمہ مکر ست و فریب	۶	عارفاں بر سر ایں نکتہ نجویند نزاع
عمر خسرو طلب رفع جہاں ملک طلبی	۷ ق ۴	کہ وجود یست عطا بخش و کریم نفاع
مظہر لطف ازل روشنی چشم امل	۸	جامع علم و عمل جاں جہاں شاہ شجاع

(۹) حافظ ار بادہ خوری با ستم گارخ خور — (۹)
کہ ازیں بہ نبود در دو جہاں ہیچ متاع

(۱) ترجمہ۔ صبح کے وقت جب دنیا کے محل کی خلوت گاہ سے مشرق کا بادشاہ (یعنی آفتاب) چاروں طرف شعاعیں ڈالتا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ افق کی جیب سے گھومتا ہوا آئینہ نکالتا ہے اور زمانہ کے چہرہ کو ہزارہا رنگوں میں دکھاتا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ جمشید فلک کے عشرت خانہ کے گوشوں سے زہرہ مسرود کے ارادہ پر ارغوان کو بجا تا شروع کرتی ہے۔

(۴) ترجمہ۔ اس وقت چنگ شور کرتی ہے کہ منکر کہاں ہے پیالہ قہقہہ لگاتا ہے کہ منع کرنے والا کہاں ہے۔

یہ چاروں شعر قطعہ بند ہیں۔ ابداع۔ کسی نئی چیز کا پیدا کرنا۔ مراد دنیا کا کارخانہ۔ عالم جو حادث ہے۔ شاہ خاور۔ مشرق کا بادشاہ یعنے آفتاب۔ ارغوان۔ ایک ساز کا نام ہے۔

مطلب یہ ہی کہ صبح کے وقت جب رج افق سے آئنہ کیطرح گھومتا ہوا نکلتا ہی اور اسکی شعاعیں دنیا میں ہزاروں رنگ پیدا کرتی ہیں۔ اور آسمان پر زہرہ بھی چنگ ارغوان بجاکر نغمہ سرائی شروع کرتی ہی۔ اس وقت رندوں کی مجلس بھی گرم ہوتی ہی اور چنگ رباب باواز بلند پکارتے ہیں کہ سرود وسماع کو منکر کہاں ہیں اور شراب کا پیالہ قہقہہ لگاتا ہے کہ شراب سے منع کرنے والے کہاں ہیں۔ اگر جرأت ہی تو ہمارے منے آئیں۔ یعنے اس وقت نہ کوئی سرود وسماع سے انکار کرسکتا ہی اور نہ شراب سے منع۔

(۵) ترجمہ۔ زمانہ کی وضع دیکھکر درعشرت کا پیالہ لے۔ کیونکہ بہرحال تمام وضعوں سے یہی وضع اچھی ہے

(۶) ترجمہ۔ شاہد دنیا کی زلف تمام مکروفریب ہے۔ عارف اس نکتہ پر جھگڑا نہیں کرتے۔

مطلب یہ ہی کہ دنیا سراسر مکروفریب ہی۔ اعتماد اور محبت کے قابل نہیں۔ عارف دنیا پر جھگڑا نہیں کرتے۔ یا اس بات پر متفق ہیں۔

(۷) ترجمہ۔ خسرو کی عمر کی زیادتی مانگ اگر تجھے جہان کا فائدہ چاہیئے۔ کیونکہ اسکا وجود عطا بخش سخی اور فائدہ مند ہے۔

خسرو سے مراد شاہ شجاع۔

(۸) ترجمہ۔ لطف ازل کا مظہر چشم امید کی۔ روشنی علم وعمل کا جامع۔ جہاں کی جان یعنی شاہ شجاع۔

پچھلے شعر سے قطعہ بند ہے۔ لفظ خسرو کی توضیح کی ہے۔

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ اگر تو شراب پیتا ہے۔ تو گلرو معشوق کے ساتھہ پی۔ کیونکہ دو تو جہانوں میں اس سے بہتر کوئی متاع نہیں۔

غزل (۴)

در وفای عشق تو مشہور خوبانم چو شمع کوہ صبرم نرم شد چوں موم از دست غمت	شب نشین کوی سربازان و رندانم چو شمع تا در آب و آتش عشقت گدازانم چو شمع

بی جمال عالم آرای تو روز من شب ست	۲	با کمال عشق تو در عین نقصانم چو شمع
رشتۂ صبرم بمقراض غمت ببریده شد	۳	همچنان در آتش هجر تو سوزانم چو شمع
گر بجای اشک گلگونم بنوشد دیده رو	۵	کی شدی پیدا بهر گیتی ز پنهانم چو شمع
روز و شب خوابم نمی آید بچشم از غم پرست	۶	بسکه در بیماری هجر تو گریانم چو شمع
درمیان آب و آتش همچنان سرگرم تست	۷	این دل زار و نزار و اشکبارانم چو شمع
در شب هجران مرا پروانۂ وصلی فرست	۸	ورنه از آهی جهانی را بسوزانم چو شمع
سر فرازم کن شبی از وصل خود ای ماهرو	۹	تا منور گردد از دیدار تو ایوانم چو شمع
همچو حافظ با لب بی دیدار تو	۱۰	چهره بنما دلبرا تا جان بیفشانم چو شمع

(۱۱) آتش مهر تو حافظ عجب در سر گرفت — آتش دل کی بآب دیده بنشانم چو شمع (۱۱)

(۱) ترجمہ۔ میں تیرے عشق کی وفا میں شمع کیطرح جسموں میں مشہور ہوں۔ سر بازوں اور رندوں کے کوچہ میں شمع کیطرح رات بھر جلتا رہتا ہوں۔

(۲) ترجمہ۔ تیرے غم کی قاتہ سے میرے صبر کا پیمانہ موم کیطرح نرم ہو گیا جب سے شمع کیطرح میں تیرے عشق کی آب و آتش میں جل رہا ہوں لفظ آب کو شمع کے ساتھ یہ نسبت ہے کہ شمع موم پگھل کر پانی کیطرح ہو جاتا ہے۔ یا برعایت روغن۔

(۳) ترجمہ۔ تیرے عالم آرا جمال کی بغیر میرا دن رات کی مانند ہوتا ہے اور شمع کیطرح تیرے کمال عشق سے میں عین نقصان میں ہوں یعنے ہجر کا دن رات کیطرح سیاہ ہوتا ہے اور ہجر کی رات شمع کیطرح جلتے گذر جاتی ہے۔

شبم از روشنی داغ بروزم خندد		روزم از تیرگی خویش بشبها ماند (غالب)

(۴) ترجمہ۔ میرے صبر کا تاگا تیرے عشق کی قینچی سے کاٹا گیا۔ تیری ہجر کی آگ میں اسی طرح شمع کی مانند جل رہا ہوں جسطرح بتی کا سرا کاٹنے سے شمع اور تیز جلنے لگتی ہے۔ اسی طرح عاشق کا صبر کا رشتہ مقراض غم سے جب کٹ جاتا ہے۔ تو وہ اور بیقرار ہو جاتا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ اگر میرے سرخ (لہو کے) آنسوؤں کا گھوڑا اتنا تند رفتار نہ ہوتا۔ تو شمع کیطرح جہاں میں میرا پوشیدہ راز کیونکر ظاہر ہوتا۔

مطلب یہ ہے کہ میرا نورِ عشق کو چھپاتا ہوں۔ مگر آنسو غمازی کرتے ہیں۔ شمع کا رونا بھی مشہور۔ اشک کی غمازی کے لئے دیکھو شعر د ۱۰۲ ش ۹۰۔ ع ۵ م ۲۲ م ۹۰ ن ۵۔

(۶) ترجمہ۔ میری غم پرست آنکھوں میں دن رات نیند نہیں آتی۔ کیونکہ میں شمع کی طرح تیرے ہجر کی بیماری میں بہت روتا ہوں۔

(۷) ترجمہ۔ میرا زار و نزار دل شمع کی طرح آب و آتش میں اسی طرح تیرے شوق میں سرگرم ہے۔

آب و آتش سے مراد آب اشک و آتشِ عشق۔ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ میں تیرے عشق میں جل رہا ہوں اور رو رہا ہوں لیکن پھر بھی تیرے شوق میں سرگرم ہوں۔ شمع کے ساتھ آب و آتش کی نسبت ظاہر۔

(۸) ترجمہ۔ ہجر کی رات میں میرے پاس وصل کا پروانہ بھیج۔ ورنہ ایک آتشین آہ سے شمع کیطرح ایک جہان کو جلا دونگا۔

(۹) ترجمہ۔ اے ماہر کسی رات مجھ اپنے وصل سے سرفراز کر تاکہ شمع کیطرح تیرے دیدار سے میرا امکان روشن ہو جائے۔

(۱۰) ترجمہ۔ تیرے دیدار کے سوا صبح کیطرح میری زندگی کا اگر کوئی باقی ہے تو اے معشوق چہرہ دکھا تاکہ شمع کیطرح جاں دیدوں صبح کی زندگی چند لمحوں کی ہوتی ہے فنا تو میں تیرے ہجر میں جاں بلب ہوں۔ دیدار سے مشرف کر کہ جان دیدوں صبح کی چہرہ نمائی پر شمع بجھا دی جاتی ہے۔ اس لئے "ہمچو صبحم" کا تعلق "چہرہ بنما" سے بھی ہے۔

(۱۱) ترجمہ۔ تیرے عشق کی آگ حافظے کے سر میں عجیب طرح سے لگی ہے۔ شمع کی طرح دل کی آگ کو آنکھوں کے پانی سے کسطرح فرو کروں یعنے جسطرح شمع کی آگ شمع کے رونے سے فرو نہیں ہوتی اسی طرح میرے رونے سے بھی آتشِ عشق فرو نہیں ہو سکتی ہے۔ آگ دل میں ہے اور پانی آنکھوں میں۔ فرو کسطرح ہو۔

ردیف۔ غ

غزل (۱)

سحر چو بلبل بیدل دمی شدم در باغ	کہ تا چو بلبل بیدل کنم علاج دماغ

بچہرہ گل سوری نگاہ میکردم	۱	کہ بود در شب تاری پرتوی چو چراغ
چناں بحسن و جوانی خویشتن مغرور	۲	کہ داشت از دل بلبل ہزار گونہ فراغ
کشادہ نرگس رعنا بحسرت آب از چشم	۳	نہادہ لالہ حمرا بجان و دل صد داغ
زبان کشید و چو تیغی بسرزنش سوسن	۴	دہاں کشادہ شقایق چو مردماں بنلغ
یکی چو بادہ پرستاں صراحی اندر دست	۵	یکی چو ساقی مستاں بکف گرفتہ ایاغ

(۷) نشاط و عیش جہانی چو گل غنیمت دان (۷)
کہ حافظا نبود بر سول غیر بلاغ

غزل کا مضمون مسلسل ہے۔ موسم بہار میں باغ کے منظر کو ایسے دلکش پیرایہ میں بیان کیا ہے کہ خواجہ صاحب کا ہی حصہ ہے۔ مقطع میں نتیجہ کے طور پر ایک نصیحت بھی کر دی ہے۔ جو گوش ہوش سے سننے کے قابل ہے۔

(۱) ترجمہ۔ سیر کے وقت بیدل بلبل کیطرح میں تھوڑی دیر کے لئے باغ میں گیا۔ تاکہ بلبل بیدل کیطرح میں بھی داغ کا علاج کروں

بیشک سیر باغ داغ کا بہترین علاج ہے۔

(۲) ترجمہ۔ گل سرخ کے چہرہ کو میں دیکھتا تھا کہ اندھیری رات میں چراغ کی طرح روشن ہے۔

(۳) ترجمہ۔ وہ اپنے حسن اور جوانی پر اتنا مغرور تھا کہ بلبل کے دل سے ہزار طرح کی بے اعتنائی رکھتا تھا۔

یہ دونو شعر قطعہ بند ہیں۔

(۴) ترجمہ۔ نرگس رعنا حسرت سے آنکھوں سے پانی بہا رہی تھی۔ لالہ سرخ کی جان و دل پر صد داغ تھے۔

نرگس کو آنکھ سے تشبیہ دیتے ہیں شبنم کو جو گل نرگس پر پڑتی ہے۔ آنسو کہا ہے۔ گل لالہ کے اندر چونکہ ایک داغ ہوتا ہے۔ اس لئے اسکو عاشق کا دل سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ غالباً نرگس کی حسرت اور لالہ کا داغ گل سرخ کے عشق کی وجہ سے ہے۔ پہلا مصرعہ بعض قلمی دیوانوں میں اسطرح ہے۔ ع

کشادہ نرگس رعنا دو دیدہ از حسرت

(۵) ترجمہ۔ سوسن نے تلوار کیطرح سرزنش کے لئے زبان نکالی تھی۔ اور شقائق نے دو جو رو مردوں کی طرح منہ کھولا تھا۔

سوسن - نیلے (سوسنی) رنگ کا ایک پھول جسکی پتیوں کو زبان سے تشبیہ دیتے ہیں - **شقائق** لالہ کا پھول - مفرد اور جمع دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے - **نباغ** یا انباغ یا نباج - سوکن - ایک شوہر کی دو بیویاں -

دو جورو کا خاوند مشہور ہی کہ ہمیشہ پشیمان اور پریشان رہتا ہی - منہ کھولنا بھی پریشانی کی علامت - گل لالہ کو پیالہ کی تشبیہ دیتے ہیں - کیونکہ اسکا منہ کھلا ہوتا ہی -

(۶) **ترجمہ** - ایکے ہاتھ میں بادہ پرستوں کیطرح صراحی تھی - دوسرے نے مستوں کی طرح پیالہ ہاتھ میں لیا ہوا تھا پچھلے شعر سے قطعہ بند ہی مطلب یہ ہی کہ سوسن کے ہاتھ میں صراحی اور لالہ کے ہاتھ میں پیالہ تھا - سوسن صراحی کی اور گل لالہ پیالہ کی شکل کا ہوتا ہے -

(۷) **ترجمہ** - جوانی کی عیش و نشاط کو پھول کیطرح غنیمت سمجھ - حافظ رسول کا صرف یہی فرض ہی کہ پیغام پہنچا دے مطلب یہ ہی کہ پھول کیطرح جوانی کی بہار بھی چند روزہ ہی اس لئے اسے غنیمت سمجھ اور حتی الامکان اس سے مستفید ہو - یہ وقت پھر ہاتھ نہیں آئیگا - ہمارا کام صرف اتنا ہی کہ بتا دیں مانتا نہ ماننا آپکا کام ہے

وما علینا الا البلاغ

ردیف (ف)

غزل (۱)

طالع اگر مدد کند دامنش آورم بکف	۱	گر بکشم زہی طرب ور بکشد زہی شرف
طرف کرم ز کس نبست این در امید من	۲	گرچہ صبا ہمی برد قصہ من بہر طرف
چند بناز پرورم مہر بتان سنگدل	۳	یا دپدر نمیکنند این پسران ناخلف
از خم ابرو توام ہیچ گشایشی نشد	۴	وہ کہ درین خیال رفت عمر عزیز شد تلف
من بخیال زاہدی گوشہ نشین و طرفہ آنکہ	۵	مغبچہ زہر طرف میزندم بچنگ و دف

ابرو دوست کی شود دست کش خیال من	۶	کس نزد دست زیں کماں تیر مراد بر ہدف	
بیخبرند زاہدان جام بخواہ و لا تقل	۷	مست یار مست محتسب باد بنوش و لا تخف	
صوفی شہر بیں کہ چون لقمہ شبہہ میخورد	۸	یال و دمش دراز باد ایں حیوان عجب شریف	
من بکدام دل خوشی می خورم و طرب کنم	۹	کز پس و پیش خاطرم لشکر غم کشیدہ صف	

(۱۰)	حافظ اگر قدم بنہی در رہ نماندان عشق بدرقۂ رہت شود ہمت شحنۂ بجف	(۱۰)

(۱) ترجمہ۔ نصیب اگر یاری کرے تو اس آہو دامن کو ہاتھ میں لاؤں۔ اگر یہ آہو اپنے ساتھ پھینچوں تو ہے خوشی اور اگر وہ مجھے قتل کرے تو ہے عزت۔

(۲) ترجمہ۔ میر پر امید دل نے کسی کی مہربانی سے فائدہ نہ اٹھایا۔ اگرچہ باد صبا میرا قصہ چاروں طرف پھیلاتی رہی۔

طرف بستن ۔ تحقیق لغوی کے لئے دیکھو الف ۲۴۔ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ میرے عشق کا قصہ کو باد صبا اطراف و اکناف عالم میں پھیلاتی رہتی ہے مگر کسی معشوق سے مجھے فائدہ نہ ہوا۔

(۳) ترجمہ۔ میں سنگدل معشوقوں کے عشق کو کب تک نبھاؤں۔ یہ ناخلف بیٹے باپ کی بھی یاد نہیں کرتے پھر مجھے ان سے کیا امید ہو سکتی ہے

(۴) ترجمہ۔ تیرے ابرو کے خم سے مجھ کو کوئی کشائش (آسودگی) حاصل نہ ہوئی۔ واہ کہ اس ٹیڑھے خیال میں میری عزیز عمر تلف ہو گئی۔

کج اور ابرو کی رعایت ظاہر۔ مطلب یہ ہے کہ تیرے عشق سے فائدہ اٹھانے کا خیال ایک کج خیال ہے۔

(۵) ترجمہ۔ میں ایک گوشہ نشین زاہد کے خیال میں ہوں اور طرفہ یہ کہ مغبچے ہر طرف سے چنگ و دف بجا کر مجھ کو اپنی طرف راغب کرتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ میں زاہد گوشہ نشین کا مرید بننا چاہتا ہوں اور مغبچے اپنی طرف کھینچتے ہیں ع۔

با دست دگرے دست بدست دگرے

(۶) ترجمہ۔ معشوق کا ابرو میرے خیال کا دست کش کب ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس کماں سے کسی نے مراد کا تیر نشانہ پر نہیں لگایا۔

دست کش ۔ ہاتھ سے کھینچنے کی چیز جیسے کمان وغیرہ۔ مطلب یہ ہے کہ معشوق کی کمان ابرو تک کبھی خواب و خیال

میں بھی میرا ماتھہ نہیں پہنچ سکتا۔

(۷) ترجمہ۔ زاہد تجھ سے پیالہ مانگ کر کچھہ نہ کہہ محتسب ریا میں مست ہو شراب پی اور بالکل نہ ڈر۔

(۸) ترجمہ۔ شہر کے صوفی کو دیکھہ کہ شبہہ کا لقمہ کس طرح کھاتا ہے۔ اس خوش خوراک جانور کے گردن کے بال اور دم بھی ہو لقمۂ شبہہ۔ حرام کا مال۔ **یال** گردن کے بال۔ گھوڑی کی گردن کے بال۔ **خوش علف**۔ اچھا چارہ کھانے والا۔ طنزاً کہا ہے۔ مراد حرام کھانے والے سے ہے۔ زاہد اور عابد عموماً دوسروں کی کمائی سے پیٹ بھرنے کے عادی ہوتے ہیں۔ اس لئے خواجہ نے ان کی خوراک کو لقمۂ شبہہ کہا ہے۔

(۹) ترجمہ۔ یہ کون ہے کہ دل کی خوشی پر شراب پیوں اور خوشی کروں۔ کیونکہ لشکر غم نے میرے دل کے چاروں طرف صفیں باندھی ہیں۔

(۱۰) ترجمہ۔ اے حافظ خاندان عشق کے درست تیر اگر تو قدم رکھے گا۔ تو شہنشہ نجف کی دعا تیرے رستہ کا بدرقہ ہو جائیگی۔

بدرقہ۔ رہنما۔ رفیق راہ **شہنشہ نجف** بادشاہ نجف۔ مراد امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ نجف عراق عرب میں ایک مشہور شہر ہے جہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ مدفون ہیں۔

ردیف (ق)

غزل (۱)

زبان خامہ ندارد سر بیان فراق	۱	وگرنہ شرح دہم با تو داستان فراق
رفیق خیل خیالم و ہمرکاب شکیب	۲	قرین محنت و اندوہ و ہمعنان فراق
دریغ مدت عمرم کہ برامید وصال	۳	بسر رسید و نیامد بسر زمان فراق
سری کہ بر سر گردون بفخر سود دم	۴	ز روی عجز نہادم بر آستان فراق

چگونہ بازکنم بال در ہوای وصال	۵	کہ بیخ شوق مرا سوخت در دل پر و آشیان فراق
بسے نماند کہ گشتے عمر غرقہ شود	۶	ز موج شوق تو در بحر بیکران فراق
فلک چو دید مرا اسیر حلقہ عشق	۷	بپیچ گردن صبرم بریسمان فراق
کنوں چہ چارہ کہ در بحر غم بگرداب	۸	فتادہ کشتی صبرم ز بادبان فراق
چگونہ دعوی وصلت کنم بجان کہ نشست	۹	ستم وکیل قضا دل ضمان فراق
فراق و ہجر کہ آورد در جہاں یارب	۱۰	کہ روی ہجر سیہ باد و خانمان فراق

(۱۰) بہ پاکی شوق کہ ایں رہ بسر شدی حافظ (۱۱)
بدست ہجر ندادی کسی عنان فراق

(۱) ترجمہ۔ قلم کی زبان فراق کا حال بیان کرنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ وگرنہ فراق کی داستان میں تجھ سے مفصل بیان کرتا۔

(۲) ترجمہ۔ ہم خیال کی تنگ نائے میں صبر کے ہمرکاب ہیں۔ غم واندوہ کے ساتھی ہیں اور فراق کے مونس ہیں۔
یعنے تیرے خیال میں صبر کرکے بیٹھے ہیں اور غم واندوہ کا دل میں ہجوم ہے۔

(۳) ترجمہ۔ افسوس ہے کہ میری عمر کا زمانہ وصال کی امید میں ختم ہوگیا اور فراق کے زمانہ کا خاتمہ نہ ہوا۔

(۴) ترجمہ۔ وہ سر جسے میں فخر کے ساتھ آسمان سے ملاتا تھا۔ اب عاجزی سے فراق کے آستانہ پر رکھدیا ہے

(۵) ترجمہ۔ وصال کی آرزو میں بازو کس طرح کھولوں۔ کیونکہ میرے دل کی پرندے نے فراق کے گھونسلے میں پر گرا دیئے ہیں
یعنے آرزوئے وصال میں اڑنے کی طاقت نہیں رہی۔ ہوا اور بال کشادن کی رعایت ظاہر۔

(۶) ترجمہ۔ فراق کے بحر ناپیدا کنار میں تیرے شوق کی موج سے عمر کی کشتی اب تھوڑی مدت میں غرق ہوجائیگی

(۷) ترجمہ۔ آسمان نے جب دیکھا کہ میرا سر حلقہ عشق میں گرفتار ہے تو میرے صبر کی گردن کو فراق کی رسی سے باندھ دیا۔
چنبر۔ حلقہ۔ طوق۔ کمند۔ قید۔ دائرہ کا محیط۔

(۸) ترجمہ۔ اب کیا علاج ہے کہ بحر غم میں فراق کی باد باں سے صبر کی کشتی گرداب میں پڑ گئی۔

(۹) ترجمہ۔ میں اب جان ہے تیرے وصل کا دعوی کس طرح کروں کہ میرا تن قضا کا وکیل اور میرا دل فراق کا ضامن ہوگیا ہے۔

یعنی جسم موت کا وکیل اور دل ہجر کا ضامن ہو گیا ہے صرف جان باقی ہے۔ وصل کا دعوی کس طرح کروں۔ کون مدد کریگا۔ دعوی۔ وکیل اور ضمان قانونی اصطلاحیں لکھی ہیں۔

(۱۰) ترجمہ ۔ خدا فراق اور ہجر کو جہاں میں کسی کو نہ آیا۔ کہ ہجر کا روسیاہ ہو اور فراق کا خانماں (برباد) ہو

(۱۱) ترجمہ ۔ حافظ اگر شوق کی پاؤں سے یہ رسته طے ہو سکتا۔ تو فراق کی باگ کوئی شخص ہجر کے ہاتھ میں نہ دیتا۔ یعنے وصل و ہجر گر شوق کی اعتبار میں ہو تو۔ تو ہجر و فراق کا نام ہی نہ ہوتا۔ کیونکہ شوق ہمیشہ وصال کا طالب ہوتا ہے

غزل (۲)

مباد کس چو من خسته مبتلای فراق	۱	که عمر من همه بگذشت در بلای فراق
غریب عاشق و بیدل فقیر و سرگردان	۲	کشیده محنت ایام و دردهای فراق
اگر بدست من افتد فراق را بکشم	۳	به آب دیده دهم باز خونبهای فراق
کجا روم چه کنم حال دل کرا گویم	۴	که داد من بستاند دهد جزای فراق
زدرد هجر و فراقم دمی خلاصی نیست	۵	مگر که زاد سرا مادر از برای فراق
فراق را بفراق تو مبتلا سازم	۶	چنانکه خون بچکانم ز دیدهای فراق

(۷) بداغ عشق تو حافظ چو بلبل سحری — زند بروز و شبان خونفشان نوای فراق (۷)

(۱) ترجمہ ۔ مجھ خستہ جان کی طرح کوئی بھی فراق میں مبتلا نہ ہو۔ کیونکہ میری تمام عمر فراق کی مصیبت میں گذر گئی۔

(۲) ترجمہ ۔ میں غریب عاشق بیدل فقیر اور سرگرداں ہوں۔ زمانہ کی تکلیف اور فراق کا درد برداشت کرتا ہوں۔

(۳) ترجمہ ۔ اگر میرے ہاتھ لگے تو فراق کو قتل کردوں اور اس کے قتل کے خوں بہا میں آنسو و خونابہ دوں۔ یعنے فراق کو قتل کرنے کے بدلے رو تا رہوں۔ (مگر رونا حصول مراد کی خوشی کا ہوگا)

(۴) ترجمہ ۔ کہاں جاؤں کیا کروں دل کا حال کس کو کہوں۔ جو میرا انصاف کرے اور فراق کو سزا دے

(۵) ترجمہ ۔ ہجر اور فراق کے درد سے مجھے ایک دم بھی خلاصی نہیں۔ شاید ماں نے مجھے فراق کے لئے ہی پیدا کیا ہے

(۶) ترجمہ۔ فراق کو تیرے فراق میں ایسا مبتلا کروں۔ کہ فراق کی آنکھوں سے لہو ٹپک آئے۔
فراق کو ایک شخصیت فرض کر کے فرماتے ہیں کہ فراق کو بھی تیرے ہجر میں مبتلا کرنا چاہئے تاکہ اسکا دل بھی خون ہو۔ اور اسے معلوم ہو کہ دوسرے لوگوں کا فراق میں کیا حال ہوتا ہے۔
(۷) ترجمہ۔ حافظ تیرے عشق کے داغ سے بلبل سحری کیطرح رات دن فراق کے خون فشاں نالے کرتا ہے۔

غزل (۳)

مقام امن و می بیخش و رفیق شفیق	۱	گرت مدام میسر شود زہے توفیق۔
جہان و کار جہان جملہ ہیچ در ہیچ ست	۲	ہزار بار من این نکتہ کردہ ام تحقیق
دریغ و درد کہ تا ایں زماں ندانستم	۳	کہ کیمیای سعادت بود رفیق شفیق
بما منے رو و فرصت شمر غنیمت وقت	۴	کہ در کمینگہ عمر ند قاطعان طریق
کجاست اہل دلے تا کند دلالت خیر	۵	کہ ما بدست ببریدم رہ بہیچ طریق
فدای غمزۂ ساقی ہزار جان آن دم	۶	کہ ترکند لب لعل از شراب ہیچو عقیق
حلاوتی کہ ترا در چہ زنخدان ست	۷	بگنہ او نرسد صد ہزار فکر عمیق
اگرچہ موی میانت بچوں منی نرسد	۸	خوش ست خاطرم از فکر ایں خیال دقیق
اگر بزنگ عقیق ست اشک من چہ عجب	۹	کہ مہر خاتم چشم من ست ہیچو عقیق
بیا کہ تو بہ ز لعل نگار و خندۂ جام	۱۰	تصوریست کہ عقلش نمیکند تصدیق
(۱۱)	بخندہ گفت کہ حافظ غلام طبع توام ببیں کہ تا بچہ قدرم ہمیکند تحقیق	(۱۲)

(۱) ترجمہ۔ امن کا مقام شراب صاف اور مہربان دوست۔ اگر یہ چیزیں تجھے ہمیشہ میسر آئیں تو زہے قسمت۔
(۲) ترجمہ۔ جہان اور جہان کے تمام کام بالکل ہیچ ہیں۔ میں نے ہزار دفعہ اس نکتہ کی تحقیق کی ہے۔
یعنی میں ہزار بار آزما چکا ہوں کہ دنیا اور مافیہا تمام ناپائدار اور ہیچ ہیں۔ کل من علیہا فان۔

(۳) ترجمہ۔ افسوس صد افسوس! کہ اب تک مجھ پر یہ معلوم نہ ہوا۔ کہ مہربان دوست کیمیائی سعادت ہوتا ہے۔
یعنے مہربان دوست کی صحبت فیوض کا چشمہ اور سعادت کا منبع ہوتی ہے۔

(۴) ترجمہ۔ کسی امن کی جگہ میں جا اور وقت کی متاع کو غنیمت جان۔ کیونکہ رہزن عمر کی گھات میں لگے ہوئے ہیں۔
مطلب یہ ہے کہ متاع عمر کے لوٹے جانے کا ہر وقت خطرہ ہے۔ وقت کو غنیمت جان اور کوئی امن کی جگہ تلاش کر۔

(۵) ترجمہ۔ کوئی اہل دل کہاں ہے کہ نیک رستہ دکھائے۔ کہ ہم کسی رستہ سے دوست تک پہنچ سکے۔
یعنے کوئی ایسا عارف سالک مل جائے۔ جو منزل محبوب تک ہماری رہبری کرے۔ ہم خود بخود تو وہاں نہیں پہنچ سکے۔ یہ شعر ضرورت مرشد پر ہے۔

(۶) ترجمہ۔ اس وقت ساقی کے ایک غمزہ پر ہزار جانیں قربان ہوں جب وہ اپنے لب لعل کو شراب سرخ سے تر کرتا ہے۔
لعل اور عقیق کی رعایت ظاہر۔ یہاں دونو بمعنے سرخ آئے ہیں۔

(۷) ترجمہ۔ تیری چاہ زنخداں میں جو شیرینی ہے۔ اسکی حقیقت کو لاکھ گہری عقل بھی نہیں پہنچ سکتی۔
چاہ اور عمیق کی رعایت ظاہر۔

(۸) ترجمہ۔ اگرچہ تیری بال جیسی کمر مجھ جیسوں تک نہیں پہنچ سکتی۔ تاہم میرا دل اس باریک خیال کی فکر سے خوش ہے
یعنے اگرچہ ہم تیری بال جیسی باریک کمر تک نہیں پہنچ سکتے تاہم اس کے خیال میں دل کو خوش رکھتے ہیں۔ موئے میان اور رہ دقیق کی رعایت ظاہر۔

(۹) ترجمہ۔ اگر میرے آنسو عقیق کیطرح سرخ ہیں تو کیا عجب کیونکہ میری آنکھوں کی انگشتری کی مہر عقیق کیطرح ہے۔
یعنے میرے معشوق کی سرخ میگوں آنکھوں کا نقشہ ہر وقت میری آنکھوں میں ہوتا ہے اس لئے میرے آنسو بھی سرخ ہیں
حاصل کلام یہ کہ معشوق کے خیال میں ہر وقت خون کے آنسو روتا ہوں۔

(۱۰) ترجمہ۔ اگر معشوق کو لب جام مے کے خندہ سے توبہ کرنا ایسی بات ہے جسکو عقل نہیں مانتی۔
یعنے شراب اور شاہد سے توبہ بعید از عقل ہے۔

(۱۱) ترجمہ۔ ہنس کر کہا کہ اے حافظ میں تیری طبع موزوں کا غلام ہوں۔ دیکھ کہ مجھ کس قدر احمق بناتا ہے۔
یعنے میری طبیعت کیا ہے کہ معشوق اسکا غلام ہو۔ صرف مجھ بیوقوف نیاز مند ہے۔

ردیف (ک)

غزل ۱

اگر شراب خوری جرعہ فشاں برخاک	۱	ازاں گناہ کہ نفعے رسد بغیر چہ باک
بزن براوج فلک حالیا سراوق عشق	۲	کہ خود برد اجلت ناگہاں بہ تیرہ مغاک
مخور دریغ و بخور می بشاہد و دف و چنگ	۳	کہ بید یغ زند روزگار تیغ ہلاک
بخاک پای تو ای سرو ناز پرورمن	۴	کہ روز واقعہ پاد امگیرد از سر خاک
چہ دوزخی چہ بہشتی چہ آدمی چہ ملک	۵	بمذہب ہمہ کفر طریقت ست امساک
فریب دختر رز طرفہ میزند رہ عقل	۶	مباد تا بقیامت خراب طارم تاک

(۷)	براہ میکدہ حافظ خوش از جہاں رفتے دعای اہل دلت باد مونس دل پاک	(۷)

(۱) ترجمہ۔ جب تو شراب پیئے تو ایک گھونٹ زمین پر گرا دے۔ جس گناہ سے کسی اور کو فائدہ پہنچے۔ اس سے کیا ڈر۔ شراب پینے والوں کا دستور ہے کہ پینے سے پہلے تھوڑی سی شراب زمین پر گرا دیتے ہیں۔ تاکہ ان شراب خواروں کو اس کا فیض پہنچے۔ جو زیر زمین دفن ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ شراب جیسی چیز کا گرانا گناہ ہے لیکن چونکہ دوسرے کا فائدہ مقصود ہے اس لئے اس گناہ سے نہیں ڈرنا چاہیئے۔ یا یہ سمجھو کہ شراب پینا اگرچہ گناہ ہے۔ لیکن چونکہ ساتھ ہی اوروں کو بھی پلائی جاتی ہے۔ اس لئے گناہ نہیں۔

(۲) ترجمہ۔ اس وقت آسمان کی بلندی پر عشق کا پردہ لگا۔ کیونکہ خود موت تجھ ناگاہ تاریک گڑھے میں لیجائیگی۔

سراوق سرا پردہ۔ خیمہ۔ وہی مضمون ہے جو شعر ۱۰ میں گذر چکا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ دریغ نہ کر اور شاہد و دف و چنگ کے ساتھ شراب پی۔ کیونکہ زمانہ بید ریغ ہلاکت کی تلوار مارتا ہے۔

یعنے دنیا فانی ہے۔ زندگانی کا بھروسہ نہیں۔ بیدریغ شراب پی اور دف و چنگ کی آواز سن۔

(۴) ترجمہ۔ اے میرے ناز پروردہ معشوق تجھے اپنے پاؤں کی قسم ہے کہ قیامت کو دن میری خاک سے پاؤں نہ اٹھانا

واقعہ۔ سے مراد روز قیامت ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے۔ اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَۃُ ۝ (سورہ واقعہ)

یعنے جسوقت قیامت آئیگی۔

(۵) ترجمہ۔ کیا بہشتی اور کیا دوزخی کیا آدمی اور کیا فرشتہ۔ تمام کے مذہب میں بخل طریقت کا کفر ہے۔

مطلب یہ ہے کہ بخل ہر ملت و مذہب میں بمنزلہ کفر ہے۔

(۶) ترجمہ۔ دختر رز (شراب) کا فریب دل کو عجیب طرح سے غارت کرتا ہے۔ خدا کرے کہ قیامت تک انگور کا طارم ویران نہو

طارم۔ تارم کا معرب ہے۔ لکڑی کا گھر۔ بالاخانہ۔ کوٹھہ۔ قاعدہ ہے کہ لکڑیاں کھڑی کرکے اوپر چھت کی طور پر انگور کی بیل چڑھا دیتے ہیں اسے طارم تاک کہتے ہیں۔

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ شراب خانہ کی راہ سے تو جہان سے خوش و خرم چلا گیا۔ اہل دل کی دعا تیرے پاک دل کی مونس ہو۔

مطلب یہ ہے کہ شراب عشق پیتے پیتے تو جہان سے رخصت ہو گیا۔ تمام اہل دل کی دعا تیرے ساتھ ہے۔

غزل (۲)

ای دل ریش مرا بالب تو حق نمک	۱	حق نگهدار که من میروم الله معک
توئی آن گوهر یکدانه که در عالم قدس	۲	ذکر خیر تو بود حاصل تسبیح ملک
در خلوص منت آرهست شکی تجربه کن	۳	کس عیار زر خالص نشناسد چو محک
گفته بودی که شوم مست و ببوست بدهم	۴	وعده از حد بشد و مانه دو دیدیم و نیک
ببکنا پسته خندان و شکر ریزی کن	۵	خلق را از دهن خویش مینداز بشک
چرخ برهم زنم ار جز بمرادم گردد	۶	من نه آنم که ز بونی کشم از چرخ فلک
(۷)	چون بر حافظ خویشش تگذاری باری ای رقیب از برا و یکدو قدم بیشترک	(۸)

(۱) ترجمہ ۔ اے کہ میرے زخمی دل کو تیرے لب پر حق نمک ہے اس حق کا خیال رکھ کہ میں جاتا ہوں خدا تیرے ساتھ ہو۔ اللہ معک ۔ خدا تیرے ساتھ ہو (عربی)

(۲) ترجمہ ۔ تو وہ گوہر یکدانہ ہے کہ عالم قدس میں ۔ فرشتوں کی تسبیح کا تیرا ذکر خیر ہے ۔

گوہر یکدانہ ۔ وہ موتی جو صدف میں صرف ایک ہو۔ بہت بڑا۔ خوبصورت اور آبدار ہوتا ہے ۔ یہاں گوہر یکدانہ سے مراد ذات باری تعالیٰ ۔ وحدہٗ لاشریک لہٗ ۔

(۳) ترجمہ ۔ میرے خلوص میں اگر تجھ کو کوئی شک ہے تو تجربہ کرلے کیونکہ کسوٹی کو برابر کوئی چیز زر خالص کے کھرا ہونے کو نہیں پہچان سکتی امتحان ایک کسوٹی ہے ۔ جس سے صدق و کذب کی تمیز ہو سکتی ہے ۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر تجھ کو میرے خلوص میں کوئی شک ہے ۔ تو مجھ کو امتحان میں ڈال کر آزمائش کرلے ۔

(۴) ترجمہ ۔ تو نے کہا تھا کہ میں مست ہونگا اور تجھ کو دو بوسے دونگا ۔ اس عدہ کو مدت ہوگئی اور ہم نے نہ ایک دیکھا نہ دو یعنے کچھ بھی نہ ملا ۔

(۵) ترجمہ ۔ پستہ خنداں کو کھول اور شکر ریزی کر خلقت کو اپنے دہن پر شک میں نہ ڈال

مطلب یہ ہے کہ دنیا کو اپنی تیرے دہن کے عدم و وجود میں شک ہے منہ کھول اور بات کر تاکہ لوگوں کو یقین ہو جائے ۔ کہ تیرا بھی دہن ہے ۔

پستہ خنداں سے مراد دہن ۔ شکر ریزی سے مراد شیریں گفتاری ۔ پستہ و شکر کی رعایت ظاہر معشوق کی تنگی دہن کا ذکر ہے ۔

(۶) ترجمہ ۔ اگر آسمان میری مراد کے خلاف پھرے تو اسے درہم برہم کردوں ۔ میں وہ آدمی نہیں ہوں کہ چرخ فلک سے خواری برداشت کروں ۔

پڑا فلک کو اہی دل جلوں سے کام نہیں	جلا کے خاک نہ کردوں تو داغ نام نہیں

(۷) ترجمہ ۔ جب تو معشوق کو حافظ کے پاس جو اس کا صادق عاشق ہے ۔ نہیں بیٹھنے دیتا ۔ تو تجھے لازم ہے کہ خود ہی دور ہو کر بیٹھے ۔

غزل (۳)

ای بیک بی خجسته چه نامی فدیت لک	۱	هرگز سیاه چرده ندیدم باین نمک
خوبان سزد که بر درت آیند جملگی	۲	وانگاه خاک پای تو بوسند یک بیک
هم ظاهر از دو چشم تو در دیده مردمی	۳	هم روشن از دو لعل تو در دیده مردمک
آدم ز سر روی تو گر بهره داشتی	۴	از دیدنش بسجده نپرداختی ملک
صورتگران چین اگر آن چهره بنگرند	۵	نقش نگارخانه چین را کنند حک
از طرف بام روی چو ماه تو هر شبی	۶	مانند آفتاب بهی تابد از فلک

(۶) در دوستی حافظ اگر نیست یقین — (۷)
ز خالص ست و باک نمیدارد از محک

(۱) ترجمہ:- اے مبارک قدم قاصد تیرا کیا نام ہے میں تجھ پر قربان ہوں! یعنی کسی گندم رنگ میں یہ ملاحت نہیں دیکھی۔
یہ غزل نعت معلوم ہوتی ہے۔ سیاہ چردہ کے لئے دیکھو شعر ۴ فدیت لک (عربی) میں تجھ پر قربان ہوں!۔

(۲) ترجمہ:- معشوقوں کو چاہیے کہ تمام تیرے دروازے پر آئیں۔ اور پھر ایک ایک کر کے تمام تیری خاک پا کو بوسہ دیں۔
اس شعر میں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام دیگر انبیاء پر فضیلت بتائی گئی ہے۔ اگرچہ تمام پیغمبر علی نبینا وعلیہم السلام قابل تعظیم و تکریم ہیں۔ مگر ایک کو دوسرے پر فضیلت قرآن کریم سے ثابت ہے۔ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ مِّنْهُم مَّن كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ (بقرہ) یعنی پیغمبروں میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ ان میں سے ایسا ہی ہے جس سے خدا نے باتیں کیں اور بعض کے مراتب بلند کئے۔ مفسرین کہتے ہیں کہ بلندی مراتب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا ہوئی اور انکو تمام دیگر انبیاء پر فضیلت ہے۔

همه انبیا در پناه تو اند		مقیم در بارگاه تو اند
تو مهتر نبی همه خیراند		تو سلطان ملکی همه چاکراند

(۳) ترجمہ۔ تیری ہی آنکھوں سے آنکھ میں مردمی ظاہر ہے۔ اور تیرے ہی لبوں سے آنکھ میں تبلی روشن ہے۔

مطلب یہ ہے کہ تمام جہان کی آنکھ میں مروت اور وفا تیری آنکھوں کی برکت سے ہے اور تمام جہان کی آنکھوں کی بینائی تیرے لب لعل کے دیدار سے ہے۔

(۴) ترجمہ۔ آدم کو اگر تیرے چہرے کی خوبصورتی سے حصہ ملا ہوتا۔ تو فرشتے اسکے دیکھنے سے سجدہ کرنے میں مشغول نہ ہوتے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر آدم علیہ السلام کے چہرہ پر تیرے چہرے جیسی خوبصورتی ہوتی۔ تو فرشتے اس کو دیکھنے میں اسقدر مشغول ہو جاتے۔ کہ سجدہ نہ کرتے کیونکہ سجدہ کی حالت میں وہ اسکے چہرے کو دیدار سے محروم رہتے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ تھوڑی دیر کے لئے بھی وہ اسکے چہرے سے آنکھیں اٹھا کر زمین کیطرف نہ جھکتے۔ اور نیچے نہ دیکھتے اور ہمہ تن اس کے دیکھنے میں ہی مصروف و محو رہتے۔ کیونکہ

در بزم وصال تو ہنگام تماشا		نظارہ نہ جنبید مژگاں گلہ دارد	

(۵) ترجمہ۔ چین کے مصور اگر وہ چہرہ دیکھ لیں۔ تو نگارخانہ چین کے نقش کو مٹا دیں۔

یعنے چین کے مصور اگر تیرے چہرہ کو ایکدفعہ دیکھ لیں۔ تو نگارخانہ چین کے تمام نقشوں کو جہاں اعلیٰ سے اعلیٰ تصویریں بنی ہوئی ہیں۔ مٹا دیں اور صرف تیری تصویر بنا دیں۔

(۶) ترجمہ۔ محل پر ہے تیرا چاند جیسا چہرہ ہر رات۔ اس طرح چمکتا ہے جسطرح آسمان پہ سورج۔

(۷) ترجمہ۔ اگر تجھے حافظ کی دوستی پر یقین نہیں۔ تو خالص سونا ہے کسوٹی سے نہیں ڈرتا۔

یعنے اگر تجھے میری دوستی میں شک ہے۔ تو بیشک امتحان کرلے۔ خالص سونا کسوٹی سے نہیں ڈرتا۔ دیکھو شعر ک ۲/۳۔

غزل (۴)

ہزار دشمنم ار میکنند قصد ہلاک	۱	گر م تو دوستی از دشمنان ندارم باک
مرا امید وصال تو زندہ میدارد	۲	وگرنہ ہر دم از ہجر تست بیم ہلاک
نفس بفر اگر از باد نشنوم بویت	۳	زمان زمان کنم از غم چو گل گریبان چاک
رود بخواب دو چشمم از خیال تو ہیہات	۴	بود صبور دل اندر فراق تو حاشاک

بضرب سیفک قتلی حیاتنا ابداً	۵	فان روحی قدطاب ان یکون فداک
اگر تو زخم زنے بہ کہ دیگرے مرہم	۶	وگر تو زہر دہی بہ کہ دیگرے تریاک
ترا چنانکہ تو ئے ہر نظر کجا بیند	۷	بقدر بینش خود ہر کسے کند ادراک
عنان بہ پیچیم اگر میزنی بشمشیرم	۸	سپر کنم سر و دستت ندارم از فتراک

(۹) بچشم خلق عزیز آنگہے شوی حافظ (۹)
کہ بر درش نہی روے مسکنت برخاک

(۱) ترجمہ۔ اگرچہ ہزار دشمن بھی مجھے ہلاک کرنیکا ارادہ کریں تاہم اگر تو میرا دوست ہو تو مجھ کو دشمنوں سے کیا ڈر ہے۔

یعنے۔ ع دشمن چہ کند چو مہربان باشد دوست

(۲) ترجمہ۔ تیری وصال کی امید مجھے زندہ رکھتی ہے۔ وگرنہ ہر دم مجھ کو تیرے ہجر سے ہلاک ہو جانیکا خطرہ ہے۔

یا یکدم بھی ہم کو جینا ہجر میں تیرے ناگوار		یا امید وصل میں برسوں گوارا ہو گیا۔	(ذوق)

(۳) ترجمہ۔ اگر ہر ایک سانس کے ساتھ ہوا سے تیری خوشبو نہ سونگھوں۔ تو ہر دم پھول کیطرح غم سے گریبان چاک کرتا رہوں گل و بلبل کی رعایت ظاہر

(۴) ترجمہ۔ اگر میری دو آنکھوں کو تیری خیال کو باوجود نیند آجائے تو افسوس ہے میرے دل کو تیرے فراق میں صبر ہو ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔

مطلب یہ ہے کہ تیرے خیال میں مجھے کبھی نیند نہیں آئی اور تیرے فراق میں کبھی میرے دل کو صبر حاصل نہیں ہوا۔

(۵) ترجمہ۔ تیری تلوار کی ضرب سے میرا قتل ہونا میری ابدی زندگی ہے اور بیشک میری روح اس بات پر خوش ہے کہ تجھ پر قربان ہو جائے۔

یہ شعر تمام تر عربی ہے۔

اکشتگان خنجر تسلیم را		ہر زمان از عشق جانے دیگر است	

(۶) ترجمہ۔ تیرا زخم لگانا بہتر ہے بہ نسبت اسکے کہ دوسرا مرہم لگائے۔ اگر تو زہر دے تو دوسرے کے تریاق دینے سے بہتر ہے۔

(۷) ترجمہ۔ تجھ جیسا کہ تو ہے۔ ہر نظر کب دیکھ سکتی ہے۔ ہر ایک شخص اپنی اپنی بینائی کے مطابق ادراک کرتا ہے

مطلب یہ ہے کہ ذات کو کما حقہٗ کوئی شخص نہیں پا سکتا۔ صرف اپنی اپنی عقل کی حد تک ہر ایک شخص

اسکو سمجھتا ہی حقیقت میں انسان کی محدود عقل کے لئے اس غیر محدود ذات کا پورا پورا ادراک ناممکن ہی۔

نہ ادراک درکنہ ذاتش رسد		نہ فکرت بغور صفاتش رسد	
تواں در بلاغت بسحباں رسید		نہ در کنہ بیچون سبحاں رسید	سعدی

اسی مضمون پر مرزا عبدالقادر بیدل نے کہا ہے

اگر از زمیں بہوا رسم وگر از سمک بسمارسم		بدل رمیدہ کجا رسم کہ رسم بفہم مقام او

محبوب حقیقی کی ذات کے فہم و ادراک سے بالاتر ہونے کے متعلق عرفی نے کہا ہے

نور حیرت در شبستان اندیشۂ اوصاف تو		بس ہمایوں مرغ عقل از آشیاں اندر تپد
از گمان تا جستہ در چشم تحیر کردہ جا		معرفت کو تیر حکمی بر نشاں اندر تپد

اسی مضمون پر ہے۔ ماعرفناک حق معرفتک۔ یعنی ہم نے تجھ کو جیسا کہ تو ہے نہیں پہچانا

مزید تشریح کے لئے دیکھو شعر الف ۶ ۔

(۸) ترجمہ۔ اگر تو مجھ کو ملوا رہی ہی ہے تو میں باک نہیں موڑ دونگا۔ اپنے سر کو ڈھال بناؤنگا لیکن تیری فراک سے ہاتھ نہیں ہٹاؤنگا

مطلب یہ ہی کہ میں تیری سب جور و ستم برداشت کرونگا لیکن تیرے عشق سے باز نہیں آؤنگا۔

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ لوگوں کی آنکھوں میں تو اسوقت عزیز ہوگا جب اسکے دروازہ کی خاک پر تو عاجزی سے سر رکھ دے گا۔

ردیف (ل)

غزل

اگر بکوی تو باشد مرا مجال وصول	۱	رسد زدولت وصل تو کار من بسبول
قرار بُردہ زمن آن دو نیل مشکیں	۲	خراب کردہ مرا آن دو نرگس مکحول
دل از جواہر مہر تو صیقلے دارد	۳	بود ز زنگ حوادث ہر آئنہ مصقول

من شکستہ بدحال زندگی یابم	۴	دراں زماں کہ بہ تیغ غمت شوم مقتول
چہ جرم کردہ ام ای جان و دل بحضرت تو	۵	کہ طاعت من بدیں نیشود مقبول
چو بر درِ تو من بینوائے بے زر و زور	۶	بہیچ باب ندارم رہِ خروج و دخول
کجا روم چہ کنم حال دل کرا گویم	۷	کہ گشتہ ام زغم و جور روزگار ملول
خراب تر ز دل من ز غم تو جای نیافت	۸	کہ ساخت در دل تنگم قرار گاہ نزول

(۹) بدر دعشق بساز و خموش شو حافظ (۹)
رموز عشق مکن باش پیش اہل عقول

(۱) ترجمہ۔ اگر مجھ تیرے کوچہ میں پہنچنے کی اجازت ہو۔ تو تیرے وصل کی دولت سے میری مراد حاصل ہو جائے۔

وُصُول۔ پہنچنا کسی کا کسی دوسری چیز کے پاس۔ واصل ہونا۔

(۲) ترجمہ۔ ان دو سیاہ زلفوں نے میرا قرار چھین لیا۔ اور اُن دو سرمہ سا آنکھوں نے مجھ مست اور خراب کر دیا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ دل کو تیری محبت کے جوہروں سے صیقل ہوتا ہے۔ اور حادثوں کے زنگ سے ہر طرح صیقل یاب ہوتا ہے۔

ہر آئینہ۔ بیشک۔ ضرور۔ البتہ۔ تحقیق۔ ناچار۔ بے دغدغہ۔

مطلب یہ ہے کہ دل کا آئینہ تیرے عشق کی وجہ سے صاف ہے اور اس پر حوادثِ دہر کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔

(زنگ اور آئینہ میں صنعت ایہام ہے۔ جواہر۔ صیقل۔ زنگ۔ آئینہ کی رعایت ظاہر۔

(۴) ترجمہ۔ مجھ شکستہ دل بدحال کو زندگی ملجائے۔ جس وقت کہ میں تیرے عشق کی تلوار سے قتل ہو جاؤں۔

مطلب یہ ہے کہ عشق میں مرنا دائمی زندگی حاصل کرنا ہے۔ دیکھو شعر کہ ہے۔

(۵) ترجمہ۔ اے جان و دل! میں نے تیری درگاہ میں کیا جرم کیا ہے کہ مجھ بیدل کی بندگی قبول نہیں ہوتی

جان و دل سے مراد معشوق۔ قریباً اسی مضمون پر غالب کا شعر ہے۔

کیا وہ نمرود کی خدائی تھی؟		بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا	

(۶) ترجمہ۔ جب تیری در پر مجھ بینوا بے زر اور بے زور کو کسی دروازہ سے آنا جانا نصیب نہیں ہوتا۔

(۷) ترجمہ۔ تو اور کہاں جاؤں کیا کروں دل کا حال کسے کہوں۔ کیونکہ میں زمانہ کے جور و غم سے ملول ہو گیا ہوں۔

یہ دونوں شعر قطعہ بند ہیں۔ مرزا بیدل کا شعر ہے۔

تو کریم مطلق و من گدا چہ کنی جزا اینکہ بخوانیم	در دیگرے بنا کہ من بیکجا ردم چو برانیم

(۸) ترجمہ۔ تیرے غم نے میرے دل سے زیادہ ویران اور کوئی جگہ نہ دیکھی۔ کہ میرے تنگ دل میں اس نے اپنی منزل اور قرارگاہ بنائی۔

بتانِ ماہوش اجڑی ہوئی منزل میں رہتے ہیں	(داغ) کہ جسکی جان جاتی ہے اسی کے دل میں رہتے ہیں۔

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ دردِ عشق کے ساتھ موافقت پیدا کر اور خاموش ہو جا۔ اور عشق کے راز عقلمندوں کے سامنے ظاہر نہ کر۔

یعنے اسرارِ عشق دیوانگانِ عشق کے سینے میں ہی رہنے چاہئیں۔ اہلِ عقل ان اسرار کے اہل نہیں ہوتے۔

غزل (۲)

ای بردہ دلم را تو بدین شکل و شمائل	۱	پروای کست نیست جہانی بتو مائل	
گہ آہ کشم از دل و گہ تیر تو از جان	۲	پیش تو چہ گویم کہ چہا میکشم از دل	
وصف لب لعل تو چہ گویم بر قیبان	۳	نیکو نبود معنے نازک بر جاہل	
ہر روز چو سنت ز دگر روز فزون ست	۴	مہ را نتوان کرد بروی تو مقابل	
دل بردی و جان میدہمت غم چہ فرستی	۵	چون نیک حریفیم چہ حاجت بہ مھصل	
(۶)	حافظ چو تو پا در حرم عشق نہادی در دامن او دست زن و از ہمہ بگسل		(۶)

(۱) ترجمہ۔ اے معشوق تو میرے دل کو اس شکل و شمائل سے لے گیا۔ تجھے کسی کی پرواہ نہیں اور ایک جہاں تجھ پر عاشق ہے۔

شمائل۔ شمیلہ کی جمع۔ خصلتیں۔ عادتیں۔ فارسی واؤ صورت تقلیع اور وضع کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں

تو نداری سر سودائے عزیزاں ورنہ		یوسفے نیست کہ گرگشتہ بازار تو نیست	

(۲) ترجمہ۔ کبھی میں دل سے آہ کھینچتا ہوں اور کبھی جان سے تیر تیز نکالتا ہوں۔ تیرے سامنے کیا کہوں کہ میں دل سے کیا کچھ نکالتا ہوں۔

(۳) ترجمہ۔ تیرے لب لعل کی تعریف رقیبوں سے کیا بیان کروں۔ جاہلوں کے سامنے باریک نکتے بیان کرنا مناسب نہیں ہے۔

(۴) ترجمہ۔ جب تیرا حسن ہر روز پہلے سے زیادہ ہو جاتا ہے۔ تو چاند کو تیرے رخسار کے مقابلہ میں نہیں لا سکتے۔ یعنے تیرا حسن روز افزوں ہے اور چاند کا حسن بڑھ نہیں سکتا۔ اس لئے تیرے چہرے کے مقابلہ میں چاند کو نہیں لا سکتے۔

(۵) ترجمہ۔ تو دل لے گیا ہے جان دینے کو میں تیار ہوں۔ غم کیوں بھیجتا ہے۔ جب ہم خوش معاملہ اسامی ہیں۔ تو محصل کی کیا ضرورت ہے۔

محصل۔ عامل جو سرکاری ٹیکس وغیرہ وصول کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دل تو پہلے ہی سے ہم تجھ کو دے چکے ہیں۔ باقی رہی جان وہ بھی دینے کو ہم تیار ہیں غم کا محصل بھیجنے کی کیا ضرورت ہے۔ محصل صرف ناوہندہ اسامیوں کے پاس بھیجا جاتا ہے۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر ۲۱/۴۔

(۶) ترجمہ۔ اے حافظ جب تو حرم عشق میں پاؤں رکھا ہے تو اسکے دامن کو مضبوط پکڑ لے اور باقی تمام سے قطع تعلق کر لے۔

یعنے عشق میں شرط یہ ہے کہ سوائے معشوق کے باقی تمام چیزوں سے عاشق قطع تعلق کرے۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر الف/۱

زہر چہ ہست گزیر است ناگزیر از دوست		زدوست گل و از ہر چہ در جہاں بگسل	(سعدی)

غزل (۳)

ای رخت چون خلد و لعلت سلسبیل	۱	سلسبیلت کردہ جان و دل سبیل
سبز پوشاں خطت بر گرد لب	۲	ہمچو حور انند گرد سلسبیل
نادک چشم تو در ہر گوشہ	۳	ہمچو من افتادہ دارد صد قتیل

یارب این آتش که در جان من ست	۴	سرد کن زانساں که کردی بر خلیل
من نمی یابم مجال ای دوستان	۵	گرچه او دارد جمالے بس جمیل
پای ما لنگ ست و منزل بس دراز	۶	دست ما کوتاه و خرما بر نخیل
حسن این نظم از بیان مستغنیست	۷	بر فروغ خورکسی جوید دلیل
آفریں بر کلک نقاشی که داد	۸	بکر معنے را چنیں حسن جمیل
معجزست این شعر یا سحر حلال	۹	ہاتف آورد این سخن یا جبرئیل
کس نداند گفت شعری زین نمط	۱۰	کس نیارد صفت دری زین قبیل

(۱۱) حافظ ار سر پنجۂ عشق نگار (۱۱)

ہمچو مور افتادہ زیر پای پیل

(۱) ترجمہ ۔ اے معشوق تیرا چہرہ بہشت کیطرح ہی اور تیرا لب سلسبیل ہی ۔ تیری سلسبیل نے (ہمارے) جان اور دل کو وقف (قربان) کر دیا ہے ۔

سلسبیل بہشت کے ایک چشمہ کا نام ہی ۔ ہر ایک نرم اور خوشگوار چیز کو کہتے ہیں شراب ۔

سبیل (۱) راہ و طریق (۲) وقف (۳) پانی یا شربت جو راہ خدا وقف کیا جائے ۔

(۲) ترجمہ ۔ لب کے گرد تیرے خط کے سبز پوش اس طرح ہیں جسطرح سلسبیل کے گرد حوریں ۔

یعنے تیرا سبزۂ خط تیرے لب کے گرد اس طرح ہی جسطرح نہر بہشت کے گرد حوران بہشت ۔

(۳) ترجمہ ۔ تیری آنکھ کے تیر نے ہر طرف میری طرح سے مقتول گرائے ہوئے ہیں ۔

مطلب یہ ہی کہ تیرے تیر مژگان نے ہر طرف صدہا عاشقوں کو قتل کر ڈالا ہوا ہی ۔ گوشۂ ادر چشم کی رعایت سے نظامی

(۴) ترجمہ ۔ اے خدا اس آگ کو جو میری جان میں ہی ۔ اس طرح سرد کر جسطرح ابراہیم پر کی تھی ۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو جب نمرود نے آگ میں ڈالا تھا ۔ تو خدا تعالے کے حکم سے کہ

یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ ۔ وہ آگ سرد ہو گئی تھی ۔

(۵) ترجمہ ۔ اے دوست مجھ (وصال کی) طاقت نہیں ۔ اگرچہ اسکا جمال بہت خوبصورت ہی ۔

(۶) ترجمہ ۔ ہمارا پاؤں لنگڑا ہی اور منزل بہت دور ہی ۔ ہمارا ہاتھ چھوٹا ہی اور خرما درخت پر ہے ۔

یہ شعر بہت مشہور ہے اور اکثر بطور ضرب المثل استعمال ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ گو ہر مقصود تک ہماری رسائی بہت مشکل ہے۔ کیونکہ ہمارے پاس اسباب ناکافی ہیں۔

بام بلند یار ما علم و نارسائی من	کہتی ہیں ہم اپنی معذوری پہ یہاں اپنے پاس

(۶) ترجمہ۔ اس نظم کی خوبی محتاج بیان نہیں۔ کیا آفتاب کی روشنی پر کسی کو دلیل کی ضرورت ہے۔

خواجہ صاحب اپنے کلام کی تعریف کرتے ہیں۔ دوسرے مصرعہ میں استفہام انکاری ہے مطلب یہ ہے کہ بمصداق ع آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ میرے شعروں کی خوبی یہی عیان اور ظاہر ہے۔ محتاج بیان نہیں۔

(۸) ترجمہ۔ اس نقاش کے قلم پر آفرین ہو جس نے معانی کی دوشیزہ کو ایسا عمدہ حسن دیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اس نقاش کے قلم پر آفرین ہو جس نے نئے اور تازہ خیالات کو الفاظ کا ایسا خوبصورت اور زیبا جامہ پہنایا ہے۔ یہ بھی اپنے شعروں کی تعریف ہے۔

(۹) ترجمہ۔ یہ شعر معجز ہیں یا سحر حلال۔ اس کلام کو ہاتف نے لایا ہے۔ یا جبرئیل۔

سحر حلال (۱) جائز جادو (۲) فصیح و بلیغ شعر و سخن جو جادو کی طرح اثر کرے۔ جادو حرام ہے لیکن جادو اثر کلام جائز ہے۔ اس لئے سحر حلال کہتے ہیں (۳) اہلی شیرازی کی ایک مثنوی جو دو بحروں میں پڑھی جا سکتی ہے اور قافیے مکرر ہیں لیکن معانی مختلف ہیں۔ یہ شعر بھی خواجہ حافظ نے اپنے کلام کی تعریف میں کہا ہے۔

(۱۰) ترجمہ۔ کوئی آدمی اسطرح شعر نہیں کہہ سکتا۔ کوئی آدمی اسطرح موتی نہیں پرو سکتا۔

یہ بھی شاعرانہ فخریہ شعر ہے۔

(۱۱) ترجمہ معشوق کے عشق کے پنجہ سے حافظ اس طرح گرا ہے جسطرح چیونٹی ہاتھی کے پاؤں کے نیچے۔

غزل (۴)

بہد گل شدم از تو بہ شراب خجل	۱	کہ کس مباد ز کردار ناصواب خجل
صلاح من ہمہ جام میست و من ز نجابت	۲	نیم ز شاہد و ساقی بہیچ باب خجل
ز خون کہ رفت مرا دوش در مرا چہ چشم	۳	شدیم در نظر رہروان خواب خجل
تو خوبروی تری ز آفتاب شکر خدا	۴	کہ نیستم ز تو در روی آفتاب خجل

رواست نرگس مستت ازفکند سر درپیش	۵	که شد زشیوهٔ آن چشم پرعتاب خجل
بود که یار نپرسد گنه زخلق کریم	۶	که از سوال ملولیم و از جواب خجل
بزیر لب زچه رو جام زهر خند زند	۷	اگر نه از لب لعل تو شد شراب خجل
رخ از جناب تو عمریست تا نتافته ام	۸	نسیم بیاری توفیق ازیں جناب خجل
ازاں نهفته رخ خویش در نقاب صدف	۹	که شد زنظم خوشش لولوخوشاب خجل

(۱۰)	حجاب ظلمت ازاں لب بست آبِ خضر گرگشت زنظم حافظ و این طبع همچو آب خجل	(۱۰)

(۱) ترجمہ۔ موسم بہار میں شراب سے توبہ کرنے سے میں شرمندہ ہوں۔ خدا کرے کوئی بُری کاموں سے شرمندہ نہ ہو۔
یعنے موسم بہار میں شراب سے توبہ کی بُرا کیا۔ اب دم ہوں۔

(۲) ترجمہ۔ میری صلاحیت صرف جام شراب ہی ہے اور میں اس نصیب پر شاہد ساقی سے کسی طرح شرمندہ نہیں ہوں
مطلب یہ ہے کہ اگر شراب عشق کا ایک پیالہ نصیب ہو جائے تو سلطان عشق کے دربار میں شرمندگی نہیں اٹھانی پڑتی

(۳) ترجمہ۔ کل رات میری آنکھوں کی منزل سے اسقدر خون بہا کہ مجھے نیند کے مسافروں کی نظر میں شرمندہ ہونا پڑا
نیند کے مسافر یعنے نیند۔ نیند تمام رات آنکھوں کی منزل میں آرام کرتی ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ
کل رات میں خون کے آنسو روتا رہا اور ایک لحظہ بھی نیند نہ آئی۔ کیونکہ میری آنکھیں جو نیند کا مقام
ہیں۔ تمام رات خون سے پُر رہیں۔

(۴) ترجمہ۔ تو آفتاب سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ تیرے مقابلہ میں آفتاب سے شرمندہ نہیں ہونا پڑا (اگر آفتاب تجھ
سے زیادہ خوبصورت ہوتا تو مجھے آفتاب کے سامنے شرمندہ ہونا پڑتا۔

(۵) ترجمہ۔ نرگس مست اگر سر جھکا یا ہوا ہے تو جائز ہے۔ کیونکہ وہ معشوق کی پُرعتاب آنکھ کے شیوہ
سے شرمندہ ہے۔

قلم دوات و کاغذ همه جمع کرد نرگس	که به پیش چشم مستت خط بندگی نویسد

(۶) ترجمہ۔ بہتر ہوا گر محبوب اپنے اخلاق کریمانہ سے گناہوں کی پرسش نہ کرے۔ کیونکہ ہم سوال سے ملول ہیں اور
جواب سے شرمندہ۔

یعنے ہمارے اعمال تو اس قابل نہیں کہ سوال و جواب میں عمدہ برآ ہوسکیں بہتر یہی ہوگا کہ محبوب حقیقی ہمارے اعمال کے متعلق سوال و جواب بالکل نہ کرے۔

اگر فشم گیری بقدر گناہ		بدوزخ فرست و ترازو مخواہ	(سعدی)

(۷) ترجمہ۔ اگر شراب تیرے لب لعل سے شرمندہ نہیں ہے تو پیالہ زیر لب کیوں زہر خندہ کرتا ہے۔

خندہ جام مشہور ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ چونکہ شراب معشوق کے لب لعل سے شرمندہ ہے اس لئے پیالہ زیر لب زہر خندہ کرتا ہے۔

(۸) ترجمہ۔ مدت گذر گئی کہ کہ یا تیری جناب سے منہ نہیں موڑا قسمت کی یاوری سے تیری جناب سے میں شرمندہ نہیں ہوں۔

یعنے خوش قسمتی سے تیرے دروازہ پر سر رکھے ہوئے عمر گذر گئی ورنہ شرمندہ ہونا پڑتا۔

(۹) ترجمہ۔ چونکہ خوش آب تیری حافظ کی عمدہ نظم ہے شرمندہ ہے۔ اس لئے اس نے اپنے چہرہ کو صدف کے پردہ میں چھپایا ہوا ہے۔

یعنے حافظ کے شعر آب تاب میں موتیوں سے بڑھکر ہیں اس لئے موتی شرمندگی کی وجہ سے صدف میں چھپے رہتے ہیں

(۱۰) ترجمہ۔ آب حیات ظلمت کے پردہ میں اس لئے بند ہے کہ حافظ کی نظم سے اور اسکی پانی کی طرح روان طبیعت سے وہ شرمندہ ہے

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ چونکہ میرے شعر آب حیات سے بڑھکر روح افزا اور جان پرور ہیں۔ اور آب حیات ان کا مقابلہ نہیں کرسکتا اسلئے آب حیات بوجہ شرمندگی کے ظلمات میں بند ہے مشہور ہے کہ آب حیات کا چشمہ تاریکی میں ہے صنعت حسن تعلیل ہے۔ اور شاعرانہ فخریہ شعر ہے۔

غزل (۵)

خوش خبر باش ای نسیم شمال	۱	کہ بما میرسد زمان وصال	
ما بسلمے و من بذے سلم	۲	ایں خبر را چنا و کیف الحال	

عرصۂ بزمگاہ خالے ماند	۳	از حریفان و رسل بالا مال	
عفت الدار بعد عافیۃ	۴	فاسئلوا حالہا عن الاطلال	
سایہ افگند حالیا شب ہجر	۵	تا چہ بازند شبروان خیال	
قصۃ العشق لا انفصام لہا	۶	صمت ہنا لسان الانفعال	
ترک ما سوی کس نمی نگرد	۷	آہ ازیں کبریا و جاہ و جلال	
یا بریدہ الحمے حماک اللہ	۸	مرحبا مرحبا نعال تعال	

(۹)	**حافظا** عشق و صابری تا چند نالۂ عاشقاں خوش ست بنال	(۹)

(۱) ترجمہ ۔ اے نسیم شمال خوشخبری سن (یا سنا) کہ ہمارا زمانۂ وصال قریب ہے۔

شمال ۔ وہ ہوا جو قطب شمالی کیطرف سے آتے۔

(۲) ترجمہ ۔ سلمی کا کیا حال ہو اور ذی سلم میں کون ہو۔ ہمسائے کیسے ہیں اور کیا حال ہے۔

سلمی ۔ عرب کی ایک مشہور معشوقہ۔ مجازاً ہر ایک معشوق کو کہتے ہیں۔ **ذی سلم** ایک شہر کا نام۔ معشوق کا مقام ۔ عاشق باد شمال ہوا اپنے معشوق اور اس کے شہر کا حال پوچھ رہا ہے۔

(۳) ترجمہ ۔ بادہ نوشوں کی اور شراب کے بھرے ہوئے پیالوں کی بزمگاہ کا میدان خالی ہو گیا۔

(۴) ترجمہ ۔ عیش و عشرت کے بعد یہ گھر ویران ہو گیا۔ اب اسکا حال کھنڈرات سے پوچھ۔

اطلال جمع طلل ۔ ویران اور پرانے مکانات کی نشان ۔ کھنڈر ۔ یعنی ہمارا مقام عشرت یا ہماری بزمگاہ جو پہلے آباد تھی۔ اب اسکا صرف کھنڈر موجود ہیں ۔ وہی مضمون ہے جو گذشتہ شعر میں ہے۔

پردہ داری میکند بر قصر عیش کبوت		بوم نوبت میزند بر گنبد افراسیاب

(۵) ترجمہ ۔ اب تو شب ہجر نے تاریکی پھیلا دی ہے ۔ دیکھئے خیال کے شبرو اب کیا کرتے ہیں۔

شب رو سے مراد رات کو چلنے والا (مجازاً چور) **شبروان خیال** سے مراد خیالات ۔ خیالات چونکہ اکثر رات کو پیدا ہوتے ہیں اس لئے خیالات کو شبروانِ خیال کہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہجر کی اندھیری رات ہے عجیب عجیب خیالات دل میں گزرینگے۔

(۶) عشق کے قصہ کی کوئی انتہا نہیں۔ یہاں زبانِ گویائی بیکار ہو جاتی ہے۔
مطلب یہ ہے کہ عشق کا قصہ احاطۂ بیان سے باہر ہے۔ سند جذبل شعر میں یہی حکایتِ عشق کے بے پایاں ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

نے گردید کوتہ ریشۂ معنی رہا کردم		حکایت بود بے پایاں نجا موشی دا کردم	

(۷) ترجمہ۔ ہمارا معشوق کسی کی طرف نہیں دیکھتا۔ اس غرور اور جاہ و جلال پر افسوس!

(۸) ترجمہ۔ اے مقامِ معشوق کے قاصد خدا تیری مدد کرے۔ خوش آمدید! خوش آمدید! تعالی اللہ تعالی اللہ!
برید۔ قاصد۔ تحقیق لغوی کے لئے دیکھو شعر ۲۵ حملی۔ نام مقام۔ مجازاً مقامِ معشوق۔
تعال۔ کلمۂ تحسین و برائے اظہار خوشنودی۔

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ عشق اور صبر تک کے۔ عاشق کا نالہ اچھا معلوم ہوتا ہے۔ نالہ و فریاد کر۔

غزل (۶)

دارای جہان نصرت دین خسرو کامل	۱	یحیی بن مظفر ملک عالم و عادل
ای آنکہ در اسلام پناہ تو کشودہ	۲	بر روی جہان روزنہ جان و تن و دل
تعظیم تو بر جان خرد واجب و لازم	۳	انعام تو بر کون و مکان فائض و شامل
روز ازل از کلک تو یک قطرہ سیاہی	۴	بر روی مہ افتاد کہ شد حل مسائل
خورشید چو آن خال سیہ دید بدل گفت	۵	ای کاش کہ من بودمی آں بندہ مقبل
شاہانِ فلک از بزم تو در رقص و سماع ست	۶	دست طرب از دامن ایں سلسلہ مگسل
می نوش و جہاں بخش کہ از خم کمندت	۷	شد گردن بدخواہ گرفتار سلاسل
چوں دور فلک بکسرہ بر منہج عدل ست	۸	خوش باش کہ ظالم نبرد راہ بمنزل

(۹) حافظ قلم شاہ جہاں مقسم رزق ست
از بہر معیشت مکن اندیشۂ باطل (۹)

یہ غزل شاہ یحییٰ کی مدح میں ہے۔ اپنے کلام میں اور بھی کئی جگہ خواجہ صاحب نے شاہ یحییٰ کی تعریف کی ہے۔ دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۸۰ - ۱۹۰ سوانحعمری۔

(۱) ترجمہ۔ جہان کا بادشاہ دین کی نصرت اور کامل شہنشاہ یحییٰ ابن مظفر بادشاہِ عالم و عادل۔

(۲) ترجمہ۔ اے ممدوح تیری پناہ نے اسلام میں جہاں پر جان و تن اور دل کا روزن کھول دیا ہے۔

روزنہ یا روزن۔ روشن دان۔ تایدان مطلب یہ ہے کہ اہل اسلام پر تیری سلطنت نے جان و دل اور تن کے روزن یعنی روحانی اور دنیاوی فوائد کے دروازے کھول دیئے ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ تیری تعظیم جان اور عقل پر واجب و لازم ہے۔ تیری بخشش کو ہر ممکن کو فیض پہنچاتی ہے اور سب کے سائل حال کی

فائض۔ فیض پہنچانے والا۔ شامل۔ شامل حال۔ عام۔ یہ شعر مشہور ترین شعروں میں سے ہے۔

(۴) ترجمہ۔ ازل کے دن تیرے قلم سے سیاہی کا ایک قطرہ۔ چاند کے چہرے پر پڑا اور تمام مسائل حل ہو گئے

چاند کے چہرے پر سیاہی مائل داغ ہوتے ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ روز ازل میرے ممدوح کے قلم سے ایک قطرہ سیاہی کا چاند کے چہرہ پر گرا جس سے یہ داغ پیدا ہوئے۔ چونکہ قلم اور سیاہی کی تحریر سے مسائل حل کئے جاتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میرے ممدوح کے قلم کی اس تحریر سے جو چاند پر ہوئی دنیا کے تمام مسائل حل ہو گئے۔ گویا روز ازل سے ہی میرے ممدوح کا نام دنیا کے ارباب حل و عقد میں درج ہے۔

(۵) ترجمہ۔ سورج نے جب سیاہ تل کہا تو دل میں کہا۔ کاش (تل کی جگہ) میں وہ مقبول بندہ ہوتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ آفتاب اپنی تمام روشنی اور نور کو چھوڑ کر عارض جانان کے تل کی سیاہی قبول کرنے پر تیار ہے۔ آفتاب رشک کرتا ہے کہ رخسار معشوق کا تل میں کیوں نہ ہوا۔ خال کو مقبول بندہ اس لئے کہا ہے کہ ہمیشہ چہرہ پر ہوتا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ اے بادشاہ تیری بزم کا آسمان بھی رقص و سماع میں مشغول ہے۔ اس سلسلہ کو دامن سے دست طرب کو نہ ہٹا۔

یعنی بزم طرب کو قائم رکھ۔ کیونکہ آسمان بھی اس سے محظوظ ہو رہا ہے۔

(۷) ترجمہ۔ شراب پی اور جہاں کو بخش کیونکہ تیری کمند کے خم سے۔ بدخواہ کی گردن زنجیروں میں گرفتار ہو گئی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ شراب پی اور بخشش عام کر۔ تیرے دشمنوں کی گردنیں زیر زنجیر ہیں۔

(۸) ترجمہ۔ جب آسمان کا دور تمام تر عدل کی رسته پر ہے۔ تو خوشا وہ کہ ظالم کبھی منزل مقصود پر نہیں پہنچتا۔

مطلب یہ ہے کہ تیرا عہد کامل انصاف کا عہد ہے اس لئے خوشی سے زندگی بسر کر کہ تیرے دشمن جو ظالم ہیں۔ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ جہاں کے بادشاہ کا قلم روزی تقسیم کرنے والا ہے۔ تو روزی کیلئے بیہودہ فکر نہ کر۔

صلہ و انعام کا لطیف پیرایہ میں تقاضا کیا ہے۔

غزل (۷)

رہروان عشق بس باشد دلیل	۱	آب چشم اندر رہش کردم سبیل
موج اشک ما کی آرد در حساب	۲	آنکہ کشتے راند در خون قتیل
اختیارے نیست بد نامے ما	۳	دلنی فی العشق من یہدی السبیل
بی می و مطرب بغرد و سم مخواں	۴	راحتے فی الراح لمن فی السلسبیل
آتش سودی بتاں بر خود مزن	۵	ورنہ از آتش گذر کن چوں خلیل
یا مکن با پیلباناں دوستی	۶	یا بنا کن خانہ در خور د پیل
یا منہ بر خود کہ مقصد گم کنے	۷	یا منہ پای اندریں رہ بے دلیل
یا تمنش بر چہرہ نیل عاشقی	۸	یا فرو بر جامۂ تقوے بہ نیل
شاہ عالم را بقا و عز و مال	۹	با دو ہر چیزی کہ خواہد زیں قبیل

(۱۰) حافظ اگر معنی داری بسا ورنہ دعوی نیست غیر از قال و قیل (۱۰)

(۱) ترجمہ۔ سالکوں کے لئے عشق ہی کافی رہبر ہے۔ میں نے اسکی راہ میں آنسوؤں کی سبیل لگادی ہے۔

سبیل۔ مسافروں کے لئے پانی جو رستہ میں رکھا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ راہ عشق میں سالک کے لئے عشق ہی کافی رہنما ہے اور کسی رہنما کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح راہ عشق میں اور کسی سبیل کی ضرورت نہیں آنسوؤں کی سبیل کافی ہے

(۲) ترجمہ۔ ہمارے آنسوؤں کی موج کو کب حساب میں لاتا ہے۔ وہ جس نے مقتول کو خون میں کشتی چلائی ہے۔

یعنے معشوق نے ہزاروں عاشقوں کو قتل کیا ہے اور ان کے خون سے دریا بہائے ہیں میرے آنسو کس حساب میں ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ ہماری بدنامی ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ مجھ کو عشق کا رستہ اسی نے بتایا ہے جو رستہ بتاتا ہے۔

یعنے خدا نے۔

(۴) ترجمہ۔ شراب اور مطرب کے بغیر مجھے بہشت میں نہ بلانا۔ میری راحت شراب میں ہو سلسبیل میں نہیں۔

یعنے مجھے بہشت کی نہریں نہیں چاہئیں۔ شراب چاہیئے۔ اگر بہشت میں بلاتا ہے۔ تو شراب اور مطرب بھی ساتھ ہونے چاہئیں۔

(۵) ترجمہ۔ معشوقوں کی چہرے کی آگ اپنے آپ نہ لگا۔ ورنہ آگ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کیطرح گذر جا۔

یعنے آتش عشق اپنے جان و دل کو نہ لگا۔ اگر لگاتا ہے تو اتنی کرامت پیدا کر کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح تو آگ سے بچ کر نکل سکے۔

(۶) ترجمہ۔ یا تو فیل بانوں سے دوستی پیدا نہ کر۔ یا گھر کو ہاتھی کے قد کے مطابق تعمیر کر۔

یہ شعر شیخ سعدی علیہ رحمۃ کا ہے۔ بچوں کو بھی معلوم ہے۔ اہل مطابع کی لاپرواہی اور غفلت کا اس سے بڑھ کر ثبوت اور کیا ہوگا۔ **گلستان** باب ہشتم میں ہے۔

پیش درویشاں بود خوشت مباح		گر نباشد در میاں مالت سبیل	
یا مرو با یاد ازرق پیرہن		یا بکش برخان و مان انگشت نیل	
یا مکن با پیلباناں دوستی		یا بنا کن خانہ در خورد پیل۔	

ہمارے پاس ۱۲۲۴ھ کا ایک قلمی دیوان ہے۔ جس میں کاتب کی ہمدانی سے شیخ سعدی علیہ رحمۃ کا یہ شعر بھی درج ہو گیا ہے۔

زیر پائت گر ندانی حال مور		ہمچو حال تست زیر پائے پیل	

بعض پرانے قلمی دیوانوں میں اس شعر کی بجائے یہ شعر ہے۔

یار سوم پیلبانان یاد گیر		یا دہ ہندوستان بر باد پیل	

پیل را ہندوستان یاد دادن۔ ہاتھی کو مستی اور شورش میں لانا۔ ہاتھی ہندوستان کا جانور ہے یہ ضرب المثل اہل ایران و توران کی اختراع ہے۔ کیونکہ ایران میں ہاتھی کو ہندوستان یاد دلانا گویا اس کو مست کرنا ہے اسی قبیل سے ہے "مستان را سر دو یاد دہ اند"۔ مطلب یہ ہے کہ یا تو ہاتھی کو مستی اور شورش میں نہ لا۔ ورنہ فیلبانوں کیطرح مست ہاتھی کو قابو میں لانے کی ترکیب سیکھ۔

(۷) ترجمہ۔ یا اپنے آپ پر انحصار رکھ تاکہ تو مقصد کو گم کر دے یا اس رستہ میں بغیر رہنما کے قدم نہ رکھ۔

مطلب یہ ہے کہ راہِ عشق میں اگر تو منزل مقصود پر پہنچنا چاہتا ہے۔ تو رہبر اور ہادی کی تلاش کر اور اگر گمراہ ہوتا ہے تو بیخبک جا اور اپنے آپ پر بھروسہ کر۔ ضرورتِ مرشد کے لئے دیکھو شعر ۳۔

(۸) ترجمہ:۔ یا تو چہرہ پر عشق کا رنگ لگا۔ یا تقویٰ کے جامہ کو نیل میں بہا دے۔

یعنے اگر عشق اختیار کرتا ہے۔ تو نام و ناموس اور تقویٰ کو دریا میں ڈال دے۔

نیل (۱) مشہور رنگ (۲) اور دریائے نیل۔ نیلؔ اور نیل میں صنعت تجنیس ہے۔

(۹) ترجمہ۔ جہاں کے بادشاہ کو بقاء عزت اور مال نصیب ہو اور ہر ایک اس قسم کی چیز جو وہ چاہے۔

دوسرے مصرعہ کا لفظ باد پہلے مصرعہ سے متعلق ہے۔ شاہِ عالم سے مراد بادشاہِ وقت جو خواجہ صاحب کا ممدوح ہے۔

(۱۰) ترجمہ:۔ اے حافظ اگر تیرے پاس معانی ہیں تو لا۔ ورنہ تیرا دعویٰ صرف بات ہی بات ہے۔

یعنے اگر تیرے پاس معانی۔ نکات اور مضامین کا خزانہ ہے۔ تو پیش کر۔ ورنہ دعویٰ سخنگوئی فضول ہے۔

غزل (۸)

ہر نکتہ کہ گفتم در وصف آن شمائل	۱	ہر کس شنید گفتا اللہ در قائل	
دل دادہ بیاری عاشق کشی نگاری	۲	مرضیہ السجایا محمودۃ الخصائل	
تحصیل عشق و رندی آسان نمود اول	۳	جانم بسوخت آخر در کسب این فضائل	
گفتم کہ کی بہ بخشی بر جان ناتوانم	۴	گفت آن زمان کہ نبود جان در میانہ حائل	
حلاج بر سر دار این نکتہ خوش سرائید	۵	از شافعی مپرسید امثال این مسائل	
در دا کہ بر در خود بارم نداد و لیکن	۶	چندانکہ از جوانب انگیختم وسائل	
در عین گوشہ گیری بودم چو چشم مستت	۷	اکنوں شدم چو مستاں بر ابرو تو مائل	
از آب دیدہ صد رہ طوفان نوح دیدم	۸	از روح سینہ ہر گز نقشت نگشت زائل	

(۹) ای دوست دست حافظ تا عید چشم زخمست — آیا بود کہ بینم در گردنت حمائل (۹)

(۱) ترجمہ۔ اس صورت کی تعریف میں جو نکتہ میں نے بیان کیا جس کسی نے سنا کہا کہ خدا کہنے والے کو جزائے خیر دے۔

شمائل صورت دیکھو شعر ۱۔ **للہ در قائل** کہنے والے کا اجر خدا کے پاس ہے۔ خدا کہنے والے کو جزائے خیر دے۔ یہ دعائیہ جملہ عموماً اس موقعہ پر لکھا یا کہا جاتا ہے جہاں کسی شاعر کا کوئی عمدہ اور دلچسپ شعر نقل کیا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ معشوق کے حسن کی تعریف میں جب کبھی میں نے کچھ کہا لوگوں نے للہ در قائل کہا۔

(۲) ترجمہ۔ تو نے ایک حسین عاشق کش معشوق کو دل دیا ہے جس کی عادتیں مرغوب ہیں اور خصلتیں پسندیدہ ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ عشق اور رندی کا حاصل کرنا پہلے آسان نظر آیا لیکن آخر کار ان فضیلتوں کے حاصل کرنے میں میری جان جل گئی

تشریح کے لئے دیکھو شعر الف ۱

(۴) ترجمہ۔ میں نے پوچھا کہ میری ناتوان جان پر تو کب بخشش کریگا۔ اس نے جواب دیا کہ جب جان درمیان میں حائل نہیں رہیگی

مطلب یہ ہے کہ جب تک پردۂ خودی اور پندارِ ہستی درمیان حائل ہے عشق میں فائز المرام ہونا ناممکن ہے۔

ہے بیخودی ہی جس سے ہوتا ہے قرب حاصل		غائب جو آپ سے ہو پائے حضور تیرا	(امیر مینائی)

(۵) ترجمہ۔ منصور سولی پر نکتہ بہت اچھا بیان کرتا تھا کہ اس قسم کے مسئلے شافعی سے نہ پوچھو۔

حلاج (۱) دھنیا (۲) حسین بن منصور الحلاج البیضاوی قدس اللہ سرہٗ سے مراد ہے۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نفحات الانس میں لکھتے ہیں کہ وہ طبقۂ سوم کے اولیاء میں سے تھے۔ ایک روز ایک دھنیے کی دکان پر بیٹھے تھے کہ اسے کسی کام پر بھیجدیا۔ خیال آیا کہ میں نے اس کو کام سے ہٹایا ہے۔ انگلی سے اشارہ کیا تو تولے ایک طرف اور روئی ایک طرف ہوگئی۔ اس لئے لوگوں نے انکو حلاج کہنا شروع کر دیا۔ عراق میں رہے اور حضرت جنیدؒ کی صحبت سے بہرہ فیضیاب ہوئے ہیں۔ عمرو بن عثمان مکی کے شاگرد ہیں۔ انا الحق کہنے پر ان کو سولی دی گئی اور ان کے بدن کو جلا کر دجلہ میں ڈالا گیا یہ واقعہ ۳۰۹ھ کا ہے۔ اکثر مشائخ کا ان کے معاملہ میں اختلاف ہے۔ بعض انکو رد کرتے ہیں اور بعض انکو قبول کرتے ہیں متاخرین میں سے تمام نے انکو قبول کیا ہے۔

شافعی۔ اہل سنت کے چار اماموں میں سے ایک کا نام۔ بڑے عالم و فاضل فقیہ تھے۔ انکا اصلی نام محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع تھا۔ اپنے دادا شافع کیطرف منسوب ہو کر شافعی کہلائے۔ ۱۵۰ھ میں ۷۴ برس کی عمر پاکر وفات پائی۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ منصور حلاج کے "انا الحق" کے مطالب و معانی فقہ کے مسائل سے حل نہیں ہو سکتے۔ بڑے سے بڑا فقیہ بھی "انا الحق" کے اسرار و رموز کی حقیقت سے آشنا نہیں ہو سکتا ظاہری شریعت کے

مسائل اور ہیں۔ اور حقیقت کے نکات اور ہیں۔ جس مفتی نے منصور کے قتل کا فتویٰ دیا تھا۔ اگر انا الحق کی حقیقت کو سمجھتا تو ہرگز ایسا فتویٰ نہ دیتا۔ چنانچہ بعض بزرگوں نے فتویٰ دینے سے انکار ہی کر دیا۔ کہتے ہیں کہ شافعی ؒ کی تخصیص اس شعر میں اس لئے ہے کہ جس مفتی نے منصور کے سولی چڑھانے جانے کا فتویٰ دیا تھا۔ وہ شافعی المذہب تھا۔ اس شعر کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے۔ کہ اس نکتہ کو منصور ہی سولی پر چڑھ کر اچھا بیان کر سکتا ہے۔ شافعی سے اس قسم کے مسائل نہ پوچھنے چاہئیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ عشق کے دقیق نکتے عقل سے حل نہیں ہو سکتے۔ دیکھو شعر ۲۰۰ د ۵۰ د ۱۵۱ ل ۵ ر ۱/۲ س ۱/۲ ص ۱/۵۔

جانداد گانِ عشق سے پوچھو رہِ فنا		آسیں جناب خضر بھی کچھ نا بلد سے ہیں	
اور علم و ادب مکتب محبت میں		کہ ہے وہاں کا معلم جدا ادیب جدا	

(۶) ترجمہ۔ افسوس کہ معشوق نے مجھ پر دروازہ میں نہ جانے دیا۔ میں نے ہر چند ادھر ادھر سے وسیلے ڈھونڈھے۔

(۷) ترجمہ۔ عین گوشہ گیری میں تیری مست آنکھوں نے مجھے اپنا گرویدہ بنا لیا۔ اب تیری مست آنکھوں کی طرح تیرے ابرو پر عاشق ہو گیا ہوں۔

آنکھوں کو گوشہ نشیں کہتے ہیں کیونکہ وہ پردہ میں ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک وقت وہ تھا جب میں تیری مست آنکھوں کی طرح زاویہ نشیں تھا۔ اور کاروبارِ عشق سے ناآشنا تھا۔ اب یہ حالت ہے کہ اس مستوری کو چھوڑ کر مستی اختیار کی ہے اور تیرے ابرو کا عاشق ہو گیا ہوں۔ عین (ع چشم) اور چشم کی رعایت ظاہر۔

(۸) ترجمہ۔ میں نے اپنی آنسوؤں سے صدہا طوفانِ نوح دیکھ لیے ہیں۔ لیکن سینہ کی تختی سے تیرا نقش بالکل زائل نہ ہوا۔

یعنے میرے آنسوؤں کا سیلاب لوحِ سینہ سے تیرے نقش کو نہ دھو سکا۔ اسی مضمون اور تشریح کے لئے دیکھو شعر ۲۸/۲۔

(۹) ترجمہ۔ اے دوست حافظ کا ہاتھ نظرِ بد کے لئے تعویذ ہے۔ خدا کرے کہ میں اس کو تیری گردن میں حمائل دیکھوں۔

حمائل۔ وہ چیز جو گلے میں ڈالی جائے۔ نظرِ بد کے لئے عموماً لوگ گلے میں تعویذ ڈال لیتے ہیں۔

خواجہ صاحب معشوق کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ میرا ہاتھ بھی چشمِ زخم کے لئے تعویذ کا کام دیتا ہے اسے اپنے گلے میں ڈال لے۔

(خواجہ صاحب ہر حیلہ و بہانہ سے معشوق کے گلے میں ہاتھ ڈالنا چاہتے ہیں)

غزل (۹)

ہر کس کہ ندارد بجہان مہر تو در دل	۱	حقا کہ بود طاعت او ضائع و باطل
برداشتن از عشق تو دل فکر محال ست	۲	از جان خود آسان بود از عشق تو مشکل
از عشق تو ناصح چہ مرا منع نماید	۳	ای دوست مگر ہم تو کنی حل مسائل
گشتیم جہاں را کہ بہ بینم و ندیدیم	۴	ہمچون تو کسی زیبا در شکل و شمائل
ای زاہد خود بیں بدر میکدہ بگذر	۵	آن دلبر من بیں کہ بود میر قبائل
از وصل تو شستند رقیبان ز طمع دست	۶	چون گشت مرا کام دل از لعل تو حاصل

(۷) **حافظ تو بر و بندگی پیر مغاں کن** (۷)

بر دامن او دست زن و از ہمہ بگسل

یہ غزل اکثر پرانے قلمی دیوانوں میں نہیں ہے۔ اور غالباً الحاقی ہے۔ مقطع کا دوسرا مصرعہ وہی ہے۔ جو شعر ۱ پہ کا دوسرا مصرع ہے۔

(۱) ترجمہ۔ دنیا میں جس شخص کے دل میں تیری محبت نہ ہو۔ خدا کی قسم ہے کہ اسکی طاعت ضائع اور بیکار ہے۔

مطلب یہ ہے کہ بندگی بغیر عشق الٰہی (یا بغیر حب رسول) محض بیکار اور بے سود ہوتی ہے۔

(۲) ترجمہ۔ تیرے عشق سے دل اٹھا لینا ایک ممکن خیال ہے اپنی جان سے دل اٹھا لینا آسان ہے لیکن تیرے عشق سے دل اٹھانا مشکل ہے

(۳) ترجمہ۔ واعظ تیرے عشق سے مجھ کو کیا منع کرتا ہے۔ اے دوست ہاں اگر تو مسائل کو حل کرے (تو کچھ مقصد برآئی ہو)

(۴) ترجمہ۔ ہم تمام جہاں میں پھرے کہ کسی صورت میں تجھ جیسا کوئی اور حسین دیکھیں لیکن نہ دیکھا۔

یعنے تمام دنیا میں کوئی حسین شکل و شمائل میں تیرے برابر نہیں ہے۔

(۵) ترجمہ۔ اے خود بین زاہد شراب خانہ کے دروازہ سے ہو کر گذر اور وہاں میرے اس معشوق کو دیکھ جو قبائل کا سردار ہے۔

(۶) ترجمہ۔ رقیب تیرے وصل کی امید سے ہاتھ دھو بیٹھے جب تیرے لب سے میرا دلی مقصد حاصل ہوا۔

یعنے جب مجھ تیرے لب لعل کا بوسہ نصیب ہوا۔ تو رقیب تیرے وصل سے مایوس ہو گئے۔

(۷) ترجمہ:- اے حافظ جا اور پریخاں کی بندگی کر۔ اس کے دامن کو مضبوط پکڑ اور سب سے قطع تعلق کرلے۔

دیکھو شعر ل ۱۰۱ - دوسرا مصرعہ دونوں شعروں میں مشترکہ ہے۔

غزل (۱۰۱)

بسحر چشم تو ای لعبت خجستہ خصال	۱	بر مرخط تو ای آیت همایوں فال
بنوش لعل تو ای آب زندگانی من	۲	بر نگ و بوی تو ای نوبہار حسن و جمال
بآں صحیفۂ عارض کہ گشت گلشن چشم	۳	بآں حدیقہ بینش کہ شد مقال خیال
بآں عقیق کہ مارا ست مہر خاتم چشم	۴	بآں گہر کہ شمار است در بلیغ مقال
بطیب خلق تو دفغفور شاہ گل	۵	ببوی زلف تو دنجد بخیم شمال
بجلوہای تو دمشیوہای رفتن چشم	۶	بعشوہای تو دغمزہای چشم غزال
بگرد راہ تو یعنی بسایۂ امید	۷	بخاک پای تو یعنی بر شک آب زلال
بسر فراہ نمایت بآفتاب بلند	۸	بآستان رفیعت بآسمان جلال

(۹)	کہ بی رضای تو حافظ گرا لتفات کند بعمر باز نماند چہ جائے مال و منال	(۹)

بلحاظ ترکیب نحوی اس غزل کے تمام شعر مل کر ایک جملہ قسمیہ بنتا ہے پہلے آٹھ شعر قسم اور مقطع غزل جواب قسم اور جواب قسم مل کر ایک جملہ قسمیہ بنا۔ بہت بلند پایہ غزل ہے۔ اور خواجہ صاحب کی قادر الکلامی پر دال ہے الفاظ کا انتخاب۔ بندشیں اور ترکیبیں خسرو ایسے صنعت تخییل آفرین کی مستحق ہیں۔

خواجہ صاحب کا خطاب اس غزل میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہے۔

(۱) ترجمہ:- اے مبارک خصلت والے محبوب! تیری آنکھ کے جادو کی قسم ہے مبارک فال الٰہی نشانی! تیرے خط کی رمز کی قسم۔

دوسرے مصرعہ میں معشوق کو آیت ہمایوں فال" کہا ہے۔ خط سے مراد سبزۂ خط یا تحریر نقش و نگار یعنی تیرے

سن کے نقش و نگار کے بھید کی قسم۔

(۲) ترجمہ۔ اے میرے آبِ حیات! تیرے لبِ لعل کی آبِ حیات کی قسم ہے حسن و جمال کی نوبہار! تیری رنگ و بو کی قسم۔ بہار اور رنگ و بو کی رعایت ظاہر۔

(۳) ترجمہ۔ اس مصحفِ رخسار کی قسم جو آنکھوں کے لئے مثلِ باغ کے ہے۔ اس باغِ نظر کی قسم جو خیالات کا مبحث ہے۔ عارضِ معشوق گویا ایک باغ ہے جسے آنکھ دیکھ کر محظوظ ہوتی ہے۔ اور جو ہر وقت عاشق کے خیال میں رہتا ہے گلشن، گلشنِ عشق اور حدیقۂ بینش کو ایک ہی معنی ہیں اور دونوں عارضِ معشوق کی صفت میں واقع ہوئے ہیں۔

(۴) ترجمہ۔ اس عشق کی قسم جو ہماری آنکھ کی انگشتری کی مہر ہے۔ ان موتیوں کی قسم جو تمہارے دہن میں ہیں۔ **عشق** سے مراد لبِ لعل۔ آنکھ انگشتری کی مانند ہوتی ہے جس طرح انگشتری میں لعل یا عقیق کی مہر (یا نگین) ہوتی ہے۔ اسی طرح عاشق کی آنکھ میں ہر وقت معشوق کے لبِ لعل کا نقشہ جما رہتا ہے۔ بلیغ وہ خوش گفتہ جو برمحل گفتگو کرے۔ بلیغ مقال سے مراد معشوق کا دہن جو گفتگو میں نہایت فصیح و بلیغ ہے۔ گہر سے مراد دانت۔ حاصلِ کلام یہ کہ تیرے لب اور تیرے دانتوں کی قسم۔

(۵) ترجمہ۔ تیرے اخلاق کی پاکیزگی کی قسم اور پھول کے گلدستہ کی خوشبو کی قسم تیری زلف کی خوشبو کی قسم اور نسیمِ شمال کی خوشبو کی قسم۔

نفحہ۔ خوشبو۔ ہوا کا چلنا **شمامہ** دستبو۔ گلدستہ۔

طیبِ خلق کو نفحۂ شمامۂ گل اور بوئے زلف کو نکہتِ نسیمِ شمال کہا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ تیرے جلووں کی قسم اور حرکاتِ چشم کے شیوؤں کی قسم تیرے عشووں کی قسم اور چشمِ غزال کے غمزوں کی قسم۔

غزال۔ بچۂ آہو۔ ہرن کا بچہ۔ ہرنوٹا۔ استعمالِ فارسی میں بمعنی ہر وہ معشوق کی آنکھ کو ہرن کی آنکھ سے تشبیہ دیتے ہیں۔

(۷) ترجمہ۔ تیرے رستہ کی گرد کی قسم یعنی سایۂ امید کی قسم۔ تیرے پاؤں کی خاک کی قسم یعنی رشکِ آب صافی کی قسم معشوق کی گردِ راہ کو سایۂ امید اور اسکے پاؤں کی خاک کو رشکِ آبِ زلال کہا ہے۔

(۸) ترجمہ۔ تیرے چاند جیسے سر کی قسم اور تیرے بلند آفتاب کی قسم تیرے بلند آستانہ کی قسم اور آسمانِ جلال کی قسم۔

معشوق کے قد بلند کو سرو بیاد نما اور آفتاب بلند کہا ہے اور اسکے بلند آستانہ کو آسمان جلال سے تشبیہ دی ہے۔

(۹) ترجمہ۔ کہ اگر تیری رضا کو بغیر حافظ عمر کسیطرف بھی توجہ کرے تو وہ زندہ نہ رہے۔ مال ومنال کا تو ذکر ہی کیا ہے خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں تمام مذکورہ بالا چیزوں کی قسم ہوں کہ تیری رضا کو بغیر مال ومنال تو کیا زندگی بھی میں ہیچ در کار نہیں۔

غزل (۱۱)

شمیم روح وداد وسمت برق وصال	۱	بیا کہ بوی ترا میرم ای نسیم شمال
اصادیا بجمال حبیب قف وانزل	۲	کہ نیست صبر جمیلم در اشتیاق جمال
شکایت شب ہجراں فروگذار ای دل	۳	بشکر آنکہ برافگند پردہ روز وصال
چو یار بر سر صلح ست وعذر میخواہد	۴	تو ان گذشت زجور رقیب در ہمہ حال
بیا کہ پردہ گل زیر ہفت خانہ چشم	۵	کشیدہ ایم بہ تحریر کارگاہ خیال
بجز خیال وہان نوبت دل تنگ	۶	کہ کس مباد چو من در پی خیال محال
ملال مصاحبت می نمایم از جاناں	۷	کہ کس بخود نمائد بہ جان خویش ملال
مرا دلیست پریشان بدست غم پامال	۸	بنا کہ ہیچ کسش نیست التفات احوال

(۹) قتیل عشق توشد حافظ غریب ولے — (۹)
بخاک ما گذری کن کہ خوان ہا حلال

(۱) ترجمہ۔ میں نے عشق کی خوشبو سونگھی اور وصال کی بجلی نے مجھ کو غمدار کر دیا۔ اے باد شمال اگر تیری بو پر قربان ہو جاؤں (یا تیری بو کے لئے مرتا ہوں)

روح۔ بفتح۔ آسائش فرحت۔ تازگی۔ خنکی نسیم۔ خوشبو۔ لطیف ہوا۔

پہلا مصرعہ عربی ہے۔ بعض قلمی دیوانوں میں دوسرا مصرعہ اسطرح ہے ع۔ بیا کہ بوئے تو ہے یابم از نسیم شمال باد شمال اور باد صبا کو دیار محبوب کا قاصد کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ عشق کی خوشبو دار اور لطیف ہوا بھی چل رہی ہے۔ جو

روح کو راحت بخشتی ہے اور جمالِ محبوبِ حقیقی کی تجلیات بھی کبھی کبھی طرح چمک ہی ہیں۔ لیکن ان تمام چیزوں سے پورا حظ حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ دیارِ محبوب کے قاصد (یعنی) آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف فرما ہو کر حقائق و معارف سے ہمیں آشنا کریں۔

(۲) ترجمہ ۔ اے معشوق کے اونٹوں کے ساربان ٹھہر جا اور اترا۔ کیونکہ جمالِ محبوب کے اشتیاق میں مجھ صبر جمیل نہیں ہے

حدی ۔ ساربانوں کی وہ خوش آواز جس سے وہ اونٹوں کو ہانکتے ہیں۔ **حادی** حدی خواں **جمال** جمع جمل اونٹ ۔ مطلب یہ ہے کہ اے محملِ محبوب کے ساربان ناقہ کو کھڑا کر اور اسی جگہ مقام کر۔ شوقِ دیدار میں مجھ اب صبر کی طاقت نہیں رہی ۔ جمال اور جمیل میں تجنیس ہے ۔

(۳) ترجمہ ۔ اے دل شب ہجر کی تکلیف چھوڑ دے اس مرکے شکریہ میں کہ روزِ وصال نے پردہ اٹھا دیا ہے

(۴) ترجمہ ۔ جب معشوق کو صلح کا خیال ہو اور عذر خواہی کرتا ہو۔ تو پھر حال رقیب کے جور سے درگذر کر سکتے ہیں۔

عذرے خواہد یعنے اپنی خطا کاری کا عذر خواہ ہے ۔

(۵) ترجمہ ۔ اے آنکھ کے سات پردوں کے نیچے کارخانۂ خیال کی تحریر سے پھول کا پردہ بچھایا ہے۔

ہفت خانہ چشم ۔ یعنے ہفت پردۂ چشم یا ہفت لائے چشم یا ہفت طبقۂ چشم آنکھ کے سات طبقے جو حسب ذیل ہیں (۱) ملتحمہ جو سب سے باہر ہے (۲) قرنیہ (۳) عنبیہ (۴) عنکبوتیہ (۵) شبکیہ (۶) شمیہ (۷) صلبیہ **کارگاہ** ۔ کارخانہ خصوصاً قالین اور کپڑا بننے کا کارخانہ قاعدہ ہے کہ عزیز مہمان کے لئے نہایت اعلےٰ مکان میں نفیس فرش بچھائے جاتے ہیں ۔ خواجہ صاحب نے اپنے معشوق کے لئے اپنی آنکھوں میں جگہ بنائی ہے اور آنکھ کے ساتویں طبقے کے نیچے پھولوں کا فرش بچھایا ہے ۔ جسے کارخانۂ خیال میں تیار کیا گیا ہے ۔ تاکہ معشوق وہاں جا کر رہے ۔

(۶) ترجمہ ۔ سوائے تیرے دہن کے خیال کے میرے تنگ دل میں اور کچھ نہیں خدا کرے میری طرح کوئی شخص ناممکن خیالات کے درپے نہ ہو۔

یعنے میرے دلِ تنگ میں تیرے دہن تنگ کے خیال کے بغیر اور کوئی خیال نہیں اور چونکہ تیرا دہن ایک معدوم شے ہے اس لئے اسکا خیال بھی ایک خیالِ محال ہے ۔ جسکا پورا ہونا مشکل ۔

(۷) ترجمہ ۔ میں معشوق کی مصلحت کو طور پر لال ظاہر کرتا ہوں کیونکہ کوئی آدمی دراصل اپنی جان سے ملال نہیں کرتا ۔

یعنے میرا معشوق میری جان ہی لہذا اگر میں اسس پر ملال ظاہر کرتا ہوں تو وہ صرف برائے مصلحت ہوتا ہی کیونکہ کوئی آدمی فی الحقیقت اپنی جان سے ملال نہیں کرتا۔ جان ہر شخص کو عزیز ہوتی ہی۔ جانان اور جان کی رعایت ظاہر۔

(۸) ترجمہ۔ میرا دل پریشان اور غم کے ہاتھوں سے ایسا پامال ہی کہ کسی کو اسکے حال سے واقفیت نہیں۔

پہلے مصرعہ میں "بدست غم پامال" کا ترکیب میں دست و پا کا مقابلہ لطیف ہے۔

(۹) ترجمہ۔ اگرچہ غریب حافظ تیرے عشق کا کشتہ ہی۔ ہماری خاک پر گذر کر ہمارا خون تجھ پر حلال ہے۔

یعنے اگرچہ میں تیرے عشق کا کشتہ ہوں لیکن مہر اخون تجھ پر حلال ہی آ اور میری خاک کو اپنے اقدام میمنت التیام سے میمن بخش۔

غزل ۱۲

ساقی بیار بادہ کہ آمد زمان گل	۱	تا بشکنیم توبہ و گردمیان گل
کوری خار خندہ زنان تا چمن رویم	۲	چوں بلبلان نزول کنیم آشیان گل
در صحن بوستان مدح بادہ نوش کن	۳	کایات خوشدلی برسید از زبان گل
گل در چمن سید مشو ایمن از فراق	۴	یار و شراب خواہ و سرا بوستان گل

(۵) حافظ وصال گل طلبی ہمچو بلبلاں
جان کن فدائے خاک رہ باغبان گل (۸)

(۱) ترجمہ۔ اے ساقی شراب لا کہ موسم بہار آگیا ہی۔ تاکہ ایک بار پھر باغ میں توبہ کو توڑیں۔

یعنے شراب پینے سے جو ہم نے توبہ کی تھی۔ اسکو توڑ دیں اور باغ میں بیٹھ کر شراب پئیں۔

(۲) ترجمہ۔ کانٹوں کی پرواہ نہ کرکے ہنستے ہوئے باغ تک جائیں اور بلبلوں کی طرح پھول کی آشیانہ میں نزول کریں (مقام کریں)

کوری خار۔ علی الرغم خار۔ علی الرغم انف خار۔ یعنے کانٹوں کی پرواہ نہ کرکے۔ کانٹوں کی خلاف منشا

کوری چشم فلاں۔ فارسی محاورہ ہی جو بمقابل علی الرغم انف فلان جو عربی محاورہ ہے دیکھو ص ۴۲۔

(۳) ترجمہ۔ باغ کے صحن میں شراب پیالہ پی۔ کیونکہ پھول کی زبانی خوشدلی کی نشانیاں پہنچی ہیں۔
یعنی پھول کا کھلنا موسم بہار کی آمد کا نشان ہے۔ جو عیش و عشرت کا موسم ہوتا ہے۔
(۴) ترجمہ۔ پھول باغ میں پہنچ گیا ہے فراق سے بیفکر ہو جا یا شراب لے پھول کے بوستان سرا کی طلب کر۔
بوستان سرا۔ پھول گھر۔
(۵) ترجمہ۔ اے حافظ اگر تو پھول کا وصال چاہتا ہے تو بلبلوں کی طرح باغبان کے رستہ کی خاک پر جان قربان کر دے۔

ردیف (م)

غزل (۱)

آنکہ پامال جفا کردہ چو خاک راہم	۱	خاک می بوسم و عذر کرمش میخواہم
من نہ آنم کہ بجور از تو بنالم حاشا	۲	چاکر معتقد و بندہ دولتخواہم
ذرہ خاکم و در کوی تو ام وقت خوش است	۳	ترسم ای دست کہ بادی ببرد ناگاہم
صوفی صومعہ عالم قدسم لیکن	۴	حالیا دیر مغانست حوالت گاہم
بستہ ام در خم گیسوی تو امید دراز	۵	آن مباد اکہ کند دست طلب کوتاہم
پیر میخانہ سحر جام جہان بینم داد	۶	و اندران آینہ از حسن تو کرد آگاہم
با من راہ نشین خیز و سوی میکدہ آی	۷	تا ببینی کہ دران حلقہ چہ صاحب جاہم
بر سر شمع قدت شعلہ صفت میلرزم	۸	گرچہ دانم کہ ہوای تو کشد ناگاہم
خوشم آمد کہ بنحسر و خاور میگفت	۹	با ہمہ پادشہی بندہ تو ران شاہم

(۱۰)	مست بگذشتی و از حافظ اندیشہ نبود آہ اگر دامن حسن تو بگیرد آہم	(۱۰)

(۱) ترجمہ۔ جس نے مجھ خاک راہ کی طرح پامال جفا کیا ہے۔ میں اسکی خاک کو چومتا ہوں اور اسکی مہربانیوں کا عذر خواہ ہوں یعنے مجھ ناچیز کو پامال کرنے کی جو تکلیف اس نے گوارا فرمائی ہے اسکا عذر خواہ ہوں اور اس مہربانی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

(۲) ترجمہ۔ حاشا للہ میں ایسا آدمی نہیں ہوں کہ تیرے جور سے فریاد کروں۔ میں معتقد نوکر اور دولتخواہ غلام ہوں۔

دولت خواہ اردیاد دولت کے لیے دعا کرنے والا۔

(۳) ترجمہ۔ میں خاک کا ڈھیر ہوں اور تیرے کوچہ میں میرا وقت اچھا گذر رہا ہے۔ دوست میں ڈرتا ہوں کہ ہوا کا کوئی جھونکا مجھ کو اچانک اڑا کر نہ لیجائے

یعنے اب تو تیرے ساتھ وقت اچھا گذر رہا ہے۔ لیکن ہستی ناپائدار کا کچھ بھروسہ نہیں۔

(۴) ترجمہ۔ میں عالم قدس کی عبادتگاہ کا صوفی ہوں لیکن فی الحال مجھ کو دیر مغان کے حوالے کیا گیا ہے۔

عالم قدس سے مراد عالم بالا جہاں ابتدائے آفرینش میں انسانی روحیں عبادت حق میں مشغول تھیں اور تعلق جسمانی سے پاک تھیں۔ **دیر مغان** سے مراد خرابات دنیا۔ جو جسد عنصری قبول کرنے کے بعد روح کا مسکن قرار پائی۔ انسان فی الحقیقت عالم قدس کا رہنے والا تھا۔ گردش ایام سے اس خراب آباد میں آگیا۔ اسی مضمون کے لیے دیکھو ۱/۱۰۲ ۔ شعر د ۵۴/۲ م ۲/۳ م ۶/۸ م ۲۵/۳۴ م ۲۱/۳

سر روحانیاں داری ولے خود را ندیدستی	بخوانچہ در آ تا قبلہ روحانیاں بینی	عرفی
حسن مطلق کا ازل کے دن سے میں ویرانہ تھا	لامکاں کہتے ہیں جسکو وہ مرا کاشانہ تھا	
دل کا حاکم جان کا مالک غم جانانہ تھا	میرا جسکو میں سمجھتا تھا وہ صاحبخانہ تھا	
یا نیرنگ عالم کا تماشا باعث غفلت ہوا	ڈھیر ہے آنکھوں کے کانوں کے لیے افسانہ تھا	(اسیر تبالی)

(۵) ترجمہ۔ میں نے تیرے گیسو کے خم در خم سے بہتر بھی سیدباندھی ہے۔ خدا کرے کہ میرا یہ نامہ کہ میرے دست ملک کو تباہ کردی۔

یعنے میری بہت سی امیدیں تیرے گیسو سے وابستہ ہیں۔ خدا کرے کہ میرا دستِ طلب وہاں تک پہنچ جائے گیسو اور دراز کی رعایت ظاہر۔ دراز دکوتاہ کا مقابلہ لطیف۔

(۶) ترجمہ۔ سحر کے وقت پیرِ میخانہ نے مجھے جامِ جہاں بیں دیا۔ اور اس آئینہ میں مجھے تیرے حسن سے آگاہ کر دیا۔

یعنے پیرِ میخانہ نے مجھے شرابِ عشق کا ایک پیالہ دیا جس نے جامِ جہان بین کا کام دیا۔ مجھے ہر دو عالم کے اسرار سے آگاہ کیا اور تیرے حسن کا جلوہ بھی مجھے اسی جام سے نظر آیا۔ دیکھو شعر الف پہ ظاہر ہے کہ جامِ مئے عشق کے بغیر حسنِ مطلق کا مشاہدہ ناممکن ہے۔

(۷) ترجمہ۔ بچہ راہ نشیں (مسکین) کے ساتھ اللہ کرے میخانہ کیطرف چلا۔ اور دیکھ کہ اس حلقہ میں میں کتنا صاحب مرتبہ ہوں

یعنے اگرچہ میں بظاہر ایک راہ نشین مسکین ہوں لیکن شرابخانۂ محبت کو بادہ نوشوں میں میرا رتبہ بہت بلند ہے۔

(۸) ترجمہ۔ تیرے قد کی شمع پر میں شعلہ کیطرح کانپتا ہوں۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ تیری ہوا (آرزو) مجھے ناگاہ فنا کر دیگی

شمع کا شعلہ ہمیشہ لرزتا رہتا ہے۔ اور ہوا کے ایک جھونکے سے بجھ جاتا ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں تیرے عشق میں ہر وقت شعلہ کیطرح جلتا اور کانپتا رہتا ہوں اور معلوم ہے کہ جنبشِ بادِ سحری کا ایک صدمہ سے فنا ہو جاؤنگا۔

(۹) ترجمہ۔ صبح کے وقت شاہِ مشرق کا یہ کہنا مجھے بہت پسند آیا۔ کہ باوجود اس تمام سلطنت کے میں تو ران شاہ کا غلام ہوں

شاہ خاور یا شاہ مشرق یعنے آفتاب۔ مطلب یہ ہے کہ آفتاب اگرچہ تمام عالم پر بادشاہی کرتا ہے۔ لیکن باایں تو ران شاہ کا غلام ہے۔ **تو ران شاہ** کے لئے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۸۱ سوانحعمری۔

(۱۰) ترجمہ۔ تو مست ہو کر گذر گیا اور حافظ کا تو نے کچھ خیال نہ کیا۔ افسوس ہوگا اگر میری آہ تیرے دامنِ حسن کو پکڑ لے۔

مطلب یہ ہے کہ تو مستی کی حالت میں میرے پاس سے ہو کر چلا گیا اور میرا کچھ خیال نہ کیا۔ کہ یہ عاشقِ مسکین کس حالت میں ہے مسکینوں کی آہ سے ڈرنا چاہیے۔ اگر میری آہ تیرے حسن کی دامنگیر ہوئی تو نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔

غزل (۲)

بارہا گفتہ ام و بار دگر میگویم	۱	کہ من دل شدہ ایں رہ نہ بخود میپویم
در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند	۲	آنچہ استاد ازل گفت ہماں میگویم
من اگر خارم اگر گل چمن آرائی ہست	۳	کہ از اں دست کہ می پرورد م میرویم

دوستان عیب من بیدل حیران مکنید	۴	گوہری کرم و صاحب نظری میجویم	
گرچہ با دلق ملمع می گلگوں عیبست	۵	تکنم عیب کز و رنگ ریا میشویم	
خندہ و گریۂ عشاق زجای دگرست	۶	می سرایم بشب و وقت سحر مے بویم	
(۷)	حافظم گفت کہ خاک در میخانہ ببوی		(۷)
	گو مکن عیب کہ من مشک ختن مے بویم		

(۴) ترجمہ۔ میں بیدل کی نقل کہتا ہوں اور اب پھر کہتا ہوں۔ کہ میں بیدل اس دستہ پر خود بخود نہیں چلتا۔ یعنے میرا مشرب اور میری روش میری مرضی پر منحصر نہیں ہے۔ قادر مطلق جدہر چاہتا ہے لے جا رہا ہے۔ خواجہ صاحب بیشک اس عقیدہ کا بار ہا اظہار کیا ہے۔ چنانچہ دیکھو شعر الف ۱۲ الف ۲ ت ۱۲ ت ۲۰ ت ۲۲ د ۲۲ ش ۲۲ وغیرہ وغیرہ۔

(۵) ترجمہ۔ (یعنی ان قضا قدر نے) مجھ کو طوطی کی طرح آئینہ کی دوسری طرف کہا ہوا ہے۔ جو کچھ استاد ازل نے کہا ہے۔ میں وہی کہتا ہوں۔

بعض دیوانوں میں دوسرا مصرعہ اسطرح ہے ع۔ آنچہ استاد ازل گفت بگو۔ مے گویم یعنی جو کچھ استاد ازل نے کہا ہے کہو وہی کہتا ہوں۔

قاعدہ ہے کہ آئینہ کے سامنے طوطی کو رکھتے آئینہ کی پیچھے ایک آدمی بیٹھ جاتا ہے اور جو لفظ طوطی کو پڑھانا چاہتا ہے وہی لفظ بولتا ہے۔ طوطی آئینہ میں اپنی شکل دیکھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ دوسرا طوطی ہے جو بول رہا ہے اپنے ہمجنس کی آواز کی نقل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور بولنے لگ جاتا ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں جو کچھ کہتا ہوں اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ جسطرح استاد ازل نے پڑھایا ہے۔ اسی طرح کہتا ہوں۔ اور مثال دیکر مضمون کو اسطرح واضح کیا ہے کہ طوطی جو کچھ کہتا ہے اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ پس پردہ جو کچھ اسکا استاد کر رہا ہے اسکی نقل کرتا ہے۔

اس شعر کے متعلق اکثر کہا جاتا ہے کہ طوطی کو تو آئینہ کے سامنے رکھا جاتا ہے۔ خواجہ صاحب نے در پس آئینہ کیوں کہا؟ اور اس مشکل کو حل کرنے کی مختلف لوگوں نے مختلف کوششیں کی ہیں۔ ہماری رائے میں یہ کوئی حل طلب مشکل نہیں۔ الفاظ پس و پیش بستاً استعمال ہوتے ہیں۔ فرض کرو کہ ایک آدمی آئینہ کے ادھر اُدھر ہو وادی پھرتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے متعلق کہتا ہے کہ "پس آئینہ نشستہ است"۔ اسی طرح

عالمِ قضاء قدر یا استادِ ازل کے مقابلہ میں خواجہ صاحب کو پس آئینہ کہا جا سکتا ہے۔

"پس پشت" پر غور کرو اور دیکھو کہ جو شخص تمہاری پشت کے سامنے کھڑا ہے، اسی کو کہتے ہیں کہ پس پشت تمہارا استاد ہے یا "در پس" کی بجائے "در بر" پڑھ لو۔ اسی مضمون پر ہے۔

تو پندار کہ ایں قصہ ز خود میسگویم		گوش نزدیک بسم آنکہ آوازے ہست	

ذیل کے اشعار بھی اسی حقیقت کا انکشاف کرتے ہیں۔

فانی از خویشم من و باقی بحق		شد لباس ہستیم یکبارگی	
آرمیدم باحق و از خود رمید		آں ہمہ بیروں کہ حق در من دمید	
بالب و مسواز خویشم گشتہ جفت		مے نیارم بر لب الا آنچہ گفت	

نیاز کا شعر ہے۔

نیاز ایں گفتگو از من مپندار		کہ نے گفتار نامے را زبانم	

(۳) ترجمہ۔ میں خواہ کانٹا ہوں خواہ پھول لیکن باغبان کوئی اور ہے کہ میرا اسی کے ہاتھ ہے جو مجھے پالتا ہے اگاتا ہوں۔

یعنی خواہ میں کانٹا ہوں یا پھول۔ مجھے بنانے والا کوئی اور ہے میری پرورش میرا نشو و نما اسی کے ہاتھ میں ہے یہی مضمون ہے جو غزل ہذا کے مطلع میں ہے۔

خود اگر کافر است اگر ایمان او		دست با فتراک حضرت دامان او	
اگر نیکم و گر بدم در سرشت		تقاضائے تو ایں نقش بر من نوشت	
گر آسودہ ور ناتواں مے زیم		چناں کافریدی ہماں مے زیم	

(۴) ترجمہ۔ اے دوست مجھ بیدل دحیران کی عیب جوئی نہ کر دمیرے پاس ایک گوہر ہے اور کسی صاحب نظر کی جستجو ہے۔

یعنی میرا پاس گوہر دل کے قدرداں کی تلاش میں ہوں۔ جو اسکی قدر و قیمت سمجھو اور اسکا خریدار ہو۔

(۵) ترجمہ۔ اگرچہ دُردِ تلچھٹ کے ساتھ شراب بیرنگ کا لگانا معیوب ہے۔ لیکن میں اس کو معیوب نہیں کیونکہ میں اس کو رنگ دھوتا ہوں

دُردِ تلچھٹ سے مراد خرد یا مطلب یہ ہے کہ شراب بیرنگ جیسی اچھی چیز کو خرد یا جیسے بُرے جامہ پر لگانا بیشک جائز ہے لیکن میں دُردِ تلچھٹ کو شراب بیرنگ سے اس لئے تر کرتا ہوں کہ اس کو رنگ پکا ہو جائے۔ لہٰذا میرا فعل ناجائز نہیں۔ حاصل کلام یہ کہ خرد یا پینے سے بادہ نوشی بدرجہا بہتر ہے۔

(۶) ترجمہ۔ عاشقوں کا ہنسنا اور رونا کسی وطرح سے ہے۔ رات کو وقت میں گاتا ہوں اور سحر کے وقت روتا ہوں۔

یعنے عشاق کے ہر ایک فعل کا ایک خاص سبب ہوتا ہے۔ اور انکا خندہ و گریہ معشوق کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ سورہ النجم میں ہے۔ وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى۔ (اور یہ کہ وہی ہنساتا ہے اور وہی رولاتا ہے) اس لئے عاشق کے کسی فعل کی ماہیت کو ظاہر بین نظر نہیں پہنچ سکتی۔ حضرت نظامی گنجوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

چو اول شب آہنگ خواب آورم	بتسبیح نامت شتاب آورم
چو در نیم شب سر برآرم ز خواب	ترا خوانم و ریزم از دیدہ آب

(۷) ترجمہ۔ حافظ نے مجھ کہا کہ درمیخانہ کی خاک کو نہ سونگھ۔ اسے کہو کہ میری عیب جوئی ترک کرے۔ کیونکہ میں مشک ختن سونگھ رہا ہوں۔

یعنے میرے لئے درمیخانہ کی خاک بمنزلہ مشک ختن ہے۔

غزل (۳)

باز آی ساقیا کہ ہوا خواہ خدمتم	۱	مشتاق بندگی و دعاگوی دولتم
زآنجا کہ فیض جام سعادت فروغ تست	۲	بیرون شدست نمائے ز ظلمات حیرتم
ہر چند غرق بحر گناہم ز شرم جہت	۳	تا آشنای عشق شدم ز اہل رحمتم
عیبم مکن بر ندی و بدنامی ای رقیب	۴	کایں بود سرنوشت ز دیوان فطرتم
می خور کہ عاشقی نہ بکسب ست و اختیار	۵	ایں موہبت رسید ز ایوان قسمتم
گردم ز نظرہ مشکس آن نگار	۶	فکری کن ای صبا ز مکافات غیرتم
دارد تو تیر نظر تا بگوش ہوش	۷	آوردہ و کشیدہ و موقوف فرصتم
من کز وطن سفر نگزیدم بعمر خویش	۸	در عشق دیدن تو ہوا خواہ غربتم
دریا و کوہ در رہ و من خستہ و ضعیف	۹	ای خضر پے بحجستہ مدد کن بہمتم
دورم بصورت از در و لیکم ای دوست	۱۰	لیکن بجان و دل ز مقیمان حضرتم

(۱۱) حافظ بپیش چشم تو خواہد سپرد جان — در این خیالم ابد ہا عمر مہلتم (۱۱)

(۱) ترجمہ۔ آسمانی والیٰ کہ میں خدمت کا آرزومند ہوں بندگی کا مشتاق ہوں اور ازدیادِ دولت کا دعاگو ہوں۔

(۲) ترجمہ۔ چونکہ تیرے سعادت کے نورانی جام کا فیض (موجود) ہے۔ مجھ حیرت کی تاریکی سے باہر نکلنے کی راہ دکھا۔

حیرت۔ (۱) تعجب سے ایک حالت پر قائم رہ جانا۔ (۲) اصطلاح تصوف میں ایک خاص حالت کا نام جس مقام حیرت کہتے ہیں ذات و اوصاف باری تعالیٰ کے فہم و ادراک میں سالک کو ایک خاص مقام پر جا کر ایک حیرت کا سامنا ہو جاتا ہے جس سے وہ نہ ادھر ہو سکتا ہے نہ اُدھر۔ اکثر اسی مقام سے واپس ہونا پڑتا ہے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اسی مقام حیرت کے متعلق عرفی نے کہا ہے

تو حیرت در شب اندیشۂ اوصافِ تو	بس ہمایوں مرغ عقل از آشیان انداختہ

اسی حیرت کی کیفیت کو شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے دہشت کہا ہے۔

چہ شبہا نشستم دریں سیر گم	کہ دہشت گرفت آستینم کہ تم

اور اسی مقام حیرت کو نظامی گنجوی نے عقل کے لئے ایک کمند بتایا ہے۔

کہ چند انکہ اندیشہ گردد بلند	سر خود بروں نادر و زیں کمند

مطلب یہ ہے کہ میری عقل تو مقام حیرت کی ظلمات سے باہر نہیں نکل سکتی۔ اگر تو مشعل ہدایت میرے سامنے کر دے تو اسکی روشنی سے میں اس مقام سے نکل کر تیرے نزدیک آسکتا ہوں حاصل کلام یہ ہے کہ شراب عشق کو جام نور کے بغیر منزل مقصود تک پہنچنا مشکل ہے اور مقام حیرت کی تاریکی کو طے کرنا محال ہے۔ دیکھو شعر ۵۵

پژوہندہ را یاد ہ زاں شد کلید	کز اندیشۂ خویشتن در تو دید
نشاید ترا جز بتو یافتن	عناں باز از ہر دری تافتن

(۳) ترجمہ۔ میں ہر چند ہر طرف سے بحر گناہ میں غرق ہوں لیکن جب سے تیرے عشق کا تیر اک ہوا ہوں اہل رحمت میں سے ہو گیا ہوں۔

شش جہت (۱) مشرق (۲) مغرب (۳) شمال (۴) جنوب (۵) اوپر (۶) نیچے۔ **آشنا**۔ (۱) تیراک (۲) واقف

(۴) ترجمہ۔ آفتیر رندی و بدنامی کا مجھ پر عیب لگا۔ کیونکہ دفتر آفرینش میں میرے لئے یہی لکھا تھا۔

دیوان فطرت۔ لوح محفوظ۔ قسمت کی کتاب۔ دیکھو شعر الف ۲

(۵) ترجمہ۔ شراب پی کہ عاشقی کوشش اور اختیار سے حاصل نہیں ہوتی۔ یہ نعمت مجھ کو دیوان قسمت سے ملی ہے۔

(۶) ترجمہ۔ اے صبا اگر تو اس معشوق کی زلف عنبر کا دم مارتی ہو تو میری غیرت کے بدلہ سے ڈرتی رہ۔

خواجہ صاحب باد صبا کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ تو میرے معشوق کی زلف عنبر بیں کی خوشبو کو لئے پھرتی ہے اور اسکو صبا رہی ہے۔ دیکھ! میری غیرت جوش میں آئیگی۔ اس سے ڈر۔

(۷) ترجمہ۔ تیرے ابرو میں نظر کا تیر ہلاکت (کے کمان) کی حد تک لایا ہوا اور کھینچا ہوا ہے۔ اب فرصت پر موقوف ہوں۔

ہوش۔ (۱) عقل (۲) ہلاکت۔ موت۔ ابرو کو کمان اور نظر کو تیر کہا ہے۔ قاعدہ ہے کہ تیر انداز کمان میں تیر لگا کر زور سے کھینچ کر اسے کان تک لے جاتے ہیں تاکہ تیر دور تک نہ جائے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ تیری ابرو میں تیر نظر اس حد تک کھینچا ہوا ہے کہ ہلاکت کی حد تک پہنچا ہے۔ یعنے یہ تیر کمان سے نکل کر جس کو لگے گا اسی ہلاک کر ڈالے گا پس میری ہلاکت اب فرصت پر منحصر ہے۔ جس وقت تو نے یہ تیر مارا مجھ کو ہلاک کر دیا۔ گوش ہوش کی رعایت اور خوبی ظاہر۔

(۸) ترجمہ۔ میں جس نے اپنی تمام عمر میں کبھی سفر اختیار نہ کیا تیرے دیدار کے عشق میں مسافری کا خواہاں ہوں یعنے تیرے دیدار کے لئے وطن چھوڑنے پر تیار ہوں۔

(۹) ترجمہ۔ بسکہ میں یاد بہار میں ضعیف ہوں آ اے بہار کہ تو ہم خضر اپنی دعا بہت ہے میری یاد کر۔

(۱۰) ترجمہ۔ بظاہر میں دوست کی دلبستگی سے آزاد ہوں لیکن جان دل اس کی تنگ کا گرفتار ہوں۔

(۱۱) ترجمہ۔ حافظ تیری آنکھوں کے سامنے اپنی جان دیدیگا۔ میں اسی خیال میں ہوں کہ شاید کہ عمر سلامت دے۔ یعنے میں اس خیال میں ہوں کہ تیرے پاس آکر مروں لیکن تجھ تک پہنچنے سے پہلے ہی نہ مر گیا۔

غزل (۴)

برخیز تا طریق تو تکلف رہا کنیم	۱	دکان معرفت بدو جو پر بہا کنیم
بر دیگران نگار قبا پوش بگذرد	۲	تا نیز جامہ ہای صبوری قبا کنیم
ہفتاد ذلت از نظر خلق در حجاب	۳	بہتر ز طاعتی کہ بروی و ریا کنیم
آن کو بفیر سابقہ چندیں نواخت کرد	۴	ممکن بود کہ عفو کند گر خطا کنیم
گر یک شبی بدست من افتد نگار من	۵	مشکل بود کہ دامنش از کف رہا کنیم
گفتم تنگشت کام دلم حاصل از لبت	۶	گفتا تو صبر کن کہ مرادت روا کنیم

(۷) حافظ وفا نمیکند ایام سست عہد — (۷)
این پنج روزہ عمر بیا تا وفا کنیم

یہ غزل شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کی ہے اس خوان یغما کے لئے خواجہ صاحب کو کاتبوں کی مہربانی اور مطبع والوں کی عنایت کا مشکور ہونا چاہئے۔ دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۵۳ - ۵۴ سوانحعمری۔

(۱) ترجمہ۔ اللہ تاکہ تکلف کے طریقہ کو چھوڑ دیں معرفت کے کان کو دو جو کے بدلے مہنگا بیچ دیں۔

دکان معرفت کو دو جو کے بدلے بھی مہنگا کہا ہے۔ لفظ جو میں شراب جو کیطرف بھی اشارہ ہے۔

(۲) ترجمہ۔ قبا پوش معشوق دوسروں کے پاس جاتا ہے اس لئے ہم بھی صبر کے جامہ کو چاک کرتے ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ خلقت کی نظر سے پردہ میں ستر گناہ۔ اس طاعت سے بہتر ہیں جو ہم ریا دریا سے کریں۔

یعنے لوگوں کو دکھانے کے لئے عبادت کرنے کی نسبت لوگوں سے چھپا کر گناہ کرنا بہتر ہے۔ حاصل کلام یہ کہ ریاکاری سب گناہوں سے بڑا گناہ ہے۔

(۴) ترجمہ۔ جس نے سابقہ حقوق کے بغیر استدعا عنایت کی ہے ممکن ہے کہ اگر ہم خطا کریں تو معاف کر دے گا۔

یعنی جب خدا بغیر ہمارے حق کے ہم پر عنایتیں کرتا ہے تو امید ہے کہ ہمارا گناہ بھی بخش دیگا۔

(۵) ترجمہ۔ اگر میرا معشوق کسی بات میں ہاتھ لگ جائے۔ تو پھر یہ ممکن نہیں کہ ہم اسکے دامن کو ہاتھ سے چھوڑ دیں۔

(۶) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ تیرے لب سے میرے دل کی مراد حاصل نہ ہوئی۔ اس نے جواب دیا کہ صبر کر ہم تیری مراد پوری کرینگے۔

(۷) ترجمہ۔ آ تا حافظ بہ جہد زمانہ وفا نہیں کم نہ آکہ اس پنجروزہ زندگی کو طرب میں گذاریں۔

یعنی زندگی کا بھروسہ نہیں جو دن گزرے عیش و عشرت میں گزارنا چاہئے۔

بقلم خاکسار محمد آفاق کاتب غفی عنہ وزیرآبادی